REGISTERD No A 703
LUCKNOW
OUDH PUNCH
اودھ پنچ
۱۹۳۵
1935

تو شاید کچھ مطلب بھی نکلے۔ حالانکہ ناگواری کی وجہ اس تبدل کے بعد بھی سمجھ لیے کا عروہ اور دوسرے کا تکلف ہے ؎

وحشت طرازی تھی کشش شام بے کسی
مرکز سے اپنے دور چراغ مزار تھا

اہاہا۔ بیکسی کی شام میں کشش اور کشش میں وحشت طرازی پھر اس وحشت طرازی کے طفیل میں چراغ مزار کا اپنے مرکز سے دور ہونا کس قدر پر لطف مطلب ہے خصوصاً چراغ کا مرکز۔ واہ ری تخئیل معصوم کی سوزش" واہ ری احساس مظلوم کی بے چارگی۔ اگر یہی شاعری ہے تو ہم بھی کچھ عرض کر سکتے ہیں اس کی شرط یہ کہ مہلت ہیں آپ کے اشعار سے چار قدم آگے نہ ہو تو نیا پیمانہ ضبط سنئے ؎

انڈے کا دور چرخ سے تاب کا سگا
لیلے کا سگ مرادۂ زیب النہار تھا

پہنے قلادۂ ستم لیث سے فرکش
زبادۂ عروس لعذار دکھار تھا

یادش بخیر سنگ مزار زمین دل
جذبات مرغ آہ کا زنگولہ بار تھا

وہ پشتۂ جمال کی ساحر طرازیاں
اک آبگینہ تھا کہ میانِ مزار تھا

روئی چرخ تھی جو صدی خوان بیخودی
ہر نجم مضطرب صنعت آبشار تھا

کہیے حضرت کچھ سمجھے؟۔

ہندوستان کے شاعر اعظم صاحب کے شاگرد استاد نواز "جذبات" کے تحت میں اُستاد کی نازک خیالی کا نمونہ یوں دکھاتے ہیں ؎

بحر امید میں وہ تختۂ سوزاں تھا میں
جل بجھا اور چراغِ لب ساحل نہ ہوا

شاعر صاحب کے تخیلی محذوفات کا اگر یہ مطلب ہے کہ امید کے دریا میں کوئی کشتی رواں تھی اس کے پیندے میں آگ لگی تختے بہے اور اس طرح بہے کہ ان میں سے کوئی کشتی کنارے پر آ کے ریوڑی والے کا چراغ نہ بنی تو نہ اس آگ لگنے کا سبب الفاظ ظاہر کرتے ہیں اور نہ حاصل شعر ہی کھلتا ہے یعنی فرض کیجیے کہ شاعر صاحب مشغل بنے بحر امید میں ڈوبتے ترتے آگ کا کھیل دکھاتے کنارے پر آ بھی جاتے تو کیا ہوتا؟۔

دوسری تخئیل ناتمام کی تلمیح یہ ہو سکتی ہے کہ بعض ضعیف الاعتقاد بوڑھیاں خواجہ خضر کے نام پر چراغ جلایا کرتی ہیں یہ مثل مشہور ہے:۔

"یہ چراغ روشن مراد حاصل"۔

خود چراغ نہیں بنتیں۔ سوختہ یا لکڑی بننے سے مراد نہیں حاصل ہوتی۔ سودا ؎

اس زیست سے بہتر ہے اب موت پہ دل دھریے
جل بجھیے کہیں جا کر یا ڈوب کہیں مریے

تیسرے یہ کہ "ڈوب مرنا" تو محاورہ ہے مگر "دریا میں جل بجھنا" کسی صاحب فہم کی زبان سے آج تک ہم نے نہیں سنا۔ اے حضرت آخر آدمی سے چراغ بننے کی آرزو کیوں ہے؟۔

آپ نے شاید قسم کھائی ہے کہ لطافت کو پاس نہ پھٹکنے دیں گے۔ محاورات کی ٹانگیں توڑیئے خواہ اس جد و جہد میں آدمی سے ڈیوٹ ہی بننا پڑے۔ دو ایک بے حاصل اشعار کے بعد جن بقول شاگرد صاحب کے "لہجے کا ساحر پہلو" دکھایا گیا ہے فرماتے ہیں ؎

رات کا جانا وداع شیشہ و پیمانہ تھا
صبح کا تارا نہ تھا قفل در میخانہ تھا

لوگ کہتے ہیں کہ یہاں رات سے مراد "مال" ہے یعنی افلاس نے "پیمانہ کی اشاعت پر اکتفا" اور "صبح کے تارے" سے مراد "پروین" ہے ؎

مال کا جانا وداع ساغر و پیمانہ تھا
خوشۂ پروین نہ تھا قفل در میخانہ تھا

شعر تو یہ ہے ؎

ڈھونڈھتا پھرتا تھا چشم آرزو کی روشنی
میں شب فرقت اندھیری رات کا پروانہ تھا

واہ ری "چشم" اے حضرت پروانہ "شمع" کی تلاش میں پھرتا ہے یا آنکھ کی تلاش میں؟۔ آنکھ کی جستجو پروانہ نہیں کرتا۔ آنکھ پھوڑ مکوڑ البتہ کرتا ہے ؎

معتقد دیوانگی میری ہوئی بعد فنا
قبر پر آ کر وہ بولے یہ مرادیوانہ تھا

معلوم ہوتا ہے اس شعر میں بھی کاتب نے تصرف کیا ہے یہاں "مرادیوانہ" کی جگہ "نرا دیوانہ" تھا مگر شارح شاگرد کا قول ہے کہ:۔

"شاعر استاد جنون کو بھی مخفی رکھتا ہے بلکہ اپنی دیوانگی کو صرف اس لیے مستند کہتا ہے کہ اس نے قبر پر آ کے یہ کہہ دیا ہے کہ "یہ مرادیوانہ تھا"

"یہ مرادیوانہ تھا" (مکرر) سرٹیفکیٹ ایک مسیحا کی طرف سے دیا گیا ہے اس لیے ہم کوئی طعنہ نہیں کرتے ہوگا بھئی ہوگا کیا تعجب ہے"۔

تمام اشعار کی تنقید کے لیے فرصت درکار ہے لہٰذا صرف مزے مزے کے شعر سنیے اور لطف اٹھائیے ؎

پھر تصور نے بڑھا دی نالۂ موزوں کی لے
پھر فضائے درد میں اک شعر پیدا ہو گیا

آج تک شعر کا زچہ خانہ دنیا کو معلوم نہ تھا۔ شاعر صاحب نے بتا دیا۔ ہم بھی بخاطر شاعر مانے لیتے ہیں کہ فضائے درد مولد شعر ہے۔ لیکن پہلا مصرع ذری تفصیل و توضیح کا محتاج ہے تصور نے نالۂ موزوں کی لے بڑھا دی یعنی وہ نالہ جس کے کٹ گھنے کیے گئے تھے اس کی لے تصور نے بڑھائی۔ فضائے درد کو پیٹ رہ گیا۔ "نالۂ موزوں" کی نوعیت اس وقت تک نہیں کھلتی جب تک عروض کی مشہور بحروں کے وزن پر کوئی نہ روئے۔ یہ کوئی جدت نہیں ہے اگر بعض امراء کے مصاحب اسفل سے تمام اوزان شعری ادا کر سکتے ہیں۔ تو شاعر کا نالہ بھی وزن دکھا سکتا ہے تقطیعات نالہ میں سبب و وتد فاصلہ کا محسوس کرنا کافی ہے انشاء اللہ فوراً قدرت ہو جائے گی ؎

اوں اوں اوں اوں	اوں اوں اوں اوں
فاعلاتن	فاعلاتن
اوں اوں اوں اوں	اوں اوں اوں
فاعلاتن	فاعلن
پھر تصور	نے بڑھا دی
فاعلاتن	فاعلن

نالہ مو — زوں کی لئے

فاعلاتن — فاعلن

قابل دریافت یہ بات ہے کہ لئے بڑھنے سے ٹھیکا دیکر نہیں ہوتا۔ فضائے دردکی زچا لیت میں کو بھنے یادون میں شعر بہرحال پیدا ہوگا۔ لہذا لئے بڑھانے کا ذکر ہی فضول ہے غالبؔ استاد صاحب نے غالب کے اس شعر کا جواب دیا ہے۔

فریاد کی کوئی لئے نہیں ہے
نالہ پابند لئے نہیں ہے

چند اشعار کے بعد فرماتے ہیں ۔

حسرت جلوہ گری مہر لب خاموش ہے
آنکھ محو دید تھی آئنہ مجھے بھی ہوش ہے

ہماری دانست میں اس شعر کا ماخذ کسی نے اسی ظرافت کا یہ مطلع ہے ۔

افسوس کہ دنیا سے سفر کر گئے جرکٹ
آنکھیں تو کھلی رہ گئیں پر مر گئے جرکٹ

اول بے نتیجہ ہے اور دوسرا با نتیجہ۔ ہرچند کہ شارح شاگرد اپنی سخن فہمی کی داد یوں دیتا ہے ۔

"شعر کی محویت برباد۔ معاذ اللہ اور ہوش کی بجھی ہوئی تجلی العظمت للہ۔ پھر حسرت دیدار کی شکستگی العیاذ باللہ"

محویت برباد بھی ہوئی تجلی حسرت دیدار کی شکستگی تو خدا جانے کیا بلا ہے۔ یہ الفاظ اردو کے حرامی بچے ہیں جن کے معنی مطلب کے ذمہ دار ہم نہیں البتہ شعر میں نہ کوئی غرابت ہے نہ کوئی اہم مطلب کہنے کو ہم بھی کہہ سکتے ہیں ۔

بھینس کے پیٹ کا قراقر نعوذ باللہ۔ اونٹ کی توبہ گسل بلبلاہٹ استغفر اللہ۔ اردو کی کافر فریب ستیاناسی۔ لعنۃ اللہ۔ مگر اس کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ منتخب کلام میں اتنی خوگیری کی بھرتی اس قدر بہ ثقل الفاظ؟ سچ مچ زبان جاہل اس مطلب کو دو لفظوں میں ظاہر کرتے ہیں: ۔

"تنگ تنگ دیدم دم نہ کشیدم"

ان دو لفظوں میں جو لطافت ہے اس سے بھی شاعر اعظم صاحب کا کلام خالی ہے۔

آگے شاعر صاحب کی مدح خوانی نے ذرا لمبے ڈگ بڑھائے ہیں۔ اب چار شعروں کی لایعنی مدح میں دو دو صفحے برباد کیے جاتے ہیں خالی از مطلب الفاظ بعید از معنی ترکیب کا دڑ بالکل گیا ہے۔ ہم ایسی عبارتوں کی مدح گزشتہ نمبروں میں بخوبی کر چکے ہیں لہذا اس سے قطع نظر کرتے ہیں ۔

نہ رکھنا پاؤں بھولے سے کہیں گور غریباں میں
نکل آئے نہ کوئی ہاتھ پابوسی کے ارماں میں

دیکھا آپ نے معشوق ایسا چنچل اور شوخ ہے مردود ٹوٹی قبروں کے سوراخوں میں پاؤں گھسیڑتا پھرتا ہے۔ شاعر ناصح کی نصیحت پر عمل نہیں کرتا۔ واقعی اگر کسی مردہ صد سالہ نے ٹنگڑی پکڑ کے بالجبر قبر کے اندر کھینچ لیا تو بری ہوگی۔ یہاں "میں" کی ظرفیت یہی مطلب ظاہر کرتی ہے۔ اگر کوئی صاحب فہم شاعر کہتا تو "گور غریباں پر" کہتا۔ میں میں نہ کرتا۔

دوسرے پابوسی کے ارمان میں ہاتھ نکلنے کی جگہ "منھ" نکلنا چاہیے۔ ہاتھ سے پابوسی نہیں کی جاتی۔ پاؤں چھوے جاتے ہیں۔ ہونٹوں سے پابوسی ہوتی ہے۔ شاگرد صاحب پہلے ہی سے دفع دخل کرتے ہیں کہ "بہت سے بے وقت دماغ یہ "اعتبار" قائم کریں گے کہ ہاتھ کیا پابوسی کرے گا مگر معلوم کیجیے کہ یہ ایک مکمل بیہودگی ہوگی......... بوسہ یا لمس ادت ہے اور بوسے تو نگاہوں سے بھی لیے جاتے ہیں میں تو خیال میں بھی اس گناہ کا مرتکب ہو جایا کرتا ہوں۔" واقعی صحیح ہے یہ اپنی اپنی مشق ہے ممکن ہے کہ آپ ہی کے گروہ میں کوئی شخص دیگر غیر قابل ذکر اعضا سے پابوسی کرنے والا بھی نکل آئے تو اس کی طرف سے بھی آپ کا یہی جواب پیش کیا جاسکتا ہے۔ مہارت کی ضرورت ہے اعتماد کرنے والوں کو بیوقوف بناتے رہیے۔ انھیں بکنے دیجیے "قدم لینا" کی جگہ "بوسہ لینا" نظم کیجیے۔ ہاتھ منھ کا فرق کوئی ایسا فرق نہیں۔

پھر فرماتے ہیں ۔

جنوں پہونچا بیاباں میں بہار آئی گلستاں میں
یہ دونوں کیوں نہ آ بیٹھے مرے چاک گریباں میں

یعنی گریبان کی چھلکی بہت وسیع ہے جنوں کو بیابان یا پاگل خانہ تک جانے کی زحمت کی ضرورت نہیں بہار خواہ مخواہ گلستاں میں گئی یہ دونوں اگر بیٹھے میں پاؤں دیتے تو گریبان کے دفتر میں نام لکھ جاتا۔ آپ کو واللہ! اس شعر میں کیا لطف ہے؟ ۔

تکلف کیوں ہے قاتل یہ بھی تیرا ہی عطیہ ہے
چھڑک کر زخم دل سے بھر نمک بھرنے نمکداں میں

یہ گھنونے پن کی تصویر ہے نازک طبع شاعروں نے غالب کے اس شعر پر ناک بھوں چڑھائی تھی ۔

دھوتا ہوں جب میں پینے کو اس گلبدن کے پاؤں
رکھتا ہے ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پاؤں

ہرچند کہ "گلبدن" کے لفظ سے انھوں نے پاؤں کے دھوون کا گلاب بنا لیا ہے۔ پھر بھی تصور میں اس منظر کی تصویر کھینچنے سے متلی ضرور ہوتی ہے۔ مگر اساتذہ شاعری کی دشواریوں سے واقف تھے کہ اس زمین میں اس سے اچھا مطلع کہنا سخت مشکل ہے۔

شاعر اعظم صاحب پھوڑے یا زخم پر چھڑکا ہوا نمک جمع کرنے کی فرمائش کرتے ہیں۔ نمک خشک زخم پر جمتا نہیں۔ بہتے ہوئے زخم پر پڑتے ہی بہہ جاتا ہے۔ خدا کی مار ایسے الھڑ معشوق پر جو عاشق کی اس متلو نہی فرمائش کی تعمیل کرے۔ ترقی مذاق کا یہی حال ہے تو آپ دیکھیں گے کہ عشوق سے گوبریلے اور گھنی کی طرح معدے میں گھسنے اور آنتیں صاف کرنے کی فرمائش بھی ایک دن کی جائے گی (باقی آئندہ)

مراسلہ

خواجہ علی محمد خان اکبرآبادی از آگرہ۔

جلد ۲ ۔۔۔ نمبر ۴۳

مضامین

(مورخہ ۱۹۔ دسمبر ۱۹۳۵ء)

تنہائے دل مجذوب

(خواجہ عزیز الحسن غوری)

وہ ہے پہلو میں شب تار ہے تنہائی ہے ۔۔۔ آج تو حضرت دل آپ کی بن آئی ہے
بعد مدت کے مرے لب پہ فغاں آئی ہے ۔۔۔ ہاں سنبھل جائیں حقیقین نا شکیبائی ہے
خانۂ دل میں عجب انجمن آرائی ہے ۔۔۔ رد کش بزم دو عالم میری تنہائی ہے
حسن ہے نادرہ ہے انداز ہے رعنائی ہے ۔۔۔ سربسر حشر بداماں تیری یکتائی ہے
چشم واکردہ بصد شوق تمنائی ہے ۔۔۔ ہوش گم کردہ بیک جلوہ تماشائی ہے
دیدہ مشغول بصد انجمن آرائی ہے ۔۔۔ قلب سودہ بیک گوشۂ تنہائی ہے
رات دن میں ہوں تیری یاد ہے تنہائی ہے ۔۔۔ کام ہی کچھ ہے نہ فرصت ہی کبھی پائی ہے
میں ہوں اور حشر تک اس در کی جبیں سائی ہے ۔۔۔ سر زاہد نہیں یہ سر بسر سودائی ہے
مجھے کہاں گردش تقدیر کہاں لائی ہے ۔۔۔ بادہ پیمائی تھی یا بادیہ پیمائی ہے
دل ازل سے ہے کوئی آج کا شیدائی ہے ۔۔۔ تھی جو ایک چوٹ پرانی وہ ابھر آئی ہے

اب بھی مجذوب جو محروم پذیرائی ہے
کیا جنوں میں ابھی آمیزش دانائی ہے

زار ہند لکھنوی

بے مے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید

(۱)

سنیما کمپنی پر لعنت بھیج کر میں نے پرانا مشغلہ بیکاری از سر نو اختیار کر لیا۔ اور اخباروں میں "ضرورت ہے" پڑھنے لگا۔ دو سال تک یہی سلسلہ جاری رہا۔ اس سے خاص فائدہ یہ تھا کہ نوکری کی آس بندھی رہتی تھی۔ وہ یوں کہ ایک جگہ درخواست بھیجی اور پھر کامیابی کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہاں سے مایوسی ہو گئی تو دوسری جگہ درخواست بھیج دی۔ مگر دل ان طفل تسلیوں سے کب بہلتا ہے؟ علاوہ ازیں اس مشغلہ میں آٹھ دس روپیہ مہینا کا خرچ تھا۔ اخبار کا خریدنا۔ درخواست اور سندیں ٹائپ کرانا۔ تھوڑی بہت دوڑ دھوپ بھی ضرور کرنا پڑتی اور حاصل وصول کچھ نہ ہوتا۔ چنانچہ گھر والی نے بہت مخالفت کی۔ میرا بھی دل اچاٹ ہو گیا تھا۔ میں نے سوچا یہ دنیا چند روزہ ہے۔ اس کے لیے اتنی سر مغزنی۔ جا بیجا کارروائیاں ہر ایک کی خوشامد درآمد بہت بری معلوم ہوتی ہے۔ ایسے امراض کا ایک آسان علاج ہے وہ یہ کہ "ترک دنیا گیر تا سلطاں شوی"۔ اس خیال کا آنا تھا کہ میں نے "درکار خیر ہیچ حاجت استخارہ نیست" پر عمل کیا۔ اور فوراً قصبہ کے جگت پیر جناب مستغنی عن الثواب والعذاب ستّو شاہ قبلہ کا مرید ہو گیا اور دل کو یوں اطمینان دلایا کہ اگر شاہ صاحب نے نظر توجہ فرمائی تو میں بہت جلد عقبیٰ کا "شاہ" ہو جاؤں گا۔ پھر دنیا کے دوست کی کیا ضرورت۔

(۲)

شاہ صاحب نے فرمایا اگر دنیا چھوڑنا ہے تو پہلے گندے خیالات سے دل صاف کرو۔

میں "یہ گندے خیالات کیسے ہوتے ہیں؟"

شاہ صاحب نے فرمایا:۔

پہلی بات یہی لو کہ "کسی عورت کو دیکھ کر برا خیال دل میں نہ لاؤ"

میں۔ ذرا زیادہ تفصیل سے ارشاد ہو۔ خاکسار نہیں سمجھا۔

شاہ صاحب جب کسی عورت پر نگاہ پڑتی ہے تو کیا خیال آتا ہے؟

میں۔ یہی کہ یہ عورت ہے مرد نہیں۔ ماں بن سکتی ہے باپ نہیں۔

شاہ صاحب۔ مگر اس کی صورت جسم۔ اور سن کی طرف تو دھیان نہیں جاتا۔ کوئی امنگ تو نہیں پیدا ہوتی۔

میں۔ اپنی نیک نیتی کے لیے بچپن سے مشہور ہوں۔ جو کام کرتا ہوں اس میں خلوص اور سچائی کو پیش نظر رکھتا ہوں۔ خیال جو کیا تو اچھے چہرے کی اچھائی کا احساس ضرور پیدا ہوتا ہے۔ یہی احساس امنگ کی صورت بھی اختیار کر سکتا ہے۔ میں نے مجرمانہ انداز سے کہا۔ خوبصورتی کا احساس تو ضرور پیدا ہوتا ہے۔ اور کچھ تھوڑی بہت امنگ بھی۔

شاہ صاحب "بس یہی افعال شیطانی کی بنیاد عظیم ہے۔ اور راہ راست ہے جہنم کی۔ اب کسی چہرے پر نگاہ پڑے تو یاد رکھو کہ کسی عورت کو بری نگاہ سے نہ دیکھو۔"

میں باہر چلا آیا۔ اور برابر اپنا سبق دہراتا جاتا تھا کہ دیکھو بھائی جب کسی عورت پر نگاہ پڑے تو اس پر بری نگاہ نہ ڈالو۔ بری نگاہ کا کیا مطلب! یعنی اس قسم کی نگاہ نہ ہو جس سے تم بیوی کو دیکھتے ہو گویا کہ اپنی نگاہ پر قبضہ رہنا چاہیے جیسا موقع ہو ویسا اس کا استعمال ہو۔

اتنے میں ایک حور صحرائی نظر آئی۔ بجاری میلی سی ساری لپیٹے بوجھ سر پر اٹھائے چلی جا رہی تھی۔ شاہ صاحب کے پہلے ہی سبق نے میری قوت مشاہدہ کا عالم نرالا کر دیا تھا۔ قدم قدم پر امتحان تھا۔ ادھر میں نے شاہ صاحب کا قول یاد کیا۔ اور ادھر خوان یغما بالتفصیل بری نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ رسیلا بدن۔ نازک کمر۔ گول گردن۔ سیب کی قاش جیسے لب۔ تربوز کے گودے کی طرح رخسار۔ رس بھری کی سی آنکھیں۔ معلوم ہوتا تھا میرے سارے جسم پر آنکھیں لگ گئی ہیں۔ اور میرے بدن کا ہر حصہ اپنے مقابل کے حصہ کو للچائی ترسی نگاہوں سے تک رہا ہے۔ لاحول ولا قوۃ میں نے اپنے جسم کو حکم دیا کہ جو کچھ محسوس کر رہا ہے نہ محسوس کر۔ اور دماغ کو حکم دیا جو کچھ سوچ رہا ہے مت سوچ مگر معلوم ہوتا تھا کہ دلآتی دلآرام کی تصویر میرے بدن میں حلول کر گئی ہے۔ لاکھوں جتن کیے۔ آنکھیں بند کیں۔ پیٹھ پھیر لی۔ لاحول پڑھا۔ استغفار کیا۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ کمبخت ناشدنی نفس امارہ نہ دبنا تھا نہ دبا۔

اب میں نے دوسری ترکیب سوچی۔ دل کو مضبوط کیا اور یہ سوچ کر آنکھیں کھول دیں کہ چلو عورت کو تو دیکھو مگر لب و رخسار۔ سر کے بال۔ دست و بازو۔ گردن و سینہ۔ کمر اور ٹانگیں نہ دیکھو۔ آنکھیں کھولتے ہی پھر وہی شیطانی غلبہ ہوا۔ اور وہ گراں گن جسم مع اپنے تفصیلی جلوس کے آنکھوں میں گھس آیا۔ بلکہ اپنی تو کچھ چیزیں اور بھی ساتھ لایا۔ جس سے بینائی زیادہ بڑھی اور تخیل نے جان صاحب کی شب عروسی کا نقشہ سڑک پر بنا دیا۔

——— (۳) ———

شاہ صاحب کے سامنے دکھڑا رویا۔ انھوں نے ایک وظیفہ بتایا۔ اور کہا چالیس روز تک آدھی رات کو دریا کے اندر کمر کمر پانی میں کھڑے ہو کر پڑھو تو یہ شکایت دور ہو جائیگی۔ عورت پر نگاہ پڑے گی مگر اس کی خصوصیات نظر نہ آئیں گی جسم دیکھو گے مگر کیا مجال جو اعضا نظر آئیں۔ یوں سمجھو کہ چہرہ نظروں کے سامنے ہو گا مگر دکھائی نہیں دے گا۔ عورت کی آواز سنو گے (آواز بھی ستر میں داخل ہے) مگر کان اس کو محسوس نہیں کریں گے پھر لطف یہ ہے کہ یہ مرتبہ بغیر اندھے بہرے ہوئے حاصل ہو جائے گا۔ ہاں اگر بیوی کو دیکھو گے تو وہ دوسری طرح نظر آئے گی۔ مگر عمل میں خلوص نیت اور خوش عقیدگی شرط اول ہے۔

میں نے عرض کیا شاہ صاحب میرے دل میں میل کچیل بہت ہے۔ عقل کمبخت ابھی تک معاملات میں دخل دیتی ہے عقیدہ نہیں بندھنے پاتا۔ مجھے تو ایسا نظر آتا ہے کہ مجھے "نظر بندی" کبھی نہ آئے گی۔

شاہ صاحب کو طیش آ گیا اور گرج کر بولے۔ "میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ کوئی نہ کوئی بھید ضرور ہے۔" سامنے ایک عورت جا رہی تھی۔ شاہ صاحب اس کی طرف دیکھ کر بولے۔

"دیکھو میں اس کو دیکھ سکتا ہوں۔ مگر کیا مجال جو بری نگاہ سے دیکھوں۔ یا برا خیال دل میں آئے۔ بعض لوگوں کے قلوب کو سیاہ کر دیا ہے خدا نے۔ پس ان کو نظر نہیں آئے گی کبھی راہ حق۔ اور وہ بھٹکا کریں گے چاہ ضلالت میں۔ دور ہو کمبخت۔ مرتبہ علیا تیرے مقسوم میں نہیں ہے۔"

مجھے بہت رونا آیا کہ یہ اللہ میاں نے کیا کر دیا۔ دل سیاہ کرنے کا کام تو کچھ شیطان ہی کے لیے زیبا تھا۔ مجھے پہلے ہی سے کچھ خیال تھا کہ اللہ میاں شیطان کی دعا ضرور قبول کر لیتے ہیں۔ ورنہ شیطان کی دنیا میں اتنی کامیابی کیونکر ممکن تھی۔ کیا معنی کہ یورپ۔ امریکا۔ آسٹریلیا اور افریقہ ایشیا کے بڑے بڑے حصے سب اس نے اپنے قبضے میں کر لیے ہیں۔ تھوڑے بہت مسلمان دنیا میں ہیں۔ مگر ان میں بہت زیادہ حصہ منافقوں کافروں اور گنہگاروں کا ہے۔

میں مایوس ہو کر شاہ صاحب کے پاس سے چلا آیا۔

——— (۴) ———

اب میں نے عقل کو معاملات میں دخل دینے کی اجازت دیدی۔ اور سوچنے لگا شاہ صاحب میں یہ خوبی ہے کہ جس وقت جیسی نگاہ چاہتے ہیں عورت پر ڈالتے ہیں۔ میں بھی ایک دفعہ کوشش کر کے دیکھ لوں۔ گلاب پر نگاہ پڑے مگر اس کی بو کی طرف دھیان نہ جائے۔ سیب سمرقندی نظر آئے۔ مگر اس کے مزے کی طرف دھیان نہ جائے۔ پیاس کی حالت میں شربت کا گلاس دیکھوں مگر یہ بھول جاؤں کہ اسی سے پیاس بجھ سکتی ہے بلکہ اعلیٰ مرتبہ تو یہ ہو گا کہ گلاب کو دیکھوں سیب سمرقندی

اور شربت سرد کو دیکھوں گویہ احساس ہی نہ پیدا ہو کہ یہ گلاب سیب اور شربت ہیں۔

میں نے کہا کچھ ہو لاؤ ایک دفعہ اور کوشش کر دیکھو۔

دوسرا دن جمعہ کا تھا۔ میں نے نہا دھو کپڑے بدلے۔ نماز پڑھی۔ دل میں نفس امارہ پر لعن طعن کیا اور جتنی دعائیں یاد تھیں وہ پڑھتا ہوا مسجد سے نکلا۔ نیت یہ تھی کہ اس ریاضت کی پہلی مشق خوشدامن کے گھر سے شروع کی جائے اس لیے وہیں گیا۔ آنکھیں نیچی کیے منہ لٹکائے گھر میں داخل ہوا۔ امتحان کا وقت آگیا تھا اس لیے میں اپنے کو یوں سمجھا رہا تھا۔

عورت اصل میں عورت نہیں بلکہ مرد ہوتی ہے یعنی دنیا کی تمام مخلوقات مذکر ہیں۔ اگر یہ بات غلط ہوتی تو بی حوا کبھی بابا آدم کی پسلی سے نہ نکلتیں۔ گھر کے اندر پہونچا میں کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوا اور سیدھا کونے میں بچھی ہوئی چارپائی پر جاکر بیٹھ گیا۔ دل کانپ رہا تھا کہ زندگی کا سب سے اہم امتحان اسی وقت ہے۔ اگر فیل ہو گئے تو پھر میری سیاہ قلبی کا کوئی علاج نہیں۔ برابر یہ وظیفہ پڑھ رہا تھا "سب تو ہی تو ہی "سب تو ہی تو ہی" (تو کی ضمیر مرد کی طرف راجع ہے)۔

میری سالیوں کو کچھ خلاف معمول نظر آیا۔ ایک بولی۔

بہشت اے قربان اس فقیری کے۔ پہلے باجی کو دیکھے بھید پاتا پھر مٹی بنتے۔

چھوٹی سالی نے فوراً بلا تمہید جسمانی حملہ بول دیا۔ اور دو ہاتھ کر لپٹ گئی۔

چھوٹی سالی۔ واہ واہ۔ آج تو تسبیحیں پڑھی جا رہی ہیں۔

دوسری۔ کسی نے نوکری ملنے کا عمل بتایا ہوگا۔

میں نے جلدی جلدی ورد کرنا شروع کر دیا "سب تو ہی تو ہی" "سب تو ہی تو ہی" آخر یا در نہ ملنے بھی اس عمل کی ضربیں لگا دیتا۔ نعوذ باللہ استغفر اللہ ایسے عمل سے کہاں جان بچ سکتی تھی جو لوگ کہتے ہیں کہ ابلیس کے معنی شیطان کے ہیں یا شیطان کے معنی ابلیس کے۔ وہ غلط کہتے ہیں بلکہ دراصل ان لفظوں کے معنی ہیں حوا کی بیٹیاں (جن کی پیدائش کا گناہ بابا آدم کے سر مطلق نہیں ہے) بحیثیت اپنے سالیاں ہونے کے۔

میں نے زور زور تین چار بار لاحول پڑھی اور بہت سنجیدگی سے ان لوگوں کو ڈانٹا۔

میں۔ تم سب الگ ہٹ کر کھڑے ہو "سب تو ہی تو ہی" "سب تو ہی تو ہی" "سب مرد ہی مرد ہیں دنیا میں سب مرد ہی مرد ہیں دنیا میں"۔

اور دل کو اس کی تفسیر یوں سمجھائی کہ میری سالیوں اور میری بیوی میں بہت فرق ہے وہ عورت ہے اور یہ سب فی الحقیقت مرد ہیں اگرچہ کپڑوں وضع قطع میں میری بیوی سے ملتی جلتی ہیں شام کے وقت جب پرندے بسیرا لینے چھتے میں جمع ہو گئی ہوں اور کوئی ڈھیلا مار دے تو جس طرح وہ سب کی سب بھنا کر لپٹ جاتی ہیں اسی طرح تمام سالیوں نے جو فی الحقیقت سالے تھے میرے اوپر حملہ بول دیا۔ اور دل کا سکون جو نہ معلوم کن دقتوں سے حاصل کیا تھا تباہ کر دیا۔

(باقی آئندہ)

افلاطون وقت

بچوں کا اخبار

دفتر اخبار خاتون بمبئی سے اردو زبان میں بچوں کا اخبار ہفتہ وار جاری کیا گیا ہے علاقہ بمبئی میں ایسے اخبار کی سخت ضرورت تھی یہ اخبار ۱۲ سے ۱۴ سال تک کے لڑکوں اور لڑکیوں کیلیے علمی ادبی اصلاحی اور مذہبی معلومات بڑھانے کا نادر ذریعہ ہے اسمیں سائنس تاریخ جغرافیہ نظم و نثر علم ادب کے علاوہ نہایت دلچسپ کہانیوں کے ذریعہ بچوں کو تعلیم دیجاتی ہے بزرگان دین کے حالات لکھکر بچوں کو نیک اور سچا مسلمان بننے کی ترغیب دیجاتی ہے نمونہ مفت منگا کر ضرور دیکھیے۔

ملنے کا پتہ۔ دفتر اخبار خاتون بمبئی

پیش طبیب بلا پیش بلا طبیب
پیش ہیچ ہمہ و پیش ہمہ ہیچ

(نمبر ۱۵)

امیٹھی ڈانگر۔ کو ضلع لکھنؤ کا ایک شہر لکھا ہے۔ بی جاہل اللغات صاحبہ ہندوستان کے بھی جغرافیہ سے واقف نہیں۔ خدا جانے وہ کون سا گورنمنٹ گزیٹیر یا کون سا جغرافیہ ہے جس میں امیٹھی ڈانگر ضلع لکھنؤ کا شہر لکھا ہوا ہے۔

اموسی۔ یہ مقام بھی بی جاہل اللغات و جاہل اللغویات والملفظات کے نزدیک ضلع لکھنؤ کا ایک شہر ہے یعنی اُن کے نزدیک لنکا میں جو ہے وہ باون گز کا ہے۔ لکھنؤ کے ضلع میں بجز شہر کے کوئی گاؤں نہیں ہوتا۔ امیٹھی قصبہ نہیں شہر ہے۔ اموسی معمولی گاؤں نہیں شہر ہے۔

دیہات اور سٹی میں گویا کوئی فرق نہیں۔ دل لگی یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ معمولی گاؤں تو حضرت نے نقشے میں سے ڈھونڈھ کے لکھ لیے اور اموسی چونکہ بجنور ضلع لکھنؤ کا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے منظور نظر ٹھہرا لیکن خود بجنور کا وجود لغت میں نہیں۔ مچھر کی ٹانگ تو چھیر میں پکڑی اور اونٹ کو اونٹ نہ سمجھائی دیا۔ کیا کہنا۔

امی با۔ (انگ۔ مذکر) سب سے چھوٹا جانور جو بغیر دوربین کے نظر نہیں آتا۔ یہ عموماً گندے جوہڑوں میں پایا جاتا ہے۔ خیال ہے کہ جرم سے پہلے پہل یہ جانور بنتا ہے اور پھر بڑے جانور وجود میں آئے ہیں۔

اب ذرا اس عبارت کی خامیاں ملاحظہ ہوں۔ مطلب ذہن نشین نہیں ہوتا تھا یا ہٹ سے ک رہا خیال سمجھا جائے کہ مصنف لغت کا یا انگیوں کا وہم نو یہ جانتے ہیں کہ دوربین سے وہ سب کی چیزیں یا درخوردبین سے چھوٹی چیزیں دیکھی جاتی ہیں لیکن شاید ایسے مصنف اور ایت کے چھوٹی چیز کے دیکھنے کے لیے دوربین ہی دیکھا ضروری ہو۔

اصل یہ ہے کہ امی با ایک یونانی لفظ سے

بنایا گیا ہے جس کے معنی ہیں "بدلنا" چونکہ یہ کیڑا شکل بدلتا رہتا ہے لہذا یہ نام رکھا گیا۔ یہ سب سے چھوٹا کیڑا نہیں ہے بلکہ چھوٹے کیڑوں میں ایک کیڑا یہ بھی ہے یہ تالاب وغیرہ کے بند پانی اور آنتوں میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ کیڑا شروع میں بہت چھوٹا ہوتا ہے بڑھ کر تقسیم ہو جاتا ہے اور ایک کیڑے کے دو کیڑے بن جاتے ہیں پھر دو کے چار اور چار کے آٹھ اسی طرح ہزاروں کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔ آنتوں میں ان کیڑوں کی پیدائش سے پیچش ہو جاتی ہے جسے ایمیبک پیچش کہتے ہیں۔

سٹیشن۔ اس لفظ کے معنی امیر اللغات میں حسب ذیل ہیں:—

قیام کی جگہ۔ جیسے ریلوے اسٹیشن۔ یعنے وہ مکان جہاں ریل مسافروں کو سوار کرنے اور اتارنے کے لیے ٹھہرتی ہے وہیں مسافروں کو ٹکٹ ملتا ہے۔

اب کاکوری اللغات عرف گنوار اللغات کو دیکھیے لکھتی ہیں:—

۱۔ قیام کی جگہ۔ ۲۔ وہ مکان جہاں ریل گاڑی مسافروں کو سوار کرنے اور اتارنے کے لیے ٹھہرتی ہے۔

بی گنوار اللغات صاحبہ نقل کرنے چلیں لیکن عقل سے عاری تھیں۔ اس خیال سے کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ باوجود بی۔ اے وایل ایل بی ہونے کے انگریزی الفاظ کے معنی بھی امیر اللغات سے نقل کیے ہیں۔ قیام کی جگہ نقل کرنے کے بعد جیسے ریلوے اسٹیشن یعنی "حذف کر کے بقیہ عبارت نقل" کر دی۔ اور اس طرح متعدد معنی دینے کا شوق پورا کیا گیا۔ اس سے مطلب نہیں کہ معنی غلط ہو گئے۔ امیر اللغات میں جو معنی ریلوے اسٹیشن کے لکھے گئے تھے وہ کاکوری اللغات نے اسٹیشن کے گلے لگا دئے۔

اب یہ سنے ہوئی سہ آتشہ تیسری آنچ جاہل اللغات کی بھٹی میں دی گئی اُن کے سامنے امیر اللغات نہ تھی صرف نور اللغات پیش نظر تھی۔ نقل کرنے کے انھوں نے الزام سے بچنے کے لیے یہ عبارت گڑھی۔

۱۔ پڑاؤ۔ مقام قیام یا ٹھہرنے کی جگہ ۲۔ وہ مکان جہاں ریل گاڑی مسافروں یا مال کے اتارنے یا چڑھانے کے لیے ٹھہرتی ہے۔

قیام کی جگہ کا فارسی ترجمہ مقام قیام کیا۔ اور قیام کا اردو ترجمہ کر کے ٹھہرنے کی جگہ لکھا اس طرح ایک معنی کے دو معنی بنائے اور تیسرا لفظ پڑاؤ اپنی طرف سے لکھا جو قطعاً غلط ہے اور معنی نمبر ۲ باضافہ لفظ مال نقل کر دیے۔ یہ اضافہ بھی غلط ہے۔ کیا یہ ہنسنے کا مقام نہیں کہ مرحوم جناب امیر مینائی انگریزی سے نابلد تھے انھوں نے تو صحیح معنی لکھے مگر ان کے مقابلے میں یہ وو دو خواہ مخواہ کے بی۔ اے لدّو کھا گئے۔ زبردستی صحیح کو غلط کر دیا۔

ایک کرم فرما سے اور مجھ سے ان دونوں لغتوں کی بابت گفتگو ہو رہی تھی۔ اُن صاحب نے فرمایا کہ کم سے کم جمع لغات کا کام ایک حد تک پورا ہو گیا بعد کو صحت معنی بھی ہو جائے گی۔ میں نے جواب دیا کہ جمع لغت کا کام کیا خاک پورا ہو گیا امیر اللغات میں الفاظ جمع ہوئے اُس کے بعد نور اللغات نے الفاظ زیادہ دیکھے مگر وہ ہرگز اردو کے الفاظ نہیں کہے جا سکتے۔ غیاث اور صراح سے عربی فارسی الفاظ لکھ دیے ہیں۔ جامع اللغات کو بہت سے ڈکشنری دیکھ کر نئی سوجھی مغربی زبانوں کے بہت سے الفاظ وہ بھی بیٹھا لو جھک جو کر انگلش اور سجایا جگل نقل کر دیے۔ یہ جمع لغات کا کام ہوا ہے۔ زبان کی صفائی کا نام۔ نور اللغات اور جامع اللغات کے دیکھنے کے بعد یہ امید بھی عبث ہے۔ بعد کے لکھنے والے بلا تحقیق انھیں لغتوں سے غلط معنی نقل کر کے لغتوں کے مصنف اور مؤلف بن بیٹھیں گے۔ وہ سیکڑوں الفاظ انگریزی یا فارسی یا عربی لغتوں سے لے لیں گے۔ اصل اردو کے الفاظ کی کوئی بھی تلاش نہ کرے گا۔ کیونکہ اردو الفاظ کی تلاش مشکل پھر نصیح غیر فصیح اور مذکر مؤنث کا جھگڑا یہ کس کے بس کا ہوگا۔

اسکرو۔ اصل معنی پیچ۔ بوتل کا کاگ کھولنے کا پیچ۔

چونکہ جامع اللغات کی اُستانی بی گنوار اللغات نے اسکرو کے معنی بوتل کا کاگ لکھے تھے لہذا باوجودیکہ جامع اللغات کو اسکرو کے معنی پیچ کے معلوم تھے لیکن اُستانی کا رعب کچھ ایسا طاری ہوا کہ اصل معنی کر کے لکھے رہا انکہ اصلی اور نقلی کے اظہار کا کوئی موقع نہ تھا بلکہ غلط اور صحیح کا سوال تھا۔ دوسرے معنی اور بھی غلط لکھے ہیں۔ بوتل کے کاگ کھولنے والے پیچ کو کارک اسکرو کہتے ہیں نہ کہ اسکرو۔

انتہائے سال و آغاز طفلیٔ ہند

ڈاکٹر۔ بڑے میاں پیر نابالغ اب تم نیا جنم لے رہے ہو یہ چولا بدلنے کا عرق چمچہ بھر حاضر ہے چاٹ لو

آرٹمس ۔ ڈیانا بھی وہ دوشیزگی اور پاکدامنی کی دیوی ۔ زئیس اور لاٹیٹو کی بیٹی اور اپولو دیوتا کی توام بہن ۔
معلوم نہیں صرف شجرہ لکھ دینے سے کیا فائدہ ہوا ۔ آرٹمس کے ذاتی حالات کچھ نہ لکھے صرف اس قدر لکھکر خاموش ہو گئے کہ دوشیزگی اور پاکدامنی کی دیوی ۔
لیمپیری کی کلاسکل ڈکشنری میں (یہ وہ ڈکشنری ہے جس کا نام مصنف جامع اللغات نے دیباچہ میں لیا ہے) لکھا ہے آرٹمس ڈائنا کا یونانی نام ہے وہ شکار کی دیوی تھی کیونکہ یہ کہا جاتا ہے کہ وہ دریائی جانوروں کا شکار کرتی تھی ۔ اور نیو سنچری ڈکشنری میں اس قدر اور لکھا ہے کہ وہ اپالو کی بہن تھی ۔ نیو سنچری ڈکشنری بھی منجملہ ان ڈکشنریوں کے ہے جن سے مدد لینے کا اعتراف مصنف جامع اللغات نے کیا ہے ۔
اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بی جامع اللغات نے اسے دوشیزگی اور پاکدامنی کی دیوی کس طرح لکھ دیا ۔ وہ بھی سن لیجیے ۔ یونانی اس دیوی کی پرستش یہ سمجھ کر بھی کیا کرتے تھے کہ وہ کنواروں اور کنواریوں کی سرپرست ہے میں اس بات پر کسے دوشیزگی اور پاکدامنی کی دیوی لکھدیا ۔ معلوم نہیں پاکدامنی کی دیوی کس کتاب سے نقل کیا ہے سچ ہے وہ لغت ہی کیا جس کو لغویت اور تہمت بیجا سے علاقہ نہ ہو ۔
مصنف غلط لکھے ہیں اپالو کو اپولو اور لیٹو کو لاٹو اور زیوس کو زئیس ۔ اب میں آرٹمس کا حال آپ کو سناتا ہوں ۔

آرٹمس کے مختلف نام ہیں :۔ ڈائنا ۔ سنتھیا ۔ فیبی سلینی ۔ آرٹمس ۔ یہ سورج کے دیوتا اپالو کی توام بہن ہے اور چاند کی دیوی کہلاتی ہے ۔ طلب ناظرین کے بخوبی ذہن نشین ہو جائے گا کہ سورج اور چاند میں جو مناسبت ہے اس کے لحاظ سے یہ توام ہیں

کہلائی ۔ اور یہ شکار کی بھی دیوی کہلاتی ہے ۔ اسکی تصویر عموماً اس طرح بنائی جاتی ہے :۔ ایک نوجوان بلند بالا حسین اور کنواری عورت تیر و کمان و ترکش سے مسلح ۔ بالائے سر ایک ماہ نیم شب گیسو خمدار پر نمودار اور سلک مروارید جبین نازنین کے گرداگرد ۔ بٹے ناز

جیسے دور سے کھڑی نظر آتی ہے ۔
اب بتائیے اگر کسی کو ڈائنا کی تصویر دیکھنے کا اتفاق ہو اور وہ ان بی جامع اللغات سے استفادہ کرنا چاہے تو وہ خاک معلومات حاصل کر سکے گا ۔ اور ڈائنا کی تصویر تیر و کمان و ترکش اور قمر و سلک مروارید کی اہمیت کو خاک سمجھے گا ۔
ہندوستانی تہذیب اسے پسند نہ کرے گی ورنہ میں ایڈیٹر اودھ پنچ سے درخواست کرتا کہ وہ ڈائنا کی تصویر شائع کر دیں ۔ دیویوں اور دیوتاؤں کی تصویریں عموماً برہنہ بنائی جاتی ہیں ۔
ارورا ۔ آرٹمس کا نام درج لغت کیا گیا لیکن معلوم نہیں ارورا کس خطا پر نظر انداز کی گئی ۔ یہ صبح صادق کی دیوی مانی جاتی ہے اور آفتاب عالم تاب کی آمد کی اطلاع دیتی ہے ۔ جہاں لغت نویسوں نے عاشقوں کی صفت محبوبیت اپنے لیے ضروری قرار دی ہے وہاں صبح صادق سے دشمنی بھی مول لے لی ہوگی کیونکہ عاشقوں کی اور صبح صادق کی باہمی دشمنی محتاج دلیل نہیں شعرا کی کہانی ہوئی بات ہے ۔
اس سلسلے میں اس قدر اور عرض کیے دیتا ہوں کہ روشنی کی وہ شعاعیں جو قطب شمالی کے متصل نظر آتی ہیں اور شمالی یورپ و امریکا میں ان کا مشاہدہ کیا جاتا ہے ۔ ارورا بوریالس کہلاتی ہیں ۔ انکا بھی لغت میں کہیں تذکرہ نہیں ۔ یہ اس لغت کا جوہر ہے کہ قابل اندراج الفاظ نظر انداز کیے گئے ۔
آرتھر ۔ اس بادشاہ کی بابت بی جامع اللغات

الف الغز
یعنی انفلوانزا
"آچھیں ! کیا غضب کا لیس ہے ہاتھ ہی سے نہیں چھوٹتا ۔"

صرف اس قدر لکھ کر خاموش ہو جاتی ہیں: "ایک پرچہ بادشاہ جس کے متعلق بہت سے قصے تحریر کیے گئے ہیں" معلوم ہوتا ہے کہ وہ دوں گے جز کرتے سے شرما گئیں۔

سبحان اللہ متعلق ہوتو کم از کم ہی جامع اللغات سے کم نہ ہو۔ یہ انگریز بادشاہ کیا معنی۔ ولایت کا یا ہندوستان کا یا افریقہ کا۔ ہماری تو کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ آخر بی جامع اللغات صاحبہ کا مطلب کیا ہے۔ اب اگر انگریز بادشاہ سے بی جامع اللغات صاحبہ کا مطلب انگلستان کے بادشاہ سے ہے تو اس نام کے دو بادشاہ انگلستان میں گزرے ہیں۔

پھر ارشاد ہوتا ہے "جس کے متعلق بہت سے قصے تحریر کیے گئے ہیں" بالکل مہمل فقرہ ہے۔ اور اس فقرہ کی اہمیت کیا ہے۔ ہر بادشاہ کی بابت بہت سے قصے تحریر کیے جاتے ہیں۔ بادشاہوں کی بات بات قصہ ہو جاتی ہے۔ یہ بھی نہ لکھا کہ یہ قصے جھوٹے ہیں یا سچے اور نہ یہ کہ یہ قصے نامردی بزدلی عیاشی۔ شراب خواری۔ حرام کاری۔ بے ایمانی دغا بازی مسخرے پن۔ کنجوسی۔ جبر و تشدد آخر کس امر کی بابت تحریر کیے گئے ہیں۔

انکلیمڈ ۔ لاوارث جس کا کوئی مالک یا وارث نہ ہو۔

جامع اللغات بھی اپنی استانی زمزم اللغات سے معنی آفرینی میں کسی طرح کم نہیں۔ انکلیمڈ کے معنی ہیں جس کا کوئی دعویدار نہ ہو۔ دونوں میں بڑا فرق ہے۔ لیکن اس طرح کے فرق کی تمیز دونوں میں کسی کو بھی نہیں ہے۔ کبھو بھی کچہری والو تم کو ترجمہ کرتے وقت اس غولِ راہ لغت سے کیسی مدد ملیگی اور تمہارا ترجمہ کس پایہ کا سمجھا جائے گا؟

(باقی آیندہ)

سراف ـــــــــــ م

نہ محقق بود نہ دانشمند
چار پائے برو کتابے چند

اغیار دیکھتے رہے اور ہم پٹا کیے

سنتے ہیں کہ اگر کسی دن پولیس کو جو کر فتہ کیا تھا اس سے تھانہ دار کا بچا جاتا ہے کوئی چوری پکڑے بڑے بڑے رول کے اکسی پر چال کھیل جائے تو وہ صحت یاب ہو کے اس کو عمر بھر بار کے پیچھے پڑ جاتا تھا۔ وہ لے برعال آفریدی کی پولیس کے کہ گزرا آج کل اس سے کہتے نزاکت سے اگر کوئی ساتھی سمجھتے ہیں وہ اگر کوئی پولیس کا کوئی میں گھر جائے تو وہ اکا شکر ادا کرتے ہیں۔

تاہم آفریدی کی [illegible] ایک تھانہ دار وطن کو نہیں کہ ایک سب انسپکٹر صاحب کی [illegible] کے ساتھ وہ دانشگری میں گشت کر رہے تھے اتنے میں دو نوکر تانگے سے اترے اور چار سب انسپکٹر صاحب کو [illegible] دھنوں دھوں اور لیکا سو رہ کر چلا۔ تاکہ [illegible] وہ کھیل میں تھک گئے اس مدت میں خلقت صرف کھڑی تماشا دیکھتی رہی کسی نے بھی مظلوم کی مدد نہ کی۔ بلکہ بعضوں نے تو دل بڑھایا کہ [illegible] سے بھی تھکنے کے بعد [illegible] تانگے پر بیٹھ کے بیچارہ جا ایک [illegible] کہ رسالہ نکل گیا۔

پٹ جانے سے کم رتبہ عالی نہیں ہوتا
عزت وہ خزانہ ہے کہ خالی نہیں ہوتا

(رپورٹر از آگرہ)

عید مبارک

اور

اس کی خوشی میں ۲۶۔ دسمبر کا اودھ پنچ شائع نہ ہوگا۔

(۲) جن حضرات کو جو نمبر نہ پہونچے ہوں وہ براہ مہربانی پندرہ روز کے اندر دفتر کو اطلاع دیں ورنہ ممکن ہے بعد کو فراہم نہ کیے جا سکیں۔

(۳) جن اصحاب کی مدت خریداری ختم ہو گئی ہو اور جن کی خدمت میں وی پی روانہ کیے جا چکے ہیں وہ براہ کرم قیمت کی ادائیگی میں عجلت سے کام لے کر مشکور فرمائیں۔

(۴) علم دوست حضرات اس قدیم خادم کی توسیع اشاعت میں حتی الامکان سعی بلیغ فرمائیں۔

(۵) کارکنان اودھ پنچ کی طرف سے جشن عید مبارک

فقط
منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

اودھ پنچ میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیجیے

REGISTERD No. L
LUCKNOW
OUDHPUNCH
۱۹۳۵
اودھ پنچ
M.B. KHAN ARTIST
DOGAWAN LUCKNOW

تکار کھیلتے رہے۔ شامی مسلمان جلے ہوئے بیٹھے تھے جب آپ اپنے لگائے ہوئے باغ کا معائنہ کرنے گئے تو آپ دم شمشیر سے سینچے ہوئے بیچ کے پھل خار دامن ہوئے خاطر تواضع کا حال بحوالہ جرائد و بالفاظ اینجانب اس طرح ظاہر کیا گیا ہے کہ پانچ چھ ہزار خونخوار میزبان قندِ سنگین کے ڈھیلے۔ گولیوں کے رس گلے۔ خوار چھریوں کے سموسے ۔ بیٹی کفشوں کے امرس گالیوں کا گلقند۔ چھروں کی تکتیاں۔ بارود کا ملیدا لے کے مہمان خانہ (ہوٹل) میں گھس پڑے اور قریب تھا کہ جس طرح شفیق ماں اپنے نافرمان بچے کو مار مار کے کھانا کھلاتی ہے آپ کو بھی بجبر جامِ شہادت نوش کرنا پڑے مگر خیریت ہوئی کہ فرانسیسی افسر فوج نے جرأت و بسالت سے کام لیا اور حق مدافعت ادا کرنے کے بعد ان سے کہا کہ "تا پائیداری بگریز" ایک اڑتی ہوئی خبر یہ بھی ہے کہ معزز مہمان کی چندیا پر کئی نوٹوں کی کھال اس لیے لپیٹ دی گئی تھی کہ چندیا محفوظ رہے۔ اولے برسیں تو اثر نہ ہو ۔ گالیاں کھائیں ڈھیلے پڑے "لعن، یوک" سے خیر مقدم ہوا مگر اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر آبرو کے ساتھ گھر چلے آئے ؎

بٹ جانے سے کم رتبۂ عالی نہیں ہوتا
عزت وہ خزانہ ہے کہ خالی نہیں ہوتا

پیمانہ جنوری ۱۹۲۵ء

"اپنی طرف سے تو ہم یہ سلسلہ قطع کر چکے تھے مگر اکثر صاحبان ذوق کی رائے ہے کہ یہ سلسلہ اصلاح زبان و اصلاح تالیفات کے لیے بہت مفید ہے وہ فرماتے ہیں کہ ان مباحث میں کچھ کام کی باتیں ایسی نکل آتی ہیں جو ادبیات میں توغل رکھنے والوں کے واسطے ہدایت نامہ کی خدمت انجام دیتی ہیں۔ ملک کی بدقسمتی دیکھیے کہ ایسے لوگوں کی پود دم بڑھ رہی ہے جن کو قلم پکڑنے کی تمیز نہیں جہل مرکب میں مبتلا ہیں۔ خودستائی بُرے سودے کی دلالی کرتی ہے جدّت کے جادو میں مبتلا ہونے والے یہ سودا مول لیتے ہیں اور اس کے ضرر سے ناواقف ہیں۔ خدا نے جن لوگوں کو اصلاح کی ضرورت و فرصت عطا کی ہے انھیں اپنے فرض سے غافل نہ رہنا چاہیے۔

بورے کے لڈو کی مثل آپ نے سنی ہوگی ۔ ایک حلوائی جیدالاکٹری کے برادے میں شیرا ملا کے لڈو بناتا اور صدا دیتا تھا:۔

"بورے کے لڈو ہیں جو کھائے گا وہ پچھتائے گا جو نہ کھائے گا وہ پچھتائے گا"

سودے کی ارزانی، میٹھا اور بھربھر کٹھوت دیکھ کے لوگ لڈو لیتے اور منھ میں رکھتے ہی اخ تھو اخ تھو کرنے لگتے۔ اتفاقاً ایک طالب علم نے بھی دو پیسے کے لڈو مول لیے۔ مزا چکھنے کے بعد میاں حلوائی سے کہا کہ بھائی اپنے لڈو لو اور میرے دام پھیر دو۔ مگر اس نے حجت پیش کی کہ حضرت میں تو پہلے ہی کہہ چکا جو کھائے وہ پچھتائے۔ بات منطق کی راہ سے درست تھی طالب علم صاحب چپ ہو رہے اسی جگہ لنگی بچھا دی اور لڈو سامنے رکھ لیا۔ ادھر گاہک حلوائی سے سودا کرنے لگا ادھر آپ نے لڈو کا ایک ٹکڑا توڑا اور خریدار سے کہا پہلے چکھ لیجیے پھر مول لیجیے چکھنے کے بعد کون بیوقوف پھنستا۔ لڈوؤں کی تجارت میں یاد ھا لگا۔ حلوائی صاحب نے غریب طالب علم کے سامنے ہاتھ جوڑے کہ حضرت اپنے دام لیجیے اور یہاں سے چل دیجیے۔ مگر اب آؤ تو جاؤ کہاں۔ آخر دکان بڑھانی پڑی۔ جب سے اب تک بورے کے لڈوؤں کی تجارت موقوف و معطل تھی۔ مگر اب بصورت "پیمانہ" پھر یہ بیوپار شروع ہو گیا۔ ہمارے دوست خواجہ علی محمد صاحب بھی طالب علم ہیں۔ خاموش رہنا اُن کے نزدیک گناہ عظیم ہے لنگی بچھ گئی ہے "پیمانہ" پر موقوف نہیں آج کل جتنے بورے کے لڈوؤں کے سوداگر ہیں آپ کا قصد ہے کہ سب کی قلعی کھول لیں — قصد مبارک ہے ۔ اور اس کی مساعدت خیر خواہان ادبیات کا فرض"۔ "اڈیٹر"

خدا جانے کس اوندھی کھوپڑی والے نے خبر اڑائی تھی کہ پیمانہ اوندھا ہو گیا۔ شراب لنڈھ گئی ۔ میخانہ کا در بند۔ رند ٹوٹے کرانی کی طرح جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں۔ جس ساغر کی تشکیل سیماب سے ہوئی ہو اس کا ٹوٹ کے جڑ جانا مشکل نہیں ؎

خاصیت سیماب بود عاشق را
تاکشتہ نگردد اضطرابش نرود

ٹوٹنا اور جڑنا دونوں کی بنیاد اضطراب ہے خستگی و زود شکنی کون و فساد کا حاصل ہے ۔ بعد تحقیق و تفتیش معلوم ہوا کہ پیمانہ صاحب خمِ شراب کی تہ میں ناک پکڑ کے ڈبکی لگا گئے تھے تین مہینے تک ہاتھ گھنگولے گئے تو حضرت کا پتا لگا۔ جنوری کے ڈوبے مارچ میں ابھرے۔ پہلے تھی "پھیا" تین مہینے کی چلہ آسنی سے اب ہیں پیمانہ۔ سائز بڑھ گیا۔ دو چار مرتبہ اور ڈوبا اور ترا تو پھر "تالاب" ہو جائے گا۔

"ہاتھی آئیں گھوڑے جائیں بچارے اونٹ غوطے کھائیں" اس تین مہینے کی غیر حاضری کے بارے میں ایڈیٹر صاحب نے کوئی معذرت نہیں کی۔ غالباً سائز کا گھیر بڑھ جانا عذر کا قائم مقام ہے۔ سال مدت حمل کے مساوی ہو گیا دسمبر ۱۹۲۵ء تک نو پرچے دیے جائیں گے نئے سر سے پیدا ہونے کے یہی معنی ہیں۔ خیر ہو گا۔ "آگ جانے لوہار جانے دھونکنے والے کی بلا جانے" ہم عاشقان مفت میں داخل ہیں۔ اتنی شکایت البتہ ہمیں بھی ہے کہ ہمارے پاس جو نسخہ پہونچا ہے وہ ناقص ہے ۔ سرورق پہ مصور لکھا ہے اور اس میں تصویر نہیں ہے ۔ افواہ کہ مجسم نسائیت کے نام سے ایک تصویر پہ چیکی ابتدا میں جگالی کر رہی تھی۔ افسوس دفتری کی غلطی سے ہم ناکام رہے دیدار کا محل تہ ملا تبسم اور پھر نسائیت کا تبسم۔ ایک تو کڑوا کریلا دوسرے چڑھا نیم۔ واللہ تصویر ضرور رمز ۔ دار ہوگی۔

مگر کیا کریں مجبوری ہے سراپا (علیہ) لکھنے سے قاصر ہیں۔ ہاں "جزعات" حاضر ہیں ان پر نفرت کی کلیاں بکھوکیے اڈیٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"اب تو پیمانہ پیمانہ نہیں ہے "مینا نہ" ہے"۔ دیکھا آپ نے ہماری نصیحت کارگر ہوئی نام بدلنا پڑا فرق صرف اس قدر ہے کہ "پ" سے "م" بدل گیا۔ ہماری دانست میں "پ" ایک ضروری حرف ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ "پروین" میں بھی "پ" ہے۔ اڈیٹر صاحب ہماری رائے پر عمل نہ فرمائیں مگر صاحبان عقل ونظر اس مہمل عبارت آرائی کے مجموعہ کو فضلۂ ادب ہی تصور کریں گے ہو گھر کا مٹی پیمانہ یا ساغر بڑھ جانے سے قدر میں زیادتی مشکل ہے لہذا یہ فرمائش بھی پوری نہیں ہو سکتی کہ:۔

"آپ دو دو نئے خریدار مہیا کردیں"۔ خصوصاً اس اعلان کے بعد کہ "میں دسمبر تک بالکل خاموش رہوںگا" اس لیے کہ تین مہینے کی خاموشی اُن بیچاروں کو ضرور کھل گئی ہوگی جنھوں نے یہ بورے کے لڈو خریدے ہیں۔ ان بورے کے لڈوؤں کی ترکیب میں خود استاد کی شاگردی کے بورے اور اُستاد کے سخن فہمی کے سوا کیا دھرا ہے آپ نے سال نو کی مبارک باد کے عوض میں بھی اطلاق اور غریب اُردو پر ایک وار کرہی دیا۔ یعنی "پسندیدہ" کھیلیے اور عصرہ تناول فرمائیے"۔ "پسندیدہ" کی تشریح اس وقت معلوم ہو سکتی ہے جب کسی کے پاس حرام کی کمائی کے دو آنہ یا چار ٹکے پیسے ہوں اور وہ آپ کی نذر کرے۔

ہاں عصرہ کی نسبت التماس ہے کہ عربی میں شام صبح دوپہر کے لیے الگ الگ الفاظ مخصوص ہیں اردو میں بھی شام صرف شام محاورہ ہے۔ عصرہ کا ساکن ہے تو اس کے معنی بڑے درخت کے ہیں۔ پس اپنے پرچہ کے قدردانوں سے یہ فرمایا کہ عصرہ تناول فرمائیے بیجا ہے کیا معنی کہ درخت کا تنا شہر کوئی بھلا آدمی نہیں کھاتا اور اگر "عصرہ" کا صاد متحرک ہے تو اس کے معنی غبار غلیظ ہیں پس خاک بدہن قدر دانان رنگین خوب ہیں اگرچہ بدبودار سڑے ہوئے شیرے میں خاک

ڈال کے لڈو تیار ہو سکتے ہیں۔ اے حضرت لفظ گڑھ لینے میں کیا دشواری ہے؟ چٹکی بجاتے ایک چیز کے ہزار نام گڑھے جا سکتے ہیں۔ بیچاری ہماری فجرہ چاشتہ ظہروزہ۔ شب لقمہ جتنے نام کہیے گڑھ دیے جائیں۔ کسی طرح آپ کی "سماعت کی لذت اندوزی" تو ہو جائے۔

صفحہ ۶ کے سرے پر ایک گول وڈبے میں الف ممدودہ ٹھونسا ہوا ہے (۲) اس کے معنی ہماری سمجھ سے باہر ہیں۔ ایک "آ" کبوتر بازوں کی زبان پر جاری رہتی ہے۔ دوسری "آ" طفیلی کی زبان سے بارہا سنی گئی ہے۔ مداری جب گولا غائب کرکے ظاہر کرتا ہے تو کہتا ہے "آ" یہ تیسری "آ" ہوئی۔ مگر گول گنبد کے سوراخ میں بلانا یہ چوتھی "آ" ہے اور نئی "آ" خصوصاً آخری مصرعے کی "آ" نے تو قیامت ہی برپا کردی۔ بھلا یہ بھی کوئی فرمائش ہے؟

"کندہ ہے قلب ساغری جام سفال میں بھی آ"۔ ساغری کے لغوی معنی بھی آپ کو معلوم نہیں۔ افریقی زبان میں "گرال" گولی گنبد نما جو بڑی کو کہتے ہیں۔ شاید شاعر صاحب اس سے ناواقف تھے ورنہ "گرال" کا پر لطف و بامعنی قافیہ نظم سے محروم نہ رہتا۔ ہم سچ کہتے ہیں کہ جتنے قافیے اس نظم میں ہیں سب گوبر کے چھوت کی طرح راہ تخیل میں بجز بدنمائی کے اور کوئی فائدہ نہیں دیتے از مطلع تا مقطع ایسے بے ربط الفاظ ہیں جنھیں کوئی صحیح الخیال سُنے تو "ہزیان" سے تعبیر کرے۔

اس مضمون میں زیادہ تر ہمیں جناب ساغر صاحب کے اُستاد معظم کے کلام پر تبصرہ مقصود ہے لہذا ہم "آ" سے درگزر کرتے اور آفت جان اُردو یعنی سیماب صاحب کے کلام پر توجہ کرتے ہیں۔

شاگرد صاحب نے اُستاد نوازی میں جو نثر قصیدہ پڑھا ہے اس کی لفظی غلطیوں پر (مثلاً اصولوں مولانائے محترم وغیرہ) ہم کہاں تک نظر کریں۔ آخری جملہ سنیے اور دونوں کی قابلیت کی داد عنایت کیجیے:۔

"ہم بہت جلد بہلے کو میں الہام خانہ کے نیا بیانات سے چند روحی نغمے گاؤں آپ اپنی سماعت کو تعطر انصاف میں بسا لیجیے۔"

اللہ جانے یہ "الہام خانہ" نائی منڈی کی گڑھیا ہے یا الف زبر (۱) کے سوراخ میں۔ مگر ہم آپ سے سچ کہتے ہیں کبھی اس الہام خانے میں لنگی باندھ کے جانے کا اتفاق ہمیں نہیں ہوا اور نہ عطر نسین تو تعطر انصاف میں سماعت کا گھونگھا ضرور بسالے شاید سماعت تعطر انصاف سے محروم ہے اسی وجہ سے کلام کی گندگی محسوس ہوگئی فرماتے ہیں ؎

روز فراق غیر کو بھی انتشار تھا
میں بیقرار تھا جو جہاں بیقرار تھا

اس شعر میں شاعر کی طبع نازک نے عجب ندرت دکھائی ہے۔ فراق کا مرض غالباً شاعر یا عاشق کو تھا مگر غیر کی ہمدردی دیکھیے کہ اُسے مفت انتشار نے گھیرا۔ خیر! ممکن ہے کہ معشوق کے پہلو میں بیٹھنے سے "انتشار العضو" کی بیماری غیر کو دبوچ لے لیکن مصرعۂ ثانیہ میں "جو" مطلب ہزار مرتبہ (۴) کہنے پر بھی نہیں کھلتا۔ کیا مطلب ہے کہ جہاں جو بیقرار تھا تو میں بھی بیقرار تھا؟ یا کاتب نے "تو" کی جگہ "جو" لکھ دیا؟۔

یا نوحہ گر نہیں یا دہیں دل کی مصیبتیں
پہلو میں اک ستم زدۂ روزگار تھا

دل ہو یا نہ ہو مگر مصیبتیں یاد ہیں لہذا دوسرا مصرعہ بھی مصیبتوں کی شان میں ہونا چاہیے۔ اگر یوں کہتے ؎

آتا ہے یوں کبھی دل گم گشتہ کا خیال
پہلو میں اک ستم زدۂ روزگار تھا

تو معنی درست ہو جاتے مگر معنی سے تو حضرت کو خدا جانے کہاں کی عداوت ہے ؎

اللہ رے شام غم مری دل کی شکستگی
تاروں کا ٹوٹنا بھی مجھے ناگوار تھا

اے حضرت آپ کون ہیں؟ یوں کہیے ؎

اللہ رے شام غم مرے دل کی شکستگی
تاروں کا ٹوٹنا بھی اُسے ناگوار تھا

(مورخہ ۱۲- دسمبر ۱۹۴۶ء)

ڈاکٹر امبیدکار کا پیچ اور اینچم گھسیٹا

ہمارے دوست مرزا جی اک عجیب زندہ دل انسان ہیں۔ آج کل یہ ذات شریف اپنے وکالت کے بل بوتے پر کسی ناکردہ گناہ کو نتیجۂ موت سے چھڑانے تو کسی گناہگار کو جیلخانے کی ہوا کھلانے کی خدمت بجالایا کرتے ہیں۔ خدا ان کو بھی تا قیدِ حیات رکھے۔ قدرت نے بلا کی ذہانت عطا کی ہے۔ مگر ذہانت کے ساتھ ساتھ شرارت بھی کوٹ کوٹ کے بھری ہے۔ طالب علمی کا زمانہ تھا جس اسکول میں تعلیم پاتے تھے وہاں اردو انگریزی کے ساتھ ساتھ مذہبی تعلیم بھی لازمی تھی۔ مگر مرزا جی کو مذہبی تعلیم سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ مولوی صاحب لاکھ ترتیبیں کرتے تحریرت دلاتے مگر یہ ذات شریف ہمیشہ چکنا گھڑا ثابت ہوتے۔ آخر کار سالانہ امتحان ہوا۔ مرزا جی نے سب مضامین میں اعلیٰ نمبر پائے مگر دینیات کے پرچے میں ڈھسما گئے۔ مرزا جی نے لاکھ لاکھ طرح سے مولوی صاحب کی خوشامد کی کہ نمبر بڑھا دیں مگر مولانا نے ایک نہ سنی۔ مرزا جی تھے ذہین۔ دماغ نے کامیابی کا حل نکال ہی تو لیا۔ دوسرے دن حسبِ معمول اسکول پہونچے اور جانے کے ساتھ ہی مولوی صاحب کو اس مضمون کی ایک درخواست دیدی کہ میرا نام دینیات کے طلبا کی فہرست سے خارج کردیا جائے میں عیسائی مذہب کو مذہب حقہ سمجھ کر خداوند یسوع مسیح کی بھیڑوں میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ درخواست دے کر مرزا تو چمپت ہو گئے۔ ادھر مولوی صاحب نے جو درخواست پڑھی تو غصے میں آپے سے باہر ہو گئے۔ ایک لڑکے کو حکم دیا کہ فوراً اس مردود کو بلا لائے۔ مرزا جی اسی حکم کے انتظار میں تو رہتے تھے باہر جھک کر کھڑے تھے کچھ دیر بعد پھر اندر آگئے۔ مولانا نے نگاہ غضب آلود ڈالی اور پوچھا کہ او مردود کیا واقعی تبدیل مذہب کے لیے تو آمادہ ہو گیا ہے؟ مرزا نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ جی ہاں مولانا۔ میں تو فلاں پادری صاحب سے وعدہ کرکے آیا ہوں کہ آج ہی شام کو گرجے میں جاکر بپتسما لوں گا۔ لفظ بپتسما نے مولوی صاحب کے مزاج کے جلتے توے پر چھینٹے کا کام دیا طبیعت ٹھنڈی پڑنے لگی اور پارہ حرارت کرنے لگا۔ مرزا جی کو علیحدہ کمرے میں لے جاکے استفسار کیا کہ کیوں بیٹا کیا واقعی عیسائی ہو جاؤ گے؟ مرزا جی نے جواب دیا کہ جی ہاں مولانا عیسائی ہونے کے بعد کسی مس سیم تن سے عقد کرلوں گا۔ پھر تو اپنی چاندی ہے۔ اور کروٹ کروٹ جنت۔ اب مولانا کو یقین ہو گیا کہ یہ لڑکا ہاتھ سے جاتا ہے۔ مرزا کی پشت پر دستِ شفقت رکھا اور فرمایا کہ دیکھو بیٹا میں تمہارے نمبر بڑھائے دیتا ہوں اب مذہب ترک نہ کرنا۔ مرزا جی نے اپنے سامنے اپنے حسبِ دلخواہ نمبر بڑھوائے اور دل ہی دل میں اپنی ذہانت کی داد دی۔

یہی حال ہمارے ڈاکٹر امبیدکار کا ہے۔ لاکھ لاکھ ہندوؤں کی خوشامد کی۔ پرانتھا کی کہ ہم کو برابر کے حقوق دو ہم تمہارے بھائی بند ہیں مگر ایک شنوائی نہ ہوئی۔ چلیے مرزا جی کا چلتا ہوا نسخہ اس چھوت کے مرض کو دور کرنے کے لیے ہاتھ آگیا۔ اور جھٹ استعمال کرکے ہندو دھرم چھوڑنے کی پھلجھڑی چھوڑ دی جس نے بڑے بڑے ہندو لیڈروں کی عقلوں کو گھنچکر بنا دیا۔ اور اس طرح اچھوتوں کو چھوت چھات سے بچانے کا ننھا منتر ہاتھ لگ گیا۔ ادھر اچھوتوں کے لیڈر ڈاکٹر امبیدکار نے ناسک اچھوت کانفرنس کے رزولیوشن کی بنیاد پر ہندو دھرم سے چھوت چھات برتنے کی خبر اڑادی ادھر دوسرے مذاہب والوں نے ان کو کٹا کنکوا سمجھ کر اپنی اپنی ہوا باندھنا شروع کر دیا۔ اور مساوات کی لنگوٹی باندھ کے اچھوتوں کو پھانسنے کے لیے لپکے۔ تاروں کا تار بندھا۔ مسلمان ساتھ ہی کا سبز باغ دکھا کے جنت کی بشارت دینے پر تیار۔ عیسائی اپنے خداوند یسوع مسیح کی بھیڑوں میں شامل کرنے پر آمادہ۔ نانک سماجی۔ بدھ سماجی۔ آریہ سماجی۔ اپنی اپنی پھول کی پیالیوں میں گئو موتر لیے شدھ کرنے کو موجود ہو گئے۔ مگر کسی نے اُن کے رُخ دیکھنے کی کوشش تک نہ کی کہ یہ کٹے کنکوے ہیں یا فقط ڈھیل دی ہے۔

گاندھی جی کے کانوں تک یہ خبر پہونچی تو اُن کے ہوش اُڑ گئے اور اس گتھی کو سلجھانے کی فکر میں عقل گول ہو کے چرخی ہو گئی۔ سوچے کہ اگر ہندو اکثریت کا پیٹا کسی نے توڑ لیا یعنے اچھوتوں کو لپٹا لیا تو وہ پالا مارے جائے گا اور ہندوؤں کے ہاتھ میں فقط اکثریت کا ہبرا رہ جائے گا۔ یہ سوچ کے گاندھی جی نے اپنی زبان کا چرخا چلا کے وہی پُرانا سوت کاتنا اور بل دینا شروع کر دیا کہ بھئی مذہب کوئی لباس تو ہے نہیں کہ ایک اُتارا تو دوسرا پہن لیا۔ ہندو دھرم تو دم کے ساتھ ہے۔ الغرض چاروں طرف سے خوشامدیں شروع ہو گئیں۔ ایک صاحب نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اگر ڈاکٹر امبیدکار کا کوئی پُتر ہوتا تو میں اپنی پُتری کو اس سے بیاہ دیتا۔ اب ان سے کون کہے کہ حضرت بہت سے اچھوتوں کے پُتر ہیں آپ اپنی پُتری کا کسی اچھوت پُتر سے گٹھ بندھن کرکے چھوت چھات توڑنے کی ابتدا کیوں نہیں کرتے۔ ہم بھی مانجھا دیکھنے چلے آئیں گے۔

بہرحال ڈاکٹر امبیدکار کو کوئی تو کاٹنے دوڑتا ہے اور کوئی چکر دے کے اپنی طرف گھسیٹنے کی کوشش کرتا ہے۔ غرضکہ ان بیچارے کی جان عجیب اینچم گھسیٹا میں پڑ گئی ہے۔ ڈاکٹر منجے عرف ٹھاکر ڈنڈا سنگھ سالویہ جی۔ اور دوسرے بڑے بڑے لیڈروں نے جو ڈاکٹر امبیدکار کو کھس کنکوا سمجھ کے

ٹھکیاں دیں تو یہ اور تن گئے۔ مگر خالص سناتنی اب بھی اترا رہے ہیں اور اچھوتوں کو کٹنے بیسے کاٹنے کی فکر میں ہیں۔ ہم کو تو ہملیٹس گردھنا را جا۔ یہ کی سیدھی سادی تجویز بہت پسند آئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ بجہ دھرم نہ چھوڑو بلکہ اسی ہندو دھرم کی جڑ سے ایک نئی شاخ نکالو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمھاری اس نئی شاخ کو وہی حقوق دلا دونگا جو دوسری ذات پات کے ہندوؤں کو حاصل ہیں۔ اے سبحان اللہ۔ الٰہی کی جڑ سے نکلا پتنگ۔ ہندو دھرم کیا ہوا کمہار کا چاک ہو گیا کہ جس وضع کا چاہا برتن بنا ڈالا۔ سچ ہے اچھوتوں کو بگاڑنا ہندوؤں کے لیے ٹیڑھی کھیر ہے۔ بیچاروں کے لیے اچھوت سانپ کے منھ کی چھچھوندر ہو کے رہ گئے ہیں۔ نہ اگلتے بن پڑتا ہے نہ نگلتے۔ بقول ے

نے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی

اگر ہندو جاتی اچھوتوں کو چھوڑتے ہیں تو اکثریت فنا ہوئی جاتی ہے اور اگر گلے لگاتے ہیں تو دھرم ناش ہوتا ہے۔ غرضکہ ے

دو گونہ رنج و عذاب است جان ہندو را
یکے وصال اچھوت و دگر فراق اچھوت

ہم نے تو پہلے ہی ہوا کا رخ دیکھ کر تاڑ لیا تھا کہ یہ سب جھول ہے۔ اور ہمارا عقلی گدا نکلا بھی ٹھیکم ٹھیک۔ دیکھیے تا کہ ڈاکٹر امبید کار کچھ دیر تو پینتائے مگر پھر سیدھے ہو گئے اور آخر کار یہ منظور کر لیا کہ اگر مہا سبھا کے آئندہ اجلاس میں ہندو جات پات توڑنے کا رزولیوشن پاس کر دیں تو وہ اچھوتوں کو مشورہ دیں گے کہ اپنا آبائی مذہب ترک نہ کریں بطور ہندو ہی رہیں۔ دیکھا آپ نے؟۔

یا بہ آں شورہ شوری یا بہ ایں بے نمکی۔ اس کو کہتے ہیں پولیٹکل میدان داری۔ لہٰذا اینجانب مسلمانوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اس پولیٹکل بونڈل کی ہوا میں اچھوتوں کے پتنگ کو مونڈنے کی کوشش نہ کریں ورنہ بجز دردسری اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ وما علینا الا البلاغ۔

سما

مرزا مکھل بیگ۔ مورخہ یکم دسمبر ۱۹۳۵ء

پس پردہ

(تتمہ ۵۔ دسمبر ۱۹۳۵ء)

آپ کی ہیروئن ایک درجہ آگے بڑھتی ہے اور وہ کام کر گزرتی ہے جو دیوتاؤں سے بھی نہیں ممکن ہوا۔ یعنی کائنات کے تمام لڑائی جھگڑوں کا بجھا بجھا کر خاتمہ کر دیتی ہے۔ ایک دفعہ بلی کو چوہے کی تاک میں دم سکوڑے کان کھڑے کیے دیکھتی ہے تو قریب جا کر یوں خطاب کرتی ہے:۔

بلی خالہ! تم تو اللہ رکھے بزرگ ٹھہریں۔ تمام چھوٹے درندے اور پرندے مثلاً گرگٹیاں، مینائیں، مرغیاں، چوہے اور خرگوش تمھارا ادب کرتے ہیں۔ خدا نے تمھارا مرتبہ اُن سے بلند رکھا ہے پھر تم کو شرم نہیں آتی جو اپنے چھوٹوں کو ستاتی ہو۔ وہ بیچارے تمھارے ڈر سے لرزتے رہتے ہیں۔ ایک چوہے کو دیکھو ننھی سی جان۔ بھولا، نادان۔ مگر تمھارے خوف سے دن بھر کا بیچارہ رہتا ہے۔ دن کی نیندیں اور راتوں کا جگنا حرام ہو جاتا ہے۔ بی خدا سے ڈرو اور اس ظلم سے توبہ کرو۔

بلی تقریر سنتے ہی بھوں بھوں رونے لگتی ہے فوراً ہیروئن کے قدموں پر گر پڑی اور اس کے ہاتھ پر توبہ کی اور اُسی دن سے بیچاری صرف ہوا پانی اور فاقے پر گزارا کرنے لگی۔

اسی طرح ہیروئن کی ذات بابرکات اس کرۂ ناری کی تمام مخلوقات کے لیے صلح کل ثابت ہوتی ہے ہر شئے اس کی تقریر سے مرعوب ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آگ اور تیل۔ چنگاری اور پھونس۔ بیماری اور تندرستی۔ روپیہ اور خرچ۔ زہر قاتل اور حیات انسانی ابدی ہو جاتی ہے۔ کوئی ایک دوسرے کو ضرر نہیں پہونچاتا۔ ساری رات چراغ جلنے پر بھی تیل جیوں کا تیوں باقی رہتا ہے۔ روپیہ خرچ کرنے سے نہیں چکتا۔ لوگ بیمار پڑتے ہیں مگر ان کی تندرستی نہیں بگڑتی۔ سنکھیا عرب بھوک میں زہر قاتل تناول کر جاتے ہیں مگر مرتے نہیں۔

ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیوداس اور اچھوت کنیا والف کی ہیروئنوں کو اسی قسم کے حرکات کرتے دیکھا ہے۔

نوٹس بنام مدعا علیہ نابالغ اور ولی کے

(آرڈر ۳۲۔ قاعدہ ۳)

بعدالت منصفی دوم مقام بلندشہر ضلع بلندشہر
مقدمہ نمبر ۳۰۹ بابت ۱۹۳۵ء
چمن لال پسر منشی جوگل کشور قوم ویش اگروال ساکن قصبہ سکندرآباد حال شہر کانپور۔ مدعی

بنام

کلو ولد ساورسے قوم خاکروب ساکن قصبہ سکندرآباد حال لازم کوٹھی دھنوان ولد شمن قوم خاکروب ساکن قصبہ سکندرآباد حال کوٹھی بلوچستان [illegible] وام سرنا ولد شمن قوم خاکروب ساکن قصبہ سکندرآباد و جنی و منا و شیامان پسران نابالغان شمن مرحوم نابالغ بولایت مسماۃ سوہیا مالکہ والدہ خود اقوام خاکروب ساکنان قصبہ سکندرآباد ضلع بلندشہر فریق ثانیان

بنام مسماۃ سوہیا والدہ و ولیہ جنی و منا و شیامان پسران نابالغان قوم خاکروب ساکن قصبہ سکندرآباد ولی فدوی مدعا علیہ نابالغ مذکور ہرگاہ مقدمہ مستدعیہ عنوان میں مدعی نے ایک درخواست گزرانی ہے کہ مدعا علیہ نابالغ کا ایک ولی دوران مقدمہ مقرر کیا جائے۔ لہٰذا آپ نے نابالغ مذکور کے لیے آپ مسماۃ سوہیا کو ولی ہونے کی رو سے اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر آپ تعمیل اطلاع ہذا سے [illegible] یوم میں ایک درخواست اس عدالت میں [illegible] یا کسی دست مدعا علیہ نابالغ کے ولی دوران مقدمہ مقرر ہونے [illegible] مذکورہ رضامند ہوگے تو عدالت غرض مقدمہ ہذا کے لیے کسی دوسرے شخص کو نابالغ مذکور کا ولی مقرر کر دے گی۔

۲۴ جنوری ۱۹۳۶ء بغرض پیشی مقدمہ ہذا مقرر ہے۔
آج بتاریخ ۲۰ ماہ دسمبر ۱۹۳۵ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا
دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

دوست۔ آپ بمعاملہ رشک شیطان رقیب روسیاہ کی پیدائش یوں تحریر کرتے ہیں۔

"آسمان لرزہ براندام ہے۔ چاند سورج تیجر۔ ستارے آنکھیں پھاڑے تک رہے ہیں اور رضوان انگشت بدندان ہے۔ کیونکہ آج ابلیس ملعون بارگاہ ایزدی میں باریابی چاہتا ہے اور گڑگڑا گڑگڑا کر ناک رگڑ رگڑ کر یوں کہہ رہا ہے۔

بارالٰہا! تو نے میری التجا پر مجھے حیات تاقیامت بخشی۔ تاکہ میں بنی نوع انسان کو جی بھر کر گمراہ کرسکوں۔ شروع شروع میں تو مجھے کامیابی ضرور پیدا ہوئی۔ مگر اب میری تمام چالیں فرسودہ ہوگئیں۔ دنیا والے ان چالوں میں نہیں پھنستے۔ اے اللہ میری اتنی خوشی اور کر کہ میرے لیے بھی ایک معلم پیدا کردے۔

خدا نے اس ملعون کی رسّی دراز کی ہے اور اس کو کارروائی دکھانے کا پورا موقع عنایت کرنا چاہتا ہے اس لیے رقیب روسیاہ کے پتلے میں روح ڈالی جاتی ہے۔ اس رقیب میں قوت تخریبی اتنی بھر دی گئی ہے کہ شیطان ہزار ہا سال اس کے سامنے زانوے ادب طے کرے۔ اور پھر بھی اس درجے کو نہ پہونچ سکے۔ وہ اشارے میں فوجوں کو گمراہ کردیتا ہے۔ گھوڑوں کو چوہوں کا شکار کرتا۔ بلی کو ہاتھی پر ظلم کرنا۔ بندر کو شراب پینا۔ اور انسان کو روٹی کا قتل کرنا سکھا دیتا ہے۔ سارا نظام کائنات درہم برہم ہونے لگتا ہے مگر اس وقت ہیرو کی بہادری اور ہیروئن کی نیک نیتی آڑے آجاتی ہے۔ اسی طرح دنیا اپنے محور پر بدستور قائم رہتی ہے۔

میں۔ رقیب روسیاہ کو شیطان کا استاد دکھانا تو اس زمانے کا فیشن ہے۔ اگر شک ہو تو معمولی تماشوں کو چھوڑ دیجیے چندی داس کا زمیندار لے لیجیے۔ وہ شیطان کا استاد بن سکتا ہے یا شیطان اس کا۔

دوست۔ آپ کے ڈرامے میں کتا گنگری لگا تا ہوا بھینس قوالی سناتی ہے۔ اور ہاتھی بھاؤ بتا کر ناچتا ہے۔ بھنگی بھشتی۔ ایسے استاد ہیں کہ رنڈیوں کو باقاعدہ تعلیم دیتے ہیں۔ اس کی وجہ آپ یوں بیان کرتے ہیں کہ انیسویں صدی کے انسانوں نے بالاتفاق یہ رزولیوشن پاس کرکے 'فطرت' کی خدمت میں بھیجا کہ نو مہینے شکم مادر میں صرف ہونے میں فضول ضائع جاتے ہیں ان کا کوئی مصرف نکالا جائے۔ فطرت اپنی غلطی تسلیم کرتی ہے اور زمانہ شکم مادر میں موسیقی کی تعلیم بذریعہ اسلکی دنیا شروع جس کا صدر دفتر کلکتہ میں ہوتا ہے۔ چونکہ یہ زمانہ مصروفیت خالص کا ہوتا ہے اس لیے تازہ پیدا بچہ اتنے ہی زمانے میں اتنا کچھ سیکھ لیتا ہے جو استاد جتنے برسوں کے ریاضوں کے بعد اس کا اثر یہ ہے کہ بادشاہ، وزیر، سپاہی، فقیر، بھشتی۔ دھوبی، بھنگی، کتا، بلی، چوہا۔ مینڈک۔ مکھی بسنو اور بھنگا۔ سب ہی گانے بجانے اور ناچنے کے ماہر ہوتے ہیں۔ ایسے کہ جہاں موقع آیا تان مار دی۔

میں۔ تو صاحب اس میں کیا خرابی ہے! کیا یہ غلط ہے؟

دوست۔ اس کے بعد آپ دکھاتے ہیں کہ راجہ اندر پردۂ دنیا کی سیر کرکے اپنے دربار میں واپس آتا ہے۔ مگر غمگین ہے۔ اور کہہ رہا ہے کہ یہ غلط ہے پردۂ خاکی میں بذوق جاندار بستے ہیں۔ ہندوستان میں ایسے لوگ بہت ملے جو ہر وقت گاتے رہتے ہیں۔ مثلاً دھوبی دریا میں۔ عورتیں چکی کے پاس۔ اکے والے گھوڑا ہانکنے میں۔ اور برف والے صدا لگانے میں گایا کرتے ہیں۔ لیکن ان بیچاروں کو طبلہ نہیں میسر آتا جو گانے کی آگ ہے۔ اسی وجہ سے یہ بے سری اُڑاتے رہتے ہیں۔ کوئی صورت ایسی ہوتی جو بدولت ان لوگوں کی مدد کرسکتے۔ اس وجہ سے کہ فنون لطیفہ کا زندہ رکھنا ہم لوگوں کا دھرم ہے۔

وزیر اعظم کہتا ہے یہ کیا مشکل ہے۔ آپ ۲۲ کروڑ جنوں کو حکم دیدیں کہ ہر ہندوستانی کے سر پر دو دو مسلط رہیں۔ ایک ہرمونیم بردار اور ایک طبلچی۔ اور جہاں کوئی شخص گانے کا قصد کرے فوراً یہ لوگ ساز بجانے لگیں۔ ساتھ ہی ساتھ ان لوگوں کو روشن ضمیری کی بھی مشق ہونا چاہیے تاکہ معلوم ہوسکے کون شخص کیسا راگ شروع کرنے والا ہے۔ اور ویسا ہی ساز پہلے سے بجایا جائے۔

راجہ اندر اس تجویز سے بہت خوش ہوتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گلفام کنویں میں دیوداس کی رنڈی جنگل میں۔ دیوداس ویران جنگل میں بالب دریا جب گانے کا قصد کرتا ہے تو یہ جبلی کراما کاتبین فوراً اپنا کام شروع کردیتے ہیں۔ ان ہی پر کیا منحصر۔ بلکہ جو شخص بھی گانا چاہتا ہے۔ اس کو ساز کی صدا پردۂ غیب سے بلامنت غیرے میسر آجاتی ہے۔

پھر آپ کہتے ہیں کہ ہر انسان شاعر ہے۔ یہ بات دوسری ہے کہ وہ شعر نہ کہہ سکتا ہو۔ وجہ یہ کہ ہم لوگ جس ہوا میں سانس لیتے ہیں وہ ہمالیہ کی برفانی چوٹیوں کشمیر کی رشک فردوس وادیوں۔ چمکدار ستاروں اور نہر کوثر کی سیمابی لہروں سے گزرتی ہوئی آتی ہے۔ انھیں چیزوں سے شاعری مرکب ہے۔ تو ہم جتنے بڑے ہوتے جاتے ہیں۔ شاعری پیتے جاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ وہ ہمارے جسم میں سرایت کرجاتی ہے اور خون وچربی گوشت و پوست کا عنصر بن جاتی ہے اس وجہ سے ڈرامے کا ہر شخص فی البدیہہ شاعری کرسکتا ہے یعنی جیسا موقع ہوگا ویسا ہی گیت گانے لگے گا بھشتی خلاف توقع بادشاہ ہوجاتا ہے بادشاہ خلاف امید گداگری کرتا ہے۔ دیوداس دیوانہ ہوکر گلیوں میں مارا مارا گھومتا ہے مگر ہر ایک برمحل شاعری کرلیتا ہے۔ گویا قضا و قدر نے اس کو پہلے ہی سے موسیقی کے ساتھ شاعری کی بھی تعلیم دے دی تھی۔

میں۔ یہ باتیں تو ڈراموں کی جان ہیں۔ میں نے ان کا عذر لنگ تراشنا چاہا تو آپ کہتے ہیں قصہ بگڑ گیا۔ ذرا آپ ہی کوئی عذر بتائیے کہ ڈرامے کا ہر شخص گانا ناچنا کیسے جانتا ہے۔ اور فی البدیہہ شاعری کیسے کرلیتا ہے۔

دوست۔ آپ کے ڈرامے میں بچہ پیدا ہوتے ہی گانے لگتا ہے۔

موے سیاں ٹی ہاؤں ۔ پیارے موسے ٹی ہاؤں ۔

میں کرت ٹی ہاؤں جالم سیاں جادت شور ۔ ادساون تس کے ۔ اتا حیں آلیں ۔

میں ۔ پیدا ہوتے ہی نہ گاتا تو کیا پیٹ کے اندر ہی سے گانے لگتا؟ ۔

دوست ۔ آپ کی ہیروئن مرنے کے بعد گاتی ہے ۔

اے کہ برگ گل بفشاں بر مزار ما

کہ بس نازک است شیشہ دل در کنار ما

میں ۔ اس کی دو وجہیں ہیں ۔ ایک تو مرنے سے پہلے وہ ہیرو سے رخصت ہونے میں ہمہ تن مشغول تھی اور دوسرے اگر مرنے کے بعد نہ گاتی تو انجام میں اتنی عبرت کیسے چھا جاتی ۔ اب اس ڈرامے کو جو دیکھے گا رو دے گا ۔

دوست ۔ آپ کے مضمون کی زبان بھی بہت خراب ہے ۔ آپ کے یہاں جا بجا سے الفاظ ملتے ہیں جن کے معنی نہیں سمجھ میں آتے مثلاً :۔ مراحبشٹ ۔ بھاؤمری ۔ ہندادونی ۔ بھاؤمارہ

میں ۔ صاحب یہ سب بالقوۃ ہندی الفاظ ہیں جن کے معنی ابھی تک تیار نہیں ہوئے ۔ مگر رفتہ رفتہ بن جائیں گے ۔

دوست ۔ آپ کی اردو کانوں کو نامانوس معلوم ہوتی ہے ۔

"مہربانی فرماکر اپنے الفاظ کھینچ لیجیے" "موقع پر زبان کسنا جرم ہے" یہ کیسے محاورے ہیں؟ ۔

میں ۔ محاورے غلط سہی ۔ مگر شائقین کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا ۔ وہ اس سے زیادہ خراب اردو کے عادی ہیں ۔

دوست ۔ بہر حال آپ کا ڈرامہ کمپنی منظور نہیں کر سکتی ۔

میں ۔ اگر میرا ڈرامہ منظور نہیں کرتی تو میں بھی کمپنی کو دنیا منظور نہیں کرتا ۔

میں نے بھی اپنے دوست پر ان کے بنائے ہوئے ڈراموں پر ۔ ان کے ایکٹر منیجر ڈائرکٹر کے ان کی ساری کمپنی پر لعنت بھیجی اور سیدھا گھر چلا آیا ایسی کمپنی سے تعلقات رکھنے سے کیا فائدہ جو ڈراموں کی اچھائی برائی نہ سمجھ سکے بھلا ہے کوئی جو حوفی والوں سے میرے تماشے کی برائی کرا دے کیا گانے ہیں! کیا عجیب و غریب واقعات ہیں! اور کیا پر جوش مکالمے ۔ جو کچھ ہے ایسا ہے کہ پردۂ دنیا میں نہیں نکل سکتا ۔ پھر لطف یہ کہ ڈرامے میں ایک سبق بھی موجود ہے ۔ وہ یہ کہ کبڑیوں کو چاہیے برسات میں ککڑی نہ فروخت کریں ۔ یہ بہت مضر چیز ہے ۔ اس کے کھانے سے فوراً ہیضہ ہو جاتا ہے ۔ ہیروئن کی جوانا مرگی کی وجہ یہی ہوئی کہ اس نے برسات میں ککڑی کھالی تھی ۔

اب میں سوچ رہا ہوں کہ اپنا ڈرامہ مدن تھیٹر میں بھیج دوں وہ لوگ قدردان ہیں اس کی بہت قدر کریں گے ۔ اور یہی قصہ برسوں الٹ پھیر کر سیکڑوں تماشوں میں دکھاتے رہیں گے ۔

راف ـــــــــــــــــ ہ

افلاطون وقت

منطق ابیگم بنام بی اطالیہ جان

بی صاحب بجان پہچان نہ سہی مگر آدمی کو آدمی پریشانی میں دیکھ کر ضرور کڑھتا ہے ۔

جاننے والے جانتے ہیں کہ تم سپیرو کی اور تمہارا لڑک لے تڑبتین سن کا ۔ اس کے مقابلے میں جبش کا ویران اجاڑ ملک ۔ دیکھنے میں تو تمہارے اور فرانس کے رقبے سے دونا مگر عارضوں بھر اڈکھوں کا پتلا ۔ کجا وہ نازک کھال جس سے پھول کی پنکھڑی بھی چھو جائے تو لہو چھلک آئے ڈاکٹر بلانے پڑیں نیلے داغ لنگ کے چھلکے کی طرح دھوئے دھوئے نہ چھوٹیں ۔ اور کہاں وہ ارنے بھینسے کا ڈھال بنانے والا چمڑا جس پہ تلوار بھی پڑے تو لکیر نہ بنے ۔

پھر سرزمین بھی ایسی گرم کہ آفتاب کی کرنیں جس پر ہمیشہ سیدھی پڑتی ہیں آٹھ آٹھ فٹ کے اونچے پہاڑ اور جہنم کا منھ چڑھانے والے پہاڑ نہیں بتاؤ کہ معتدل یا سرد مقام کے رہنے والے جو صبح سے شام تک طرح طرح کے خوشبو دار لیپ جلد کی تازگی کی غرض سے ملا کرتے ہیں تار کول کا سا نفیس کالا بھجنگ پیدا کرنے والا اپنی چلنے والوں کی بدبختوں کا مقابلہ کر سکتا ہے؟ اے ہو لوگیا میں غلط کہتی ہوں ۔ تمھیں تو خود ہی اس کا تجربہ ہوگا ۔ مانا کہ تمھارے پاس بڑی بڑی توپیں ہیں بڑے بڑے ٹینک ہیں گولی ہے بارود ہے سامان ہے اور تمہارے حریفوں کے پاس اگلے زمانے کی توڑے والی بندوقیں ۔ اگر تمھیں ایک دم جو شاکرے کا موقع مل جائے تو ان کالے کوؤں کو تم بھون کے کھا جاؤ ۔ لیکن کب تک؟ وہاں تو جس طرح چھنال عورت روز بروز آشنا بدلتی ہے اسی طرح موسم بدلتا رہتا ہے اور ہر موسم تمہارے بچوں کے مزاج کے موافق نہیں ۔ کیا تم وہاں کے حشرات الارض سے پیش پا سکتی ہو استغفراللہ توراۃ اٹھا کے دیکھو فرعون کو پوجنے والے اور خود چھوٹے خدا صاحب مینڈک سی بے ضرر چیز سے تنزبتر نہ ہو سکے ۔ فوراً اٹھایا ۔ وہ کیچڑ کی مینڈکی بھی کے ہاتھ سے کود گیا ۔ پانی کا گھونٹ منھ میں لیا اور اس کی ہر بوند مینڈکی بن کے خشکی میں ملاحی کے ہاتھ دکھانے لگی ۔

اسی طرح کے چند عذاب نازل ہوئے ۔ خدا صاحب خدائی کرنا بھول لے اور اُن کے بندوں کی تو کچھ نہ پوچھیے ۔ سچ پوچھو تو یہ قدرت کی دل لگی بازی تھی ۔ شوہر صاحب جورو کو امل

بے فائدہ پشیمانی - ردھی رشول

مسولینی: "ہائے اب کیا کروں؟"

فرشتہ صلح: "جا موئے - اور ہمارا کہنا نہ مان - کوئی موٹا تلاش کر"

ٹیلیفون
جاری شدہ
حنا
حیدرآباد دکن
دہلی
لکھنؤ
اصغر علی محمد علی

بنانے پر آمادہ ہو گئے کہ شاید دودھ میں بی خیر کی جان خیر باہی نہ نہیں مگر تو یہ جب تک دودھ میں تھا اس وقت تک ان دانتوں بلکہ داڑھی مونچھ والے بابا لعنتوں کو دودھ نظر آیا۔ ادھر بی بی نے آنچل ڈال کے میاں کا صرف منہ گودی میں لیا۔ بچہ مرطے نے آغوں کہہ کے غوں غوں مارا ادھر آخ تھو آخ تھو کی صدا آئی۔

بی صاحب یہی حال حبش کا ہمیشہ رہتا ہے۔ اللہ میاں ایک کالے کلوٹے حبشے کو صحیح سلامت رکھنا پسند کرتے ہیں اس وجہ سے وہاں کے اصلی رہنے والے ان آفتوں سے بچے ہوئے ہیں۔ مبتلا ہوتے بھی ہیں تو نگوڑے سخت جان لوٹ پیٹ کے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ نہ اُن کے واسطے اسپتالوں کی ضرورت ہے نہ ڈاکٹروں کا۔ خیال تو کرو فرعون کی امت پر مینڈک مسلط ہوے پھر اس نے کیا بنا لیا اور تمھاری فوج یا اولاد پر اگر مچھروں نے ڈنک کی چوٹ یورش کردی تو تم نے کیا بنا لیا۔ مچھروں پر توپ بندوق کیا اثر کریگی اور اگر بارود مکھی مچھروں کے بزن پر صرف ہو گئی تو پھر ان کالے دھیڑوں کے حملے کا جواب کس اوزار سے دیا جائے گا۔ لکھنے والے لکھتے ہیں کہ پہاڑوں اور ٹانگوں کو چھوڑ کے وہاں کے مچھر جو

جوہڑوں میں سڑے ہوے پانی سے پیدا ہوتے ہیں آدھ آدھ انچ کے لمبے ہوتے ہیں یہ جب بانسری بجاتے گورے گورے نرم نرم نازوں کے پالے چمڑے پر آ تو شروع کرتے ہیں تو دو نوں ہاتھوں سے آدمی منہ پیٹنے لگتا ہے۔ ایک ہی نشتر خرطوم سے ہلا کے مینسوں بخار چڑھ آتا ہے۔ تھر تھرا نے ہلا نے سنیما کے پردے پر لرزتی ہوئی تصویروں کی نقل کرنے والے سپاہی۔ کیا لڑ سکتے ہیں؟ سڈولیں پر ڈولیاں فوجی اسپتالوں میں لے جانی پڑتی ہیں۔ ڈاکٹر دواؤں بھری سوئیاں چبھوتے ہیں مگر اثر نہیں ہوتا۔ فرض کرو اثر ہو بھی گیا تو پھر آخر کچھ ہے۔ نمک کی پوٹ رکھنے والا کھاری یا گڑھا پانی آنتوں کو جھنجھری کر دیتا ہے سنتی ہوں کہ تم نے ایسے اچھے کیمیاوی پانی کی کلیں ضرورت سے زیادہ سلفو کردی ہیں مگر جھلجلاتی دوپہر کی سخت گرمی گھمسان کی لڑائی پیاس کا چٹکا ہو تل دو بوتل پانی جو مشکوں کی طرح برتلے کے ساتھ نات پہ لٹکتا رہتا ہے کب تک ساتھ دے گا۔ ایک ہی وقت میں سپاہی غٹ غٹ پی جاتے ہیں۔ سیکڑوں کیا ہزاروں میل کے ریگستان ہیں جن کی بالو بھڑ بھونجے کی بالو کو شرماتی ہے اور ان میں کہیں پانی کے نام سیہ بھی نہیں۔ ان کی ہوا ایسی زہریلی ہے کہ توبہ! جو کوئی تھوڑی دیر ٹھہر جائے خاص قسم کے بخار میں جسے بلو انجار کہتے ہیں پھنکنے لگے اس بخار کی دوا نہ یورپ والوں کو معلوم ہے نہ ایشیا والوں کو۔ یہ نگوڑا بخار گوروں کا دشمن ہے۔ تین دن میں آدمی چٹ پٹ ہو جاتا ہے۔ (باقی آیندہ)

مراقب

منغلق آراب

مولانا پنچ کی نوٹ بک

"ہفتگی" "ریاست" دہلی کے اڈیٹر کو سزا"

کئی لاکھ روپیہ اور پانچ سال کا عزیز وقت صرف کرنے کے بعد ہمارے بھوپال کے نواب صاحب بہادر ایک غریب آزاد قلم سکھ دیوان سنگھ مفتوں کو تین ماہ قید کی سزا دلوانے میں کامیاب ہوے۔ ارے کوئی ہے ذری نواب صاحب کے نذر تو گذر دینا۔ واقعی یہ ایسا شرف ہے کہ شاید کسی ہندوستانی رئیس کو حاصل نہ ہوگا۔ جاہل ہیں وہ جو یہ کہکے "ریاست دہلی" کے اڈیٹر کو تہنیت دیتے ہیں ؎

مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

یا یعنی کہ مفتوں نے ابتدا سے لیکے اس وقت تک لائل کی مضبوطی کا اچھا خاصا معرکہ گرم کر رکھا تھا مفتون کی حیثیت بہر اس فرد پر ہویدا تھی جس نے مقدمہ کی کارروائی مطالعہ کی اُن نے حریف کی کمزوریوں کا انکشاف اچھی طرح کیا لہذا وہ ناتواں تھا ہی نہیں۔ ہاں ہمارے نواب صاحب بہادر دلیل کی راہ سے بھی کمزور اور اپنی نادان فوج (ملازمین) کی وجہ سے بھی ناتواں تھے۔

سمن واسطے قرار داد امور تنقیح طلب

نمبر مقدمہ ۱۲

بعدالت جناب میرزا احمد حسین صاحب بہادر قزلباش تحصیلدار تحصیل حسن گنج ضلع اناؤ
اوبیشر سنگھ ساکن غیسا پرگنہ و ضلع حسلوکی [illegible] مدعی

بنام

بجناتھ سنگھ وغیرہ مدعا علیہم

[illegible] رام سروپ ولد بدری پرشاد و رگھو ناتھ پرشاد ولد تھہرا پرشاد [illegible] بقال ساکنان حسن گنج [illegible] رام جیاون [illegible] بخش سنگھ [illegible] رام پیاری [illegible] رام پیاری بیوہ [illegible] پرگنہ [illegible] تحصیل [illegible] ضلع [illegible] پرگنہ [illegible] ضلع لکھنؤ [illegible] مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت [illegible] کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم تاریخ ۲۰ ماہ دسمبر ۱۹۳۵ء وقت [illegible] بمقام تحصیل حسن گنج یا در اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے بخوبی واقف کیا گیا ہو اور کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جسکے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوی کی کرو اور تم کو لازم ہے کہ اسی روز جملہ دستاویزات پیش کرو جن پر تم بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو۔

تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور منفصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ [illegible] ماہ دسمبر ۱۹۳۵ء جاری کیا گیا

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

وہ تو کہیے اتفاق سے ایک قانون تائید میں مل گیا خدا نے بڑی خیر کی۔ ورنہ گورکنندن کا نتیجہ گاہ برآوردن بھی ہو جاتا۔ گو ٹیلے کی دلالی میں ہاتھ کالے نظر آتے پس وہ بیشک مبارکباد سننے کے مستحق ہیں۔ ہاں دوستو کہو مبارک ہو۔

اب کی بار جن ملازمین ریاست نے مقدمہ کی پیروکاری میں ہمت صرف کیا معلوم ہوتا ہے کہ انکو تھوڑا بہت دخل قانون میں ہے لہذا ہم سفارش کرتے ہیں کہ نواب صاحب بہادر انکے درجات میں ترقی عطا فرمائیں۔ ایسے کام کے آدمی ملتے کہاں ہیں۔ ورنہ گنگ زیب عالمگیر سا جلیل القدر بادشاہ ہمیشہ یہی کہتا رہا۔

آدم خوب میسر نمی شود ؎

لالہ لکھمی چند کا ملازم بدھو نفر نوخطا کرنے پر اجرت کا طلبگار تھا۔ ابھی یہ وہی "بھیگی بلی" والی مشہور حکایت ہے یعنی لالہ لکھمی چند نے ایک نفر ملازم رکھا۔ شب کو لالہ پلنگ پر لیٹے تو خیال ہوا کہ شاید پانی برس رہا ہے نفر سے پوچھا کیا مینہ برستا ہے اُس نے کہا "ہاں لالہ" لالہ کو آیا غصہ کہ کمبخت سفید لیٹے لیٹے پڑا ہے جگہ سے ہلا نہیں اور جواب دیدیا مگر نوکر حاضر جواب بلکہ وکیل تھا کہنے لگا باہر سے ایک بھیگی بلی آئی تھی اُس پر میرا ہاتھ پڑا تھا

تھوڑی دیر کے بعد لالہ نے کہا اب چراغ بجھائیے"، نفر تلے سے بولا "مہاراج آنکھیں موند لیجئے تو بتی بجھو گئی۔ پھر لالہ نے کہا اچھا دروازہ تو بند کرے گا کہ یہ بھی نہ ہو سکے گا۔ بدھو نے فرمایا "دو کام ہم نے کیے تیسرا آپ کر لیجئے" جیسی نفر کے مقابلے میں لالہ بھی قانونی بن گئے صبح کو اُٹھے اور فہرست لکھ ڈالی کہ بھائی تجھے اتنے کام کرنے پڑیں گے نفر نے منتی فہرست کا لیا سنا اور تصدیق کی۔

اب لالہ دفتر روانہ ہوئے۔ راہ میں گھوڑی نے شرارت کی۔ لالہ گرے۔ نفر سے کہا۔ ابے اُٹھا مجھے اُس نے ٹینٹ سے فہرست نکالی کہ دیکھ لیجیے اس میں یہ کام درج نہیں۔ لالہ اُس وقت اُٹھ بیٹھے دوسرے وقت فہرست میں بڑھا دیا کہ گری پڑی چیز بھی اُٹھانی پڑے گی۔ بات گئی گزری۔ ایک روز زرا سا گھوڑی نے لید کی میاں بدھو نے لید لالہ کے دوشالے میں جمع کر لی اور جب لالہ دفتر میں بیٹھے تو یہ سبز گنڈھیریاں اُس نے سامنے رکھ دیں۔ لالہ کچھ شرمائے کچھ نرم بختے بھرے پھر ہنسے۔ بس جیسے ہی ہنسے ویسے ہی نوکر نے کہا کہ آج تو آپ خوش ہوئے اب تنخواہ بڑھائیے۔

سمن بغرض قرارداد امور تنقیح طلب

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۸۱ سمن ۱۸

بعدالت جناب سید محمد زاہد صاحب بی۔ اے آکسن حاکم پرگنہ لکھنؤ نج لکھنؤ
لالہ سیتارام ولد لالہ جیبی لال قوم رستوگی ساکن ستری منشی کا چوک شہر لکھنؤ مدعی

بنام

ہشیار سنگھ نابالغ بولایت مساۃ تھاناں مساۃ تھاناں بیوہ گرراج سنگھ اقوام ٹھاکر ساکنان موضع سورا پرگنہ لکھنؤ مدعا علیہم

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت بقایا باقی زر حاصل اصل دنالعہ سود بابت ۲۰ ستمبر ۱۹۳۲ء لغایت ۲۰ اگست ۱۹۳۵ء یوم اربع نالش کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۰ ماہ دسمبر ۱۹۳۵ء بوقت ۱۰ بجے دن بمقام لکھنؤ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جسکے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔ اور تم کو اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۴ ماہ دسمبر ۱۹۳۵ء کو جاری کیا گیا۔

مہر عدالت — دستخط حاکم بخط انگریزی

ملازمت

مل سکتی ہے بشرطیکہ تعلیم مڈل تک ہو انٹرنس پاس ہوں یا فیل۔ ایف اے ہوں خواہ بی۔ اے۔ کوئی خاص شرط نہیں مگر خواندہ ضرور ہوں امیدوار انسٹیٹیوٹ کے فارغ التحصیل ملازم شدہ طلباء کی فہرست۔ پراسپکٹس اور رسالہ البرق ۲ کے ٹکٹ بھیجکر منگوائیں۔

پنجاب انجینرنگ انسٹیٹیوٹ جالندھر شہر

دی مسلم ریویو

مسلمانوں کا واحد انگریزی تبلیغی ماہوار رسالہ ہے جس میں مشاہیر ملک کے تحقیقی مضامین حمایت اسلام اور رد غیر اسلام کے متعلق لکھے جاتے ہیں تمام یورپ، امریکہ افریقہ، آسٹریلیا۔ ممالک ایشیا جزائر عالم میں شائع ہوتے ہیں۔ فرقہ وارانہ مباحث اس میں نہیں ہوتے قدیم اسلام کی خدمت کرنا اس کا مقصد اعظم اور نصب العین ہے لہذا تمام لائبریریوں کو صرف ایک روپیہ سالانہ روانہ کرنے پر یہ رسالہ مفت دیا جاتا ہے اس کی سالانہ قیمت چار روپیہ ہے۔ تمام ہمدردان اسلام قدیم کو اسکی سرپرستی کرنی لازم ہے۔

منیجر دی مسلم ریویو لکھنؤ

صوبہ بہار اور بنگال کا واحد مزاحیہ اخبار پڑھیے جس میں زبان کی چاشنی کے ساتھ سیاست پر بے لاگ آزادانہ تنقید اور اصلاح معاشرت و اخلاق کے ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں اور مضمون شائع ہوتا ہے۔ بہترین مزاحیہ نظم اور غزلیں پڑھتے پڑھتے لوٹ پوٹ ہو جائے۔ چندہ سالانہ عہ نمونہ مفت

منیجر اخبار پنچ بہار شریف (پٹنہ)

انگریزی اخبار
"پٹنہ ٹائمز" پٹنہ

صوبہ بہار کی مسلمانوں کی زبردست آواز ہے اور ۱۹۱۲ء سے خدمت کر رہا ہے [illegible] [illegible] [illegible] سیاسی مضامین کی قدر [illegible] آج ہی خریدار ہو جائیے [illegible] اپنی قابلیت کا اندازہ لگائیں سالانہ قیمت [illegible] ششماہی چار روپیہ

پیغام سرحد

صوبہ سرحد کا مقبول و پسندیدہ قومی تعلیمی ہفتہ وار اخبار "پیغام سرحد" ہری پور ہزارہ ضرور ملاحظہ کیجیے

منیجر

پیغام سرحد ہری پور ہزارہ

اودھ پنچ میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیجیے

مشتہرین

(۱) کیا آپ جانتے ہیں کہ ہمارے اخبار کے خریدار زیادہ تر پڑھے لکھے ہندوستانی ہیں۔

(۲) "ہمدرد" انگلو گجراتی، ان کا تنہا ترجمان ہے۔

(۳) "ہمدرد" کی زندگی، ملک کے ہندوستانیوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے وقف ہے گجراتی ہر ہندو مسلمان اسے پڑھتا ہے لہذا یہ آپ کے اشتہارات کا بہترین ذریعہ ہے۔

جملہ خط و کتابت مندرجہ ذیل پتے پر ہونا چاہیے۔

منیجر "ہمدرد" [illegible] نمبر ۲۳۶ [illegible]

اودھ پنچ لکھنؤ

انمول ادبی جواہر
منتخبات مضامین اودھ پنچ

سن ابتداے سنہ ۱۹۱۰ء لغایت سنہ ۱۹۲۳ء

چار حصوں میں یہ ادبی اصلاحی اخلاقی سیاسی مضامین بے نظیر علمی اور عقلی فوائد رکھتے ہیں جن کی نظیر آپ کو اُردو کے خزانے میں نہ ملے گی۔ یہ انسان کو مضمون لکھنا سکھا دیتے ہیں ۔ اب تک چار حصے تیار ہوئے ہیں۔ قیمت فی حصہ ایک روپیہ آٹھ آنے۔

یہ مضامین بطور ضمیمہ چار سال سے اودھ پنچ کے ساتھ ہفتہ وار شائع ہو رہے ہیں سالانہ جلد کے خریدار کو ایک حصہ مفت ملتا ہے سائز ۲۰ / ۱ + ۲۶ / ۴ مجموعی قیمت ان منتخبات کی پانچ روپیہ علاوہ محصول۔

المشتہر
منیجر اودھ پنچ

امتیاز بکس سپلائی ایجنسی

بارہا شکایت سنی گئی ہے کہ حضرات بیرونجات جو کتابیں طلب فرماتے ہیں اُن کو ناقص کتابیں ملتی ہیں۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ جو کتاب وہ طلب کرتے ہیں اُسکے بجائے دوسری کتاب بھیجی جاتی ہے نیز یہ بھی شکایت ہے کہ کتاب پر صرف دکھانے کے لیے بہت زیادہ قیمت کندہ کی جاتی ہے اور شہر میں وہ کمی ہوئی قیمت سے بہت کم قیمت پر ملتی ہے وغیرہ۔

لیکن اگر آپ ہمارے ذریعے کوئی کتاب طلب فرمائیں گے تو ہرگز یہ شکایت پیدا نہ ہوگی اور ہم اپنی نگرانی میں ہر کتاب روانہ کریں گے اس حالت میں اگر کتاب ناقص ہو یا پھٹی ہو یا ایک کے بجائے دوسری ہو قیمت بازار سے زیادہ ہو تو اسکے ہم ذمہ دار ہیں لکھنؤ کے جس مطبع کی کتابیں آپکو ضرورت ہوں ہمیں تحریر فرمائیے اور اطمینان رکھیے کہ آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں ملیگا۔ دریافت طلب امور کے لیے جوابی پوسٹ کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے۔

پتہ:۔ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

ہفتہ وار انگریزی اخبار "خیبر میل" پشاور

ضرور ملاحظہ کیجیے۔ یہ انگریزی کا واحد اخبار ہے جو صوبۂ سرحد سے شائع ہوتا ہے
سالانہ چندہ پانچ روپیہ ہے "منیجر"

ہفتہ وار انگریزی اخبار "سنٹینل" رانچی

جسمیں نہایت پر لطف مضامین اور مقامی خبریں ہوتی ہیں۔ ضرور ملاحظہ فرمائیے سالانہ چندہ ششماہی ہے۔ سہ ماہی ۔ فی پرچہ ۔

منیجر "سنٹینل" رانچی

کتب خانوں کی زینت
مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ سنہ ۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالامال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد ۶ سنہ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی ۱۸ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ سنہ ۳۱ و ۳۲ کی

قیمت فی جلد ۶ محصول ڈاک ۱۲ بذمہ خریدار۔ جلد سنہ ۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی ۱۸ اور جلد سنہ ۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی ۱۸ مفت ملیں گے۔

REGISTERD No A 783
LUCKNOW
OUDHPUNCH
قیمت پیشگی سالانہ
بیرون ہند
قیمت فی پرچہ
دو آنے
١٩٣٥
اودھ پنچ
سالانہ
ششماہی
سہ ماہی
DOGAWAN LUCKNOW

دوسری طرف امتیازی قوانین وضع کرنے کا ہوکا کسی طرح کم نہیں ہوتا۔ قومی عہدوں میں یہ امتیاز ہے سوسائٹی میں یہ امتیاز ہے سکونت و معاشرت میں یہ امتیاز ہے۔ ایک نہایت بیہودہ اور ناکمل طرز حکومت کی بنیاد گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے ماتحت ڈالی گئی۔ فی حد ذاتہ یہ قانون مضر ہو یا مفید لیکن اتنا ضرور ہوا کہ بعض حالتوں میں ہندوستانی اور انگریز کھنچ کر ایک دوسرے کے نزدیک ضرور پہونچ گئے تھے۔ اب صاحب بہادر اس حماقت پر پچھتاتے ہیں اور شاہی حکومت پر دباؤ ڈالتے ہیں کہ جو کچھ عنایت کیا ہے واپس لیجیے۔ ایک ہی کمیشن آتا ہے وہ ڈیڑھ کرور سالانہ کا بار غریب پتلی گردن والے قیم ہندوستانیوں پر لاد دیتا ہے۔ جب اہل ہند غل مچاتے ہیں تو اس کی پروا نہیں کی جاتی بلکہ لاٹھی پاشی افراد جنھوں نے مفت خوری کے سوا اور کوئی خدمت ہند میں ادا نہیں کی نہ آیندہ کریں گے یہ کہہ کے بھرتی کیے جاتے ہیں کہ ان کی سروس حکومت ہند کی بہتری کے واسطے نہایت ضروری ہے ان کی خدمات ناگزیر ہیں۔ سفارشیں ناکافی ہیں انگریز عہدہ دار قربان کیے جاتے ہیں۔ شکایت ہے بے دلی ہے خالی خولی دو سو عہدہ داروں کے تقرر سے کھٹ سا میں کون سا دھکا لگا جاتا ہے غرضکہ ایک طومار ہے۔ لارڈ برکنہڈ صاحب کسی شکایت سے انکار کی جرأت نہیں کرتے۔ جو کسی نے کہا آمنا صدقنا۔ دیدہ خواہد شد۔ مشورہ کے بعد شافی جواب دوں گا۔ ریڈنگ آئیں تو ان سے پوچھوں۔ ابھی حکومت ہند سے خط و کتابت ہو رہی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ لا اقسم بھذا البلد۔ ووالد و ما ولد کا سورہ انگریز نہیں پڑھتے تو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے صفحات پہ اوندھے منہ کال کے ریدوں کی طرح گر پڑنے والے ہندوستانی ضرور اس صورت کی تلاوت کرتے ہیں۔ شاہی گورنمنٹ کوئی دخل دیتی تو غریب ہندوستانیوں کے آنسو پونچھ جاتے۔ مگر یہ دستور کے خلاف ہے۔ بیچ ہندوستانی نیٹیوں پھر اودھ کے صلحا نوشجان!۔

یک نہ شد دو شد

فارس میں ایک آغا فنون سحر و نیرنگ و سیمیا و شعبدہ کے بہت مشتاق تھے۔ جوئندہ یابندہ ایک گرو مل ہی گیا انھوں نے مدتوں خدمت کی اور اس کے صلے میں صرف ایک عمل ہاتھ لگا جس کے ذریعہ سے مردے اُٹھ بیٹھتے تھے۔ اتفاق کی بات ہمسایہ میں کوئی دوست مرگیا یہ شخص متمول تھا مگر جس مقام پر اس نے اپنا خزانہ دفن کیا تھا وہ عزیزوں کو معلوم نہ تھا مرنے والے کے عزیزوں نے آغا صاحب کو گھیرا کہ عمل پڑھ کے پوچھیے۔ اگر مال مل گیا تو آپ کا حصہ بھی لگایا جائیگا۔ آغا عمل خوانی کے آلات گوگل منقل تیلی کی کٹوری رائی ماش الا بلا الم غلم ساتھ لے کے قبر پر پہنچے مٹی کنارے لگائی تختے اُکھاڑے۔ عمل پڑھنے لگے دفعتہً مردے صاحب اُٹھ بیٹھے۔ آغا نے پوچھا وہ گٹھی کہاں گڑی ہے؟ مردے صاحب گونگے بہرے اندھے تھے اُنھوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ اب یہ لاکھ طرح کے سوالات کرتے ہیں دہان اعضا میں حرکت تو ہوتی ہے مگر جواب کچھ نہیں ملتا۔

اگلے اُستاد بھی دل لگی باز ہوتے تھے اُن کو مرض تھا کہ تعلیم ہمیشہ ادھوری دیتے تھے نسخہ بتایا تو دو جز مخفی رکھے عمل بتایا تو ترکیب ناقص بتائی چنانچہ آغا کے اُستاد مرحوم نے بھی مردہ زندہ کرنے کی ترکیب بتا دی تھی لیکن پھر مار ڈالنے کا منتر قبر میں اپنے ساتھ لیتے گئے تھے جب آغا نے دیکھا کہ مرحوم ہمسایہ کچھ نہیں بتاتا تو ارادہ کیا کہ قبر بند کر دیں۔ توبہ! بھلا آزادی کی ہوا کھا چکنے کے بعد قبر کی اندھیری کوٹھری میں کیوں جاتا۔ ادھر انھوں نے زور لگا کے ٹھونسا اُدھر وہ دانت نکال کے پھر اُٹھ کھڑا ہوا۔ آخر بار بار ناکامی کے بعد انھوں نے خیال کیا کہ چلو اُستاد کی قبر کھود کے اُن سے رد عمل کی ترکیب پوچھیں۔ تن تو بڑا سنبھالا اُستاد کی قبر کھودنے چلے ہمسایہ کا مردہ ڈھانچہ بھی ساتھ ساتھ چلا۔ جلدی جلدی مٹی کھود کے تختے سرکائے عمل پڑھا اُستاد صاحب نے انگڑائی لی ہڈیاں کڑکڑائیں بوسیدہ کفن چاک ہوا اچھل چھلانگ منڈیا نکلی آغا نے بلجاجت فریاد کی "دیکھیے اُستاد یہ کمبخت کسی طرح قبر میں نہیں جاتا!" استاد کی پاپوش کو کیا غرض تھی جو جواب دیتے۔ بے گوشت پوست کا ہاتھ ہلاتے رہے آغا نے دیکھا کہ یہ تدبیر بھی خالی گئی تو اُستاد سے کہا اب آپ آرام فرمائیں۔ مگر استاد ایسی کب سنتے ہیں۔ آغا نے جھلا کے کہا "یک نہ شد دو شد"

آجکل گور سے چھیڑے والے گورکنوں نے مصر کے قبرستان تاک لیے ہیں۔ لارڈ کارنروون صاحب نے توتنخ آمون فرعون کی قبر ڈھونڈھ نکالی جس نے گویا ان گورکنوں ہی کے واسطے اپنی قبر میں لاکھوں من سونا بھر رکھا تھا۔ اس زرین قبر کا تذکرہ اب پرانا ہوگیا۔ لارڈ کارنروون چل بسے۔ بی بی نے پچاس ساٹھ برس کی بالی عمر میں بیوہ رہنا گوارا نہ کیا اور سنتے ہیں کہ ایک چیونٹی بھر کباب یعنی شوہر زوجہ دار سے میاں کا کفن میلا ہونے سے پیشتر ہی پہلو آباد کر لیا۔ واقعی "زن و زر" دونوں میں وفا نہیں۔ یہ مقدمہ غریب توتنخ آمون کے مدفون عجائب و غرائب سے زیادہ دلچسپ تھا۔ کچھ تو اس دلچسپی نے زرین قبر کی طرف سے لوگوں کا دھیان ہٹایا اور کچھ سردار لی اسٹیک کے خون نے لیکن اس میں شک نہیں کہ مردہ کھٹری موجود ہے۔ گورکن انجنیر اپنے کام میں مصروف ہیں۔ کارنروون صاحب کی سدا سہاگن بیوہ جوانی کا لطف اور مقدمہ کی پیروی میں مشغول رہنے کے بعد غالباً اس افسوس میں ہوں گی کہ توتنخ آمون کی کمائی اس نیک کام میں صرف کیوں نہ ہوئی۔

اب سنیے کہ "یک نہ شد دو شد" یعنی فی الحال امریکن ڈاکٹر ریسنر اور مسٹر ایلین نے مصر ہی کی سرزمین پر ایک بڑے جگادری فرعون کی قبر ڈھونڈھ نکالی۔ ۹ فٹ زمین کھود دی گئی تو مقبرے کی عمارت ملی۔ اس بادشاہ کا نام سینوفرو ہے۔ مورخین کا خیال ہے

کہ یہ بادشاہ عجائب مصر میں سے ایک یا چند عظیم مخروطی مضلع عمارات (اہرام) کا بانی بھی ہے۔ لیکن انھوں نے زمانے کی تعیین میں دھوکا کھایا ہے اگر یہ صحیح ہے کہ اہرام مصر کا بانی یہی بادشاہ تھا تو نجومی اعتبار سے اس کی تعمیر کو پانچ چھ ہزار سال نہیں بلکہ تخمیناً بارہ ہزار برس ہوئے۔ ایک مستند عالم کا قول ہے۔

بُنی الھرمان والنسر فی السرطان

یعنے ہرمان مصر کی بنیاد اُس وقت پڑی جب کہ نسر طائر سرطان کے برج[عــہ] میں تھا۔ نسر طائر تخمیناً چھبیس ہزار سال میں بارہ برجوں کا دورہ طے کرتا ہے۔ مصر میں جو کتابیں خاص اہرام کے علوم سے متعلق لکھی گئی ہیں ان سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔ بعض مقابر کے کتبے بھی یہی گواہی دیتے ہیں منتخب التواریخ اور دیگر سنسکرت کی کتابیں شاہد ہیں کہ طوفان نوح کی خبر جب عام ہوئی اور نجومیوں نے پیشینگوئی کی کہ ایک بہت بڑا طوفان آنے والا ہے تو حکماے مصر نے حفاظت علوم کی غرض سے اہرام بنوائے اور حکماے ہند نے تانبے کے پتروں پہ کتابیں لکھ کے گڑوا دیں۔ اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو ہرمان کی تعمیر طوفان نوح سے پیشتر کی ہے۔

بہرحال تلاش آثار قدیمہ کے حیلے سے آج کل خوب کام چل رہا ہے۔ یہ کھود ا دہ کھود ا مال کی طمع اس کرد و کاوش کی ٹھٹھری میں نئی جان ڈالتی رہتی ہے۔ مختلف جنگلوں میں گورکنی خدمت انجام دینے والے اگر شمار کیے جائیں تو لاکھوں ہوں گے کیا تعجب ہے کہ ان میں سے کوئی جاسوس قرح (قارون) کی دولت پر بھی قابض ہو جائے جس نے حضرت موسیٰ کے ساتھ اس بات پہ جھگڑا کیا کہ حضرت نے ہارونؑ کو کہانت کے لیے کیوں منتخب کیا اور خدا کے حکم سے زمین اُن سب آدمیوں کو جو قرح کے شامل تھے اور اُن سب کے مال کو نگل گئی ہے۔

اور یہ بھی عجب نہیں کہ بروایات قدیمہ ان کی ملاقات بعض ہزار ہا سال زندہ رہنے والے حکیموں سے بھی ہو جو غاروں میں طلسم بنا کے رہتے تھے۔ اور دواؤں کے زور سے اُن کے غیر متحرک اجسام آج تک تر و تازہ ہیں بلکہ اکثر میں آثار حیٰوۃ بھی موجود رہیں۔ مگر مشکل یہ ہے کہ آغا ایک نشہ دوشنہ کی طرح یہ لوگ ان زندہ بصورت مردہ اجسام سے باتیں کرنے پہ قادر نہیں ہیں۔

بعض دوراندیش معاملہ فہم حضرات کا قول ہے کہ عنقریب اہرام مصر کی شامت آنے والی ہے۔ توسیع معلومات کے جلتوں دنیا کے عجائب میں سے یہ عجوبہ عمارتیں نام کٹوانے والی ہیں۔ عمارتوں میں بھوت بھرے ہوں تو مزا آئے۔ اور پھر ایک گورکن ایک نشہ دوشنہ کہتا پھرے اور پرانے ملوکات پہ دست درازی کگنی کا ناچ نچا دے۔

سلی

گورکن

دم قدم سے جن کے فتنے مچ گئے
شکر ہے وہ پٹتے پٹتے بچ گئے

ہاے آج اگر لارڈ بالفور کی جنڈیا میں شامی طوبا ہے کے جلتوں بالخورہ ہو جاتا تو واللہ ہمیں بڑی تکلیف ہوتی خدا جانے کیسی منحوس گھڑی تھی کہ حضرت نے شام کی سیاحت پہ کمر باندھی لوگ کہتے ہیں کہ جب آپ فتنہ انگیزی کا پھریرا مخالفت اسلام کا گلیڈسٹن بیگ لے کے سفر پہ آمادہ ہوے تو کسی کتے روکے۔ بلیوں نے راستہ کاٹا چھینکوں کی آواز نے متواتر سلامی دی۔ تیلی تمباکو کا نام کسی نے لیا۔ مگر ارادے کے مضبوط بات کے دھنی دشمن کے پیچھے ببلا ایسی بدشگونیوں کو کب خطرے میں لاتے تھے۔ غلط کاری میں مبتلا ہو آپ کی بلا! آپ کا یہ خیال نئے نئے علوم تجربیہ کے بموجب بالکل صحیح تھا کہ ناگ پھنی کے بیج سے کٹہل کا درخت پیدا ہونا قریں عقل ہے امرود کے تخم سے تمہارا اکثر نکلتا ہے۔ بادہا ببول کی سینگ دھیاں بوئیں اور کریب کلکا کاٹا۔ زقوم جھکٹیا کٹیلا ہمارا ہاتھی چنگھاڑ تھوہڑ قطرہ رس بھری اشاری انگور شہتوت فنفنالو کا ثمر نکالنے پر مجبور رہیں لیکن تجربات کے یہ اُسلئے آثار الشواذ نسی خلقت والے ہندوستان میں ظاہر ہوے تھے لہذا شام کے متعلق کوئی غلط کاری تو سرزد نہیں ہوگی البتہ خدائی مشیت سے مجبوری ہے۔ جن لوگوں (یہودیوں) کی حمایت پہ کمر باندھی گئی اُن کے بارے میں بائبل اور قرآن متفق اللفظ ہیں کہ ابدی ذلت مقسوم میں لکھ دی گئی ہے تحی بائبل بنی اسرائیل کا ہجو نامہ ہے قرآن بھی علی ہذا القیاس۔ پس یہ حمایت پچے کی ضمانت ہو گئی مسافر غریب شامی شامت میں گرفتار ہوا اور اس طرح گرفتار ہوا کہ وقت پہ فرانسیسی مدد نہ کرتے تو چند یا ایسی طرح جہاز کا کام ہو جاتا۔ ملک شام میں تین مذہبی گروہ آباد ہیں۔ عیسائی۔ یہودی۔ مسلمان۔ مدت تک اسلامی پائگاہ رہنے کے سبب سے وہاں کے مسلمان دیگر مذاہب کے بہ نسبت قوی ہیں اور وہ اپنی قوت کا اضمحلال دیکھ نہیں سکتی۔ بالفور صاحب چاہتے تھے کہ یہودیوں اور مسلمانوں میں پیچ چلے۔ اور ہم تماشا دیکھیں آپ نے کروسیڈ کی اسلامی و مسیحی جنگ کو خط باطل پہ حل فرمایا اسلام اور مسیحیت دونوں کو شام کے بارے میں غیر مستحق قرار دیا اور لگے اسرائیل کی بھیڑوں کو خیر خیر بنانے۔ اس غضب کی ماننا آئی کہ ڈپلومیسی کی کھیلن پڑی کی کوکھ دکھی دودھ بہنے لگا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ نیت سچی نہ تھی۔ مصنوعی پیچ کا نتیجہ یہی نکلا کہ شام میں خانہ جنگی شروع ہو گئی انگریزوں کے سر سے الزام فتنہ انگیزی یوں رفع کیا گیا کہ شامی اونٹ کی مہار فرانس کے ہاتھ میں دی اور اسی تیلی کی کولہو میں

عــہ آج کل برج جدی میں ہے ۱۲

جلد ۲۰ — نمبر ۴۱

مضامین

(مورخہ ۵- دسمبر ۱۹۳۵ء)

ایک آزاد از قیودِ ادب و تہذیب مشاعرہ

اگلے زمانے میں تو یہ دستور تھا کہ بچوں کو آداب صحبت سکھانے کے واسطے بڑے بوڑھے محفلوں اور جلسوں میں اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ اگر کوئی بچہ گستاخ یا بے ادب نظر آتا تو بدنامی اُس معلم یا مربی کی ہوتی تھی۔ اب ہو گیا انقلاب معلم خود ہی اُسی طرزِ تعلیم و تہذیب کی آغوش میں پرورش پائے ہوئے ہیں جسے کوئی علاقہ ایشیائی آداب معاشرت سے نہیں غرابت نام۔ نہ وہی نظم کیا جو دیکھا

بڑا اچنبے کی بات نہیں ہم نے اس طرزِ تعلیم کے اس سے بدتر نمونے دیکھے ہیں صاحبزادے ولایت سے تہذیب سیکھنے کے بعد آئے تو احباب اور عزیز استقبال کے واسطے ریلوے اسٹیشن پر گئے بڈھے باپ کو دیکھ کے جو اپنے صاحبزادے کو گلے لگانے کے لیے بیقرار ہو رہا تھا۔ نورِ چشم کے کسی دوست نے سوال کیا۔ "یہ بڈھا کون ہے؟"

صاحبزادے نے جواب دیا۔ "یہ بڈھا ایک دوست ہے"

یہ بزرگوار اتنی انگریزی جانتے تھے جھلا کے بولے "میں تمہارا دوست نہیں ہاں تمہاری ماں کا یار ہوں۔"

خیال تھا لیں آؤ اک روز چل کے دار العلوم دیکھیں
یہ لوگ کس قسم کے مہذب ہیں جنکی تعلیم مغربی ہے

مشاہدہ جا کے ہم نے بزمِ ادب کا اُن کی کیا تو دیکھا
ام اے ہی اے ہوں تو ہوں پر انسانیت کی ان میں بہت کمی ہے

نہ صدرِ محفل کا احترام اور نہ میہمانوں کا پاس خاطر
کریں خفیف اپنے میہمانوں کو یہ شانِ اخلاق بھی نئی ہے

تھے جمع گوشہ گوشہ مسخرا۔ کہیں بنرجی کہیں چٹرجی
کہ جن کو اُردو سے مس نہ مس کچھ دراصل اک بغض للّہی ہے

مشاعرہ میں کی نہ ا جنبوں نے یہاں یہ کی یہ سمجھ تو لیجئے
فضا موافق تھی مخالف۔ مذاق شعر و سخن کا بھی ہے؟

ہوئے تفریح اور اشغال کم نہ تھے اس سے فائدہ کیا
زبان اُردو ذلیل کی جائے کیوں جو اک ارث نادری ہے

بھلا یہ بزمِ سخن تھی یا مغربی کبڑیوں کی ایک منڈی
جہاں پہ ہر سمت شور و غوغا ہے یا ہنسی و دل لگی ہے

حرام خوددار پر ہے شرکت جب ایسی بزمِ سخن ہو بے حس
غزل سرائی دراصل ایسی جگہ پہ توہین شاعری ہے

کلام شاعر کا لطف ہی کیا جہاں پہ ہوں بد تمیز سامع
کہ جیسے ہوں جمع بھینس کے پڑوے انہیں اک بین بج رہی ہے

پروفیسر جبکہ دم بخود ہوں تو پھر ڈسپلن رہے کہاں سے
ہر ایک آزاد ہے نتیجہ ان کی شائستگی یہی ہے

پڑھے لکھوں کی یہ ہیئت دیکھ کر کہیں گے ظریف اکثر
زوالوجیکل گارڈن کی اک شاخ لکھنؤ یونیورسٹی ہے

غزل

"معنی و مطلب یا صحت ترکیب پرانا ڈھکوسلا ہے۔ یہ دور ہے ادب لطیف کا"

(من تصنیف حضرت مُعدہ قنوجی)

ہے یہ خیالِ شوق دل کوئی فساد راز ہو — گھٹ کے فنا ہو دم کہیں کوئی نہ دم گداز ہو
آئیں جو سیرِ باغ کو دل بھی ہو ساتھ ساتھ کیوں — نخلِ وفا شگفتہ ہو کوئی نہ شاخ ساز ہو
دل ہو جہاں ہاں ہیں ہم اور مرا الفتوں کے غم — داغ نہاں کھائیں کیوں ان سے نہ ساز باز ہو
واہ رے الفتوں کے غم بھول کے ہم کہاں گئے — راز نہاں میں رہ گئے الفت غم گداز ہو
رنگ جہاں بدل گیا عشق کی ساز بات سے — اب نہ ہو الفتوں کا غم نغمہ دل دراز ہو
روئیں گے کیوں لائینگے دل کو سزا دلائینگے — راز خودی میں پھنس رہے ہیں لیجے وفا دراز ہو
اپنی وفا کی ہے سزا کیوں میں ہوا فدائے ناز — نغمہ دل ربا ہوا جو ہر خود طراز ہو
الفت بادہ پر فقط الفت سے ہے کیا غرض — بجز جس اب کوئی محتسب دراز ہو
غم کو ہوا ہے اب الم ہم ہیں جہاں پر ستم — بلبل خوش نوا کوئی آن کے نغمہ ساز ہو
ہے یہ نگاہِ فتنہ گر میری نگاہ فتنہ گر ہے — جس کے اثر کا ہر اثر سحر فسوں طراز ہو

مُعدہ راز سے نہ کہہ حالِ خراب سوزِ غم
ہضم ہے یاں ہر ایک غم سوز ہو یا ساز ہو

قطعات

(من تصنیف حضرت اُلجھن)

(۱)

آئے ہیں حسبِ وعدہ لیکن بچک بچک کر — کرتے ہیں بات مجھ سے لیکن جھجک جھجک کر
قسمت ہی میری بد ہے اغیار سے وہ خوش ہیں — ہوتی ہیں باتیں ان سے لیکن چہک چہک کر

(۲)

وصلت کی شب گنوا دی مجھکو ڈپٹ ڈپٹ کر — دل سینے میں چھپا یا کیسا سمٹ سمٹ کر

رخصت ہوئے وہ جب دم فرما یا مسکرا کر
اب قبر کے گلے سے سونا لپٹ لپٹ کر

(۳)

دل میں رہی امید پر یہی سکر مسکرا کر
برپا کی ایک قیامت دم نے اکڑ اکڑ کر
ہے پاس کا یہ منظر ناشاد کر رہا ہے
ظالم دکھائے صورت اب کیوں اکڑ اکڑ کر

—

پیش طبیب ملا پیش ملا طبیب

پیش مسیح ہر دو پیش ہر دو مسیح

(نمبر (۱۴) متعلق جامع اللغات)

مائی ڈیر پنچ ۔ سلام علیک ۔ میں نور اللغات کے انگریزی الفاظ میں الجھا ہوا تھا ۔ آپ کا حکم نامہ پہنچا کہ لگے ہاتھوں جامع اللغات پر بھی ایک سرسری نظر ڈال دوں ۔ نور اللغات کی جلد اول و دوم میں تقریباً ۲۲۵ انگریزی الفاظ درج ہیں جن میں سے ۱۵۰ الفاظ پر تبصرہ لکھ چکا اب نور اللغات کی ان جلدوں میں رہ ہی کیا گیا ۔ لہذا فی الحال نور اللغات کا تبصرہ ملتوی کر کے حسب الحکم جامع اللغات جلد اول کی طرف متوجہ ہوتا ہوں ۔ اگر کروہات زمانہ نے فرصت دی تو انشاء اللہ بقیہ نور اللغات جلد اول و دوم و نور اللغات جلد سوم و چہارم پر بھی تبصرہ عرض کروں گا ۔ فی الحال جامع اللغات کے تبصرہ کے سلسلہ میں چند الفاظ نور اللغات کا بھی تذکرہ ہو جائے گا ۔ اسی طرح نور اللغات پر جو تبصرہ کر چکا ہوں وہ ایک حد تک جامع اللغات پر بھی حاوی ہے ۔

خواجہ عبد المجید صاحب مصنف جامع اللغات بھی بی ۔ اے ہیں ۔ لغت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ من چہ نقش ام برادر من بسیار نقش است ۔ جامع اللغات کا درجہ یاوہ گوئی میں نور اللغات سے کہیں زیادہ بڑھا چڑھا ہوا ہے ۔ اور یہ مصرعہ فوراً ذہن میں آتا ہے ؎

شرط اول قدم آن است کہ مجنون باشی

شاید اب یہ شرط عاشقوں سے ساقط ہو کر اردو کے لغت نویسوں کے گلے لگی ہے ۔

خواجہ صاحب دیباچہ میں لکھتے ہیں "نیو اسٹینڈرڈ ڈکشنری امریکا میں شائع ہوئی اور کچھ عرصہ کے بعد میری نظر سے گزری اس کا طرز مجھے اس قدر پسند آیا کہ میں نے اس نمونے کا اردو لغت مرتب کرنے کا ارادہ کر لیا ۔ مگر یہ کام اس قدر مشکل تھا کہ اس میں ہاتھ ڈالتے ہوئے دل کانپتا تھا ۔ انگریزی لغت کی تدوین ایک سو مؤلفوں نے کی تھی" ۔

خواجہ صاحب کو سہو ہوا ۔ ایک سو مؤلفین نے نہیں بلکہ تین سو اسی سے زائد مؤلفین نے تدوین کی تھی ۔ اب ذرا عبارت کی لطافت ملاحظہ ہو ۔ ارادہ بھی کر لیا اور ہاتھ ڈالتے ہوئے دل بھی کانپتا تھا ؎

دھڑکتا ہے ننھا کلیجہ کسی کا

ہم اس عبارت کا مفہوم سمجھنے سے قاصر ہیں ۔ لیکن خواجہ صاحب کی بلند پروازی کی تعریف کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنی لغت کی تمثیل ایک ایسے لغت سے دی ہے جس کی تالیف میں چالیس لاکھ روپیہ خرچ کیا گیا اور ۳۸۰ سے زائد ماہران فن نے شب و روز کی محنت کے بعد چار برس میں اُس کی تکمیل کی ۔ خواجہ صاحب کی مثال اُس چوہے کی ہوگی جو ہلدی کی گرہ پا کر پنساری کی دکان کھولنا چاہتا تھا ۔

سمن واسطے قرارداد امور تنقیح طلب

نمبر مقدمہ ۱۹۳۵ء

بعدالت جناب خان بہادر منشی علی حسین خان صاحب ڈپٹی اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول گدی صدر [illegible] ضلع پرتاب گڑھ

بابو گردھر پرشاد وغیرہ اقوام کھتری ساکن شہر بنارس محلہ گلی [illegible] مدعی

بنام

[illegible]

چوہے بھاگ جائیں گے

چوہا بڑا نامراد جانور ہے ۔ آپ کے قیمتی پارچہ جات کو خراب کر دیتا ہے ۔ کھانے کی چیزیں کہیں نہیں چھوڑتا ۔ پلیگ جیسی منحوس بیماری اسی کی بدولت آتی ہے ۔ اگر آپ بھی اس سے ہمیشہ کے لیے نجات چاہتے ہیں تو "کوسنگو" کا استعمال کریں ۔

قیمت فی پیکٹ صرف ۱۲ ۔ نمونہ ۴

امرت فارمیسی گیٹ پنج پیر جالندھر شہر

مگر نور اللغات نے اپنے نورچشم کی تعلیم کا سرمایہ لغت کی ترتیب میں صرف کر ڈالا تو جامع اللغات کے مصنف نے اپنے نورِ نظر کی تعلیم میں رخنہ پیدا کیا پبلک کی ہمدردی حاصل کرنے کا طریقہ بھی جامع اللغات نے نور اللغات سے ہی اخذ کیا ہے۔

اب جب ہم لغت پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو حسب ذیل عیوب نظر آتے ہیں۔

(۱) مغربی اسماء الرجال اور جغرافیہ کی بھرتی سے لغت کا حجم بڑھایا گیا ہے۔ اس کا بھی یہی حال ہے کہ بیکار چیزوں کی بھرمار ہے۔ جس کا ہندوستان میں کوئی مصرف نہیں۔ رہے انگریزی داں وہ ان ناموں کی تعریف کے لیے جامع اللغات کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں گے خصوصاً ایسی حالت میں کہ غلطیوں اور سخن فہمیوں کی انتہا نہیں ہے۔ چونکہ یہ بیکار اور مہمل چیزیں لغت میں داخل کی گئی ہیں لہذا میں اس کے تبصرہ میں نہ اپنا وقت ضائع کرنا چاہتا ہوں اور نہ آپ کے اخبار کے قیمتی صفحات۔ نمونے کے طور پر دو چار نام لکھ کر تبصرہ کر دوں گا۔ کل اسمار کی بابت بیکار کا دردسر کون مول لے۔

(۲) انگریزی اور غیر زبان کے الفاظ کے تلفظ کے لیے اعراب شاذ و نادر ہی استعمال کیے ہیں اور جہاں کہیں استعمال کئے ہیں وہ زیادہ تر غلط ہیں۔ املا بھی غلط لکھا ہے۔ خواجہ صاحب نے پنجابی لہجہ و تلفظ کو بموجب املا لکھا ہے یعنی اکثر نور اللغات سے نقل کیے ہیں باوجود خود دہلی والے ہونے کے غلط معانی کی تصحیح نہ کر سکے۔

(۳) صدہا ایسے مغربی الفاظ درج کر دیے ہیں جو اردو میں تو کیا انگریزی بول چال میں بھی مستعمل نہیں۔ فنی کتابوں میں خال خال نظر آجاتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے نیو اسٹینڈرڈ ڈکشنری سے الفاظ کو نقل کرنا شروع کر دیے لیکن اس کا قوت نہ ہوا کہ کون لفظ لینا چاہیے اور کون چھوڑ دینا چاہیے۔ لہذا بہت سے وہ الفاظ چھوٹ بھی گئے جو اردو میں مستعمل ہوتے ہیں۔

(۴) پنجابی محاورات و الفاظ کی کثرت ہے لیکن کہیں اشارہ تک نہیں کیا ہے کہ یہ پنجاب کا محاورہ یا لفظ ہے۔ لغت میں دہلی و لکھنؤ کی زبان کا فرق دکھایا جاتا ہے نہ کہ پنجابی اردو کا۔

ہم نے نیو اسٹینڈرڈ ڈکشنری نہیں دیکھی اور نہ دیکھنا پسند کرتا ہوں کیونکہ ایک غیر زبان داں شخص کے لیے اس کا دیکھنا خطرے سے خالی نہیں۔ یہ ڈکشنری امریکا میں شائع ہوئی ہے لہذا غیر مستند جس طرح جامع اللغات پنجاب میں تصنیف ہو کر غیر مستند ہے جس طرح اردو زبان لکھنؤ اور دہلی کی مستند ہے اسی طرح انگریزی زبان لندن اور آکسفورڈ کی مستند ہے۔ جس طرح لکھنؤ اور دہلی والے پنجابی زبان و لہجہ کا مضحکہ اڑاتے ہیں اسی طرح انگلستان والے امریکا کی زبان و لہجے کا مضحکہ اڑاتے ہیں۔ غالباً اسی مناسبت سے خواجہ صاحب نے نیو اسٹینڈرڈ ڈکشنری پسند فرمائی ورنہ اہل انگلستان کی لکھی ہوئی لغتوں کی کمی نہ تھی۔

جن الفاظ کا تبصرہ نور اللغات کے سلسلہ میں کیا جا چکا ہے اُن کا اعادہ اس تبصرہ میں نہیں کیا جائے گا۔ ناظرین نور اللغات کے تبصرے کے بموجب جامع اللغات کی بھی تصحیح کر سکتے ہیں۔ کیونکہ زیادہ تر دونوں لغتیں غلطیوں میں متحد ہیں۔ تلفظ کی غلطیاں بھی بہت کم دکھائی گئی ہیں۔ تلفظ تقریباً ہر لفظ کا غلط لکھا ہے۔

آخن ۔ (یورپ) ۱۔ پرشیا کا ایک صوبہ۔ ۲۔ ایک شہر پرشیا کا جس کو ایکسلا شیپل یا اے لاشیپل بھی کہتے ہیں۔

لیجیے پہلی ہی بسم اللہ غلط ہوئی۔ یہ پہلا مغربی لفظ لغت میں درج ہوا ہے پہلی غلطی یہ کی ہے کہ پروشیا کو پرشیا لکھا ہے۔ پرشیا تو فارس کو کہتے ہیں۔ شاید پنجابی پروشیا کا تلفظ پرشیا کرتے ہوں جس طرح پنجاب کا تلفظ پنجاب یا پنجاب کرتے ہیں۔ اس کی ہم کو خبر نہیں۔ دوسرے (بقیہ اعلان [illegible]) تحریر ہوتا ہے کہ ایکسلاشیپل یا ایا ایکسیپل بھی کہتے ہیں۔ لکھنا چاہیے تھا

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر خفیفہ ۱۲۰۱ سنہ ۱۹۳۵ء

بعدالت جناب منصف صاحب بہادر کچہری مقام لکھیم پور
کرپا دیال ولد جھمرا پرشاد قوم کرمی ساکن امیر سجنا پرگنہ [illegible] ضلع کھیری

بنام

شوکت علی ولد سید علی قوم سید ساکن [illegible] پرگنہ سندیلا ضلع ہردوئی
ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت [illegible] روپیہ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۹ - اد دسمبر ۱۹۳۵ء بوقت ۱۰ بجے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعویٰ مدعی مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے حضور کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جوابدہی کے تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز انکو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۳ - ۱۰ دسمبر ۱۹۳۵ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

وقت حاضری بدفتر ۱۰ بجے سے چار بجے تک

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

کہ جس کا فرانسیسی نام ایلاشیپل ہے۔ اور اُس کا تلفظ اکیسلاشیپل کرنا یہ خواجہ صاحب کی جوابیت ہے۔ تیسری غلطی یہ ہے کہ آخن کو صوبہ لکھا ہے حالانکہ وہ ضلع ہے یعنی نمبر او ۲ قائم کرنا محل اعلال تھا۔ لکھنا چاہیے تھا کہ ایک شہر کا نام اور اسی نام کا ضلع بھی ہے۔ چوتھے یہ کہ فرانسیسی اور جرمن تلفظ کا ذکر کیا اور انگریزی تلفظ آکن اوڑا دیا۔ پانچویں اس شہر کی شہرت کے جو اسباب ہوئے سب ہضم کر گئے۔ اول یہ کہ یہ شہر جرمنی کا دارالسلطنت رہا ہے۔ دوئم یہ کہ یہاں شارلیمین کی قبر ہے سوم یہ کہ یورپ کی جنگ عظیم کے موقع پر جرمنی نے اسی مقام سے بلجیم پر حملہ شروع کیا تھا۔

اگر حضرت سلامت کو یورپین شہروں کے نام درج کرنیکا شوق ہوا تھا تو آخن کے سے تاریخی اور مشہور مقام کے حالات اختصار ہی کے ساتھ درج کر دیتے صرف یہ لکھ دینا کہ یورپ میں واقع ہے بیکار ہے۔

بی جامع اللغات صاحبہ عرف لغات النجاب نے پچاس سے زائد کتابوں سے دانہ بدلنے کے بعد بھی انڈے دیئے تو خاکی۔ (باقی آئندہ)

ماف

نہ محقق بود نہ دانشمند
چار پائے بروکتابے چند

پس پردہ

ایک ہفتہ گزرا ایک پرانے دوست سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ میری پریشاں حالی اور بیکاری پر اس کو بہت ترس آیا پوچھنے لگے۔

"تم سنیما میں بھی کچھ کام کر سکتے ہو!"

اس سوال پر تو میں نے آج تک غور نہیں کیا تھا مگر فی البدیہہ جواب تراشا۔

"درپردہ بہت سے کام۔ اداکاروں کے چہروں پر پوڈر کریم ڈرامی مونچھیں لگا سکتا ہوں۔ اُن کا خط بنا سکتا ہوں بال تراش سکتا ہوں۔ اس کے علاوہ فوٹوگرافی رنگ سازی مصوری سے واقف ہوں۔ گانا بجانا۔ ناچنا بھی جانتا ہوں۔ رہا اداکاری کا۔ تو ہیرو اور ہیرو کے باپ کا۔ بدمعاش یا اس کے یار غار کا پارٹ خوب ادا کر سکتا ہوں۔ اگر موقع پڑ جائے تو ہیروئن یا اس کی سوت کا پارٹ بھی ادا کر دوں گا۔"

میرے دوست۔ میں آج کل ایک سینما کی کمپنی میں ملازم ہوں۔ اگر تمثیل کے لیے کوئی قصہ لکھ دو تو اچھے دام پر بکوا دوں۔ اسی طرح تم کمپنیوں میں روشناس ہو جاؤ گے اور کیا عجب جو مستقل مصنف ہو جاؤ۔

یہ سنتے ہی میں بے حد خوش ہوا۔ گویا کہ میرے دوست نے کہہ دیا کہ تمہارے نام لاٹری نکلوا دوں گا یا وعدہ کرتا ہوں تم کو قطبی بنا دوں گا۔ میں نے فوراً کہا۔ سنیما کے لیے میں قصہ تو بہت عمدہ لکھ سکتا ہوں یہی نا کہ ہیرو بے انتہا بہادر ہو۔ شیر کو پچھاڑ دے۔ ہاتھی کو ٹیک دے۔ مگر عاشق ہوتے ہی ایسی حالت ہو جائے کہ ماہیان دریا و مرغان صحرا کو رحم آ جائے۔ ہیروئن اتنی نیک ہو کہ راہگیروں کے حکم کی فرمانبرداری کرے۔ اپنے نوکروں چاکروں کی خدمت گزاری کرے رقیب ایسا بدمعاش ہو کہ ہیروئن کو زبردستی اٹھا لے جائے اور اس کے کباب بنا کے کھا جائے وغیرہ وغیرہ۔

ہیرو اور ہیروئن آپس میں ہمیشہ پیاری پیاری کہہ کر باتیں کریں۔ جب ہجر کی طویل راتیں ہوں۔ تو تنہائی میں ایک دوسرے کا نام کئی کئی دفعہ لیکر پکاریں۔ مثلاً فرہاد ٹھنڈی سانس بھر کے "شیریں، شیریں، شیریں" شیریں فرہاد، فرہاد، فرہاد۔ یہی نا کہ مکانوں، بازاروں اور دوکانوں میں جو چیز ہو وہ نئی ہو۔ اور قرینے سے سجی ہو۔ معلوم ہو کہ ہماری دنیا ایک آراستہ پیراستہ عجائب خانہ ہے۔ اداکاروں کے لباس بہت نفیس اور عمدہ ہوں گھراُن کے کپڑوں پر نڈیوں کو رشک آئے۔ بعضوں کی تراش خراش دیکھ کر امیرزادے غار کھائیں۔

میرے دوست۔ کپڑوں مکانوں وغیرہ سے تم کو کیا واسطہ۔ یہ تو ڈائرکٹر کا کام ہے۔ تم کو تو صرف قصہ لکھنا ہے۔ مگر ساتھ ہی ذرا اس کا خیال رہے قصہ روکھا پھیکا نہ ہو۔ جذبات میں جوش و خروش حد سے سوا ہو۔ واقعات میں تلاطم اور حرکات و سکنات میں سنسنی خیزی ہو۔ مختصر یہ کہ جو بات ہو ایسی ہو کہ دیکھنے والے کو گرفتار حیرت کرے۔

میں۔ ایسا ہی بالکل ایسا ہی قصہ ہوگا جب کہو تیار کرکے دیدوں۔ اگر ایک ہفتہ بھی مہلت مل سکے تو کیا کہنا۔ میں تھوڑی بہت تیاری بھی کر لوں گا اور پھر قصہ میں زور بھر دوں گا۔

دوست۔ مہلت تو ایک ہفتہ کی مل سکتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ آج سے ٹھیک ساتویں دن تم قصہ تیار کر کے دفتر میں دے جاؤ دیکھو پابندی شرط ہے کیونکہ ہم لوگ قصہ کا ایک ہفتہ سے زائد انتظار نہیں کر سکتے۔

میں۔ ضرور ضرور۔ آج سے ساتویں دن قصہ مجھ سے لے لو۔ کیا مجال جو ایک گھنٹے کی بھی تاخیر ہو جائے۔

دوست۔ اگر قصہ خراب نکلا یا وعدہ کی پابندی نہ کی تو پھر سخت بدنامی ہوگی خیال رہے۔

میں۔ کیا مجال جو تمہاری بدنامی ہو۔

اُدھر دوست رخصت ہوئے ادھر میں نے افسانے کی تیاری شروع کر دی۔ ہیرو کے کردار کی تعمیر کرنے کو بلی اور چوہے کا شکار دیکھا نیولے اور سانپ کی لڑائی دیکھی

یہ امر طے شدہ ہے کہ ہمارا ایک غلط قدم بھی خوفناک ہے

پھر آپ کشتی زندگی کس راہ پر چلا دیا۔
آپ جملہ رموز زندگی معلوم کرنے کے لیے
راہ راست حاصل کرنے کے لیے
ہمیشہ تندرست [illegible] کے لیے
اپنے خاندان کو خوشحال بنانے کے لیے
آج ہی ایک کارڈ [illegible]
کام شاستر مفت طلب [illegible]
آتشک نگرہ فارسی [illegible]

M. B. K.

جواب ایڈریس لکھنؤ میونسپلٹی از بانی حضرت وائسرائے

"پاشویہ بغرض تسکین حرارت دماغی"

مخاطب خاص مگر خطاب عام :- بی صاحب مجھے معلوم ہے کہ تم ہمیشہ دوا کرنے میں کچی ہو مگر حکیموں کا خیال ہے دار لحسن تلخ است دفع مرض۔ اصلاحات کڑوی ہونے کے سبب تلخ سہی مگر یہ اگلی پچھلی بیماری کا علاج ہیں۔ افسوس میں نہ ہونگا جب انھیں دواؤں کے استعمال سے ہنسی کھیلتی ہو جاؤ گی۔"

[illegible]

سنہ ۱۹۳۹ء جاری شدہ

نمبر ۱۳۹ لکھنؤ ٹیلیفون

پتہ تار "حنا" لکھنؤ

شاخ حیدرآباد دکن

دہلی

صوفی علی محمد علی

موجد عطر حنا لکھنؤ

M. ALI

ہیرو بننے کے کردار کے لیے چند ہفتے جیل میں بسر کی۔ وہاں کی نیک ہندیوں کی غربا پروری اور ہر شخص کو خوش رکھنے کی قدرت سے سبق لیا۔ کچھ والنٹیروں کی صحبت سے خیال کی بلاغت گاندھی کی تعلیم کتیا سے حاصل کی کہیں گھر سے میدان کارزار کا نقشہ لیا۔ چونکہ وہاں سے جیل خانے کا تخیل حاصل کیا۔ واقعات میں دلآویزی پیدا کرنے کے لیے شہر کے مداریوں سے راہ و رسم پیدا کی۔ دیوتاؤں کے محیر العقول کارنامے اور بزرگوں کی کرامتیں یاد کیں۔ بچاس روز میں افسانے کے لیے کافی مسالا جمع کر لیا۔ یعنی رات ایک موجودہ زمانے کے فرہاد کا قصہ لکھ ڈالا۔ اور دوسرے دن لے جا کر دفتر میں دیدیا۔

گھر بہت خوشی خوشی واپس اور بیوی کو یہ خوشخبری سنائی۔ واللہ اس بیکاری میں آدھو سیر آٹے سے لگ جانے کی امید بھی کیا ہوتی ہے۔ فوراً تھیں آخریں۔ نند نیاز بہنی۔ بچے کھوے گئے۔ خدائی رات ہوئی۔ دوسری طرف میں خیالی قلع تیار کر رہا تھا کہ میرا جب قصہ نکلے گا تمام ہندوستان میں شور ہو جائیگا۔ میری شہرت ہو جائیگی۔ دن بھر میں سیکڑوں فرمائشیں آئیں گی۔ مگر میں فی قصہ ایک لاکھ سے کم ہرگز نہیں لوں گا۔ کیا معنی کہ کمپنی والے میرے قصوں کی بدولت کروڑوں کمائیں اور میں بھوں کہ ایک لاکھ سے کم لیتا ہوں۔ فلموں کی کامیابی دیکھ کر نئی نئی کمپنیاں قائم ہونے لگیں گی۔ رفتہ رفتہ ہندوستان کی ساری آبادی یہی کاروبار اختیار کرے گی۔ اس طرح ہندوستان کی بیکاری اور مفلسی کا بھی علاج ہو جائے گا۔

صبح تڑکے ایک چپراسی فلم کمپنی سے آیا کہ چلیے آپ کو منیجر صاحب بلاتے ہیں۔ میں فوراً تیار ہو کر اسی کے ساتھ روانہ ہو گیا مگر دل ہی دل میں بہت خوش تھا کہ چلو اچھا ہوا صبح ہی صبح بھینی ہوگی۔ مگر وہاں پہونچکر جو منظر دیکھا اس سے میرے رہے سہے حواس گم ہو گئے۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ایک طرف تو منیجر صاحب منہ پھلائے بیٹھے ہیں اور دوسری طرف میرے دوست آگ بگولا بنے کمرے میں ٹہل رہے ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی ان کی آنکھوں سے چنگاریاں اڑنے لگیں۔ میں نے اطمینان حاصل کرنے کو سگرٹ سلگا یا کرسی کھسکا کر آرام سے بیٹھ گیا اور انتظار کرنے لگا کہ دیکھوں یہ لوگ کیا شگوفہ چھوڑتے ہیں۔

میرے دوست۔ یہ تم کیا لکھ کے لائے ہو۔ میں شرطیہ کہتا ہوں کہ جتنا تعجب، حیرت، استعجاب، اور ناممکن باتوں کا عنصر اس قصے میں ہے کسی فلم میں نہیں نکل سکتا۔

انھوں نے مارے غصے کے کوئی جواب نہیں دیا تب تو میں نے سمجھانے کے انداز سے کہا آپ ذرا فلم تیار کر کے تو دیکھیں۔ پبلک اسکو اتنا پسند کریگی کہ دو دو تین تین سال ایک ایک شہر میں دکھایا جائے۔

دوست۔ کیا خاک تیار کریں آپ ہیرو کے خصوصیات یہ بیان کرتے ہیں۔ بندوق کی چلتی گولی کو ہاتھ سے پکڑ لیتا ہے چھٹتی توپ میں بانس اڑا دیتا ہے۔ تاڑ سے لٹکے سے سر لگاتا ہے۔ ادھر جلاب لیکر دمن کھچڑی کھا جاتا ہے۔ اس سے شیریں فرمائش کرتی ہے کہ میں وہیل مچھلی کا تازہ گوشت ناشتے میں کھایا کروں گی تو یہ ہمالیہ پہاڑ کاٹ کر بحر منجمد شمالی سے ایک دریا لانے کا عزم بالجزم کر لیتا ہے۔ اور ایک ہفتہ کے اندر اپنے ارادے کو تکمیل تک پہونچا دیتا ہے۔

میں۔ تو صاحب اسمیں کیا خرابی ہے سب ہی ہیرو ایسا کرتے ہیں۔ ہیرو تو ہیرو ہیروئن بھی اتنی بہادر ہوتی ہیں اگر شک ہو تو "راج رانی میرا" دیکھ لیجیے۔

دوست۔ موجودہ زمانے کے فرہاد کا حال یہ ہے کہ بھیڑیے کو بھوکا دیکھکر اپنی ٹانگ کاٹ کر کھلا دیتا ہے ہمدردی کا یہ عالم ہے کہ اپنے ایک دوست کو کانا پاکر اپنی آنکھیں پھوڑ ڈالتا ہے۔

میں۔ صاحب میں نے ہزاروں ہیرو دیکھے ہیں جو اس سے زیادہ محیر العقول کارنامے کر سکتے ہیں۔

دوست۔ آپ ہیرو کی بہادری کا یہ عالم دکھاتے ہیں کہ موت آنے کی ہزاروں ترکیبیں کرتا ہے مگر نہیں آسکتی فرہاد کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے شیر نگل جاتا ہے۔ مگر یہ شیر کا پیٹ چاک کر کے نکل آتا ہے۔ ایک دفعہ اس کو دشمن گرفتار کر لیتے ہیں اور گولی کا نشانہ بنانا چاہتے ہیں۔ اسوقت موت کالی دیوی بنکر زمین میں گھنگھرو باندھ کر ناچتی گھومتی ہے مگر عین اسوقت جب ہیرو پر فائر کی سینے کی طرف سیدھی ہوتی ہے ایک گدا آکر فرہاد کو اٹھا لیجاتا ہے اور اس طرح وہ موت سے نجات پاتا ہے۔

میں۔ ایسے اتفاقات سینما میں ہوتے رہتے ہیں آپ نے "ایک دن کی بادشاہت" فلم دیکھا ہوگا اگر ایک کے

کٹ جانے سے قیدیوں کا بھاگنا ممکن ہے تو کیا ایک گدھا ایک غریب مسکین بے کس ہیرو کو نہیں نجات دلا سکتا۔ ایسے ویسے اتفاقات پر آپ اعتراض نہیں کرتے اور میں جو ذرا سے اتفاقیہ دکھاتا ہوں تو اس پر اعتراض ہوتا ہے۔

دوست۔ اتفاقات اتفاق۔ موت جا کر عزرائیل کے سامنے اپنی پے در پے ناکامیوں پر گریہ و زاری کرتی ہے۔ موت کا بادشاہ اس پر ترس کھا کر خود مقابلے کے لیے تیار ہو جاتا ہے اور گرز گراں سے مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار فرہاد کے مقابلے پر جاتا ہے۔ اتفاقاً اس وقت فرہاد غیر مسلح ہوتا ہے مگر دشمن کو دیکھ کر پھونکیں مارنے لگتا ہے جس سے ایسی تیز آندھی چلتی ہے اور وہ شدت ریاح ہوتی ہے کہ ملک الموت کے گھوڑے کے سم زمین پر جمنا مشکل ہو جاتے ہیں اور غریب گھبرا کر زندگی میں پہلی بار بھاگتا ہے۔

اس شان و شوکت کے باوجود جب عاشق ہوتے ہیں تو کوچہ معشوق میں عجب شان سے جاتے ہیں۔ پاؤں میں آبلے پڑے پیپ بہتی۔ کپڑے بیچ بچائے۔ دھوتی مار مار سر جھاڑ منہ پھاڑ۔ آنکھوں سے کیچڑ ناک سے رطوبت بہتی۔ زرد زرد دانت منہ سے جھانکتے خاک پھانکتے ہلڑے مارتے ہائے وائے کرتے گاتے پھرتے ہیں۔

میں۔ معاف کیجیے گا آپ نے فلم تیار تو ضرور کرائے ہونگے مگر کبھی دیکھے نہیں۔ ابھی میں نے اس سے زیادہ دلچسپ حالت میں ہیرو کو دیکھا ہے۔ اچھا صاحب ہمارا ہیرو خراب سہی ہیروئن تو اچھی ہے۔

دوست۔ بڑی اچھی ہے بڑی اچھی ہے آپ لکھتے ہیں کہ ہندوستانیں ۳۰ برس کی عمر اور اس کے عاشق تھے بھلا بتائیے کوئی تک ہے۔ ۳۰ برس کی عمر تو ٹھہری ہندوستان کی کل آبادی میں عورتیں بچے بوڑھے زنانے اور بیمار سبھی شامل ہیں۔ اتنے عاشق کہاں سے آئے۔

میں۔ فلم دیکھتے وقت لوگ آپ کی طرح منطق سے کام نہیں لیتے کیا ہی اچھا ہو اگر لوگ ایسا کرتے ہوتے تو آج ہندوستان کی سب کمپنیاں بند ہو جائیں اور انکی جگہ دوسری کمپنیاں کھل جائیں۔

دوست۔ شادی سے قبل موجودہ زمانے کی شیریں کی دوست نوازی کا یہ عالم ہے کہ روزانہ صبح کو دوستوں کے نام پر قرعہ اندازی کی جاتی ہے اور اس طرح صرف ایک ہزار کی قلیل تعداد کا انتخاب کر لیا جاتا ہے جو شرف ملاقات۔۔۔

فیضیاب ہوتی ہے۔ خود پسندی کا یہ عالم ہے کہ آئینہ تک سے نفرت ہے۔ مقدرن اتنی کہ جب ماں باپ اسکی فرمائش پر سامان کے تار نہ مہیا کر سکے تو بلاپوش کیٹ ۱۵ سے فرمائش کرنے کی التجا کرتی ہے۔ ادھر دفعتاً شادی کے بعد ایسا انقلاب ہوتا ہے کہ آدمی سے جانور بن جاتی ہے سر پر سینگ نکل آتے ہیں منھ لمبا ہو جاتا ہے۔ چار تھن لٹکنے لگتے ہیں۔ چار سم اور پیچھے دم پیدا ہو جاتی ہے۔

میں۔ صاحب یہ تو ایک لطیف علمی کنایہ ہے۔ مراد اس سے یہ ہے کہ وہ تقریباً مختصر نیکی کی گائے ہو جاتی ہے یہ لطافت ادا میں نے ہزاروں فلموں میں دیکھی۔ اسی کا نام ہیرو کی تنی ہے۔ اور شائقین اسکو بہت پسند کرتے ہیں۔

دوست۔ آپ شیرین کی نیک لی یوں دکھاتے ہیں کہ ناک کی رانی بن کر دو لونڈیوں غلاموں کا کام خود کرتی انکو پلنگ سے ہلنے تک نہ دیتی بہشتی باورچی بھنگی سب کو آرام کا حکم دے رکھا! دریا اٹھا سارا کام اپنے ذمے لے لیا اس کمال کی معراج یوں ہوتی ہے کہ اپنے لڑکے کے ختنے کے موقع پر بھی دو نائی کو تکلیف نہیں دیتی خود ہی بیچاری سر وتے سے کام نکال لیتی ہے۔ سخاوت کا یہ عالم ہے کہ اپنی بوٹیاں کاٹ کر چیل کوؤں کو کھلا دیتی ہے۔ اپنے بچوں کو چھوڑ کر دوسرے بچوں کو دودھ پلاتی ہے انکی پرورش کرتی ہے۔

میں۔ اگر آپ کو ان ہی باتوں پر اعتراض ہے تو مہربانی فرما کر اس زمانے کے چوٹی کے فلموں ہی کو دیکھ لیجیے "ایجوکیٹڈ وائف" "دیوداس" وغیرہ ان کی ہیروئنوں میں یہی خوبیاں ہیں اگر سر مو فرق ہو تو میں اپنے قصہ کا نام پھر نہ لوں۔ (باقی آئندہ)

راف

افلاطون وقت

مولانا پنچ کی نوٹ بک

رمضان کے سحر خیزیے اور الکشن کا پروپگنڈا

تا دھن دھنا تا دھن تنا یہ تو ہوئی ڈھولک کی آواز جو ہمیں بیچ رات کو روزہ داروں کے سرگہی کھانے کی نوبت ہے اسی تال پر لوگ کچھ خوش گلوئی کا نمونہ بھی دکھاتے ہیں اس سے روزہ کسی قدر سوندھا ہو جاتا ہے۔

چھن چھن کنگن محل بنا یا لوگ کہیں گھر میرا دوست نا گھر میرا نا گھر تیرا چڑیا رین بسیرا دوست

کچھ غزل بھی اس کی حلاوت بڑھا جاتی ہے مثلاً:۔

"روزہ دارو واللہ کے پیارو تین بجے ہیں کچھ کھا کے سوؤ"

مگر اب کے رمضان مبارک کا اور وہ موسم جسے الکشن کا موسم کہتے ہیں لہٰذا اس دھن نے نغمہ سرائی اور نصیحت کے بعد چند مطلب کے ان لوگوں نے اس میں بڑھا دیے ہیں جو قابل توجہ ضرور ہیں مثلاً:۔

"بھائیو تمھیں اپنے روزے کی قسم ہے..... صاحب کو ووٹ دینا" "ہمیں چوٹ نہ دینا"

ترکیب تو بری نہیں مگر اس میں ایک کسر رہ گئی وہ کیا؟ اگر امیدوار صاحب کھیر کی ہنڈیاں اور دودھ بھیجے کے بیلے بھی گھر بھیجے ایک ایک بانٹیں تو پھر درخواست مشکل سے رد ہو کیا معنی کہ وہ لڑ دودھ شریکے (رضاعی) بھائی بن جائیں گے کم لوگ ایسے ہوں گے جو کھا کے غرّاتے ہوں۔

قومی روزانہ اخبار کانپور۔ یہ ایک نیا روزنامہ شروع ہوا ہے باہتمام سید محمد اسمعیل صاحب ذبیح نکلا ہے۔ معلوم ہوا کہ دیرینہ اخبار نویس ہیں اعتبار ترتیب مضامین خوبی طبع خاصا اخباری کاغذ ہے۔ اور بالکل اسلامی پرچہ آجکل ہمارے شہر سے اردو روزنامے نکل رہے ہیں مگر یہ دیکھکر تعجب ہوا کہ باوجود ڈاکخانہ میں رجسٹری نہ ہونے کے اس کے عنوان پر "جلد ۲ نمبر ۲" چھپا ہوا ہے۔ کے آمدی کے بیر شادی ہے تو ہر شخص کو اختیار ہے کہ ہر ہفتے جلد کا نمبر بدل دیا کرے لیکن اشاعت کا نمبر کس طرح ہو گیا جبکہ "نسبت آغاز بحضور خالق آغاز" کے عنوان سے پہلا افتتاحی مضمون اسی نمبر میں ہے اور پالیسی کے تفاصیل بھی اسی نمبر میں بیان ہوئے ہیں۔ کانپور کی ہوا اکثر روزناموں کے موافق نہیں آئی اس لیے ہمارے دوست ذبیح صاحب کو پہلے ہی دعا مانگنی چاہیے تھی کہ ہوا راس آجائے خیر ہم خوش ہیں۔ کہ مستقل جریدہ نگاری میں ایک اور ذبیح ہمارا شریک ہو گیا۔ قیمت سالانہ دس روپیہ۔

REGISTERD No A 63
LUCKNOW,
DHPUNCH
قیمت فی پرچہ
دو آنے
(۲/)
۱۹۳۵
اودھ پنچ
قیمت پیشگی اندرون ملک
سالانہ
ششماہی
سہ ماہی
M.B Khan Artist
Bogawan Lucknow

دوسرا عمل کرنے والے ہیں۔ بیگم صاحب بیچاری یہ منحوس خبر سنتے ہی پریشان ہو گئیں۔ مگر وفادار غلام نے کہا آپ گھبرائیے نہیں یہ غلام ایک جادو جانتا ہے۔ اسے لیجیے یہ استرا۔ رات کو جب میاں آرام کر جائیں تو سر کے دو چار بال مونڈ کے مجھے دیجیے میں پھر ان پر منتر پڑھ کے آپ کر دیدوں گا۔ انشاءاللہ ہمیشہ ان کی چوٹی آپ کے پاؤں تلے دبی رہے گی کیا مجال جو پھر آپ کی طرف سے کبھی آنکھیں پھیریں۔ پانی بھر وائیے۔ چوکی پر لوٹا رکھوا کے بھاگ کے لگا لیجیے۔ ادھر استرا بیگم صاحب کے حوالے کیا ادھر میاں سے کہا خداوند آج میرے نئی بات دیکھی ہے۔ جب آپ گھر میں نہیں تھے تو کوئی صاحب تشریف لائے بیگم صاحب سے دیر تک باتیں ہوئیں۔ بس میں نے اتنی بات بیگم صاحب کے منہ سے سنی کہ آج رات سمجھ لوں گی۔ میاں جاتے کہاں ہیں۔ تو حضور ذرا ہوشیار رہیے گا۔ یہ روح فرسا خبر سنتے ہی میاں کی سٹی بھولی۔ پلنگ پہ جو لیٹے تو نیند اڑ گئی۔ آنکھ بند کیے مست ملنگ پڑے تھے کہ بیگم نے استرا نکالا میاں سمجھے کہ اب موت آئی استرے کے آئینہ میں جلوۂ مرگ نظر آیا جھٹکی دے کے استرا چھینا۔ اسی استرے سے بیگم صاحب کی ناک اڑا دی۔ بات بڑھی بیگم کے میکے اور میاں کے قبیلے میں میدان داری ہوئی۔ طرفین کے آدمی کام آئے۔ غلام الگ کھڑا تماشا دیکھتا رہا۔ نہ میاں رہے نہ بی بی۔ بس ایک نعرے میں آزادی کا پروانہ حاصل۔ مگر آپ جانیے ایسوں کی رسی دراز ہوتی ہے۔ غلام آج تک زندہ ہے صورت کا پلٹ گئی ہے یعنی کالب بھی بگو کا غذی ہے بدل گیا عرب کی سرزمین چھوڑی ولایت کی بستی اختیار کی۔ رشدہ رشدہ مانچسٹر اور چیمسفورڈ کے ہاتھ لگا ان لوگوں نے اصلاحی اسکیم کی صورت میں اہل ہند کے حوالہ کیا۔ قیمت بھر پور لی اور یہ بھی نہیں بتایا کہ اس غلام میں کیا کیا عیوب ہیں۔ آپ جانیے میاں ہندوستان تو انگور کے باندھے گا نٹھ کے پورے نئے ہیں انھوں نے فوراً بقول بی ظہورن کے اللہ آمین کر کے ان کی آؤ بھگت کی۔ اب غمازی و تمامی کا دور دورا ہے آدھا تیتر آدھا بٹیر۔ آدھے میں اب گھر (قومی مصارف) آدھے میں سب گھر۔ ایک کی سائی دو دوسرے کو برائی۔ بکی ہوئی چیز واپس نہیں ہو سکتی۔ جب ان کے عیوب کی شکایت کی جاتی ہے تو جواب ملتا ہے یاد رہے اس غلام میں کوئی عیب نہیں تم ناحق ناک بھوں چڑھاتے ہو۔ اجی اسے آزما کے دیکھو یہ عجب نایاب شے ہے۔ ایسی متاع گرانمایہ تم نے کبھی نہ دیکھی ہوگی۔ اور ہاں سنو تو سہی ہم نے غلام بیچا تمہارے زیور تو اپنے ہاتھ سے ہمارے حوالے کر دو۔ بعض افسروں کی تنخواہیں اور پنشنیں اس غلام کے قبضے میں نہ رہنی چاہییں ہمارا ہی غلام اور ہم اس کے رحم پہ اپنے تئیں چھوڑ دیں یہ کیونکر ممکن ہے۔ جس وقت خریداری کا معاملہ طے ہو رہا تھا اسی وقت ہم نے کہا تھا کہ یارو یہ چوٹ مول نہ لو یہ فتنہ ہے اس کی خریداری جان کا وبال ہوگی مگر تدید سے ترم فروشوں نے ایک نہ سنی۔ وہی مثل ہے "بھیک مانگنے چلے تھیلی ساتھ" تم خود غلام ہو غلام کی ضرورت نہیں۔ حکومت کی اگلی روش اس بیہودہ دو عملی سے کہیں اچھی تھی مطلق العنان حاکم آتے تھے اگر سخی ہوئے تو کچھ خیرات دے گئے اگر بخیل ہوئے تو چپت لگا کے جو کچھ پسند آیا لے بھاگے۔

بالفعل دو صورتیں نظر آتی ہیں یا تو اس غلام کے کارن ناک کان جان پر بن جائے گی یا پھر یہ غلام ہی بورہا بدھنا سمیٹ کے جدھر سینگ سمائے چلتا دھندا کرے گا۔

وزیر ہند صاحب آج مجلس آئین ساز ہند یا گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ سے پنشنوں اور تنخواہوں کے اختیارات سلب کرنا چاہتے ہیں۔ یہ مسودہ انگلستانی پارلیمنٹ میں پیش ہونے کے بعد یقیناً پاس ہو جائے گا۔ پھر ایک کمیٹی ولایت میں بنے گی جو رفتہ رفتہ دوسرے حقوق پر دانت لگائے گی۔ یہ اصلاحات نہیں ہیں کرایہ کا جہیز ہے۔

"کرن پھول مانگے کے ہیں"

"منکا خالی دکھاوے کے لیے پڑوس سے مانگ کے دیدیا تھا"

"چاندی کا پلنگ مہاجن سے جا کر لایا تھا"

"کارچوبی پائجامہ پرایا ہے"

اجی یہ اصلاحات نہیں ہیں۔ نری کوفت ہی کوفت ہے ناحق کی چوٹ مول لینے سے کیا فائدہ؟ فیاضی کا تو یہ حال ہے کہ کچھ نہ دینے پر واپس لینا چاہتے ہیں۔ اور احسان جتانے کی یہ حالت کہ زندگی دو بھر کر دی ہے۔ ہم! وہ ہیں جنھوں نے عالم کو خاک سے پاک کیا۔

خاکسار ادیار الملک

نوٹ:۔ بیع مشروط اگرچہ قانوناً و شرعاً دونوں طرح ناجائز ہے یعنی بعد کسی چیز کے بیچ ڈالنے کے پھر وہ شئے خریدار کی ہے اور مالک اول اس کے استعمال میں دخل دینے کا حق نہیں رکھتا۔ مگر لارڈ ریڈنگ انگلستان کے لارڈ چیف جسٹس تھے۔ اور لارڈ برکن ہیڈ سالسٹر جنرل رہ چکے ہیں۔ دونوں ہیں قانونی کیا عجب ہے کہ بیع ناجائز بھی نہ ہونے پائے اور اس فروخت شدہ مال پر جسے اہل ہند نے جنگ عظیم میں جان مال فدا کرنے کے عوض حاصل کیا ہے شرطیں عائد کرنے کا حق بھی حاصل کرلیں۔

"پنچ"

جنگ زرگری

ایک سنار نے کسی گاہک کا مال اس حیلے سے ٹھگ لیا کہ جب وہ مانگنے آیا تو سنار صاحب خنجر لے کے سنارنی پر پل پڑے وہ پہلے سے سکھائی پڑھائی تھی کہتے لگی کٹھری میں بندھا تھا کتا اٹھا لے گیا۔ اب حضرت بھر گئے۔

نکلنے والے دو طرے۔ ہر ایک سمجھتا ہے کہ کیوں بیچاری کی جان لیتا ہے۔"

سنار:۔ ابھی میں اس کی جان نہ لوں تو کیا کروں تھوڑی دیر میں یہ حضرت جن کا مال گیا ہے قاضی کے یہاں لے جائیں گے وہ معلوم نہیں قید کرے یا کوئی اور سزا دے۔ اتنی پونجی نہیں کہ ڈانڈ (تاوان) بھروں بس اب اس کی اور اپنی جان ایک کرنا ہی صلاح ہے۔

روتے جاتے ہیں اور خنجر تیز کرتے جاتے ہیں۔ آخر ذبح پر تل گئے غریب گاہک نے مال سے ہاتھ اُٹھایا۔

رسوا ہوا خراب ہوا مبتلا ہوا
کیا جانیے کہ دیکھتے ہی مجھکو کیا ہوا

سنتے ہیں کہ مہاراجہ اندور عشق کے بجوگ میں پھنسے اور اب پانچ برس کے لیے وطن چھوڑ لندن آباد کریں گے سچ ہے یہ آسمان سے اُترا سزا تھی جو حکومت نے ان کے واسطے تجویز کی "اپنا مارتا ہے تو چھاؤں میں بٹھاتا ہے"۔ مگر ہمیں اس سزا میں مالی خرابی کے پہلو دکھائی دیتے ہیں۔ پانچ سال تک لاکھوں روپیہ انگلستانی ہوٹلوں اور سوداگروں کے کام لگ جائیں گے ریاست ہے مفلس۔ دیکھیے ممتاز جان بھی راجہ صاحب کی مشایعت میں شریک ہوتی ہیں یا نہیں۔

حکایت

عمرابن میمون کہتے ہیں کہ میں ایک روز کوفے کی سیر کر رہا تھا ایک کوچے سے ہو کے گزرا تو دیکھتا کیا ہوں کہ دو آدمی لڑ جھگڑ رہے ہیں سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ان دونوں نے ساجھے کی ہنڈیا پکائی تھی یعنی کلے کی نہاری میں آدھم ساجھا کیا تھا جب دونوں کھانے سے فارغ ہو چکے تو ایک شریک نے چچوڑی ہوئی ہڈیاں سمیٹیں اور اٹھا ڈھیر اپنے دروازے کے سامنے لگا دیا۔ دوسرا شخص جھلّایا۔ واہ ساجھے کی تو ہنڈیا پکائی اور اس حشمت و شوکت کی علامت کا تنہا وارث بن بیٹھا۔ اب راہ چلتے ڈھیر دیکھ کے کہیں گے کہ بھئی ہاں دیکھو یہ امیر کا گھر ہے جب تو کلے کی ہڈیاں دروازے پر جمع ہیں۔

اگر ہم اصلاحاتی کمیٹی کی رپورٹ کو جس کا دوسرا نام ڈیمن رپورٹ مشہور ہے ہڈیوں کے ڈھیر سے تعبیر کریں تو ہمیں نہارے کی جان کی قسم ہرگز کسی کو حق نہیں کہ ہمیں جھوٹا کہے فرق صرف اس قدر ہے کہ نہاری سے لڑنے والوں نے کھا کے اپنا پیٹ بھر لیا تھا یہاں خالی چوسی ہوئی ہڈیوں پر لوگ لڑ رہے ہیں۔

جس قانون کی رو سے کونسل کی تمام کارروائی مسترد کر دینے کا حق گورنر یا گورنر جنرل کو ہر وقت حاصل ہے اس کی موجودگی میں کسی اصلاح کا نام "اصلاح" رکھنا انصاف کی گردن پر کند چھری پھیرنا ہے۔ خواہ دوغلی حکومت ہو یا تخییب الطرفین۔

حکایت

بعض کتب امثال میں روایتاً ایسے چند کنجوسوں کی حکایت درج ہے کہ وہ ساجھے میں گوشت پکاتے تھے مگر ہر ایک اپنے حصے کی بوٹیاں تاگے میں پرو کے اور کوئی نہ کوئی پہچان کر کے ہنڈیا میں ڈال دیتا تھا۔ جب گوشت تیار ہو جاتا تو ہر شخص اپنا تاگا پہچان کے اپنا حصہ اٹھا لیتا رہ گیا شوربا تو وہ پیمانے سے ناپ لیا جاتا "ناپی ہوئی ناپ شوربے" کی مثل اسی وقت سے چلی آتی ہے۔

اب انھیں کنجوسوں کی روح نے ولایت انگلستان میں جنم لیا ہے۔ ان میں سے ایک ہمارے مہربان لارڈ برکن ہیڈ بھی ہیں جو خزانۂ ہند کی ہانڈی میں یوں ساجھا لگانا چاہتے ہیں کہ بعض عہدہ داروں کی تنخواہیں اور پنشنیں ہندوستانی مجالس قانونی کے اختیار میں نہ رہنے پائیں۔

ہر چند کہ خزانۂ ہند کی ہنڈیا میں ایک بوٹی حضور کے داموں کی نہیں ہے مگر بوٹیاں جن کے انھیں نیلے ڈورے میں پرو لے اور پھر امانت (امانت) نکال لینے کا حق زبردستی حاصل ہے۔ رہی یہ بات کہ بوٹیاں نکال لینے کے بعد شوربا کیا ہوگا یا شوربا ہندوستانیوں کے لیے بلا فکر کے یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا تو یہ مابہ البحث ہے۔ ممکن ہے کہ لارڈ ریڈنگ کی ملاقات کے بعد آخر شوربا پیمانہ بھی تیار ہو جائے۔ بعض صاحبان رائے کہتے ہیں بوٹیوں کا ہار اسی لیے گوندھا جا رہا ہے کہ گورا گورا حق محفوظ ہو جائے تو نئی اصلاحی اسکیم تیار ہو۔ ہم کیا کریں ہمیں تو اس شوربے کی ہڈیاں بھی ٹھوکر لگنے کا اندیشہ ہے۔

حکایت

باپ:۔ کہو بیٹے آج کل تم کون سا سورہ پڑھتے ہو؟

لڑکا:۔ سورۂ لا اقسم بھذا البلد۔

باپ:۔ کچھ پڑھ کے سناؤ۔

لڑکا:۔ لا اقسم بھذا البلد۔ ووالدی بلاولد۔ (آخری ٹکڑا صاحبزادے نے اپنی طرف سے لگایا جس کے معنی یہ ہیں۔ قسم ہے میرے باپ کی جو لاولد ہے)۔

باپ:۔ جھلا کے۔ اپنی جان کی قسم جس نے تیرا سا لڑکا پایا وہ یقیناً لاولد ہے۔

آج کل ہندوستانی ولایتی خیر خواہ جن میں لارڈ ریڈنگ۔ لارڈ ونسٹن لارڈ ڈالیو ر لارڈ میدلم لارڈ برکنہڈ لارڈ ایتھل شامل ہیں ہندوستان کے حق میں جو فکریں کر رہے ہیں اگر ان فکروں کو فرزند نافہمی کے ذیل میں جگہ دی جائے تو ہم بھی یہی کہیں گے کہ اپنی جان کی قسم جس باپ نے ایسے لڑکے پائے ہوں اس کے لاولد ہونے میں کوئی شبہہ نہیں آپ دیکھیے تو سہی ایک طرف مساوات کے راگ گائے جاتے ہیں

تو آپ کی مدد کو کون آئے گا؟ ہاں دس پندرہ منٹ کے بعد جب پولیس کو خبر ہوگی تو وہ آپ کو حراست میں لینے ضرور آجائے گی۔ اور اگر کہیں خدانخواستہ آپ نے یہ ضد برقرار رکھی اور مجسٹریٹ کے سامنے بھی یہی کہتے رہے تو۔ نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ اگر لغت سے ایسی ہی آزادی رہے گی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ بنگالی کہے گا۔

گھاڑیں ناب سوتے ہیں ذالا شتا لتا لکڑی نے
تاکرے سمنے وہ قوم بیجا اس میں نبی ہے نہ سوفے

(غار میں جب چھپے ہیں جالا تنا تھا مکڑی نے۔ تا کہ نہ سمجھے وہ قوم بیجا۔ اس میں نبی ہے نہ چھپے)۔ اور دکھنی کہے گا:۔

"ہم بولا تیمہ کو مین ہونا (ہم بولے کہ قیمہ مہین نہ کرو)۔

اور سب سے زیادہ ہمارا ہندوستانی کرسٹان صاحب لکھے گا کہ یہ ہم نے مذکر مؤنث کا جھگڑا کیا چھیڑا۔ ہام اور ہمارا اسیم دونوں مذکر ہونا مانگتا ہے"۔

اس وقت آپ کیا جواب دیجیے گا؟ کیا پنجاب والوں کے لیے بہت مشکل ہے کہ "مجھے" بولیں۔ آپ کے یہاں بھی تو اُردو کے انشا پرداز ہیں۔ ایک ظفر علی خاں ہی کو لیجیے۔ ان کو تو یہ زحمت نہیں پیش آتی۔

راف

افلاطون وقت

پیش طبیب ملا پیش ملا طبیب
پیش ہیچ ہر دو پیش بحرو ہیچ

(نمبر ۱۲)

پرتگال ۔ ایک ملک کا نام ۔ ۲۔ ایک قوم کا نام۔ ۳۔ ایک قسم کی شراب۔ بی زمزم اللغات صاحبہ کی تحقیق قابل داد ہے۔ تحقیق ہو تو ایسی اور محقق ہوں تو ایسے۔ لکھتی ہیں کہ "ایک ملک کا نام" معلوم نہیں کس جہان میں اور کس براعظم میں اور کہاں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے "ایک قوم کا نام" گویا بغیر حرف یا کے لفظ پرتگال قوم کے معنی دیتا ہے۔ تیسرے معنی "ایک قسم کی شراب"۔ یہ واقعی تحقیق بلیغ فرمائی ہے۔ مہربانی فرما کر بی زمزم اللغات صاحبہ ارشاد فرمائیں کہ اس قسم کی شراب کہاں تیار ہوتی ہے؟ شاید عبدالرشید ملتانی کے زمانے میں گومتی اس قسم کی شراب بنتی ہو۔

پرتگال براعظم یورپ کے جنوبی مغربی حصہ میں واقع ہے اس کے شمال مشرق میں اسپین کا ملک ہے۔ اور لسبن دار السلطنت ہے۔ یہاں انگور کی کاشت زیادہ ہوتی ہے۔ یہاں کی شراب مشہور ہے۔ لہذا اس شہرت کی بنا پر شراب پرتگالی زبان پر آجاتی ہے۔ یہاں کی عمدہ شراب مشہور ہے نہ کہ شراب کی کوئی قسم ہے جو پرتگال کہلاتی ہو۔ کہیں بی گنوار اللغات صاحبہ نے شراب پرتگال یا شراب پرتگالی لکھا دیکھا ہوگا۔ بس لے دوڑیں اور رکھ دیا کہ ایک قسم کی شراب۔ واقعی اس چیز کا ذکر بھی ہوش و حواس پر کچھ نہ کچھ اثر کرتا ہے۔ نشے کی بڑا!

ایڈی کانگ ۔ (انگ) مصاحب۔ رفیق۔ کس قدر تحقیق و تدقیق بلیغ فرمائی ہے۔ ایڈی کانگ انگریزی لفظ نہیں ہے۔ یہ فرانسیسی زبان کا ہے۔ تلفظ ایڈیکان ہے۔ اُردو میں البتہ ایڈیکانگ بولا جاتا ہے۔ جب اس کا وقوف نہیں کہ یہ لفظ انگریزی ہے یا فرانسیسی تو صحیح تلفظ کیا کرسکتے۔ معنی بھی غلط ہیں۔ اصل معنی کا کوئی ذکر نہیں۔ اصلی معنی اس لفظ کے لکھ کر اگر اصطلاحی معنی درج کر دیتے تو ٹھیک بات سب کی سمجھ میں آجاتی۔ ایڈیکانگ اس افسر کو کہتے ہیں جو میدان جنگ میں جنرل کے احکامات اشخاص متعلقہ کو پہونچاتا ہے اور ان کی تعمیل کراتا ہے۔ بادشاہ وقت یا وائسرائے یا گورنر کے ایڈیکانگ ہوتے ہیں جو سفر و حضر میں مختلف کاروبار لائقہ یا رسوم و تقریبات سر انجام دیتے ہیں یا ہم سرکار مراسلت وغیرہ کی نگہداشت کرتے ہیں۔ یہ اصطلاحی معنی ہیں۔

پرمٹا ۔ (انگ۔ آسٹریا کے ایک شہر کا نام جہاں کپڑے کا بڑا کارخانہ ہے) ایک قسم کا ادنیٰ سوتی کپڑا۔ یہ تحقیق بھی قابل داد ہے کہ پرمٹا آسٹریا کا ایک شہر ہے۔ افسوس کہ بی کاکوری اللغات صاحبہ آسٹریا اور آسٹریلیا میں فرق نہ کرسکیں۔ آسٹریا براعظم یورپ کا ایک ملک ہے اور آسٹریلیا خود ایک براعظم ہے جو ایشیا کے جنوب میں واقع ہے۔ انگریزی نوآبادی ہے۔ بی جاہل اللغات نے اس خیال پر کہ وہاں سے کپڑا آتا ہے یہ لکھ دیا کہ جہاں کپڑے کا بڑا کارخانہ ہے۔ اس طرح کے مہمل فقرے لکھ کر کاغذ سیاہ کرنا اس زہر مار اللغات کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ اصل لفظ بھی غالباً معلوم نہ تھا اس لیے تحریر نہ ہوا۔

پرائز ۔ انعام۔ یہ تشریح نہ فرمائی کہ کس قسم کا انعام۔ کیا کاکوری میں ہر قسم کے انعام کو پرائز کہتے ہیں۔

پالش ۔ کیسے بی لغت صاحب باشندہ پولینڈ کو آپ کیا کہتی ہیں۔ ہم تو اُسے پالش کہتے ہیں اور آکسفرڈ ڈکشنری والے بھی ہماری تصدیق کرتے ہیں۔ اب آپ فرمائیے آپ کیوں صفائی و صیقل وغیرہ معنی لکھ کر خاموش ہو گئیں۔

پاٹ ۔ (پاخانے کا طشت۔ چوکی۔

ہندوستانی لفظ پاٹ کے معنوں کے سلسلے میں نمبر ۱ پر یہ معنی تحریر کیے گئے ہیں۔ حالانکہ اسے ایک جداگانہ لفظ قرار دینا چاہیے تھا۔ انگریزی میں پاٹ کے معنی برتن وغیرہ کے ہیں۔ البتہ چیمبر پاٹ کے معنی پاخانے کا برتن ہیں۔ اُردو میں اس کا مخفف صرف پاٹ ہوگیا۔ لہذا اس کی تشریح لغت میں ضروری تھی۔ اور دوسرے معنی لکھے ہیں "چوکی" یہاں بجائے پاخانے کی چوکی کے صرف چوکی لکھ دیا۔ یہ لغت ہے یا ہوٹل کا چیمبر پاٹ۔

پادری ۔ (زبان لاطینی کا لفظ ہے۔ پرتگال سے ہندوستان میں آیا) ۱۔ فقیہہ۔ عالم۔ فاضل۔ دین کا رہنما ۲۔ عیسائی مذہب کا امام۔

قلم ہے کہ شتر بے مہار کہیں لکھا دیکھ لیا کہ یہ لفظ لاطینی ہے۔ بس قلم چل نکلا۔ جتنے الفاظ یاد آئے سب ہی لکھ ڈالے۔

اصل لفظ لاطینی پاٹر تھا اُس سے پادری بنا جس کے معنی باپ کے ہیں۔ چونکہ مذہب عیسوی میں پریسٹ کو باپ کہتے ہیں لہذا پریسٹ کو پادری کہنے لگے۔ مذہب عیسائی میں بھی بت پرستی کا زور رہا ہے لہذا

پرسیٹ کا عیسائی گرجا میں وہی مرتبہ تھا جو ہندو مذہب میں کسی پروہت یا پنڈے یا پوجا پاٹ کرانے والے کا ہوتا ہے۔

جاہل اللغات نے جتنے معنی تحریر فرمائے وہ سب مہمل اور اکثر غلط ہیں۔ پادری کے لیے یہ لفظ استعمال کرنا ہی زمزم اللغات ہی کا کام تھا۔ میں نے پادری کے معنی لکھ دیے۔ اب خود ناظرین انصاف فرمائیں۔ پادری عیسائی مذہب کا امام نہیں ہوتا۔ بلکہ پجاری ہوتا ہے۔ گرجا میں نماز و پرستش کراتا ہے۔

اب اگر کوئی ناواقف اس لغت میں پادری کے معنی فقیہہ۔ عالم۔ فاضل اور دین کا رہنما دیکھ کر کسی مجتہد یا مولانا کو پادری کہہ بیٹھے تو غریب کو بجز شاہ جارج پنجم کے مہمان خانے کے اور کہاں جگہ مل سکتی ہے۔

پمپ۔ ارشاد ہوتا ہے۔ نل۔ پانی کا نل۔ گویا پمپ کے اصلی معنی نل کے ہیں اور بول چال میں پانی کے نل کو کہتے ہیں۔

یہ ہی گنوار اللغات کی انگریزی دانی کی حالت ہے۔ اب اگر آپ آکسفرڈ ڈکشنری اٹھا کر دیکھیں تو آپ کو پمپ کے حسب ذیل معانی نظر آئیں گے۔

۱۔ وہ آلہ جس کے ذریعہ سے پانی اوپر کھینچا جا سکے۔ فی زمانہ اس آلہ کو بھی پمپ کہتے ہیں جس سے ہوائیں کھینچی یا دابی جاتی ہیں۔ ۲۔ مختلف جرحی سوالات کر کے کسی شخص سے واقعات قبلوانا۔ ۳۔ ۱۵۵۵ء سے ہلکے قسم کے نیچی ایڑی والے جوتے کو بھی پمپ کہتے ہیں۔ اس جوتے میں ڈوریاں نہیں ہوتیں۔ شام کی پوشاک کے ہمراہ اور ناچ کے واسطے مخصوص تھا۔ ہندوستان میں کوئی خصوصیت باقی نہ رہی لوگ ہر محل پر استعمال کرتے ہیں۔

پمپ اردو میں بے شک معنی پانی کے نل کے زباں زد ہے۔ اس کی تشریح لازم تھی۔ پمپ بمعنی نل قطعاً غلط ہے۔

پنچ۔ انگلستان کا ایک باتصویر ہفتہ وار اخبار جس میں ظرافت آمیز مضامین ہوتے ہیں۔ لیجیے بس فرصت پا گئے! پنچ اس آلہ کو بھی کہتے ہیں جس سے سوراخ کرتے ہیں یا چھیدتے ہیں۔ ۲۔ کسی شے پر خصوصاً کاغذ یا دفتی یا دھات کے ٹکڑے پر حروف یا نشانات ابھارتے ہیں۔ ۳۔ اس شراب کو بھی کہتے ہیں جس میں گرم پانی۔ دودھ شکر و عرق لیموں وغیرہ ملا کر بناتے ہیں۔ ۴۔ پستہ قد اور موٹے شخص کو بھی پنچ کہتے ہیں۔ ۵۔ لندن کے ایک باتصویر ہفتہ وار اخبار کا نام ہے اور جس کے اڈیٹر کا فرضی نام مسٹر پنچ ہے۔

اول الذکر تین معانی اردو میں عام طور سے مستعمل ہیں۔ کچہریوں میں اور ریل وغیرہ کے ٹکٹ کلکٹروں میں پنچ ہر جگہ استعمال میں رہتا ہے۔

پپیتا۔ (پرتگالی لفظ پاپیتا سے بنا ہے) معلوم نہیں کہاں لکھا دیکھا۔ بلا تحقیق لکھ دیے۔

پپیتا جنوبی امریکا میں ہوتا ہے۔ اور وہیں کی زبان میں اسے پپایا کہتے ہیں۔ وہاں سے یہ درخت پرتگال اور اسپین پہونچا۔ وہاں بھی اس کا نام پپایا رہا۔ ہندوستان پہونچ کر پپیتا ہو گیا۔ حاجی صاحب نے پپیتا میں ایک الف اور بڑھا کر پاپیتا پرتگالی لفظ لکھ دیا۔ معلوم نہیں یہ حاجی صاحب کا تخیل ہے یا کسی اور جاہل لغت نویس کا۔ بہرحال اس تحقیق و تدقیق کو زمزم اللغات میں درج کر کے اب حاجی صاحب ہی اس کے ذمہ دار ہیں۔ پپیتا کا دوسرا نام اریلخربوزہ بھی ہے لیکن حاجی صاحب نے درج نہیں کیا۔

پیرو۔ (پرتگالی لفظ سے بنایا ہے) ایک قسم کا میوہ۔

کس قدر مہمل و مہمل عبارت ہے۔ کس پرتگالی لفظ سے بنایا ہے۔ کس قسم کا میوہ ہوتا ہے کچھ پتا نہ چلا۔

پرلیس۔ پ پر زبر بھی دیا ہے اور زیر بھی۔ زبر واضح ہے اور زیر واضح نہیں ہے۔ لہذا پرلیس پڑھا جائے گا۔ معلوم نہیں یہ لفظ کہاں مروج ہے۔ انگریزی تلفظ نہیں لکھا۔ کیا انگریزی میں بھی اسی طرح ادا کیا جاتا ہے۔

پرکٹیس۔ مشق۔ مہارت۔ وکلا یا ڈاکٹروں کے پیشوں کا کام۔

یوں تو لفظ پرکٹس انگریزی زبان میں بہت سے معنوں میں آتا ہے لیکن میں صرف ان معنوں کا یہاں تذکرہ کرتا ہوں جو اردو میں مستعمل ہیں۔

(۱) کسی کام کو عادتاً یا رواجاً کرنا۔ (۲) عدالتوں کا رواج و طریقہ کار۔ (۳) ارتھمیٹک یعنی حساب کا ایک طریقہ یا قاعدہ۔

اب نور اللغات کی تنقید کا سلسلہ فی الحال ملتوی کرتا ہوں۔ آیندہ انشاء اللہ جامع اللغات کا

کبھی کے دن بڑے کبھی کی رات

اطالیہ ۔ "ہونہہ! بڑا کھلاڑی بنتا ہے بشر بر کہیں کا۔"

حبش ۔ "خداوند تسلیم ہارنے لگے تو خفیف کیوں ہوتے ہیں۔ فوجی وردی پہن کے کھیلنے میں دقت ہوتی ہے۔ سمجھے؟

تبصرہ عرض کروں گا۔ فقط

مُلّا

نہ محقق بود نہ دانشمند
چارپائے برو کتابے چند

مولانا پنچ کی نوٹ بک

"انوکھی علّت"

"امراض نسواں" کے متعلق چند ہفتے اُدھر کئی مضمون اودھ پنچ میں نکل چکے ہیں۔ مضمون نگار نے ان مضامین میں "تعلیل غیر حقیقی" کے مضحک مسائل بیان کیے تھے مثلاً کسی کی بغل کے نیچے سے نکلو اُس کی بغل میں پھوڑا نکل آئے گا۔ آپ جانئے کوئی بے وقوفی ازل سے ہندوستانی عورتوں ہی کے پالے نام نہیں لکھ دی گئی کیا روپ کے سائنس دان ان جاہل ہندوستانی عورتوں سے کچھ کم مستحق ہیں؟ ان کو جہاں عقل کا عملی حصہ زیادہ پا گیا ہے وہاں سفاہت علمی کا بھی۔

چنانچہ حال ہی میں ایک ڈاکٹر صاحب نے خاک بیزی اور خاک ریزی بچوں کے ہکلے ہونے کی یہ علت بیان فرمائی ہے کہ یہ بچے عموماً "بیں ہتھے" ہوتے ہیں یعنے طبعاً ان کو بائیں ہاتھ سے کام لینا زیادہ مرغوب ہوتا ہے۔ اگر انھیں روکتے ہیں اس جبر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ صاحبزادے اُکّن ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ روکے نہ جائیں تو کبھی نہ ہکلائیں۔ واہ صاحب کیا دور کی کوڑی لائے۔

ہکلاپن بھی ایک روگ ہے جس کا تعلق زیادہ تر دماغ اور آلات نطق و گویائی سے ہے۔ جو لکنت جزئی قوت تالیف افکار سے حادث ہوتی ہے وہ زیادہ شدید نہیں ہوتی۔ ہکلے صاحب دوران تقریر میں بعض الفاظ کے ٹکڑے مکرر بول جاتے ہیں "ہاں ہاں ج جناب" یعنے ہاں جناب۔ یوں سمجھیے کہ لفظ ایک مرتبہ اچھل کے اپنے کینڈے پر آ رہا۔ اور جو لکنت خرابی آلات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے وہ دو قسم کی ہے ایک اصلی دوسرے نقلی (یعنی کسی ہکلے کو چڑھانے کے لیے کوئی خود بھی ہکلانے لگے ہمارے شہر میں یہ مصیبت اچھے بھلے چنگے لڑکے زیادہ تر خود ہی مول لیتے ہیں۔

اگر ڈاکٹر صاحب کا قول صحیح ہے تو ہر بُری بات یا بُری عادت کرنے کا یہی نتیجہ ہونا چاہیے کہ بچہ ہکلا ہو جائے۔ صرف بائیں ہاتھ سے کام لینے پر روکنا ہی کیوں اس کی علت ہے؟۔

یہ تو وہی مثل ہوئی "بسولا تو ہے نہیں موتوں کا ہے"

لطیفہ

"ایک عجیب نو ایجاد مطہر و مقدس آئینہ"

ایک دوست نے طاس پر آب میں عکس دکھا یوں کہا کہ ان کے پڑوس میں کوئی لمبی داڑھی والے ملانے مکتبی رہتے ہیں جب اودھ پنچ میں "اسپد والی" والا کارٹون شائع ہوا تو ملا صاحب موصوف پرچہ ہاتھ میں لیے ہوئے نکلے اور کرتا اٹھا کے کوسنے لگے کہ خدا اس کے اڈیٹر کو مبتلائے آفات کرے ملعون نے خدا جانے میری تصویر کہاں سے پائی جو کاغذ پر اُتاری۔

میں نے پوچھا "خیر باشد بھلا کہاں آپ اور کہاں اودھ پنچ۔ واللہ آپ تو اپنا مول بڑھاتے ہیں۔ نہ تین میں نہ تیرہ میں سُتلی کی گرہ میں"۔ کیا آپ نے آئینہ لے کے اپنے جمال مبارک کا مقابلہ اس تصویر سے کیا تھا؟۔ فرمانے لگے آئینہ کیسا اے حضرت مجھے قبض کی شکایت ہے بیت الخلا میں دیر تک بیٹھنا ہوتا ہے اس وجہ سے کوئی نہ کوئی اخبار ساتھ لے جاتا ہوں آج یہ پرچہ لے گیا۔ چوکی پر بیٹھا ادھر کارٹون پر نظر پڑی اُدھر پانی سے بھرے طشت میں اپنا چہرہ دکھائی دیا تو معلوم ہوا کہ اس نقال نے بالکل میرے چہرے کا چربا اُتارا ہے۔ الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔ میں مسکرانے لگا تو حضرت کے غصے کی بارود کے لیے میری مسکراہٹ شعلہ بن گئی۔ اور جھلا کے بولے کہ یہ ہنسنے کا کون سا محل ہے۔ میں نے کہا حضور قدرت بھی مناسبات شاعری کا لحاظ رکھتی ہے۔ ایسے جمال مقدس کے واسطے فی الواقع ایسا ہی مطہر آئینہ ہونا چاہیے۔ عورتیں جب کسی کی صورت سے جلتی ہیں تو کہتی ہیں "جینی میں موت کے صورت دیکھو پھر یہ فرمائش کرنا"۔ مگر حضور ہیں تقدس مآب لہذا آب دست عالم بالا سے نازل ہو کر طشت میں بھرا اور ایسا آئینہ بن گیا جس نے اسفل و اعلیٰ کی پوری حقیقت واضح کر دی ؎

اُستاد بناؤ آئینے کو
سیکھو انداز دلبری کا

حاصل عشق

کام الفت ہی سے نکلا ہی نہ پار آنے سے
مشکلیں عشق کی آسان ہوئیں جانے سے

سچ پوچھیے تو ممبری کی خواہش چاہے کسی مجمع کی ہو ایک سودا ہے جس میں عالم عالم مبتلا ہے لیکن بعض حالتوں میں یہ خواہش بڑھتے بڑھتے جنون اور عشق کے درجے تک پہونچ جاتی ہے خوش نصیب ہیں وہ جو ممبری کی بدولت موٹے ہو جاتے ہیں جیسے ہمارے توندل بھائی حاجی شوکت علی کہ انھوں نے جتنی قومی انجمنوں کی

ممبری کی توند میں ترقی ہوتی رہی۔ لقے سونے کے ہوں یا چاندی کے بے ڈکار لیے ہضم ہو گئے۔ اور نصیبوں کے ہیٹے ہیں وہ جنھیں اس ممبری میں نہ دنیا وی فائدہ ہوا نہ دینی۔ بلکہ "آ ڈیرو ں گھر سے لے جاؤ" والی مثل ہوئی۔

ہمارے شہر کے رئیس راجہ صاحب سلیم پور کو دیکھیے سلامتی سے آپ کو جو ممبری سے عشق ہوا تو جس مجمع جس انجمن جس جمعیت جس لیگ جس بورڈ نے آپ کو کنکھیوں سے بھی اشارہ کیا آپ فوراً اس کی سر برآری کے لیے آمادہ ہو گئے ؎

لے میرا بھائی آؤ یارو دعوتیں اڑاؤ اور بھوہڑ کا مال ہنس ہنس کھاؤ۔

ان کے والد مرحوم نے اگرچہ تھوڑا سا قرض بھی متروکات میں چھوڑا تھا مگر وہ منتظم آدمی تھے خدا عمر میں تھوڑی سی وسعت دیتا تو قرض ادا کر دیتے۔ جب ریاست کی عنان تملک حضرت کے ہاتھوں میں آئی تو حسب شہادت نیاز مندان خاص ادائی کی صورت نہ نکلنا تھی نہ نکلی اُس پر طرہ یہ ہوا کہ آپ نے ممبری کے عشق کا روگ پال لیا ہے ظاہر ہے کہ ؎

مفلسی میں ہوا گر عشق تو ہیں الکو ضرر

ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ ناجائز عشق ہے۔ نہیں صاحب جائز اور بالکل جائز۔ مگر بے موقع ضرور ہے۔ ہر بات کی ایک حد ہوتی ہے گھی بھی کھاتے کھلاتے اور پگڑی بھی بچا سکتے تو دانشمندی کا ثبوت دیتے چار پانچ انتخابوں کے میدان لڑنے پڑے اور گننے والے کہتے ہیں کہ ہر ایک میدان میں مالی زیر باری اور کامیابی کا ساتھ رہا۔ اب برٹش انڈین الیسوسی ایشن (یعنی انجمن خوشامد گویان سرکاری جنھیں عرف عام میں تعلقداران اودھ کہتے ہیں اور جو صرف آنے جانے والے بڑے حاکموں کو پلاؤ کھلاتی شراب پلاتی آتشبازی دکھاتی ہے) کی صدارت کی کرسی خالی ہوئی اور راجہ صاحب بہادر اس کے وصل کے بھی حسب دستور امیدوار ہوئے۔

اور افسوس ہے کہ حریف تھا زبردست لہٰذا حضرت کو شکست ہوئی۔ بیرونی لوگوں کا اندازہ ہے کہ بیس پچیس ہزار اس جائز تماشبینی میں صرف ہو گئے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ہم ہیں دوست۔ ہمارے نزدیک شکست بھی شکست اور فتح بھی شکست۔ کیا معنی کہ مسیرا داقرض کا بار شکست کی حالت میں بھی گردن پر لدا اور فتح کی حالت میں بھی لدتا۔ کچھ جھتوں اور کلٹی کا شتکاروں کی فریاد بایں الفاظ بلند ضرور ہو گی:۔

؎ دیکھو راجہ صاحب ہار گاڑھے پسینے کی کمائی لمبری سسری ماں پھونکے دیت ہیں۔ ہائے رام پشنیو کا لکا پاسی راجہ صاحب لمبری ماں ہار گئے۔ موٹر ماں کھر چ کین بوٹر (ووٹر) ماں کھرچ کین۔ پران نکس گئے ہمارہ مشکل یہ ہے کہ "عشق ہے عشق" یہ سر سے نکلنے والا نہیں۔

نئے اصلاحات کی رو سے تھوڑے ہی دنوں میں یہی عشق تازہ پھریری لینے والا ہے۔ احباب الباب صابون سے ہیٹ دھوئے ہاتھوں کی انگلیوں کو لقمے کی شکل بنائے مستعد بیٹھے ہیں۔

؎ راجہ صاحب دیکھیے اس الکشن کو ایک مرتبہ ضرور لڑلیے ہم جان و دل سے حاضر ہیں؎

گھر یہ صوبے کے تمام مفت خوروں کا تین چار مہینے قبضہ ضرور رہے گا۔ آنکھیں ممکن ہے ابھی ہو جائیں مگر تر پھلے (طبلیہ بلبلیہ آملہ) کا ڈھکنا واجبات سے ہے۔

خدا علاقے کی خیر رکھے۔ پرانی ڈیوڑھی ہے۔ ہم ان کے حق میں دعا کرتے ہیں اور ان کے مقابل راجہ صاحب جہانگیر آباد کو تہنیت دیتے ہیں۔

رجسٹرڈ نمبر ال ۷۸۴

انمول ادبی جواہر
منتخبات مضامین اودھ پنچ

من ابتداے ۱۹۱۶ء لغایت ۱۹۲۳ء

چار حصوں میں ادبی اصلاحی اخلاقی سیاسی مضامین بے نظیر علمی اور عقلی فوائد رکھتے ہیں جن کی نظیر آپ کو اردو کے خزانے میں نہ ملے گی۔ یہ انسان کو مضمون لکھنا سکھا دیتے ہیں — اب تک چار حصے تیار ہوئے ہیں۔ قیمت فی حصہ ایک روپیہ آٹھ آنے۔

یہ مضامین بطور ضمیمہ چار سال سے اودھ پنچ کے ساتھ ہفتہ وار شائع ہو رہے ہیں سالانہ جلد کے خریدار کو ایک حصہ مفت ملتا ہے سائز $\frac{20 \times 26}{16}$ مجموعی قیمت ان منتخبات کی پانچ روپیہ علاوہ محصول۔

المشتہر
منیجر اودھ پنچ

امتیاز بکس سپلائی ایجنسی

بارہا شکایت سنی گئی ہے کہ حضرات بیرونجات جو کتابیں طلب فرماتے ہیں اُن کو ناقص کتابیں ملتی ہیں۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ جو کتاب وہ طلب کرتے ہیں اُسکے بجاے دوسری کتاب انھیں ملتی ہے نیز یہ بھی شکایت ہے کہ کتاب پر صرف دکھانے کے لیے بہت زیادہ قیمت لکھدی جاتی ہے اور شہر میں وہ لکھی ہوئی قیمت سے بہت کم قیمت پر ملتی ہے وغیرہ۔

لیکن اگر آپ ہمارے ذریعے سے کوئی کتاب طلب فرمائیں گے تو ہرگز یہ شکایت پیدا نہ ہوگی اور ہم اپنی نگرانی میں ہر کتاب روانہ کرینگے اس حالت میں اگر کتاب ناقص [illegible] ہو یا ایک کے بجاے دوسری ہو قیمت بازار سے زیادہ ہو تو اسکے ہم ذمہ دار ہیں لہذا لکھنؤ کے جس مطبع کی کتابیں آپکو ضرورت ہو ہمسے طلب فرمایئے اور اطمینان رکھیے کہ آپ کو کبھی [illegible] کا موقع نہیں ملیگا۔ دریافت طلب امور کے لیے جوابی پوسٹ کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے۔

پتہ:۔ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

کتب خانوں کی زینت
مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ ۱۹۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینہ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالامال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد سے ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی ۱عہ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ ۱۹۳۱ و ۳۲ء کی

قیمت فی جلد سے محصول ڈاک عہ ذمہ خریدار۔ جلد ۱۹۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی عہ۔ اور جلد ۱۹۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی عہ مفت ملیں گے۔

ہفتہ وار انگریزی اخبار "خیبر میل" پشاور

ضرور ملاحظہ کیجیے۔ یہ انگریزی کا واحد اخبار ہے جو صوبہ سرحد سے شائع ہوتا ہے سالانہ چندہ پانچ روپیہ ہے "منیجر"

ہفتہ وار انگریزی اخبار "سنٹینل" رانچی

جسمیں نہایت پرلطف مضامین اور مقامی خبریں ہوتی ہیں۔ ضرور ملاحظہ فرمائیے سالانہ چندہ ششماہی سے۔ سہ ماہی عہ۔ فی پرچہ ار۔

منیجر "سنٹینل" رانچی

LUCKNOW
OUDHPUNCH
قیمت فی پرچہ
دو آنے
(۲/)
۱۰۳۵
سالانہ
ششماہی
سہ ماہی
M. B. Khan Artist
Doorwan Lucknow

خیر یہ سب باتیں برداشت کے قابل ہیں کسی نہ کسی طرح سہیل جائیں گی۔ بندہ خاموش مار کھاتا ہے۔ مگر پارسو بلا کس آنکھوں سے یہ منظر دیکھا جائے گا کہ مکان آراستہ ہے خانساماں۔ بیرا۔ آیا۔ ماما موجود ہے۔ مکان کا کرایہ بندہ ادا کرتا ہے۔ نوکروں کی تنخواہیں بندے کے سر ہیں پھر بھی بندہ کسی در کسی شمار کسی قطار میں نہیں۔ میم صاحب کے ملنے والے کرسیوں پر ڈٹے ٹکٹکی اوقات کر رہے ہیں۔ کمترین شوہر گُر گُر منھ دیکھتا ہے۔ لیکن ابیل نوجوان سج سجا کے آتے ہیں گپیں اُڑاتے ہیں تاش کھیلتے ہیں دل لگیاں کرتے ہیں۔ کمترین شوہر عفی عنہ کی مجال نہیں جو ہونٹوں سے توں کرے آزادخیالی کی شریعت میں بدگمانی سے بڑھکے کوئی جرم نہیں وہ پیانو بجا بجا کے دوسروں کے دل لبھائیں۔ ڈیر ہسبینڈ کو تعلیں بجانا چاہیے کہ کیا صاحب کمال جورو پائی ہے۔ وہ احباب کے ساتھ ناچیں تھرکیں تو میاں کو لازم ہے کہ پتلون اُتار کے "ہپ ہپ ہرے" کی صدائیں خوش سلیقگی کے باعث اگر بے محنت ہر سال ایک مولود پالنا پڑے تو واہ واہ۔

آپ ہی فرمایے بھلا مجھ غریب ہندوستانی سے یہ بھار رج سنبھلیں گے توبہ! توبہ!! ہرگز نہیں۔ اگر ولایت کی سیر کر چکا ہوتا تو تنگیٔ دل کی شکایت نہ ہوتی یہ کرشمہ دیکھتے دیکھتے عادت پڑجاتی۔

باعتبار مزاج و اطوار عورتوں کی ہزاروں قسمیں ہیں اور علی ہذا القیاس مرد بھی بقول بوالطورن کے بھانت بھانت کے ہوتے ہیں۔ میرا مزاج اور طرح کا ہے۔ میں چاہتا ہوں بی بی دلی دوست ہو۔ خوش دل ہو۔ شرمیلی ہو۔ مطیع ہو۔ خوبصورت ہو۔ زیادہ کچھ نہ جنے۔ مرکھنی نہ ہو۔ تند مزاج نہ ہو۔ پھوہڑ نہ ہو۔ پڑھی لکھی ہو مگر جہالت کی باتیں کرے۔ حاوی ہو مگر حکومت نہ جتلائے۔ نکتہ چینی پر بُرا نہ مانے۔ غلطیوں کی تعریف کرے۔

کیا کیجیے اپنا اپنا مزاج ہے۔ تلاش کرتا ہوں ملنے کی امید نہیں مگر شباب علیہ العذاب تنگ طلبی پر آمادہ ہے۔ ان متضاد حالتوں میں پھنسا ہوں آپ سے مشورہ طلب کرتا ہوں مخلصی کی صورت نکالیے آخر آپ لوگ تو تجربہ کار ہیں۔ آپ نے بھی جوانی کا منھ کبھی دیکھا تھا۔ آپ پر بھی کروٹیں بدلنے کی مصیبت کبھی نازل ہوئی تھی۔

دیکھیے سقراط کہہ چکا ہے کہ جب میں شادی کر چکا تو دنیا بہری ہوگئی۔ مجھ پر یہ الزام وارد نہیں ہوتا۔ میرے کان بفضل خدا بارہ کوس سے چیونٹی کی آواز سُن لینے پر قادر ہیں۔ میاں سقراط نے شادی کے بعد اس وجہ سے وعظ کہنی اختیار کی تھی کہ جورو بدزبان بدصورت ملی تھی میرا خیال ہے کہ اگر کوئی صورت شکل ناک نقشے سے درست سلیقے ور گھر بسی ملتی تو ایسا وعظ نہ کہتے پھرتے۔ کیا یہ غلط ہے؟ —

راقـــــــــــــم

ا۔ح منظر

لپاڈگی

فریق اول۔ قوانین مذہبی۔
فریق دوم۔ قوانین سیاسی۔

جن کے پاس کوئی مفصل مذہبی قانون موجود نہیں ہے وہ جھک مار کے درستی معاملات کے نئے قوانین بنانے پر مجبور رہے۔ یورپ میں یہ جنگ صدہا سال سے جاری ہے مذہب کی آڑ میں یاروں نے اس قسم کے دارالقضا قائم کیے تھے کہ ان کا نام سُن کے بڑے بڑے بہادروں کا پیشاب خطا ہو جاتا تھا! ایک معمولی ریشائیل پادری کے اختیارات اتنے وسیع تھے جتنا کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کا ضابطۂ استناد (سرٹیفکیشن) یوں سمجھ لیجیے کہ ہر ایک پادری اپنے وقت کا لارڈ ریڈنگ، تھا مگر ان اختیارات پر کوئی الہامی مہر نہیں لگی تھی۔ آخر یورپ کے مشہور مقامات میں لپاڈگی شروع ہوئی رفتہ رفتہ خدائی فوجدار بے اصول پادریوں نے شکست کھائی اور ساری اکڑفوں جس راہ آئی تھی اُسی راہ چل بسی۔ اب بھی کسی قدر اثر روم اور فرانس کے پادریوں میں جہاں رومن کیتھولک مذہب کا پلہ بھاری ہے کبھی کبھی نمایاں ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرانسیسی پارلیمنٹ میں ۲۱۔ مارچ کو ایک معرکہ فرانس کے وزیراعظم اور مارکوئس ڈی فرونیس میں ہوگیا۔ مارکوئس صاحب مذہب کے طرفدار تھے موسیو ہیریٹ (وزیراعظم) ملک و سیاست کے طرفدار تھے۔ زیربحث مسئلہ یہ تھا کہ پوپ کے دارالخلافہ سے سفارت قطع کی جائے۔ وزیراعظم کی زبان سے کہیں نکل گیا کہ وہ زمانہ اور تھا وہ وقت اور تھا جب خالص کیتھولک مذہب مروج تھا۔ اب مذہب اور مہاجنی ایک ہے۔ مارکوئیس صاحب اتنا سنتے ہی جھلاّ گئے فرمایا کہ وزیر صاحب نے خوب در پردہ تمام مسیحیوں کی توہین کی ہے۔ بات بڑھی اور اتنی بڑھی کہ لپاڈگی کی نوبت آگئی مارکوئیس کو نکل جانے کا حکم ملا وہ نکلتے تو نہ تھے

؎ مگر کیا کریں جب پڑی مار نکلے

وزیر صاحب نے کہا کہ جناب ہم مذہب کی حمایت اسی وقت تک کر سکتے ہیں جب تک کہ وہ مذہبی دائرے سے قدم باہر نہ نکالے۔ پادری کھلم کھلا ملکی قوانین کی خلاف ورزی کا وعظ کر رہے ہیں۔ یہ بات برداشت کے قابل نہیں وزیر صاحب ۱۹۷ ووٹ سے جیت گئے۔

ایشیائی ممالک میں بھی یورپ کی ہوا چل رہی ہے۔ ایشیائی گروہوں میں سے بعض گروہ مفصل قوانین مذہبی کا ایک مجموعہ رکھتے ہیں جس میں معاملات (زراعت و تجارت وغیرہ) کے ہر ایک جزو سے بحث کی گئی ہے اور ہر بحث کے واسطے ایک جداگانہ باب [illegible] کی کتابوں میں موجود ہے۔ کچھ لوگ ہر زمانے میں پیدا ہوتے رہتے ہیں جو بغیر کسی سند کے محض ظاہری [illegible]

عباقباجبہ تحنخ (خاص وضع سے ۲۰ ارزاں) کلف تعجب کے بھروسے پر ایک قسم کی خود سرانہ حکومت حاصل کر لیتے ہیں۔ اجتہادات کے لیے لیے پیچ ہر وقت ہوا کی ہوا کھاتے رہتے ہیں معمولی سی بات مثلاً کپڑا دھو کے پاک کر لینا اتنی دشوار ہے کہ دنیا کی کوئی سائنس اہمیت میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

آج جناب آقائے میرزا اقل قلستانی مالک خزانۂ وسیلۃ الخیانت کی تحقیق شائع ہوتی ہے کل جناب علامۂ زنبیلستانی کا اجتہادی فتویٰ نازل ہوتا ہے۔ صدقات کی رقم سے شورہ پشتی کا سامان فراہم کیا جاتا ہے۔ لہذا ایشیا میں جو تقلید یورپ اس قسم کا ہنگامہ برپا ہے وہ یورپ سے زیادہ دشوار و سخت ہے۔

مثلاً ایران کو لیجیے وہاں بھی دو فریق ہو گئے ہیں۔ ایک ملکی و سیاسی ہے دوسرا مذہبی۔

اہل سیاست دیکھ رہے ہیں کہ بغیر جمہوریت و آئین پڑوسیوں کی مشت و لگد سے ایرانیوں کی جان مال آبرو غیر محفوظ ہے۔ مجبوراً و اضطراراً کچھ قوانین بنانے پڑیں گے جو اہل یورپ کی لکس سے محفوظ رہ سکیں۔ یہ لکس تجارت و حرفت کی آڑ میں اب تک ہزاروں قیامتیں برپا کر چکی ہے۔ جب تک شخصی حکومت کا زور تھا اس وقت تک نہ کسی شرعی حکم کا نفاذ تھا نہ کسی دوسرے آئین کا۔ چنانچہ سیاحت نامۂ ابراہیم بیگ میں قزوین کے ایک عالم کا قصہ دیکھنے کے قابل ہے۔

"روز چہارم دیدم از ہر طرف مردم بہ چپ و راست می دوند و از ہر سو صدا بلند است کہ

"بابا جہاد است!"

با خود گفتم دیگر این بازی تازہ چیست و جہاد کیست؟ پس از تحقیق حال گفتند کہ آقا میر صالح یا شیخ صالح است شمشیر در دست و کفن بر خود راست کردہ حکم جہاد دادہ است و زیادہ بر دو ہزار نفر از مردم شہر دور او جمع شدہ اند فہمیدم کہ یکے از ناموریں حکومت چہ کردہ بود کہ بطبع آقا ناگوار آمدہ بااین حال حکم دادہ بود کہ او را گرفتہ کشاں کشاں بہ منزلش ببرند و آں قدر زدہ بودند کہ از خود در گزشتہ بود"

اس قسم کے فتنے آقایان مذہب کی طرف سے روز مرہ بلند ہوتے تھے اور حکومت کی مجال نہ تھی کہ زبان ہلا سکے۔

یورپین حریف دور سے تماشا دیکھتے اور ایسے ہی ملاؤں کو رشوتیں دے کے بڑے بڑے کام نکالتے تھے۔ تا حال ان ملاؤں کا زور رفتا نہیں ہوا ہے بھلا بتایئے جہاں ہر صاحب جبہ و عمامہ قیود آئین سے آزاد ہو جو جی میں آئے وہ کر بیٹھے۔ وہاں اپنی حفاظت کا سامان کیونکر ممکن ہے۔ کیا اغیار بے آئینی کے بہانے اور اپنی حفاظت کے حیلے سے فوجیں نہ رکھیں گے؟ ۔ کوئی بیرونی شخص اگر کسی ایرانی کو قتل کر ڈالے تو انصاف اس وجہ سے ناممکن ہوگا کہ بیرونی سفارت بے آئینی کا طعنہ دے گی۔ اور اگر کوئی بیرونی سفید چمڑے والا قتل ہو گیا تو خوں بہا حصۂ ملک دیے بغیر ادا نہ ہو سکے گا۔ غرض شرع کے بدنام کنندہ اپنی طرف سینہ زوری دکھاتے تھے اور امرا اپنی جانب آج کیا ہے؟ ایک صاحب منہ بسورتے ناک پونچھتے چلے آتے ہیں۔ ارے بھئی کیا ہوا؟ "چہ کنم سرکار شہزادہ مرا زد نیم بر ید"

کیوں؟ "کورنش فراموش کردہ بودم"

کل کیا ہے؟ ۔ ایک آغا کان پر ہاتھ رکھے زار زار رو رہا ہے۔ کیوں؟ ۔

"شہزادہ خانم بر کالسکہ نشستہ بود من ہم براہ می رفتم آئین است کہ رو بہ دیوار ایستادہ باچشم گرم درزدی کرد ہمینکہ ارادہ نمودم کالسکہ گذر برسر رسید فراشان پدر سگ مرا زدند و گوشم برید"

اس قسم کے ملا اور امیر دونوں کی دال اسی وقت تک گل سکتی ہے جب تک جمہوریت نہ ہو۔

ایرانی سپہدار اعظم جمہوریت کی طرف مائل ہیں آپ نے اخباری کاغذوں میں دیکھا ہوگا کہ عنقریب جمہوریت کا اعلان ہونے والا ہے اور یہ بھی کہ جو ملا جمہوریت کی مخالفت کریں گے وہ اسی طرح ملک سے نکال باہر کیے جائیں گے جس طرح فرانسیسی مارکوئیس صاحب چیمبر کی عمارت سے۔ مگر ہمیں اندیشہ ہے کہ ملائی و سیاسی پتا ڈگی کا سلسلہ ذرا طول کھینچے گا۔ فرانس مدتوں سے آزادی کی ہوا میں ڈنڑ پیل رہا ہے۔ ایران کی بیڑیاں ابھی اچھی طرح نہیں کٹی ہیں۔ البتہ ایک پاؤں کی بیڑی (بادشاہی) ذرا ڈھیلی پڑی ہے۔ ملا اس فکر میں ہیں کہ شاہ قاچار آ گئے تو ظلم فساد و جرم عناد کے پھریرے اڑائیں۔ پھر پتا ڈگی ذرا مزیدار ہو۔ ایسی حالت میں غریب سپہدار اعظم کے عاقلانہ تدابیر کا خدا ہی حافظ ہے۔

جو حضرات اس وقت سپہدار اعظم کو مبارکباد دے رہے ہیں انھیں دعا کرنا چاہیے کہ انجام بخیر ہو اور اس گھریلو پتا ڈگی میں اغیار دخل نہ دیں۔

ایک نجومی سے کسی نے پوچھا تمھاری راس کا ستارہ آج کل کس برج میں ہے غریب بے گھرے خانمان آوارہ نجومی نے جواب دیا "یار و زمین پر کوئی گھر میسر نہیں تم آسمان کی پوچھتے ہو"

لہذا پہلے غریب ایران کو زمین پر گھر بنا لینے دو پھر پوچھنا کہ آسمان جمہوریت پر آپ کا طالع کس برج میں ہے۔

مراد

خاکسار ادبار

بازار ہم گئے تھے ایک چور مول لائے

ایک صاحب نے اپنے دوست کے ہاتھ ایک غلام فروخت کیا چلتے وقت کہتے گئے کہ بھائی صاحب اس غلام میں کوئی عیب نہیں ہے صرف چغلخوری کی عادت ہے۔ چند روز غلام اپنے فرائض خدمت وانہماک کے ساتھ ادا کرتا رہا۔ ایک دن بیگم صاحب کو تنہا پایا اور کہنے لگا حضور سنا آپ نے میاں کا دل اب آپ کی طرف سے اچاٹ ہو گیا ہے

جلد ۲۰ نمبر ۳۹

مضامین

(مورخہ ۱۹۔ نومبر ۱۹۳۵ء)

جناب اڈیٹر صاحب رسالہ البلبل

جب سے آپ نے ادب لطیف نگاری سے توبہ کرلی یاروں کی دلچسپی آپ کے رسالے سے گھٹ گئی صرف "مکتوبات خفی" کچھ اشک شوئی کردیتے ہیں۔ اب آپ کا سارا رسالہ علمی و تحقیقی مضامین سے لبریز رہتا ہے۔ یہ بھی کوئی دلچسپی کی چیز ہے۔ مگر نہ جانے کیوں کچھ عرصے سے میں اسکو بغور پڑھنے لگا ہوں۔ اور اب پتا چلا کہ آپ کے رسالے نے درحقیقت روپ بدلا ہے۔ اور اسی اگلے ادب لطیف نے اب دوسرا پیرایہ اختیار کیا ہے۔ آپ کے تنقیدی و تحقیقی مضامین میں بھی وہی لطف ہے اور وہی چٹخارا ہے جو آپ کے عہد زرین کی تحریروں میں تھا۔

آپ کے محقق و دانشمند ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں۔ مگر ساتھ ہی ساتھ آپ محقق گر بھی ہیں کیا معنی کہ ان مضامین کا مطالعہ کرتے کرتے مجھ ایسا کندۂ ناتراش بھی محقق ہو گیا۔ دیکھیے! اس وقت آپ کے رسالے کے لیے ایسی وزنی تحقیق مرتب کر رہا ہوں جو مدتوں مثال رہے گی اس کو آپ کے ادارے کے ارکان لغت کی طرح ہمیشہ کھول کھول کے پڑھتے رہینگے اور آپ کے رسالے کی اشاعت بھی دگنی بلکہ تگنی ہو جائے گی یہ عجیب بات ہے کہ آپ نے ہر قسم کے مضامین پر قلم اُٹھایا مگر ابھی تک "ارتقائے معکوس" پر کچھ رائے زنی نہیں فرمائی۔ خدانخواستہ اس کی یہ وجہ تو ہو نہیں سکتی کہ یہ مسئلہ آپ کی سرحد ادراک سے باہر ہے۔ وجہ صرف یہی ہوگی کہ ابھی تک اس طرف توجہ نہیں ہوئی۔ حالانکہ آپ کے اصول تحقیق و تفتیش اتنے اعلیٰ درجہ کے ہیں کہ ان پر عمل کرکے ہر انسان جس مضمون کو چاہے لکھ سکتا ہے۔ مگر پھر بھی یہ مضمون ابھی اُردو ادب میں بالکل نیا ہے اس لیے اس پر قلم اُٹھانا بڑے استقلال و جرأت کا کام ہے۔ اور میرا ہی کلیجہ تھا جو میں نے اس خدمت کو انجام دیا۔ مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اگر آپ کے اصول تحقیق و تفتیش کا مجھے علم نہ ہوتا تو شاید اس موضوع پر میں ایک سطر بھی نہ لکھ سکتا تھا۔

نظریہ "توالد مچھر از فیل"

آپ مچھر سے تو ضرور ہی واقف ہوں گے۔ کون جسم ایسا ہوگا جس سے یہ خراج نہ وصول کرتا ہو۔ مگر اس امر کو کوئی نہ جانتا ہوگا کہ یہ بہادر کیڑا کس بل نابکار کا سپوت ہے۔ میری کئی سال کی کدوکاوش سے اس لاعلمی کا پردہ اُٹھ گیا۔ اور اب صحیح طور پر ثابت ہو گیا کہ یہ ہاتھی کی اولاد میں ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

یہ تو علمائے حیوانات کے نزدیک طے شدہ مسئلہ ہے کہ زمین کے ابتدائی دور میں چھوٹے جانوروں کا وجود نہ تھا۔ بلکہ جو جانور تھا وہ رشک ہمالیہ اور فخر قراقرم۔ تو پھر بھلا پتنگوں اور کیڑے مکوڑوں کا وجود اس زمانے میں کیسے ہو سکتا ہے۔ پھر یہ عجیب و غریب جانور یعنی مچھر آیا کہاں سے۔ خواہ مخواہ کسی بڑے جانور سے پیدا ہوا ہوگا۔ اور رفتہ رفتہ تنزلی منزلیں طے کرتا ہوا اس درجے کو پہونچ گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ کس بڑے جانور کی اولاد میں ہو سکتا ہے؟ اس غرض سے مچھر کی عادتوں خصلتوں اور اُس کی جسمانی ساخت اور اعضا پر غور فرمائیے۔

ہے تو یہ اتنا سا جانور مگر اس کی جرأت و دلیری ملاحظہ ہو۔ جب کاٹے گا ہوشیار کرکے کاٹے گا۔ اب یہ بات دوسری ہے کہ اس کا شکار خواب خرگوش میں مبتلا رہے اور مکرر سہ کرر طبل زنی پر بھی اپنی بچت نہ کرے۔ ایسی بہادری تو چھوٹے جانوروں سے بالکل خلاف امید ہے۔ کھٹمل کو لیجیے۔ پسّو کو لیجیے۔ یا اور بڑے جانوروں مثلاً بچھو اور سانپ کو لیجیے۔ ان پر کیا منحصر، باولا کتا اور بھیڑیا تک ہوشیار کرکے حملہ نہیں کرتا۔ کسی میں اتنی ہمت نہیں کہ پہلے سے خبردار کردے۔ یہ چیز صاف پتا دیتی ہے کہ یہ کسی بڑے اور بہادر جانور کی اولاد میں ہے۔ ایسا بہادر جانور سوائے شیر، گینڈے اور ہاتھی کے اور کون ہو سکتا ہے۔ رہ گئی یہ بات کہ ان تینوں میں سے کس جانور کی اولاد میں ہے۔

ہاں ذرا مچھر کی جسمانی ساخت پر غور فرمایئے۔ اس کے بدن کے تین موٹے موٹے گول گول حصے ہوتے ہیں جو کمر اور گردن سے جڑے ہوئے ہیں۔ چار پتلے پتلے پیر ہوتے ہیں۔ سب سے زیادہ حیرت ناک چیز اس کا منہ ہے جس میں خون چوسنے کے لیے تین اوزار ہوتے ہیں۔ ایک سوئی سی نلکی۔ دو لمبے لمبے بال جو نلکی کے دونوں طرف نکلے ہوتے ہیں۔ یہی تینوں چیزیں اس کی حقیقت کا انکشاف کرتی ہیں۔ اس نلکی کی قطع بالکل سونڈ سے ملتی ہوئی ہے اسی وجہ سے اکثر لوگ اس کو مچھر کی سونڈ کہتے ہیں۔ یہ ایسی چیز ہے جو اور کسی جانور کے نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں مچھر اس کا استعمال بھی ہاتھی کی طرح کرتا ہے۔ ہاتھی جو کچھ کھاتا پیتا ہے اپنی سونڈ کے ذریعے سے۔ مچھر بھی جو کچھ کھاتا پیتا ہے اپنی سونڈ ہی کے ذریعے سے۔ اس سے یہ ثابت ہو گیا مچھر صرف ہاتھی ہی کی اولاد ہو سکتا ہے۔ سونڈ کا وجود نظریہ "توالد مچھر از فیل" کا ثبوت قطعی ہے۔ اس کے بعد کسی مزید توجیہ کی ضرورت نہیں۔ سونڈ کے ساتھ جو دو چھوٹے چھوٹے بال ہوتے ہیں یہ نظریہ کی تائید کرتے ہیں۔ ان بالوں کی اصل وہ دو چمدار سفید ستون ہیں جو ہاتھیوں کے منھ سے سونڈ کے دونوں طرف نکلے ہوتے ہیں اور جس کو عرف عام میں "ہاتھی کے دانت" کہتے ہیں ارتقائی منزلیں طے کرتے کرتے اب اتنے پتلے ہو گئے کہ ان کو بال کہہ سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ فلسفۂ اللسان سے بھی اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے۔ مچھر کی قومی صدا "بھن" ہے مچھر اس کا ورد تسلسل سے کرتا ہے اور اس میں خاص قسم کا اُتار چڑھاؤ ہوتا ہے۔ وہ اس صورت سے کہ ابتداً اکدم سے اونچے سروں میں ہوتی ہے

اور انتہا آہستہ آہستہ نیچے سروں میں اگر اس چھوٹی بھن کو سو بلکہ ہزار سے ضرب دے دیا جائے تو اس سے لامحالہ موثر کی "بھوں" پیدا ہو جائے گی۔ اگر اس بھوں کو بھی ہزار گنا کر دیا جائے تو آواز کرخت ہو جائیگی اب آپ اسی آواز کا تصور کیجیے اور بتائیے کیا اس میں اور ہاتھی کی چنگھاڑ میں کسی قسم کا فرق رہتا ہے؟ کچھ نہیں۔

علاوہ ازیں مچھر کا سر، سینہ، اور پیٹ گول ہوتا ہے۔ اور ہاتھی کا سر، سینہ اور پیٹ بھی گول ہوتا ہے۔ یہ شباہت مذکورۂ بالا نظریہ کی تائید مزید کرتی ہے۔

اس جگہ پہونچ کر بہت سے اعتراضات گھیر لیتے ہیں۔

(۱) ہاتھی اتنا بڑا ہے۔ اس کا پوتا اتنا چھوٹا کیسے ہو سکتا ہے۔

(۲) مچھر کی کمر اور گردن بے حد پتلی ہے۔ مگر ہاتھی کی کمر پیٹ سینہ اور گردن میں موٹائی تقریباً یکساں ہوتی ہے۔

(۳) مچھر کی ٹانگیں اتنی پتلی کیوں ہیں؟

(۴) اگر ہاتھی کی اولاد میں ہے تو مچھر کی دم کیا ہوئی۔

(۵) ہاتھی کے تو پر ہوتے نہیں پھر مچھر کے پر کہاں سے آ گئے۔

(۶) مچھر خون کیوں چوستا ہے جبکہ اس کے باپ دادا گنے اور اوکھیں کھاتے ہیں۔

اگر کوئی عربی خواندہ ہوتا تو ان اعتراضوں کا جواب اللّٰہم لکھکر شروع کرتا۔ مگر مجھے تو ایسی باتوں کی ضرورت نہیں اس لیے کہ آپ کے علمی اور تحقیقی مضامین کی بدولت پورا محقق و دانشمند ہو گیا ہوں اور ایسے ثقیل اعتراضوں کو کھیل تماشے سمجھتا ہوں اور خدا کے فضل سے مختلف علوم و فنون کے بیان کر سکتا ہوں۔ جوابات ملاحظہ ہوں۔

(۱) پہلے پچاس پچاس اور سو سو گز کے لمبے اور تین چار گز قطر کے موٹے اژدھے ہوتے تھے جن کی باقیات صالحات اب بھی لنکا و افریقہ میں پائے جاتے ہیں۔ موجودہ سانپ کو اسی کی نسل سے ملتے ہیں۔ موجودہ سانپوں کی بعض نسلیں ایسی بھی ہیں جو ایک ہی فٹ لمبے اور ایک ہی انچ موٹے ہوتے ہیں۔ تو اگر اتنا عظیم الشان جسم گھٹ کر اس درجے تک آ سکتا ہے تو کیا ہاتھی کا جثہ گھٹ کر مچھر کے درجے تک نہیں آ سکتا؟

علاوہ ازیں بزرگوں کا قول ہے کہ اگلے زمانے کے لوگ بہت لمبے ہوتے تھے مگر رفتہ رفتہ قد چھوٹے ہوتے گئے۔ اب بھی دیہاتی پیروں کی قبریں جو پرانی بنی ہوتی ہیں پانچ چھ گز سے کم نہیں ہوتیں۔ اسی سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ لمبائی چوڑائی کا ہر سن میں گھٹ جانا ممکن ہے۔ یہی امر مچھر کو بھی پیش آیا ہوگا۔

(۲) جب ڈاروِن آنجہانی انسان پہلے بندروں کی طرح ہاتھوں پاؤں پر چلتا تھا۔ مگر جس طرح ریچھ یا بندر اکثر دو پاؤں پر کھڑے ہو کر ڈگڈگی کی صدا اور "ناچو بیٹا ناچو" کی داد دیتے ہیں۔ اسی طرح حضرت انسان بھی کبھی کبھی بطور خوش فعلی یا کسی ضرورت سے سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے اس کا اثر یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ ان کا قد سیدھا ہو گیا اس نظر سے مچھر کی کمر اور گردن کے پتلے ہو جانے کی توجیہ نکالی جا سکتی ہے۔ ہاتھی پر ہودا کسا جائے یا جھول ڈالی جائے۔ ہر حال میں ایک موٹا سا رسا اس کی کمر سے گزرتا ہوا باندھا جاتا ہے۔ اگر دیر تک بندھا رہتا ہے تو اس رسے کا اس کی کمر پر نشان پڑ جاتا ہے۔ لہٰذا یہ بھی ممکن ہے کہ سالہا سال رسے کے بندھنے کا یہ اثر پیدا ہوا ہو کہ رفتہ رفتہ اس کی کمر پتلی ہو گئی۔ ضرور ایسا ہی ہوا ہوگا۔ اسی طرح فیلبان کے گردن پر بیٹھنے کا نتیجہ یہ مرتب ہوا کہ رفتہ رفتہ اس کی گردن بھی پتلی ہو گئی۔

(۳) ٹانگیں پتلی ہو جانے کی وجہ تو بالکل ظاہر ہے جب بہت چھوٹا ہو گیا تو غذا بھی کم پہونچنے لگی۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ مرتب ہوا کہ ٹانگیں پتلی ہو گئیں اب رفتہ رفتہ اس درجہ کو پہونچ گئیں۔

(۴) جب ٹانگیں بدن کی مناسبت سے اتنی پتلی ہو گئیں تو ظاہر ہے کہ دم کا باقی رہنا کیسے ممکن تھا۔ وہ بھی پہلے دبلی ہوتی گئی ہوگی پھر رفتہ رفتہ اتنی پتلی ہو گئی کہ خشک ہو کر جھڑ گئی۔ یا ممکن ہے کہ ہو۔ مگر اس قدر باریک ہو گئی ہو کہ نظر نہ آتی ہو حتی کہ خوردبین سے بھی نظر نہ آتی ہو۔ یہ چیز بالکل قابل یقین ہے۔ بہت سی ایسی چھوٹی چیزیں ہیں جو آنکھ سے نظر نہیں آتیں جب خوردبین ان کو دو ہزار گنا بڑا کر کے دکھاتی ہے تب نظر آتی ہیں۔ اب بتائیے کہ اگر وہ چیز جتنی چھوٹی ہے اس سے بھی دو ہزار گنا چھوٹی ہو تو وہ خوردبین سے بھی نظر نہیں آ سکتی۔ ممکن ہے کہ مچھر کی دم اسی درجے تک چھوٹی ہو گئی ہو۔

(۵) یہ اعتراض بیشک ذرا پیچیدہ ہے مگر علم الحیوانات میں اس قسم کی نظیریں موجود ہیں جن سے یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ علمائے حیوانات کا چمگادڑ کے متعلق یہ خیال ہے کہ یہ پہلے دریائی جانور تھا جس کے بطخ کی طرح پیروں کی انگلیوں کے درمیان جھلی تنی ہوتی تھی۔ مگر ان حضرت کو پرواز کا شوق جو چرایا تو لگے انگلیوں کی درمیانی جھلی کو پھیلانے۔ یہی کوشش نسلاً بعد نسل ہوتی چلی آئی نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے پیروں کی انگلیوں پر تنی ہوئی جھلی بڑھتی گئی اور آخر میں یہ جانوروں کے حدود سے نکل کر طائر بن گئے۔

اس نظریہ سے ہاتھی کے پروں کا معمّہ بھی حل ہو جاتا ہے تصور کیجیے کہ جب ان کا قد بلی کے برابر ہوگا تو جنگل میں ان کی زندگی کتنی خطروں سے گھری ہوگی۔ ہر وقت یہی ڈر کہ بھیڑیا نہ اٹھا لے جائے۔ چیتا نہ پھاڑ ڈالے۔ اس کی ٹانگیں اسی زمانے میں کافی موٹی ہوں گی اس لیے بھاگ نہ سکتا ہوگا۔ اب خواہ مخواہ اس نے اڑنے کی کوشش کی ہوگی۔ اس کے پاس ایسی جھلی تو تھی نہیں جو بڑھا کر پر بنا لے۔ اس نے اپنے کانوں کو بڑھانا شروع کیا ہوگا جب اس کا قد اور گھٹ گیا ہوگا اور چوہے کے برابر ہو گیا ہوگا تب بلی سے بھی خوف ہوگا۔ خواہ مخواہ اس نے اور جان توڑ کوشش کی ہوگی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر اس کے کان پروں میں تبدیل ہو گئے۔ اور اب یہ حضرت اڑتے اڑتے گھومتے ہیں۔

(۲) یہ تو کوئی سنجیدہ اعتراض نہیں۔ اس کے جواب کے لیے شکر ملوں کو لیجیے۔ جو بہت بڑے شکر مل ہیں ان میں اوکھیں اور گنا ڈالا جاتا ہے۔ اور اس سے شکر تیار کی جاتی ہے۔ اس سے چھوٹی شکر ملیں جو ہوتی ہیں وہ گڑ سے شکر تیار کرتی ہیں۔ بعض اس سے بھی چھوٹی ملیں ہیں وہ شاید صرف شکر کے صاف کرنے کے کام آتی ہیں۔

اسی طرح جب ہاتھی بڑا تھا تو گنے۔ اناج کھاتا تھا اور اس کا خون بنا کر اپنا کام نکالتا تھا جب بلی یا چوہے کے برابر ہو گیا ہوگا تو اس کے پیٹ کی مشین بھی چھوٹی ہو گئی ہوگی۔ تب بیچارا کیڑے کوڑوں چبا لیتا ہوگا اور اس کے پیٹ کی مشین صرف اتنا کام کرتی ہوگی کہ ان کے جسم کا خون نچوڑ لیتی ہوگی۔ مگر اب جبکہ ہاتھی اتنا چھوٹا ہو گیا ہے تو کر ہی کیا سکتا ہے بجز اس کے کہ بنا بنایا لہو پیا کرے۔ ایک ہی شخص کو غالباً نظر تو الہ پھر از فیل میں شبہ نہیں ہو سکتا۔

راقم

افلاطون وقت

نوٹ:۔ واضح رہے کہ یہ رسالہ البلبل کی نشاپردازی کی نقل ہوگا "میں" اور "ہ" کی بھرمار ہے تو ناقل پر کیا اعتراض۔

پیش طبیب ملا پیش ملا طبیب
پیش ہیچ ہر دو پیش ہر دو ہیچ

(نمبر ۱۱)

بلٹی۔ یہ نہ لکھا کہ یہ لفظ کس زبان کا ہے حالانکہ بیسیوں لفظوں کو بے سمجھے انگریزی لکھ دیا اور خفت اٹھائی۔ آپ کا ایسا شخص اور خاموش رہے اگر کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا تو بدرگالی زبان کا لفظ لکھ دیتے۔ کون ماہر زبان تردید کرنے بیٹھتا۔ اور اگر تردید بھی کرتا تو کیا بنا لیتا۔ آخر ہزار ہا الفاظ کے معنی غلط لکھے تو کسی نے کیا بگاڑ لیا اور نام چمکا۔ جہاں اتنی غلطیاں ہیں ایک یہ بھی سہی۔ زہنا ہم بالائے علم لیکن یہ تو کہنے کا موقع نہ ہوتا کہ حاجی صاحب کو یہ نہیں معلوم کہ بلٹی کس زبان کا لفظ ہے۔

اچھا حاجی صاحب ہم آپ کو بتائے دیتے ہیں آیندہ ضمیمہ میں درج کر دیجیے۔ یہ لفظ انگریزی بل آف لیڈنگ سے بگڑ کر بنا ہے۔

پراکسی۔ ایک ور تلفظ پراکزی لکھا ہے۔ جہاں تک ہم کو علم ہے کاکوری کے باہر کوئی بھی پراکزی نہیں بولتا۔ کاکوری کی گنوار اللغات کا کیا ٹھکانا۔ اکسفرڈ ڈکشنری اٹھا کر دیکھ لیجیے کیا تلفظ لکھا ہے۔

ٹمیس۔ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ لفظ انگریزی اسٹچ کی خرابی ہے۔ اور معنی لکھتے ہیں جزو بندی۔ کتاب کی سلائی۔ اس لفظ کے معنوں میں حاجی صاحب نے اپنی حل المشکلات فیلن کی ڈکشنری سے دھوکا کھایا۔ حالانکہ اس غریب نے کتاب کا لفظ بریکیٹ میں لکھا ہے۔ اسی طرح اگر یہ لکھتے تو ٹھیک ہوتا۔ سلائی جیسے کتاب کی سلائی۔ اس کو لفظ انگریزی اسٹچ کی خرابی جو لکھا ہے تو اس میں بھی اسی ڈکشنری سے دھوکا کھایا۔ چونکہ سطر ختم ہو گئی تھی لہذا سطر کے اوپر بریکیٹ دے کر اسٹچ لکھا۔ حاجی صاحب اسے پہلی سطر سے متعلق سمجھے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا۔ کون کہے کہ آپ کو ڈکشنری بھی دیکھنا نہیں آتی ایک لفظ کے معنی دیکھنے میں دوہری غلطی کرتے ہیں۔

ٹرالی۔ نور اللغات نے اس لفظ کو بھی ریل کی سڑک کے لیے مخصوص کر دیا حالانکہ یہ ضروری نہیں ہے۔

ترپ۔ حاجی صاحب نے ترپ کو ٹروپ کی بگڑی ہوئی شکل لکھ کر سکوت کیا۔ ترپ ٹرمپ کی بھی بگڑی ہوئی شکل ہے اور تاش کے کھیل میں بکثرت مستعمل لیکن حاجی صاحب کی سمجھ نے غالباً یاوری نہیں کی کہ ترپ انگریزی لفظ ٹرمپ کی بھی بگڑی ہوئی شکل ہے لہذا ہضم کر گئے۔ کیونکہ یہ تو خیال قایم نہیں ہوتا کہ کاکوری میں تاش کا یہ کھیل نہ کھیلا جاتا ہوگا۔ تعلیم یافتہ فرقہ برج کے پیچھے دیوانہ ہو رہا ہے۔ لیکن گنواروں میں ترپ کھیل بہت رائج ہے۔ آیندہ ضمیمہ میں اضافہ کریں۔

ترپال۔ انگریزی تلفظ درست کیجیے۔ ٹرپالن غلط ٹارپالن صحیح ت نہیں ٹ اور ٹر نہیں بلکہ ٹار۔ سمجھے حاجی صاحب۔ رٹ لیجیے تاکہ پھر نہ بھول جائیے۔

تارپین۔ (انگ میں تائے ہندی۔ پین بروزن ٹین) اس جہالت کا اگر کہیں جواب ہوگا تو زمزم اللغات ہی میں ہوگا۔ صحیح لفظ تک معلوم نہیں اور تلفظ لکھا جا رہا ہے کسی انگریزی لغت کو اٹھا کر دیکھا تو ہوتا کہ یہ لفظ لغت میں ہے یا نہیں۔ دمعیت کو خدا رکھے خود ہی لے وایل ایل۔ بی انگریزی لفظ کے لیے لغت دیکھنے کی کیا ضرورت۔ ایک لفظ انگریزی ٹارپی ان ضرور ملتا ہے جسے اس لفظ سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر اس کے معنی لکھوں تو ابی لغات الکاکوری صاحب کو بخار آنے لگے۔ دیدہ دلیری دیکھیے لکھ دیا انگریزی میں

متاسے ہندی۔ اے بی زمزم اللغات صاحبہ یہ لفظ ٹرپن ٹائین ہے جو اُردو میں تارپین ہوا۔

پنس یعنی پالکی ہندی ہے۔ اس لفظ کو لفظ انگریزی پی ہنیس یعنی کشتی سے کوئی تعلق نہیں۔ حاجی صاحب نے یہاں بھی فیلن کی ڈکشنری سے دھوکا کھایا۔ اگر حاجی صاحب غور سے دیکھتے تو دھوکا نہ کھاتے لیکن حاجی صاحب کو غور سے بیر ہے۔

پرنسپل۔ حاجی صاحب کالج کا افسر اعلیٰ لکھ کر خاموش ہو گئے۔ وہی سنی سنائی بات لکھ کر سکوت کیا۔ پرنسپل کے لغوی معنی لکھتے اور پھر یہ بھی لکھ دیتے کہ کالج کا افسر اعلیٰ پرنسپل کہلاتا ہے تو ٹھیک مطلب ہوتا اور اب تو تماشا ہے۔

پٹرول۔ انگریزی تلفظ غلط لکھا ہے۔ معنی لکھے ہیں وہ سپاہیوں کی جماعت جو سراغ لگانے کے واسطے مقرر کی جائے یا بطور محافظ کام کرے۔ حالانکہ پیٹرول گشت کے سپاہی یا جماعت کو کہتے ہیں۔ حاجی صاحب نے تین غلطیاں کی ہیں۔ اول تو جماعت لکھا ہے دوسرے سراغ رسانی کا کام سپرد کیا تیسرے گشت لگانا ہضم کر گئے دراں حالیکہ اصل کام گشت لگانا ہے۔ اور یہی خصوصیت پیٹرول کی ہے جسے شاہی زمانے میں پٹرول کہتے تھے۔

جیالوجی۔ کہیں اس لفظ کے معنی علم طبقات الارض سن پائے وہی لکھ دیے۔ یہ لفظ کب اُردو میں مستعمل ہے۔ اور اگر یہ لفظ کہیں مستعمل بھی ہو تب میں یہ عرض کروں گا کہ لفظ جیاگرفی جو اس سے کہیں زیادہ مستعمل ہے کیوں نظر انداز کیا گیا اور باٹنی وزولوجی وغیرہ الفاظ نے کیا خطا کی تھی کہ درج نہ کیے گئے۔

پونڈ۔ دو معنی حاجی صاحب نے لکھے مگر تیسرے معنی بھول گئے۔ پونڈ اُس احاطے کو بھی کہتے ہیں جہاں مویشی بند کیے جائیں یا چھوٹے ہوے مویشی اس وقت تک بند رکھے جائیں کہ ان کے مالک انھیں جرمانہ داخل کر کے رہا کرائے جائیں۔ اگر نہ رہا کرائیں تو ایک مدت معینہ کے بعد نیلام کر دیے جائیں۔ یہ لفظ ان معنوں میں روزمرہ استعمال ہوتا ہے۔ ڈسٹرکٹ بورڈ کی طرف سے بڑے دیہاتوں میں پونڈ تعمیر کیے گئے ہیں۔ کاکوری میں بھی بنا ہوگا اور وہاں پونڈ محرر رہتا ہوگا۔ یہ معنی بھی ضمیمہ میں تحریر کیے جائیں۔

پورچ۔ اس لفظ کو بی زمزم اللغات انگریزی لکھتی ہیں اور کوئی انگریزی تلفظ اس کے علاوہ نہیں لکھا ہے۔ لہذا یہ فرض کرنا پڑتا ہے کہ انگریزی تلفظ یہی ہے۔ میں نے انگریزی لغت دیکھ ڈالے کسی میں یہ لفظ نہ ملا۔ اب میں بی صاحبہ سے دریافت کرتا ہوں کہ اس لفظ کے اسپلنگ کیا ہیں۔ میرے خیال میں یہ لفظ ہندی ہے۔ اور خانساماؤں کی زبان پر ہے۔ اسی سے بی زمزم اللغات نے اسے انگریزی لکھ دیا۔

(باقی آئندہ)

ساو

نہ محقق بود نہ دانشمند
چارپائے برو کتابے چند

مراسلہ

"دل جلے شیعہ صاحب کا خط بنام اودھ پنچ"

ڈیر پنچ۔ مجھے جو کچھ مسئلہ امامت باطلہ پر کہنا تھا کہہ چکا مجھے یقین ہے کہ جن لوگوں کی ظاہری آنکھیں بینائی اور دل کی آنکھیں بصیرت سے خالی نہیں وہ آج نہیں تو کل ضرور غیر مستحق کو مرجع بنانے کی مضرت سے بچنے کی عملی سعی شروع کر دیں گے۔

جو اشخاص دین یا دنیا کے پیشوا بننا چاہتے ہیں ان کے اعمال و افعال کے جانچنے کے واسطے ایک مجلس ضرور قائم ہوگی۔ تاکہ صحیح و سقیم میں تمیز ہو سکے۔ سب دھان ڈھائی پنسری یا ساس کے پوت سب ہی برابر۔ یا لنکا میں جو ہے وہ باون گز کا۔ ایسی مثلیں ہیں جو سننے والے کو یہی نصیحت کرتی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی غور نہ کرے۔ کسی کی خالی خولی شہرت پر ایمان لانا خلاف شریعت و مخالف آئین دانشمندی ہے۔ دنیا میں زیادہ دنوں تک بیوقوفی کا دور دورہ نہیں رہ سکتا۔ تعلیم کے ساتھ ہی حسن و قبح کے پرکھنے کی استعداد بھی بڑھے گی۔ اور اس وقت اودھ پنچ کے یہ مضامین جو خالص نیت کے ساتھ بدون رعایت و خوف دشمن سازی لکھے گئے ہیں مشعل راہ ہدایت ہوں گے۔

کہی ہوئی بات کے دہرانے کی عادت نہیں۔ ان مضامین میں سب ضروری امور مجملاً موجود ہیں۔

بیت بازی

اطالیہ :- بسے نداخست مائدہ جنگ زنگیاں مزہ اے؛ نمک زدند کباب مرا ز خاکستر۔

انگلستان :- ہا کمبخت - اسی خاطر تو جنگ زنگیاں سے منع کرتے تھے - نہ مانا تم نے سر پیٹا کر اب نوحہ خواں ہو کر۔

لہٰذا ارادہ کیا جاتا ہے کہ جب تک دشمنانِ عقل و دین کی جانب سے کوئی تازہ قابلِ رد و قبول بات نہ چھیڑی جائے اُس وقت تک ہم بھی سکوت کر لیں۔

ہمارے اطمینان کے لیے یہی کافی ہے کہ ہمارے تمام مضامین مبنی بر واقعات و دلیلِ عقلی و شرعی تھے خواہ لب و لہجہ اُن کا ظریفانہ ہو مگر کسی کو بجز کوسنے کاٹنے یا دشنام دینے کے ہمت اِن دلائل کے رد کرنے اور واقعات کو غلط ثابت کرنے کی نہ ہوئی۔ ابھی کوسنا کاٹنا اور دشنام دینا ہمیں تو نہیں آتا۔ کوسنا کاٹنا دشنام دینا کمزوروں کا کام ہے جن کو بات کا جواب دینا نہیں آتا۔ ہم جواب دینے پر قادر ہیں خدا کے عدل و انصاف پر یقین کامل رکھتے ہیں نیت ہماری صاف ہے جو کچھ ہم نے کہا وہ سچ ہے تو ان باتوں کے ہوتے گالیوں یا کوسنوں سے کیونکر ڈریں۔

دور بیٹھے ہوئے جو حضرات اندھیرے میں اودھ پنچ کو گھور رہے ہیں اُن سے کہہ دیجیے کہ بھائیو جو واقعات اودھ پنچ میں درج ہیں اُن کا صدق و کذب جانچو اگر وہ جھوٹ نکلیں تو ہم گنہگار۔ اگلے زمانے والوں میں بہت لوگوں نے مشتعل ہو کے حق بات کہنے والوں سے عداوت کی ہے تم تو مسلمان ہو قرآن ضرور پڑھتے ہو گے ذرا اُن کے حالات پر غور کرو۔ بہت سے واقعات کا تحریری اور تصدیق شدہ ثبوت ہمارے پاس ہے بعض کا عدالتی اور بعض کا زبانی۔ بس ؎

مہ نور می فشاند و سگ بانگ می زند

مر ۹

دل جلا شیعہ

ضروری گزارش

جن اصحاب کے نام وی۔ پی روانہ کیے جا چکے ہیں وہ براہ مہربانی وصول فرمالیں باقیدار حضرات قیمت کا منی آرڈر جلد از جلد ارسال فرمادیں "منیجر"

شکوۂ ہند (حالی)

بہت پرانی نظم ہے اور قبول عام کا یہ حال ہے کہ بارہا چھپ چکی ہے اب اس کا ایک تازہ نسخہ بیکو لمیٹڈ لاہور نے بہت چھوٹی اور خوبصورت تقطیع پر شائع کیا ہے گرد بیل بوٹے بنائے ہیں خوشنما کتابت ہے عمدہ کاغذ ہے مولانا حالی علیہ الرحمہ نے اس نظم میں خاک ہند سے شکوہ کیا ہے کہ ہم [illegible] تو ہماری کیا شان تھی۔ یہاں پہنچے تو کتنے کارنامے دکھائے اور اب ہماری کیا حالت ہے شاعرانہ طرز ادائے مطلب کے اعتبار سے تو نظم خوب ہے لیکن ہم سے پوچھیے تو غریب ہندوستان کو اس میں کوئی دخل نہیں شاعروں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنی گردن پر کوئی مظلمہ نہیں لیتے۔ فقیر و مفلس ہیں تو چرخ ناہنجار کی کجروی کی بدولت۔ بلا میں گرفتار ہیں تو زمانے کی سفلہ پروری کی وجہ سے مسلمانوں کو جو سادگی اُن کی شریعت نے سکھائی تھی وہ اُنھوں نے بھلا دی اور بن بیٹھے خداوند خدایگان ظل الرحمٰن سلطان ابن سلطان خاقان ابن خاقان بلکہ دیوتا۔ ظاہر ہے کہ سلطان اور خداوند بننے کے جو بھار ہے ہندوستان کے مہاراجاؤں کو اٹھانے پڑے وہی ان کو بھی۔ غریب سرزمین کیا کرے۔ کتاب کی خوبصورتی شوق بڑھاتی ہے اور ۲؍ کے ٹکٹ بھیجنے پر دستیاب ہو سکتی ہے۔

ختم نبوت

یہ بھی ایک چھوٹا سا اور چھوٹی تقطیع کا رسالہ ہے جس میں ختم نبوت پر اچھی اور مختصر بحث کی ہے۔ اسلامی اعتبار و اعتقادات کی رو سے جو کچھ لکھا اُس پر آمنا و صدقنا کہتے ہیں مگر حضور بُرا نہ مانیے تو کہوں کہ نبوت ختم کیونکر ہو سکتی ہے جبکہ دنیا نت نئے خدا بدل رہی ہے۔ قادر مطلق خالق حقیقی نے اگر اپنی مصلحت سے نبوت ختم کردی تو ضروری نہیں کہ دنیا اپنے مصالح اور اپنے مرغوبات کو چھوڑ دے جو کہ بطور ایک حاکم جابر کے اس کی تکمیل تقاضے ہوئے ہیں۔

کیوں صاحب! کیا بنے ہوئے نبی یا امام یا عالم دین یا پیر تشاغب (پروپگنڈے) کے ذریعے آج دنیا پر حاوی نہیں؟ یا کوئی زمانہ ان مصنوعی مخترعین و مقدسین سے خالی رہا۔ نبی کیسے اکثر خدا بن بیٹھے اور لوگ اُن پر ایمان لائے۔ مجازاً سبھی گرادنی دولت والے کو بھی خوشامدی "خداوند" کہتے اور باور کرادیتے ہیں کہ تو سب نہیں مگر تھوڑے اوصاف خداوندی کا ضرور سالک ہے جس قوم میں یہ بیماری پیدا ہو جائیگی

وہ صدق کی نعمت سے محروم ہوکر رحمت خداوندی سے دور ہوتی جائے گی۔ اس کے اصلی افراد غیر شرعی وخلاف تمدن واخلاق طرز تعظیم وتکریم کے عادی ہو جائیں گے۔ مقتدر طاقت صرف انگشت رہیں گے اور عوام گمراہ۔

اے حضرت ختم نبوت بلکہ توحید کا مسئلہ بھی کھٹکنا اور بودا رہے گا اگر آپ نے بازار میں یکہ رکھے ہوئے ہر انگلی نچانے والے کو ولی اللہ سمجھ لیا یا ہر صاحب عمامہ و دستار کا کہ لمدرانی عصا کی دست بوسی پابوسی نعل بوسی بلکہ فضلہ بوسی کو نہ روکا۔ کتاب مفید ہے ہیکو لمیٹیڈ لاہور نے اسے بھی شائع کیا ہے ۲ کے ٹکٹ بھیجیے اور منگائیے۔

راف

ادبار الدین والدنیا

المختصرات

انگریزی ٹوپی کی بدولت ہمارے سر عبد الرحیم صدر اسمبلی کو جب وہ کوہاٹ سے پشاور کی طرف موٹر پر سوار تشریف لا رہے تھے جان جوکھم میں پھنسنا پڑا سنتے ہیں کہ کسی نے فرنگی سمجھ کے متعدد فائر کیے وہ تو کہیے قسمت اچھی تھی جو نشانے خطا ہو گئے۔ ارے بھائی اس ٹوپی کی قدر صرف اشٹیشن کے قلی کرتے ہیں بھلا سرحدی پٹھان اس کی منزلت کیا جانیں یہ وہ ظالم قوم ہے جس نے امان اللہ خاں کو اسی ٹوپی کی وجہ سے نکال باہر کیا۔ تمھیں چاہیے تھا کہ پگڑ باندھ لیتے کہ پٹھان گولی نہ چلاتا اور اگر کوئی لٹھیرا لٹھ بھی مارتا تو چند یا پہ کم دھمک پہونچتی۔

دھمے سے گئے دل خانہ خراب کے بدلے۔ پہلے تو ہمارے اطالوی دوست اپنے باپ کا گھر سمجھ کے حبش کے خالی مقامات پر دڑانہ گھسے چلے گئے۔ بیٹھے ہوئے ریچھ کو کملی سمجھ کے ہتھیا لینا چاہا اب سنتے ہیں کہ روشنی طبع بلا بن کے حبشیوں کے ہاتھوں پٹن گھسی الگ ہو رہی ہے اور موسم الگ مزاج کے موافق نہیں زرد بخار ہے ہسپتال بھر گئے ہیں بارش ہے۔ بھاری بھاری ٹینک دلدل میں پھنس گئے ہیں پیچھے ہٹنا اور کملی کو چھوڑنا چاہتے ہیں مگر کملی کسی طرح پیچھا نہیں چھوڑتی۔ اسکے علاوہ یورپ کی کثیر طاقتیں ٹکا تلنے کھڑی ہیں۔ تعزیرات کی فہرست تیار ہو رہی ہے۔

بائیکاٹ کی دھمکی دی جا رہی ہے اور سب تو خیر گورنمنٹ آف انڈیا کا جی بھی اس لڑائی میں شریک ہونے کو لہرا رہا ہے۔ خدا خیر کرے بی مینڈکی بھی گھوڑوں کی دیکھا دیکھی اپنے نازک اور نرم پنجوں میں نعل ٹھکوانے پر تلی ہیں۔

انگلستان کے جدید انتخاب پر افسوس ہے کہ ہمارے پرانے ہردلعزیز ڈھلتا پانسا دوست مسٹر رمینے میکڈانلڈ کو شکست ہوئی۔ بعض منہ پھٹ زبان دراز لوگ کہتے ہیں کہ یہ لیبر پارٹی سے دغابازی کا ثمرہ ہے۔ مگر ہمیں اس میں شک ہے کیونکہ زمانہ ہی دغا کا ہے۔ دغابازوں کو شکست کیا واسطہ وہ تو ہر طبقے اور ہر حلقے میں کامیاب دکھائی دیتے ہیں۔ دغاباز مولوی فقیہ پادری پنڈت ہمیشہ فتحمند۔ دغاباز لیڈر کروڑوں روپے توند میں بھر لینے کے بعد بھی لیڈر کے لیڈر رہیں ہونہ ہو یہ شکست مسٹر رمیزے میکڈانلڈ کو نالائقی اور پروپگنڈے کے بکس پیچھے ہونے کے باعث ہوئی افسوس بیچارے بھیڑ کی طرح خصم ہو گئے بقول شاعر

غیر سمجھا کر انھیں گھر لے گئے
ہم سے کچھ ہوتا نہیں ہم کیا کریں

ایک بے رحم ماں کا برتاؤ جو اس نے اپنی بیمار بیٹی کے ساتھ کیا ہمیں یاد آجاتا ہے جب سیاست زمیندار لاہور کے معاملے پر ہمیں توجہ ہوتی ہے۔ لڑکی بیمار تھی۔ بیمار بھی ایسی کہ ہونٹوں پر دم۔ گھڑی ساعت بیہوشی میں پیشاب بچھونے پر نکل گیا اور اماں جان نے مارے ممتا کے رد دے شروع کر دی۔

"ہاں موئی پڑے پڑے مچل مچل موتی ہے۔ خدا غارت کرے" اس کے بعد دھڑا دھڑ دست شفقت میں حرکت شروع ہو گئی۔ مذہبی جوش میں اخباری کاغذوں نے اگر بحالت اضطرار کوئی اشتعال دلانیوالا مضمون لکھ بھی یا یعنی خطا ہو گئے اور پیشاب نکل گیا تو اتنی زور سے دست شفقت کے استعمال کی حکومت پنجاب کو ضرورت نہ تھی کہ اڈیٹروں کو الگ نظر بند کر دیا اور ضمانت جدا ضبط کر لی:۔

"ہاں نگوڑا! مچل مچل موت رہے ہو۔ نہ وقت دیکھتے ہو نہ موقعہ۔ غارت ہو۔ جاؤ تمھارا کھانا پانی بند" ہمارے نزدیک تو سراسر شفقت مادری اب عفو کی قوت یا ممتا کی رگ میں بھی کچھ پھڑکن پیدا ہونی چاہیے۔ ایک ٹہمدوسن کیا کرتی تھیں اپنے لڑکے کو اتنا ماروں کہ پڑوسن کا دل دکھے۔ گروہ جاہل تھیں۔ یہ دونوں پڑھے لکھے ہیں۔ ٹیرچی کے پہنچے ہیں۔ پڑسیونکا۔

ملازمت

مل سکتی ہے۔ تعلیم مڈل تک ہو انٹرنس پاس ہوں یا فیل۔ ایف اے ہوں خواہ بی۔ اے۔ کوئی خاص شرط نہیں مگر خواندہ ضرور ہوں امیدوار انسٹیٹیوٹ کے فارغ التحصیل ملازم شدہ طلباء کی فہرست۔ پراسپکٹس اور رسالہ البرق ۲ کے ٹکٹ بھیجکر منگوائیں۔

پنجاب انجینئرنگ انسٹیٹیوٹ جالندھر شہر

دی مسلم ریویو

مسلمانوں کا واحد انگریزی تبلیغی ماہوار رسالہ ہے جس میں مشاہیر ملک کے تحقیقی مضامین حمایت اسلام اور رد غیر اسلام کے متعلق لکھے جاتے ہیں ممالک یورپ۔ امریکہ افریقہ، آسٹریلیا۔ ممالک ایشیا جزائر عالم میں شائع ہوتے ہیں۔ فرقہ وارانہ مباحث اس میں نہیں ہوتے قدیم اسلام کی خدمت کرنا اس کا مقصد اعظم اور نصب العین ہے لہذا تمام لائبریریوں کو صرف ایک روپیہ سالانہ روانہ کرنے پر رسالہ مفت دیا جاتا ہے اس کی سالانہ قیمت چار روپیہ ہے۔ تمام ہمدردان اسلام قدیم کو اسکی سرپرستی کرنی لازم ہے۔

منیجر دی مسلم ریویو لکھنؤ

صوبہ بہار اور بنگال کا واحد مزاحیہ اخبار پڑھئے جس میں زبان کی چاشنی کے ساتھ سیاست پر آزادانہ تنقید اور اصلاح معاشرت و اخلاق کیلئے ہنستے ہنستے پیٹ پھولا دینے والا مضمون شائع ہوتا رہتا ہے۔ بہترین مزاحیہ نظم اور غزلیں پڑھئے ہنسئے اور موٹے ہو جائیے۔ چندہ سالانہ ۳ عہ نمونہ مفت

منیجر اخبار پنچ بہار شریف (پٹنہ)

انگریزی اخبار "پٹنہ ٹائمز" پٹنہ

جو بہار کے مسلمانوں کی زبردست آواز ہے اور ۱۹۲۴ء سے خدمت کر رہا ہے۔ اگر آپ دلچسپ مزاحیہ مضامین اور ہر طرح کی خبروں سے واقفیت رکھنا چاہتے ہیں تو آج ہی خریدار ہو جائیں اور ایک ماہ تک اپنی قابلیت کا اندازہ لگائیں۔ سالانہ قیمت ۸ عہ طلباء سے ۴ عہ قیمت فی پرچہ ۱؍

منیجر

پیغام سرحد

صوبہ سرحد کا مقبول و پسندیدہ قوم پرست تعلیمی ہفتہ وار اخبار "پیغام سرحد" ہری پور ہزارہ ضرور ملاحظہ کیجیے

منیجر

پیغام سرحد ہری پور ہزارہ

اودھ پنچ میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیجیے

مشتہرین

(۱) کیا آپ جانتے ہیں کہ "برما" میں ساٹھ ہزار گجراتی بولنے والے ہندوستانی ہیں۔

(۲) "جوہر" واحد گجراتی۔ ان کا ترجمان ہے۔

(۳) "جوہر" کی زندگی۔ ان کے ہندوستانیوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے وقف ہے گجراتی دان ہر ہندو مسلمان اسے پڑھتا ہے۔ لہذا یہ آپ کے اشتہارات کا بہترین ذریعہ ہے۔

درخواست کیساتھ ضرور ذیل پتہ ہونا چاہیے

منیجر "جوہر" نمبر ۲۲۶ ایسپریٹ ... رنگون

انمول ادبی جواہر
منتخبات مضامین اودھ پنچ

من ابتداء ۱۹۱۶ء لغایت ۱۹۲۲ء

چار حصوں میں ادبی اصلاحی اخلاقی سیاسی مضامین

بے نظیر علمی اور عقلی فوائد رکھتے ہیں جن کی نظیر آپ کو اُردو کے خزانے میں نہ ملے گی۔ یہ انسان کو مضمون لکھنا سکھا دیتے ہیں۔ — اب تک چار حصے تیار ہوئے ہیں۔ قیمت فی حصہ ایک روپیہ آٹھ آنے۔

یہ مضامین بطور ضمیمہ چار سال سے اودھ پنچ کے ساتھ ہفتہ وار شائع ہو رہے ہیں۔ سالانہ جلد کے خریدار کو ایک حصہ مفت ملتا ہے۔ سائز $\frac{20 \times 26}{4}$ مجموعی قیمت ان منتخبات کی پانچ روپیہ علاوہ محصول۔

المشتہر

منیجر اودھ پنچ

کتب خانوں کی زینت

مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ ۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں۔ ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد ۶ روپے۔ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی ۱۲؎ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ ۳۱، ۳۲ء کی

قیمت فی جلد ۶ روپے محصول ڈاک ۱۲؎ بذمہ خریدار۔ جلد ۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی ۱۲؎ ۔ اور جلد ۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی ۱۲؎ مفت ملیں گے۔

انیارکس سپلائی ایجنسی

بار ہا شکایت سنی گئی ہے کہ حضرات بیرونجات جو کتابیں طلب فرماتے ہیں انکو ناقص کتابیں ملتی ہیں۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ جو کتاب وہ طلب کرتے ہیں اُسکے بجائے دوسری کتاب انھیں ملتی ہے نیز یہ بھی شکایت ہے کہ کتاب پر صرف دکھانے کے لیے بہت زیادہ قیمت لکھدی جاتی ہے اور شہر میں وہ لکھی ہوئی قیمت سے بہت کم قیمت پر ملتی ہے وغیرہ۔

لیکن اگر آپ ہمارے ذریعہ سے کوئی کتاب طلب فرمائیں گے تو ہرگز یہ شکایت پیدا نہ ہوگی اور ہم اپنی نگرانی میں ہر کتاب روانہ کرینگے۔ اس حالت میں اگر کتاب ناقص ہو یا کٹی ہو یا ایک کے بجائے دوسری پہنچ قیمت بازار سے زیادہ ہو تو اسکے ہم ذمہ دار ہیں۔ لہذا لکھنؤ کے جس مطبع کی کتابوں کی آپکو ضرورت ہو ہمیں تحریر فرمایئے اور اطمینان رکھیے کہ آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں ملیگا۔ دریافت طلب امور کے لیے جوابی پوسٹ کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے۔

پتہ:۔ **وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ**

ہفتہ وار انگریزی اخبار "خیبر میل" پشاور

ضرور ملاحظہ کیجیے۔ یہ انگریزی کا واحد اخبار ہے جو صوبہ سرحد سے شائع ہوتا ہے سالانہ چندہ پانچ روپیہ ہے "منیجر"

ہفتہ وار انگریزی اخبار "سنٹینل" رانچی

جسمیں نہایت پُرلطف مضامین اور مقامی خبریں ہوتی ہیں۔ ضرور ملاحظہ فرمائیے سالانہ چندہ ۶ ششماہی ۳؎ ۔ سہ ماہی ۱۲؎ ۔ فی پرچہ ۱؎ ۔

منیجر "سنٹینل" رانچی

REGISTERD No A 783
رجسٹری نمبر ایل ۷۸۳
LUCKNOW,
OUDHPUNCH
قیمت فی پرچہ
دو آنے
(۲/)
۱۹۳۵
اودھ پنچ
قیمت پیشگی اندرون ممالک
سالانہ
ششماہی
سہ ماہی
M.B. Khan Artist
Dugawan Lucknow

آغا خان: یا بسیار غلط دعوت! میدانید کہ قرآن غلط فرمودہ رب العزت نیست۔ این قرآنیست کہ کاتب تصنیف فرمودہ۔"

خدا کرے یہ دل لگی جو مصنف کے قلم سے لکھے ہوئے قرآن کے ذریعہ روز ہوا کرتی ہے جلدی ختم ہو اور خداوندی قرآن کا آفتاب چمکے۔

سا ——————

خیرخواہ ایران

——————

انقلاب سایہ بہ پتلون

حضرت پنچ! زنانی مت بٹنے کی وبا جو پھیلی تو رفتہ رفتہ ہر فن میں سرایت کرتی چلی گئی۔ پہلے ترقی یافتہ قوموں کی عورات صرف حقوق طلب کرتی تھیں۔ حقوق بھی وہ جو بہر حال اُن کا درجہ مردوں کے برابر کھینچ تان کے لے آئیں۔ یہ بات ذری سمجھ سے باہر ہے کہ یورپ کی خاک میں زن مریدی کے ذرات کی کمی نہ تھی۔ میم صاحب جان کی مالک اولاد کی مالک گھر بار کی مالک آبرو کی مالک مال متاع کمائی کجائی کی مالک اپنے وقت کی مالک اپنی رفتار گفتار کردار کی مالک تھیں پھر کیوں اُنھیں شیطان نے انگلی دکھائی جو ہر انتظامی شعبے میں گھسنے اور تکلیف اُٹھانے پر آمادہ ہوگئیں؟ خیر یوں بھی سہی۔ مگر یہ کیا آفت ہے کہ اب کسی طرح عورت ہونے پر راضی نہیں ہوتیں یعنے اپنی جنسیت سے بھی قطعی انکار ہے۔ یہ خواہش اتنی بڑھ گئی ہے کہ قلب ماہیت کی فکریں ہو رہی ہیں۔ ایک اسلامی حکیم کا قول ہے "عقول النساء فی جمالھن" یعنے اُن کی عقلیں بجائے دماغ کے اُن کے سنگار میں گھس گئی ہیں۔ آج تک سنگار اور آراستگی میں وقت کا بہت بڑا حصہ رائگاں ہوتا تھا مگر فرائض کی زیادتی نے مجبور کیا کہ مکھی سے ہاتھ اٹھائیں۔ وہ بال جو گھنگور گھٹا کی طرح دنیا کی آنکھوں میں زمانہ تاریک کر دیتے تھے پہلے پر تینچ ہوگئے اگرچہ عشاق کا حال بدستور رہا کہ

حسن کی طرف سے آیا نہ مرے عشق میں فرق

زلفیں منڈ گئیں یاں حال پریشاں نہ گیا

چوٹی تو کٹی ہے اللہ ناک سلامت رکھے۔

اب سنتے ہیں کہ سایہ کا پھیر پھار گھٹتے گھٹتے گھٹنے اور پتلون سے جا بھڑا کچھ تعجب نہیں کہ جانگھیا اور جانگھیا سے لنگوٹی تک پہونچے۔ یہ پتلون نواز سایہ بردار عورتیں ہائیڈ پارک کی سیر کو چلیں۔ عکاسوں نے موقع پایا فوٹو لیے اب جو فوٹو اخباری پرچوں میں شائع ہوئے تو واہ واہ میم صاحب بالکل اُردا بیگنی بنی ہوئی کھڑی ہیں۔ بہت چیں بہ بہ ہوئیں عکاسوں کو کوسا کاٹا کہ یہ کمبخت کہیں پنڈ نہیں چھوڑتے۔ ممکن ہے کہ جان اور سنگار کی بھولی ہوئی مامتا پھر زور کرے اور کوئی دوسرا فیشن جو رجولیت اور رجال کا پلڑا برابر کر دے عنقریب ایجاد ہو جائے۔ مگر ہم تو اپنی ہندوستانی عورتوں کی طرف سے اندیشے میں ہیں۔ کیا معنی کہ ولایت میں عورتیں مردوں سے دگنی ہیں تعدد ازدواج کی اجازت قانون نہیں دیتا۔ حقوق طلبی کا مادہ روز مرہ کی حاجتوں نے پیدا کیا ہے۔ یہاں یہ بات نہیں ہے صرف یورپ کی تقلید ایک ضروری رسم یا تعلیم کا جزو ہے اگر یہاں ایسی امرد شکل عورتیں طرحیں تو واللہ ان کی صورت سے گھن آنے لگی۔ سارا لٹریچر خاک میں مل جائیگا وہ جو کہا کرتے تھے ؎

کاجر سوں کارے اندھیاری سوں اندھیارے
پیم پیت او پروارے سداسوں سدھائے ہیں
لانبے لکارے گوری پیٹھ او پر ڈارے
سونے کی دیوار پر چوٹی کے پنارے ہیں

وہی کہنے پر مجبور ہوں گے

بھونرے کسیرو میں گیتے کی ڈانٹ میں ہاتھی کے لینڈ ہیں

خدا محفوظ رکھے ایسی تخفیف کے واسطے کوئی کفایت شعار جیز ورس کنجوس مکھی چوس بھی آمادہ نہیں یا شاید یعنی سال بھر میں ایک پیا تیل اور روغن کھلی بیسن کے صرف میں کمی ہوتے دیکھ کے منہ میں پانی بھر آئے اور یہاں بھی وہی الکٹرک الشڈی کمر پتلی معشوقہ بھی معلوم ہونے لگے۔ راقم فیتق

مشورہ طلب شادی

سنبھالا ہوش تو مرنے لگے حسینوں پر
ہمیں تو موت ہی آئی شباب کے بدلے

شباب کیا آیا قیامت آئی۔ آفت نے گردن دبائی۔ بلا نازل ہوئی۔ نہ ہوش ٹھکانے نہ حواس بجا۔ ہر وقت شادی کی دھن ہے۔ بیاہ کی فکر ہے۔ گلی کوچے میں بھی کسی کو گزرتے دیکھا اور رال ٹپک پڑی آپے سے باہر ہوگئے۔ دل دھڑکنے لگا۔ گویا سینے پر موگریاں پڑنے لگیں۔ پیشانی پر پسینہ آگیا۔ للچائی ہوئی نظروں سے مڑ مڑ کر جانے والے کی طرف تا حد نظر دیکھا کیے۔ ایک گئی دوسری آئی اور چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد تیسری آئی اور چلی گئی اسی طرح سارا دن گزرا رات آئی حسب معمول اس شغل سے دن بھر کا تھکا ماندہ کچھ کھا پی کر ایسا پلنگ پر پڑا کہ چشم زدن میں روزن چشم بند ہوگئے روشندان ذہن کھل گیا۔ آب جانیے بلی کے خواب میں چھیچھڑے نظر آتے ہی ہیں۔ دماغ پر شباب نے پریوں کا دڑبا کھول دیا۔ پرے کا پرا جان پر سزاوار ہوگیا۔ ماوشما کس کھیت کی مولی ہیں۔ بڑے بڑے ریشائیلوں کے منہ میں پانی بھر آیا۔ وضوساقط ہوگئے سرگوشیاں ہونے لگیں۔ کوئی کسی کی شکل و صورت کی تعریف کرتا۔ کوئی قد و قامت کی توصیف کرتا۔ کوئی لب و لہجہ پر جان نثاری کو آمادہ ہوتا۔ کوئی ناز و ادا پر مٹنے کے لیے تیار نظر آتا۔ ابھی ہر کس بخیال خویش خبطے دارد میں مصروف ہی تھا کہ ایک شعلہ رو رشک حور چھل بل دکھاتی۔ آفتیں ڈھاتی پیشواز درست کرتی دوپٹا سنبھالتی۔ مسکراتی۔ خرمن دل پر بجلیاں گراتی اپنی جگہ سے آگے بڑھی۔ سازندوں نے سُر ملایا۔ طبلے پر تھاپ پڑی۔ اُس نے دست حنائی کو حرکت دی۔ یہاں دل بول اُٹھا "بھلی بھلی کتنا پانی" گردن کا ڈورا ہلا اور رگ جوانی پھڑکی۔ آنکھ کی گردش نے نگاہوں میں دن رات ایک کر دیئے۔ سینہ نیلا ہوا۔ دیکھتے ہی دل میں عشق کا

ٹیومر ابھرا۔ بھاؤ بتانے میں کلائی مڑی اور دیگچۂ دل سے چمچا بھر خون نکال لے گئی۔ اُدھر کمر لچکی اِدھر یاروں کی چک گئی۔ وہاں پاؤں کے گھونگھرو سے شور کیا یہاں مرغ دل کی ٹانگ میں کبابوں کا دونا اٹکا۔ وہاں کولا اُچھلا یہاں شباب کا مینڈک پھدکا لاحول ولاقوۃ آنکھ کھل گئی اُٹھے اور مرغ سحر خیز کو صلواتیں سناتے اُٹھے کمبخت نے ساری جمی جمائی سبھا بھربھنڈ کر دی۔

سقراط کا قول ہے کہ جب میں مجرد تھا تو دنیا گونگی تھی اب بیاہا ہوں تو دنیا بہری ہو گئی لاکھ لاکھ شادی کی بُرائیاں بیان کرتا ہوں مگر کوئی نہیں سنتا جسے دیکھتا ہوں خواہ مخواہ اپنی عافیت تلخ کرنے پر آمادہ ہے۔ لہذا بندہ ناشنوائی کا الزام اپنے سر لینا نہیں چاہتا اور رجوروؤں سے مشورہ طلب کرتا ہے۔

آج کل شادی بیگم صاحب سے ہوتی ہے یا میم صاحب سے۔ بیگم صاحب سے شادی کرنے میں اور بھاڑ کے شکار میں کوئی فرق نہیں خدا جانے کچھوا پھنسا کر مچھلی رقعہ بازی حسب و نسب کی جستجو کے بعد آمنت باللہ کی ٹھہر گئی۔ اب خدا جانے بیگم صاحب کالی ہیں بھوری ہیں گوری ہیں ٹھنگنی ہیں لمبی ہیں موٹی ہیں دُبلی ہیں حسین ہیں یا آنکھ نہ ناک بنّو جھاند سی۔ سلیقہ شعار ہیں یا پھوہڑ۔ خانہ دار ہیں یا خانہ برانداز۔ پڑھی ہیں یا ان پڑھ۔ ترش مزاج ہیں سرکہ جبیں ہیں یا ہنس مکھ خلیق ملنسار مخلص ہیں یا شوخ طبع۔ دل خوش کرنے یا کھسیان پن مٹانے کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ بھئی بہو بیٹیوں میں ان باتوں کی چھان بین کون کرتا ہے۔ بی بی کا جوہر عصمت ہے۔ مگر ناموافقت کی حالت میں جب جوتی اُچھلتی ہے تو عصمت یاد نہیں رہتی عصمت فروشوں کا در بار گرم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ خدا بھلا کرے ہندوستانی رسم و رواج کا اس نے اسلام کی پُرانی آزادی پر بھی پانی پھیر دیا اگر قبل از نکاح دیکھ بھال کی شرط لگائی تو بیٹی والے رضامند نہیں ہوتے گویا گناہ عظیم کیا۔ صاحب زن سے نہ کسی لڑکی

گھر دیکھیں شریفوں کے گھر کا یہ قرینہ نہیں ہے۔ بیٹی والے تو درکنار اپنے ہی اعزا ایسا نکو بناتے ہیں اس قدر ملعون اور ذلیل کرتے ہیں کہ انسان اپنی زندگی سے بیزار ہو کر مرنے پر تیار ہو جاتا ہے تو وجہ کیا؟ آخر اپنے خاندان میں بھی تو لڑکیاں ہیں۔ "آنچہ بر خود میسندی بر دیگران ہم میسند"۔ لہذا بندہ بے دیکھے بھالے اپنی گردن پھنسانا نہیں چاہتا۔ فرض کیجیے ایک آدھ دفعہ دیکھ بھی لیا صورت بھی معلوم ہوئی تو سیرت کے پسندیدہ ہونے کا حال کیونکر کھل سکتا ہے۔ پڑھنے لکھنے کا ذکر نہیں۔ جاہل ہیں تو ہوا کریں آج کل کے تعلیم یافتہ نوجوان اکثر اس کی پروا نہیں کرتے حق شوہری کے ساتھ فرض اُستادی بھی ادا کر لیتے ہیں لیکن مزاج کی افتاد کا علاج نہ کسی شفاخانے میں ہو سکتا ہے نہ کسی مدرسے میں۔

آج کل کے حکما کہتے ہیں زن و شو کی موافقت "برقی قوت" کی مساوات و معادلت پر موقوف ہے جو کہ انسان میں موجود ہے مگر اُنھوں نے ابھی کوئی آلہ اس مثبت و منفی قوت کو کھینچ تان کے بڑھانے گھٹانے کا اب تک ایجاد نہیں کیا۔ ولایت میں سیکڑوں مقدمے طلاق کے روزانہ دائر ہوتے ہیں۔ جو آج یہ آلہ ایجاد ہو چکا ہوتا تو ادھر بی صاحب ذری گرما کے تن بھن کرتیں اور اُدھر بیٹری کی پری پر لگا کے مزاج ٹھیک کر دیا جاتا۔ یا شوہر صاحب گُندے تیوری لاتے آنکھیں نکالتے تو فوراً کل گھما دی جاتی ساری اینٹھن دور ہو جاتی تیکلے کا سا بل نکل جاتا۔ بہر حال بندہ کسی قدر لیست ہمت اور کم اعتقاد ہے۔ بزرگوں کے انتخاب یا تقدیر کے رحم پر اپنے نفس کو چھوڑ نہیں سکتا۔

اب لیجیے دوسری قسم یعنی بیگم صاحب خواندہ بھی ہیں اور کسی مہذب قوم کی تعلیم یافتہ میم صاحبہ کی زیر تعلیم بھی رہ چکی ہیں تو واللہ پوری علامہ ہوں گی اور بھی غضب ڈھائیں گی۔ شادی سے قبل کورٹ شپ کرنا ضروری ہو گا۔ وہ اُس وقت جی کھول کر ٹھونک گی اچھی طرح دیکھیں بھالیں گی۔ خوب جانچ پڑتال

کریں گی اور کیوں نہ کریں۔ انسان ٹکے کی ہانڈی مول لیتا ہے تو اُسے پہلے ٹھونک بجا کر دیکھ لیتا ہے نہ کہ یہ تو زندگی بھر کا سودا ہے۔

خیر ہم تندرست ہوئے اور راُن کے پسند آ گئے وہ ہمارے یہاں یا ہم اُن کے وہاں بیاہ گئے تو سب سے پہلے ہمیں اُن کے پروگرام دریافت کرنے کی ضرورت ہو گی۔ ۱۰ بجے ملاقات کا وقت مقرر ہے۔ لہذا دست بستہ غلاموں کی طرح خاموش گردن جھکائے۔ بیوی صاحبہ اسے تو بہ میم صاحبہ کے کمرے میں داخل ہوئے۔ نظر پڑتے ہی دور سے سلام کیا۔ پہلے اُنھوں نے نہایت نزاکت سے گردن اُٹھائی تعجب آمیز مگر تجسسانہ نظر سے جیسے کوئی کسی اجنبی کو دیکھتا ہے۔ گھور کر دیکھا اور جواب میں آنکھیں بند کر کے ایکبار ذرا گردن کو نیچے کی جانب جھکا دیا۔ چلیے الحمد للہ خیر صلاح سلام قبول ہو گیا۔ اب ہم چاہے بیٹھیں یا جائیں اُن کو ہم سے کچھ واسطہ نہیں وہ اپنی سنہری عینک کو بار بار ناک پر درست کرنے یا کسی انگریزی ناول کو قریب کی میز سے اُٹھا کر مطالعہ کرنے میں مصروف ہو جائیں گی۔

اگر کبھی سوتے نصیب جاگے اور اُن کے پاس دیر تک ٹھہرنے کا موقع مل گیا تو کسی اور بات کی تو خیر سب سے بڑی بات یہی کہ بات چیت کی جرأت نہ ہو گی۔ ایٹیکیٹ کے رکھ رکھاؤ سے جان پر بنے گی۔ کپڑوں پر داغ دھبا تو نہیں ہے مونچھوں کی دُم بے قاعدہ تو نہیں ہے گالوں پر کھونٹیاں تو تایاں نہیں ہیں۔ سر کے بال اُلجھے ہوئے تو نہیں ہیں۔ بوٹ کا رخسار میم صاحب کے عذار تابناک سے زیادہ چمکدار ہے یا نہیں۔ ڈرتے ڈرتے ایک آدھ حرف زبان سے نکالا بھی تو دھڑکے میں جان ہے کہ کہیں بے محاورہ نہ ہو۔ کہیں تہذیب کے خلاف نہ ہو۔ گویا میم صاحب نہیں کوئی کٹ کھنا مولوی سامنے بیٹھا شاگرد کا امتحان لے رہا ہے۔ گوشمالی بھی اُٹھا بیٹھی کی سزا زیر تجویز ہے۔

جلد ۱۱ نمبر ۳۸

مضامین

مورخہ ۱۲- نومبر ۱۹۳۵ء

افسانہ ناظمہ و عبدالستار

یا رب العالمین یا ارحم الراحمین۔ تو بے شک و شبہ وحدہ لاشریک ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ تو دونوں جہان کا مالک ہے۔ تو ہی نے مجھے نیست سے ہست کیا اور ایک قطرۂ نجس و ناپاک سے پیدا کیا پھر جامۂ انسانیت عطا فرماکر اشرف المخلوقات بنایا اور صرف اسی پر بس نہیں کیا بلکہ یہ شرف بھی بخشا کہ اپنے حبیب ترین پیغمبر۔ باعث ایجاد خلق۔ شافع روز جزا۔ ساقیٔ حوض کوثر۔ رحمۃ للعالمین۔ خاتم النبیین۔ ابی القاسم محمد بن عبد اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کا ایک فرد قرار دیا۔ دنیا کی بہترین نعمتوں۔ تندرستی اولاد سے بھی تو نے مجھے مالامال کیا۔ مگر اے رحیم و کریم یا غفور الرحیم میں نے ان نعمتوں کی شکر گزاری میں کوئی نیک کام اور کوئی عبادت خلوص دل سے کبھی نہیں کی اور اپنی تمام عمر تیرے اور تیرے حبیب کے احکامات کی نافرمانی میں گزاری اور جاہ طلبی کے افکار۔ لہو و لعب اور عیش و عشرت میں ساٹھ سال کی طویل مدت گزار دی اور اس وقت باوجود دولت و ثروت تیرے حضور میں خالی ہاتھ۔ بے یار و مددگار۔ گناہوں کے بار سے لدا ہوا حاضر ہو رہا ہوں۔ اب جاکر آنکھیں کھلیں کہ دنیا کی ہر چیز فانی اور اس کی ہر نعمت حقیقت میں بدمزہ اور رنگینیت تھی۔ اے مالک یوم الدین میرے گناہوں اور وہ بھی کبیرہ گناہوں کا شمار ناممکن ہے اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کس طرح اور کیونکر معافی کی درخواست کروں۔ اپنے گناہوں اور توبہ کا ایسے وقت احساس ہوا جب میں کسی قابل نہیں رہا۔ یا ارحم الراحمین گو میرے گناہ بے حد اور بے حساب ہیں مگر ہیں اسی احاطہ کے اندر جسے تیری رحمت ہر چہار طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اسی رحمت پر بھروسا کرکے میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ اے رحیم و کریم اپنے حبیب کی جوتیوں کے طفیل میں میری توبہ قبول کرلے اور زندگی کے اس آخری لمحے میں شیطان کو میرے گرد و پیش سے ہٹادے اور میرا خاتمہ بخیر کردے۔

اپنے عالیشان مکان کے دو منزلے کمرے میں بستر علالت پر پڑا ہوا ملک التجار شیخ عبدالجبار باری تعالے کے حضور میں اپنے پلنگ پر سجود مندرجہ بالا الفاظ میں توبہ و استغفار کر رہا ہے صبح ہونے کو ہے۔ پلنگ کے قریب فرش پر ایک نوجوان لڑکی دیوار کے سہارے گاؤ تکیہ پر سر رکھے سو رہی ہے۔ عبدالجبار نے اپنی دعا ختم کرکے سجدے سے سر اٹھایا۔ طبیعت کو نی الجملہ ہلکا اور بشاش پاکر بڑی حسرت اور پیار سے لڑکی کو دیکھا اور آپ ہی آپ کہنے لگا۔

"افسوس۔ غریب ناظمہ افسوس میں اپنی زندگی میں تیرے بار سے سبکدوش نہ ہوسکا اب یہ حسرت قبر میں لے جاؤں گا۔ تو نے جو خدمت میری کی ہے اور جس محبت اور شفقت سے تو نے میری تیمار داری کرکے مجھے راحت پہونچائی ہے اس کا میں شکرگزار ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھکو نیک توفیق دے اور ہمیشہ تجھکو اپنی حفظ و امان میں رکھے (زور سے) بیٹی ناظمہ۔ ناظمہ۔ (چونک کر) جی ابا جان آئی۔ فرمائیے کیا حکم ہے؟ —

عبدالجبار:- "بیٹی ذرا سا پانی پلادے — مجھے بڑی پیاس معلوم ہو رہی ہے"

ناظمہ:- "ابھی لائی"

ناظمہ نے صراحی سے پانی انڈیلا اور گلاس لاکر بڈھے کے منھ سے لگادیا۔ پانی پی کر عبدالجبار نے ناظمہ کو [illegible] اور یوں مخاطب ہوا۔

عبدالجبار:- "بیٹی میرے پاس بیٹھ جا مہینوں کے بعد اس وقت میری طبیعت بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اس وقت مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ یہ وقت غنیمت ہے مجھے تجھ سے بہت کچھ کہنا ہے"

ناظمہ:- (دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاکر) یا پاک پروردگار تیرا شکر ہے۔ اے اللہ میرے ابا جان کو اچھا کردے اور اُن کے بدلے مجھے بیمار ڈال دے"

عبدالجبار:- "بیٹی یہ انہونی بات ہے۔ میں اب تھوڑی دیر کا مہمان ہوں۔ فرشتۂ اجل اپنے مقام سے چل چکا ہے۔ وقت کم ہے۔ میری باتیں غور سے سُن لے آئندہ تیرے کام آئیں گی۔ بیٹی میں نے اور تیری فرشتہ صفت چچی مرحومہ نے تجھے اپنی اولاد کی طرح پالا۔ اور کبھی تجھے یہ نہیں محسوس ہونے دیا کہ تیرے ماں باپ نہیں ہیں۔ افسوس ہے کہ تیری چچی مرحومہ تیری شادی کی حسرت لے کر اس دنیا سے سدھاریں اور میں بھی تجھ کو خدا پر چھوڑکر اس دنیا سے یہی حسرت لے کے جا رہا ہوں۔ عبدالستار میرا ناخلف بیٹا ہے اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرح تیرا بے مہر بھائی ہے۔ بُری صحبتوں نے اُس کی کایا پلٹ دی ہے۔ سونے میں سُہاگا تیری بھاوج ثابت ہوئی۔ اس کمینی عورت کے قدم آتے ہی گھر کی حالت بدل گئی۔ تیری چچی اس غم میں جان سے گئی۔ اور اب میں اس کا دوسرا شکار ہوں۔ بیٹی یاد رکھنا کہ میرے مرنے کی تقریب میں ناچ رنگ ہوگا۔ جلسے ہوں گے اور میری یہ گاڑھی محنت کی کمائی "مال مفت دل بے رحم" پانی کی طرح بہائی اور برباد کی جائے گی۔ اپنے بھائی اور بھاوج کی نظروں میں تو کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے۔ میرے مرنے کے بعد تو ان دونوں کی حاسدانہ نظروں کا شکار ہوگی۔ تجھکو ہر قسم کی تکالیف پہونچے گی مگر بیٹی یاد رکھنا کہ بیکسوں کی مددگار ایک ایسی ہستی ہے جس کا مقابلہ دونوں جہان میں کوئی نہیں کرسکتا۔ اپنی عصمت کو قائم رکھنا۔ صوم و صلوٰۃ کی پابند رہنا۔ کبھی جھوٹ نہ بولنا

اور انتقام کو خدا پر چھوڑنا۔ انشاء مصائب اور آلام راحت میں بدل جائیں گے اور آخر میں تو سرخرو اور تیرے دشمن ذلیل و خوار ہوں گے۔ میرے لاکھوں کے کاروبار سے قطع نظر کرتے ہوئے میرے پاس ساٹھ ہزار روپیہ نقد ہے جس کو اس کاروبار سے کوئی تعلق نہیں اور جس کا علم بجز میرے اور میرے دوست صادق امرناتھ وکیل کے اور کسی کو نہیں ہے وہ روپیہ بنک میں جمع ہے چند شرائط کے ساتھ وہ تجھے امرناتھ کے ذریعہ سے ملے گا (تکیے کے نیچے سے ایک چھوٹا سا مخملی بستہ نکال کر ناظمہ کو دیتے ہوئے) لے بیٹی اس بستے کو حفاظت سے رکھنا اس میں پاس بک ہے اور چند کاغذات اور ہیں جس میں اس روپیہ کے متعلق سب معلومات درج ہیں علاوہ اس کے اور بھی چند ضروری باتیں ایسی ہیں جن کا معلوم ہونا تیرے لیے ضروری ہے۔ اپنی بھاوج سے ہمیشہ ہوشیار رہنا اور اپنے بھائی کا کبھی اعتبار نہ کرنا۔ یہ دونوں پورے طور سے شیطان کے قبضے میں ہیں۔ ان کے قلب سیاہ ہوگئے ہیں کوئی بری حرکت ایسی نہیں جس کے کرنے میں ان کو باک ہو۔ امرناتھ وکیل گو ہندو ہے مگر ایک سچا اور ایماندار آدمی ہے۔ ریاکار دنیادار نہیں ہے۔ اگر ضرورت پڑی تو وہ تیری ہمدردی مثل میرے کرے گا مثل میرے اس پر اعتماد اور بھروسہ کرنا اور خدا پر بھروسہ رکھنا۔"

بیمار اس قدر تقریر کرنے کے بعد تھک گیا۔ حلق خشک ہوگئی اور اس نے ناظمہ سے پانی کی خواہش کی۔ ناظمہ نے پانی پلایا۔ پانی پی کر عبدالجبار کچھ دیر خاموش رہا اس کے بعد ناظمہ سے مخاطب ہوا اور کہا "ناظمہ وہ بستہ تو نے کیا کیا؟"

ناظمہ: "اسے یہ کیا رکھا ہے"

عبدالجبار: "جا اس کو حفاظت سے اپنے بکس میں بند کر دے۔"

ناظمہ: "ابا جان میں آپ کو اکیلا چھوڑ کر نہ جاؤں گی۔ بھاڑ میں گیا روپیہ۔ مجھے روپے کی خواہش نہیں۔ (روتے ہوئے) جب آپ ہی نہ ہوں گے تو روپیہ لے کر میں کیا کروں گی"

عبدالجبار: "بیٹی رو نہیں۔ دنیا میں کوئی ہمیشہ نہیں رہتا۔ اس وقت میرے ساتھ محبت اور ہمدردی یہی ہے کہ دعا کر کہ اللہ میرا خاتمہ بخیر کر دے۔ میری طبیعت اس وقت بہت اچھی ہے جاؤ اس بستے کو رکھ آؤ اور نصیبن کو جگا کر مجھے وضو کرا دو کر دو۔ وضو کرنے کے بعد میں اس وقت بیٹھے ہی بیٹھے نماز فجر پڑھ لوں۔"

ناظمہ نے بادل ناخواستہ بہ تعمیل حکم دوسرے کمرے میں جا کر بستہ اپنے بکس میں بند کیا اور برآمدے میں آکر نصیبن کو جگایا اور بڑھ کر عبدالجبار کو ان دونوں نے بہ مشکل اٹھا کر گاؤ تکیے کے سہارے بٹھایا۔ نصیبن نے طشت لیا اور ناظمہ نے وضو کرایا اور قبلہ رخ کر کے علیحدہ ہٹ گئی اور خود بھی وضو کر کے نماز میں مشغول ہوگئی۔ نماز سے فارغ ہو کر عبدالجبار نے بہ خضوع اور خشوع سے نجات اور ناظمہ کی بہبودی کی دعا مانگی۔ اس کی دعاؤں کے الفاظ اس قدر حسرت ناک تھے کہ معصوم ناظمہ اور نیک بخت نصیبن پیچھے کھڑی ہوئی بے اختیار آنسو بہا رہی تھیں اور آمین کہہ کہہ کر دعاؤں کو درجۂ قبولیت سے قریب تر کر رہی تھیں۔

دعاؤں سے فراغت پاتے ہی عبدالجبار نے اپنے قلب میں ایک خاص قوت محسوس کی چہرہ منور ہو گیا اور وہ بے اختیار کہہ اٹھا۔

عبدالجبار: "بیٹی ناظمہ مجھے یقین ہے کہ خداوند عالم نے میری دعا قبول فرمائی اور مجھے اس کی وحدہ لاشریک ذات سے یہ بھی امید ہے کہ وہ تجھے اپنی حفظ و امان میں رکھے گا۔ دیکھ بیٹی ثابت قدم رہنا۔ وہ راستا جس پر تجھے اس وقت گزرنا ہے کانٹوں سے بھرا ہے۔ اپنا دامن بچا کر گزرنا۔ نصیبن مجھے امید ہے کہ تم اس بے یار و مددگار ناظمہ کی سرپرستی کرو گی۔ یہ ابھی بچہ ہے اس کی ہمدردی کرنا اس کا ساتھ دینا خدا تم کو اس کا اجر دے گا۔ بیٹی ناظمہ بستہ حفاظت سے رکھنا اپنی بھاوج سے ہوشیار رہنا۔"

عبدالجبار نے زمین تک گفتگو کی تھی کہ زینے

کسی کے آنے کی چاپ معلوم ہوئی اور پلک جھپکاتے عبدالستار پلنگ کے پاس موجود ہو گیا۔

عبدالستار نے باپ کو سلام کیا اور کہا ابا جان مزاج کیسا ہے اللہ کے فضل سے اس وقت تو آپکی طبیعت اچھی پاتا ہوں۔

عبدالجبار نے (جواب سلام دے کر) سہ

ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

اللہ کا شکر ہے۔ بیٹا وہ وقت قریب ہے کہ تم مجھ سے نجات .... اُف - اللہ۔

اتنا کہتے ہی بڈھے کی حالت غیر اور آواز بند ہو گئی ناظمہ پانی لائی اور دو ہی تین قطرے حلق میں ٹپکائے ہوں گے کہ بڈھے نے آنکھیں کھولدیں ... بڑی حسرت سے ناظمہ کو دیکھ کر ہچکی لی اور کچھ نہ تھا۔ اُدھر بڈھے نے ہچکی لے کر دم توڑا اِدھر ناظمہ چکر کھا کر گری اور بیہوش ہو گئی -

(باقی آئندہ)

مراف ————

زار ہند

پیش طبیب ملا پیش ملا طبیب

پیش ہیچ ہر و پیش ہا ہر و ہیچ

(نمبر ۱)

بابن :- بی زمزم اللغات تم نے وہی معنی لکھ دیے جو تم کو معلوم تھے۔ اب تم بیچاری کیا جانو کہ یہ معنی کیونکر پیدا ہوے۔ تمہاری بیزار سے اگر بابن ایک گھڑی یا چرخی کا پرزہ ہوتا ہے اور جس کے درمیانی حصے میں آر پار سوراخ ہوتا ہے اس پر تاگا لپیٹ کر سینے یا بُننے کی مشین میں لگاتے ہیں۔

اونس۔ سونا چاندی اور دیگر قیمتی چیزیں تولنے کا بانٹ۔ جہالت کی انتہا باقی نہیں رہی۔ جس کو یہ بھی نہیں معلوم کہ اونس کیا ہے۔ کسی اسکول کے لونڈے سے پوچھ لیا ہوتا وہ بتا دیتا۔ آخر کاکوری میں بھی کوئی اُردو کا پرائمری اسکول ہوگا وہاں کے لونڈوں سے پوچھ لیتے شرمانے کی کون سی بات تھی۔

بانٹ - بانٹ کا لفظ کیا بر محل استعمال ہوا ہے۔ وزن لکھا ہوتا۔ بانٹ اور وزن کا فرق استعمال بھی معلوم نہیں۔ میں حاجی صاحب سے سوال کرتا ہوں کہ قیمتی چیزیں تولنے کے اوزان کون سے ہیں۔ دیکھیے شرمائیے نہیں۔ آپ کی خفت میرے سر آنکھوں پر۔ لیکن آدمی سے بُت نہ بن جاؤ خدا کے واسطے بے سمجھے رٹنے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ حاجی صاحب اور ڈوپائز اور ٹرائے ویٹس کا فرق بھول گئے۔ اور ڈو پائز اوزان عام طور سے رائج ہیں اور جب کبھی صرف اونس کہا جائے گا تو اس سے مطلب اور ڈوپائز سمجھا جائے گا۔ اگر ٹرائے اوزان مراد ہوں گے تو اونس کے ساتھ لفظ ٹرائی اضافہ کیا جائیگا۔ یعنے اونس ٹرائی کہیں گے۔ لہذا آپ نے اونس کی بابت جو کچھ لکھا وہ آپ کی جہالت پر دال ہے۔

برش۔ نہ اُردو کا تلفظ لکھا نہ انگریزی کا۔ لغت ناقص رہا تو بلا سے پردہ تو رہا۔ معنی بھی مختصر سے لکھ کر فراغت کی ہوتی۔ لکھدیتے ایک قسم کا آلہ۔ لیکن آپ نے بالوں کا آلہ کہکر لٹیا ڈبو دی۔ حاجی صاحب آپ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ برش صرف بالوں کا نہیں بلکہ اور اشیاء کا بھی بنتا ہے۔

برانچ - اصل میں درخت کی شاخ کو کہتے ہیں۔ اور اسی مناسبت سے دیگر معانی میں بھی آتی ہے۔ حاجی صاحب نے شاخ و شعبہ لکھ کر خاموشی اختیار کی اور برانچ اسکول کے معنی ماتحت اسکول کے اور برانچ پوسٹ آفس کے معنی شاخ کے لکھے ہیں۔ دونوں جگہ ایک ہی شکل سے برانچ آیا ہے۔ معنی کیوں بدل گئے۔ یہ آپ نے لغت لکھا ہے یا مداری کا تماشا کیا ہے -

بک پوسٹ - کے معنی تحریر ہوتے ہیں بذریعہ ڈاک پیکٹ۔ کسی لفظ کے معنی آپ صحیح لکھدیتے تو کتنے۔ پوسٹ معنی ڈاک۔ لہذا جب حاجی صاحب بک پوسٹ کا ترجمہ ڈاک پیکٹ کرتے ہیں تو لازم آیا کہ بک کے معنی پیکٹ کے ہوے۔ اب حاجی صاحب ارشاد فرمائیں کہ بک بمعنی پیکٹ کہاں کا لغت ہے۔ بس ایک ہی عجیب ہے کہ حاجی صاحب یہ کہدیں کہ یہ ہماری اصطلاح ہے۔ ڈاک پیکٹ اُس پیکٹ کو کہیں گے جو بذریعۂ ڈاک روانہ ہو۔ لیکن بک پوسٹ کتابوں کے پیکٹ کو کہیں گے۔ لہذا بک پوسٹ کے معنی ڈاک پیکٹ لکھنا بالکل غلط۔ اور یہ بذریعہ کا بدگوشت کہاں سے برآمد ہوا۔ دوسرے معنی تحریر فرمائے ہیں۔ ایسا پلندہ جس کے دونوں سرے کھلے ہوں۔ حاجی صاحب کو دونوں سرے کھلوانے سے کیوں اس قدر اُنس ہے کہ لغت میں تین چار جگہ ذکر فرمایا ہے۔ کیا اگر حاجی صاحب کے چنے کے پلندے کے دونوں سرے کھول دیے جائیں تو وہ بک پوسٹ سے روانہ ہو سکے گا — پیسا کہ میں لکھ چکا ہوں۔ کتابوں کے محصول میں ڈاک خانہ رعایت کرتا ہے۔ لفظی معنی بک پوسٹ کے کتابوں کی ڈاک۔ پہلے صرف کتابیں ہی روانہ ہو سکتی تھیں۔ لیکن ڈاک خانے نے بطور مزید رعایت چند اور کاغذ وغیرہ بھی بک پوسٹ میں داخل کر دیے۔ جن کی تفصیل پوسٹل گائیڈ کی دفعہ ۵ میں درج ہے۔ قواعد میں پارسل بنانے کے کئی طریقے درج ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ پارسل اس طرح کا بنایا جائے کہ ملازمان ڈاکخانہ

جاتی کر سلیں کہ پارسل میں وہی چیزیں میں جن کی
بذریعہ بک پوسٹ بھیجنے کی اجازت ہے علاوہ بریں
بطریقہ مروج ہے کہ کتابوں کے پیکٹ کے دونوں
سرے کھلے رہنے دیے جاتے ہیں۔ اور انھیں کو
دیکھ کر حاجی صاحب نے معنی لکھ مارے۔ جو
گویا شتر کی طرح بے ڈھنگے ہیں جس طرح ایک
جاہل شخص بلا تحقیق و تدقیق سنی سنائی باتوں پر لغت
لکھتا اُسی طرح حاجی صاحب نے باوجود بی اے
اور ایل ایل بی ہونے کے یہ لغت تصنیف فرمایا
ہے۔ ماشاءاللہ حاجی صاحب مؤلف نہیں مصنف
ہیں۔ الفاظ کے وہ وہ معنی تصنیف فرمائے ہیں
کہ لغت ایسی خشک کتاب کو دیوار قہقہہ اور
کشت زعفران بنا دیا ہے۔ غرضکہ حاجی صاحب
کے مصنفہ دونوں معنی غلط۔

بکنگ ـ ریل گاڑی کے ٹکٹ مسافروں کو
دینا۔ واہ جی واہ۔ کاکوری کے اسٹیشن پر ٹکٹ گھر کو

[illegible]
اور وہی یہاں نقل کر دیا ہوگا۔ ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ بی۔
اے اور ایل ایل بی کی ڈگریاں کیونکر حاصل کیں۔
اگر پڑھ کے حاصل کیں تو وہ سب پڑھا لکھا کیا
ہوا۔ کیا سب بھول گئے کہ نہ بکنگ کے معنی معلوم
ہیں اور نہ اس کا علم کہ بکنگ کے معنی ٹکٹ دینے
کے کس طرح پیدا ہوئے۔ بکنگ کا لفظ ریل گاڑی
کے لیے مخصوص نہیں تھیٹر ہو یا سنیما یا جہاز
سب کے لیے آتا ہے۔

بلاکیڈ ـ ناکہ بندی لکھ کر سکوت اختیار کیا۔
کچھ جانتے ہوں تو لکھیں۔ لہذا بلاکیڈ کی اہمیت
ظاہر نہ ہوئی۔ بلاکیڈ کے معنی ہیں کسی بندرگاہ یا قلعہ
یا جہازوں یا فوج سے اس طرح ناکہ بندی کرنا کہ
آمد و رفت مکمل طور پر مسدود ہو جائے۔ اب یہ لفظ
عام طور پر استعمال ہوتا ہے۔ حاجی صاحب نے
اس لفظ کو داخل لغت کیوں کیا۔ بول چال میں
ہرگز مستعمل نہیں۔ اب اگر اخبار والے ترجمے
سے عاجز ہو کر بلاکیڈ لکھ دیں تو ان کے لکھ دینے
سے یہ لفظ داخل زبان کیونکر ہو جائے گا۔ اگر
اس طرح کے الفاظ داخل زبان سمجھے جائیں
تو اسی قسم کے صدہا الفاظ نے کیا گناہ کیا تھا
جو چھوڑ دیے گئے۔

بنک ـ صراف کی کوٹھی۔ وہ محکمہ جہاں روپیہ
بطور امانت جمع رہے۔ یہ محکمہ کی ایک ہی کہی۔
بنک مشہور لفظ ہے۔ عوام و خواص سب اس کے
معنی جانتے ہیں۔ لہذا ہر شخص خود فیصلہ کر سکتا ہے
میں صرف اس قدر عرض کروں گا کہ بنک بہت
سے کام کرتا ہے صرف روپیہ ہی بطور امانت
جمع نہیں رکھتا۔

بنگلا ـ جس طرح حاجی صاحب نے فرانسیسی
الفاظ کو انگریزی لکھ دیا ہے اُسی طرح اس بنگالی
لفظ کو انگریزی لکھ دیا ہے۔ جہالت ہو تو ایسی
ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ حاجی صاحب نے یہ
کلیہ بنا لیا ہے کہ جو الفاظ انگریزی لغت میں مل جائیں
وہ بلا لحاظ اس کے کہ وہ کس زبان کے ہیں
انگریزی لکھ دیے جائیں۔ یہ کلیہ بھی عجیب و غریب
ہے گویا انگریزی زبان میں کسی دوسری زبان
سے کوئی لفظ نہیں آیا۔ حاجی صاحب کو کہیں
انگریزی لغت میں بنگلو مل گیا۔ جھٹ آنکھ بند
کر کے لکھ دیا کہ بنگلو سے بنگلہ بنا ہے حالانکہ
بنگلہ سے بنگلو بنا ہے۔ ہاں صاحب راج آپ کا
آپ کا جو چاہے لکھیے۔ داد ہے نہ فریاد ہے ہم صرف
اس قدر کہیں گے کہ لغت دیکھنے والوں کا خدا
حافظ ہے

گر ہمیں مکتب است و ایں ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد

بنامی ـ حاجی صاحب کو مطلق وقوف نہیں۔ یہ لفظ
کھلا ہوا بے اور نامی کا مرکب ہے اس لفظ کو انگریزی
کہنا بالکل غلط۔ لیکن حاجی صاحب نے اپنے اُسی
کلیہ کے بموجب اسے بھی انگریزی لکھ دیا۔ لغت
نہ ہوا بازیچۂ طفلاں ہو گیا۔ جو قلم میں آیا لکھ دیا۔
معنی بھی لاجواب لکھے ہیں جن کا مطلب دوسرا
نہیں سمجھ سکتا۔ ارشاد ہوتا ہے وہ معاملہ
بیع یا رہن کی جو دوسرے کے نام سے کی جائے
اور فی الحقیقت اصلی شخص کوئی اور ہو۔ کیا
بنامی کے لیے معاملت رہن و بیع ضروری ہے
دوسرے یہ اصلی شخص کوئی اور ہو کیا معنی پیدا
کرتا ہے حاجی صاحب آپ نے ماشاءاللہ برسوں
وکالت کی۔ یہ لفظ قانونی ہے۔ کیا آپ نے کبھی
لا آف بنامی ٹرانزیکشنز ان انڈیا کی صورت بھی
نہیں دیکھی۔ آپ نے مختصراً اور صاف طور سے

عجیب پالیسی

حبشی چوہیا :- باز آؤ غریب آزاری سے ۔ کیوں اپنی جان پر ستاپ اور قرضے کی مصیبت لیتے ہو۔"

اطالیہ :- بی بی چاہے مجھے جان دینی پڑے مگر تجھے ضرور بیوہ کر کے چھوڑوں گا۔"

یوں لکھ دیا ہوتا کہ وہ معاملت جو دوسرے کے نام سے کی جائے اور اصل معاملت کرنے والا اپنا نام ظاہر نہ کرے۔ آپ کچھ کج بحثی نہ کریں اس لیے ایک مثال بھی سن لیجیے۔ اگر کوئی شخص بجائے اپنے نام کے کسی دوسرے کے نام کوئی پرولوٹ لکھائے تو آپ اس معاملت کو کس نام سے یاد فرمائیں گے۔ کیونکہ بیدو نوٹ پر نہ بعینامہ اور نہ رہنامہ۔

بنیان۔ یہ لفظ ہندی بنیا ہے۔ جسے انگریز نون بڑھا کر بولتے ہیں۔ لیکن مصنف نور اللغات صاحب اپنے کلیے کے بموجب اسے بھی لفظ انگریزی لکھتے ہیں۔ تعجب ہے کہ برہمن اور شیخ کو برہمن (بکسر میم) اور شیکھ لکھ کر کیوں لفظ انگریزی نہ لکھ دیا۔ خود بھی بنیا کو لفظ ہندی لکھا ہے۔ لیکن ایک حرف نون کے بڑھ جانے سے حاجی صاحب کو اتنی تمیز نہ ہوئی کہ معنی پر لحاظ کر کے وہ اصل لفظ معلوم کر لیتے ؎

براین عقل و دانش بباید گریست

اب معنی ملاحظہ ہوں۔ معنی نمبر (۱) وہ ہندو تاجر جو ممالک غیر میں تجارت کی غرض سے آمد و رفت رکھتا ہے۔ حاجی صاحب نے جب اس لفظ کو انگریزی قرار دیا تو لازم آیا کہ بنیو کا تعلق یورپ سے قائم کریں۔ لہذا یہ تعریفی جملہ کہ ممالک غیر میں تجارت کی غرض سے آمد و رفت رکھتا ہو گڑھ کر غریب بنیے کے گلے لگا دیا۔ ذرا اس تدقیق کی داد دیجیے۔ کیسی نازک خیالی فرمائی ہے۔ یہ تعریفی جملہ انگریزی لغت میں نہیں پایا جاتا۔ یہ حضرت کی خاص الخاص ایجاد و بندہ اگرچہ گندہ ہے۔ معنی نمبر ۲۔ قمیص۔ کاکوری میں بنیائین کو قمیص کہتے ہوں گے ورنہ شہر میں تو کوئی نہیں کہتا۔ معنی نمبر ۳۔ ایک قسم کا بنا ہوا کرتا۔ بنیائین بنی نہیں جاتی بلکہ وہ اس قسم کے کپڑے کی سی جاتی ہے جو کھنچتا بڑھتا ہے تاکہ جسم پر چسپاں رہے اور تکلیف نہ دے۔

جوبلی۔ (انگ) پچاس یا ساٹھ برس کی سلطنت کے بعد بادشاہوں کا جشن۔ کوئین وکٹوریہ کی جوبلی سنی ہوگی۔ کھ مارا۔ چار جدیں تیار ہو گئیں۔ اب اُن کے دیکھنے والے جہنم میں جائیں اس کی جوبلی کو کیا ہوا۔ پہلی غلطی یہ ہے کہ اس لفظ کو انگریزی لکھ دیا۔ دوسری غلطی یہ کی کہ پچاس ساٹھ برس لکھے حالانکہ جوبلی پچیس برس کی بھی ہوتی ہے۔ تیسری غلطی یہ کہ جوبلی کو بادشاہوں کے لیے مخصوص کر دیا۔ چوتھی غلطی یہ کی کہ بادشاہوں کا جشن لکھا۔ وہی واحد جمع کی غلطی۔ بادشاہوں کے کیا معنی ہوں گے بادشاہ لکھا ہوتا۔ پانچویں غلطی یہ کہ جملہ مہمل ہے۔ مطلب صاف نہیں ہوتا۔

چرٹ۔ (انگ) سگار۔ بس اسی قدر لکھ کر حاجی صاحب فرصت پا گئے۔ کاش کے ٹھیک لکھا ہوتا۔ یہ لفظ انگریزی نہیں ہے۔ حاجی صاحب اس کا انگریزی تلفظ بھی دریافت نہ کر سکے۔ لیکن یہ لکھ دیا کہ یہ لفظ انگریزی ہے۔ سنیے حاجی صاحب یہ لفظ تمیل زبان کا ہے اور انگریزی تلفظ چروٹ ہے۔ یہ ایک قسم کا سگار ہوتا ہے کسی قدر چپٹا گول اور اس کے دونوں سرے جو کور کٹے ہوتے ہیں۔ اس کی شکل اور مزہ دونوں سگار سے مختلف ہوتے ہیں۔ چرٹ کے معنی سگار غلط۔ ایک قسم کا سگار کہا جا سکتا ہے۔ آپ تحقیق و تدقیق کی زحمت نہیں اٹھاتے خیر تدقیق سے آپ عاری تھے۔ تحقیق ہی کر لی ہوتی۔ یوں قیاسی لغز

سبھی باتوں پر لعنت لکھ کر اپنی نا اہلی کا ڈنکا پیٹنا کیا ضرور تھا۔ (باقی آئندہ)

سا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔و

نہ محقق بود نہ دانشمند
چار پائے برو کتابے چند

نانی حاضری

ایک بڑی بی تھیں۔ اطفال بازاران کو "نانی حاضری" کہا کرتے تھے۔ ادھر وہ گھر سے نکلیں ادھر "نانی حاضری نانی حاضری" کا غل مچ گیا اور انھوں نے بکنا شروع کیا "ارے تیرے نہوئے سوتوں کی حاضری ہو۔ تیری اماں بھینا کی حاضری ہو۔ تیری حاضری کی رنڈی تیرے اماں باوا کھائیں" اتفاق سے جس روز یہ شیطانی فوج بڑی بی کی طرف متوجہ نہ ہوتی تو بڑی بی بصد افسوس و حسرت فرمائیں آج سب نگوڑوں کو سانپ سونگھ گیا۔ کوئی موا جیتا نہیں

سمن بنا بر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵۔ قاعدہ ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۲۔۷۲ سنہ ۱۹۳۵ء

بعدالت آنریری منصفی چھبرامئو بحکم جناب بابو بشنو نرائن صاحب بہادر آنریری منصف چھبرامئو ضلع فرخ آباد

نرسہا رام گنگا رام بذریعہ لالہ لال مل وکر گنگا رام نبیرہ الکسفرم نمبر کرسا کن محلہ جنتا گنج شہر فرخ آباد مدعی

بنام

گیادین ولد سیتارام قوم برہمن ساکن اکبر پور پرگنہ چھبرامئو ضلع فرخ آباد

مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت بہی کھاتہ کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۲۳۔ ماہ نومبر سنہ ۱۹۳۵ء وقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جوابدہی دعویٰ کی کریں اور ہرگاہ یہی تاریخ جو آپ کے حضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو حاضر کریں جن کی شہادت پر آپ بہ تائید جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہوں اور تمام دستاویزات کو جن پر آپ اپنی جوابدہی کی تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش کریں۔ آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیبت حاضری آپ کے مسموع و انفصال ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ [illegible] ماہ نومبر سنہ ۱۹۳۵ء جاری کیا گیا

دستخط حاکم بخط [illegible]

مہر عدالت

بولتا"

یہی حالت ہمارے میر واجد علی صاحب وکیل رائے بریلی کی ہے کہ انھیں ؎

"نے باجواناں خوردم در عہد پیری آرزوست
تاکودکاں درپے فتند این پیر دُرد آشام را"

بیچارے کو ۱۹۲۵ء میں علمائے ملت، ورکانفرنس کے درمیان صلح کرانے کی بہت سخت شکست سننا پڑا تھا مگر وہ لذت دشنام کچھ ایسی نقش بردل ہوئی کہ دوبارہ پھر اسی موضوع میں نانی حاضری بننے کا شوق چرایا اور یہ کہتے ہوئے کہ لگو لوا آج سب کو سانپ سونگھ گیا آج کوئی مردہ بولتا نہیں اسی لکڑی میں جا گھسے جس نے کانگریسی خلفشار میں جیل خانہ جانے کا طعنہ دیا تھا اور بری طرح خبر لی تھی۔ اودھ پنچ انکا پرانا خادم ہے۔ ان کے عادات و اطوار سے بھی بخوبی واقف ہے۔ وہ اودھ پنچ سے متوقع ہیں کہ انھیں نانی حاضری کہہ کے پکارے۔ اودھ پنچ اب بڑھا ہوا۔ ع

گیا شباب کے ہمراہ ولولہ دل کا

چنانچہ انھوں نے اپنے خطبۂ صدارت میں اودھ پنچ کی ان افادات کو جو کہ امامت باطلہ کے خلاف نشر و شائع ہوئے ہیں بہت برا بھلا کہا ہے حالانکہ انگریزی جاننے کی وجہ سے انھیں معلوم ہونا چاہیے تھا کہ پنچ ایک اخلاقی مصلح ہے جو ظرافت کے پیرایہ میں اعلیٰ نکات نوامیس الٰہیہ و اخلاقیہ کی اشاعت کرتا ہے مثلاً جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ قوم کے اعلیٰ افراد تجبر، تکبر اور عزازیلی انانیت میں مبتلا ہیں تو وہ ان کو ان کی اخلاقی پستی کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔ علمائے اخلاق لکھ چکے ہیں کہ ضد التکبر التذلل والانکسار یعنی تکبر صرف توہین و تذلیل ہی سے رفع ہوتا ہے۔ میں آپ کو ایک مجرب نسخہ بتاتا ہوں۔ فرض کیجیے کہ ایک شخص ہمیشہ آپ سے سلام کروانے کا متوقع رہتا ہے تو اس کا آسان علاج یہ ہے جب وہ آپ کی طرف دیکھے اس لیے کہ میاں سلام کرو تو فوراً اس کا منہ چڑھا دیجیے۔ انشاء اللہ پھر یہ توقع جاتی رہے گی۔

ڈاکٹر محمود الحسن صرف جسمانی بیماریوں کے ڈاکٹر ہیں اور روحانی بیماری میں تو شاید خود بھی مبتلا ہوں ورنہ عرض کرتا کہ ان سے پوچھ لیجیے واقعہ یہ ہے کہ اب اصحاب عمامہ و جبا ہم سے متوقع ہیں کہ تعظیم ہی نہیں بلکہ ہم ان کی عبادت کریں۔ ہمارا اخلاقی گناہ ہوگا اگر ہم یہ سودا ان کے دماغ سے نکال دیں۔ بڑے میاں۔ نانی حاضری بننے سے کام نہیں چلتا۔ ہمارا فرض ہے کہ خوشامد کی بری عادت چھوڑ کر فوراً اخلاقی آئینہ میں ان کی اصلی صورت دکھا دیں اور انھیں سراپا یاس حسرت بنا دیں۔ خوشامد کی ایک حد ہوتی ہے جس طرح کی خوشامد میر واجد علی صاحب نے اس آخر عمر میں اختیار کی ہے یہ ایک گناہ عظیم ہے جس سے بچنے کی کوشش کم از کم پیرانہ سری کی حالت میں لازم و واجب ہے۔ قوم کا ساتھ چھوڑ دینے کے بعد کوئی توقع ان ارباب عمائم سے باقی نہیں ہے مزاج گوئی اور خوشامد ان کے عادات پر بڑا اثر ڈالے گی اور اگر یہ اسی طرح قوم سے بے پرواہ رہے تو ایک دن یہ سوال کرنے کی نوبت آئے گی کہ ؎

ابھی خاطر تو قتل عاشقاں سے منع کرتے تھے
اکیلے پھر رہے ہو یوسف بے کارواں ہو کر

مجھے معلوم ہے کہ ان حضرات عمائم میں سے کئی افراد کا علم اتنا بھی نہیں ہے کہ پڑھے لکھوں میں شمار ہو سکیں بس پگڑی جبہ و قبا نے انھیں بانس پر چڑھا کر یہ وہم دلا دیا ہے کہ خدا نخواستہ ہم عالم دین ہیں اگر میر واجد علی صاحب نانی حاضری بننا چھوڑ کر عقل سے کام لیں تو دیکھیں گے کہ اودھ پنچ کے یہ مضامین [illegible] جن بدعتوں کے اظہار میں پنچ نے نکتہ سنجی کی ہے ان سے انکار کی مجال نہیں ہو سکتی۔ لیہلک من هلک عن بینة و یحیی من حی عن بینة یہ تو دلیل ہے جیسے مرنا ہو مرے جیسے جینا ہو جیے۔

حکم قرار دیے جانے دیوالیہ

(دفعہ ۲۷۔ ایکٹ ۵ سنہ ۱۹۲۰ء)

بعدالت جناب بابو شیو گوپال ماتھر صاحب بہادر جج خفیفہ لکھنؤ

درخواست دیوالیہ نمبر ۱۷ سنہ ۱۹۳۵ء

بمقدمہ قرار دیے جانے دیوالیہ مسمی محمد یعقوب ولد امام الدین ساکن محلہ شیرت گنج شہر لکھنؤ

محمد یعقوب کی درخواست دیوالیہ مورخہ ۲۰ مئی ۱۹۳۵ء کو پڑھنے اور فریقین کے بیانات کو سننے کے بعد یہ حکم دیا جاتا ہے کہ مدیون مذکور دیوالیہ قرار دیا گیا اور وہ ۶ ماہ کے اندر اپنی درخواست بریت گزرانے۔

المرقوم ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء

بحکم عدالت

دستخط بمہر دیال منصرم عدالت جج خفیفہ لکھنؤ

۱۱۔ نومبر ۱۹۳۵ء

مہر عدالت

ملازمت

مل سکتی ہے۔ تعلیم مڈل تک ہو انٹرنس پاس ہوں یا فیل ایف اے ہوں خواہ بی۔ اے کوئی خاص شرط نہیں
مگر خواندہ ضرور ہوں امیدوار انسٹیٹیوٹ کے فارغ التحصیل ملازم شدہ طلبا کی فہرست۔ پراسپکٹس
اور رسالہ البرق ۲ کے ٹکٹ بھیجکر منگوائیں۔

پنجاب انجینئرنگ انسٹیٹیوٹ جالندھر شہر

دی مسلم ریویو

مسلمانوں کا واحد انگریزی تبلیغی ماہوار رسالہ ہے جس میں مشاہیر ملک کے تحقیقی مضامین حمایت اسلام اور رد غیر اسلام کے متعلق لکھے جاتے ہیں۔ یورپ، امریکہ، افریقہ، آسٹریلیا۔ ممالک ایشیا غرض تمام عالم میں شائع ہوتے ہیں۔ فرقہ وارانہ مباحث اس میں نہیں ہوتے قدیم اسلام کی خدمت کرنا اس کا مقصد اعظم اور نصب العین ہے لہذا تمام لائبریریوں کو صرف ایک روپیہ سالانہ روانہ کرنے پر رسالہ مفت دیا جاتا ہے اس کی سالانہ قیمت چار روپیہ ہے۔ تمام ہمدردان اسلام قدیم کو اسکی سرپرستی کرنی لازم ہے۔

منیجر دی مسلم ریویو لکھنؤ

انگریزی اخبار
"پٹنہ ٹائمز" پٹنہ

جو بہاری مسلمانوں کی زبردست آواز ہے اور ۱۹۱۲ء سے خدمت کر رہا ہے۔ اگر آپ دلچسپ مضامین اور ہر ملکی خبروں سے واقفیت رکھنا چاہتے ہیں تو آج ہی طلب فرمائیے اور ایک ماہ تک اپنی قابلیت کا اندازہ لگائیں۔ سالانہ قیمت ... چار

منیجر

پیغام سرحد

صوبہ سرحد کا مقبول و پسندیدہ قوم پرست تعلیمی ہفتہ وار اخبار "پیغام سرحد" ہری پور ہزارہ ضرور طلب کیجیے

منیجر
پیغام سرحد ہری پور ہزارہ

اودھ پنچ میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیجیے

مشتہرین

(۱) کیا آپ جانتے ہیں کہ "برما" میں ساٹھ ہزار گجراتی بولنے والے ہندوستانی ہیں۔
(۲) "جوہر" (انگلو گجراتی) ان کا ترجمان ہے۔
(۳) "جوہر" کی زندگی برما کے ہندوستانیوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے وقف ہے۔ گجراتی ہر ہندو مسلمان اسے پڑھتا ہے۔ لہذا یہ آپ کے اشتہارات کا بہترین ذریعہ ہے۔

جملہ خط و کتابت مندرجہ ذیل پتے پر ہونا چاہیئے
... جوہر ۲۳ ... ایسٹ ... رنگون

انمول ادبی جواہر
منتخبات مضامین اودھ پنچ

من ابتدائے سنہ ۱۹۱۹ء لغایت سنہ ۱۹۲۳ء

چار حصوں میں ادبی اصلاحی اخلاقی سیاسی مضامین بے نظیر علمی اور عقل فوائد رکھتے ہیں جن کی نظیر آپ کو اردو کے خزانے میں نہ ملے گی۔ یہ انسان کو مضمون لکھنا سکھا دیتے ہیں۔ اب تک چار حصے تیار ہوئے ہیں۔ قیمت فی حصہ ایک روپیہ آٹھ آنے۔

یہ منتخب مضامین بطور ضمیمہ چار سال سے اودھ پنچ کے ساتھ ہفتہ وار شائع ہوتے ہیں سالانہ جلد کے خریدار کو ایک حصہ مفت ملتا ہے سائز ۲۰×۲۶/۴ کل قیمت ان منتخبات کی پانچ روپیہ علاوہ محصول۔

المشتہر

منیجر اودھ پنچ

امتیاز بکس سپلائی ایجنسی

بارہا شکایت سنی گئی ہے کہ حضرات بیرونجات جو کتابیں طلب فرماتے ہیں اُن کو ناقص کتابیں ملتی ہیں۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ جو کتاب وہ طلب کرتے ہیں اسکے بجائے دوسری کتاب بھیج دی جاتی ہے نیز یہ بھی شکایت ہے کہ کتاب پر صرف دکھانے کے لیے بہت زیادہ قیمت لکھدی جاتی ہے اور شہر میں وہ لکھی ہوئی قیمت سے بہت کم قیمت پر ملتی ہے وغیرہ۔

لیکن اگر آپ ہمارے ذریعہ سے کوئی کتاب طلب فرمائیں گے تو ہرگز یہ شکایت پیدا نہ ہوگی اور ہم اپنی نگرانی میں ہر کتاب روانہ کرینگے۔ اس حالت میں اگر کتاب ناقص ہو یا کمی ہو یا ایک کے بجائے دوسری ہو قیمت بازار سے زیادہ ہو تو اسکے ہم ذمہ دار ہیں۔ لہذا لکھنؤ کے جس مطبع کی کتابیں آپکو ضرورت ہو ہمیں تحریر فرمایئے اور اطمینان رکھیے کہ آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں ملیگا۔ دریافت طلب امور کے لیے جوابی پوسٹ کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے۔

پتہ:۔ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

ہفتہ وار انگریزی اخبار خیبر میل پشاور

ضرور ملاحظہ کیجیے۔ یہ انگریزی کا واحد اخبار ہے جو صوبہ سرحد سے شائع ہوتا ہے

سالانہ چندہ پانچ روپیہ ہے "منیجر"

ہفتہ وار انگریزی اخبار "سنٹینل" رانچی

جسمیں نہایت پرلطف مضامین اور مقامی خبریں ہوتی ہیں۔ ضرور ملاحظہ فرمائیے سالانہ چندہ ششماہی ہے۔ سہ ماہی ۔ فی پرچہ ۔

منیجر "سنٹینل" رانچی

کتب خانوں کی زینت
مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ سنہ ۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینہ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد سنہ ۱۹۲۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ سنہ ۳۱ و ۳۲ء کی

قیمت فی جلد ہے محصول ڈاک عہ ذمہ خریدار۔ جلد سنہ ۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی عہ اور جلد سنہ ۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی عہ مفت ملیں گے۔

REGISTERD No A 703
LUCKNOW.
DHPUNCH
1935
M. B. KHAN ARTIST
DOGAWAN LUCKNOW

مقتول جفائے ہند

آہ! او لی کمیشن رپورٹ تو نے بقول بو اطوارن کے ایسا پانچہ جاری کیا کہ ایک خستہ جان اپریل میں تیری سفارشوں کا روے زیبا دیکھنے سے قبل ہی دنیا سے گزر گیا۔ سننے میں کہ مسٹر اِی۔ آر ڈونس پرسنل اسسٹنٹ چیف انجینئر بمبئی نے جن کی عمر صرف ۵۵ سال تھی اس طرح ملک عدم کی طرف کوچ کیا کہ ریل کی پٹری پہ گردن رکھدی۔ انجن کا پہیا گردن پہ پھر گیا۔ چلیے سفر زندگی ختم عمر بھر کا راستہ پلک جھپکاتے اور پہیا پھرتے ہی طے۔ مشہور ہے کہ مسٹر اِی آر ڈونس جوے کے مشاق کھلاڑی تھے۔ مالی پریشانی برداشت نہ کرسکے اور جان پر کھیل گئے۔ ہمارے شہر کے جواری کسی زمانے میں ناک ناک بدتے تھے انھوں نے گردن داؤں پہ لگا دی۔ انجن جیتا اور یہ جانثار ہارے۔ بدبخت ہندوستان کیا سنگدل اور بخیل ہے اپنے ولایتی مخدوموں کا مطلق خیال نہیں رکھتا۔ ان کی تنخواہوں میں اتنا اضافہ ضرور ہونا چاہیے کہ جوے کا بوجھ اٹھا سکے۔ یہ کہنے کو تو نہ ہو کہ بیچارے سمندر اُس پار سے زحمت اٹھاکے آتے ہیں اور یوں مفلسی کے کارن جان گنواتے ہیں۔ بھلا وہ تنخواہ بھی کوئی تنخواہ ہے جو ایسے ضروری مصارف پورے نہ کرسکے۔

آپ جانئے امریکہ نئی دنیا تو ہئی۔ وہاں کی عورتوں کے دماغ میں یہ خبط سما گیا ہے کہ شادی کے بعد اپنے اصلی نام سے موسوم کی جائیں۔ مسز ہیرہ یونگ۔ لیڈی ہیرہ یونگ کہنے کی ضرورت نہیں۔ صاف صاف سیدھا سیدھا نام میلم رودزی جولیا۔ لِلی لوسیا کہہ کے پکارو۔ دھڑا دھڑ درخواستیں کچہریوں میں دی جارہی ہیں کہ ہمیں اپنے اصلی نام کے استعمال کرنے کی اجازت دی جائے۔ کیا ضد ہے خدا جانے حکومت کو کہ وہ کسی طرح نہیں مانتی اس نے اعلان کردیا ہے کہ جو بیاہی عورتیں سرکاری نوکر ہیں انھیں اپنے اصلی نام رجسٹر میں درج کرانے کا حق نہیں۔ اسکے کی جورو ڈھکے کی بیگم لکھوانا اُسکے واسطے ضروری ہے۔

حکومت اور زنانی رعایا میں پیچ چل رہی ہے اخبار نویس تو ہوا پہ چلتے ہی ہیں اُنھوں نے عورتوں کی حمایت شروع کردی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ حکومت پاگل ہوگئی ہے کوئی آگ بگولا ہوکے ہانگ لگاتا ہے کہ اسم نویسی کا یہ طریقہ عہد رقیت (غلامی) کی یادگار ہے۔ ایک لیگ بنائی گئی ہے اُس کی ممبر عورتیں بایں الفاظ حلف اُٹھاتی ہیں کہ اپنے شوہروں کی خاطر سے چاہے وہ طرم باز خاں ہی کیوں نہ ہوں اپنے نام کبھی نہ بدلیں گی۔

بعض بے رحم اخبار نویس حکومت کو ابھارتے ہیں کہ جتنی بیاہی عورتیں سرکاری ملازم ہیں ان کی جگہ کنوارہاں بھرتی کی جائیں۔ اور ان باغی عورتوں کا نام دفتر سے خارج کردیا جائے۔

امریکا اور یورپ میں عورتیں آزاد ہیں اور ہمیشہ جھگڑے بکھیڑے پھیلاتی رہتی ہیں مگر ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہندوستان میں بھی یہ خواہ مخواہ کی لڑائی نہ چھڑ جائے کیا معنی کہ یہاں کے مسلمانوں میں بھی نام بدلنے کا مرض ہے۔ گھر میں لڑکی بیاہ کے آئی اور اُس کا نام بدلا گیا۔ پاپوش دُلھن۔ سلیپر بہو۔ سلطان محل۔ لڑکی تو خیر یہاں تو دولھا دولہا کو بھی خطاب ملتے ہیں۔ پاؤں میں بانے بندھے ہیں ترکاری کی ڈلیا مٹھائی کی ٹوکری بغل میں دبی ہے۔ سسرال کے دروازے پر پہونچ کے آواز دی اور اندر سے جواب ملا کون؟ فریدوں جاہ دولھا۔ اے آؤ تم سے کون چھپتا ہے پس اگر نام بدلنے پہ میدان رزم گرم ہوا تو بڑی ہوگی۔ ادھر ساس نے بہو کو پکارا اے نادان دُلھن! کہ جیسے کسی نے مینڈکی کے سر پہ نمک چھڑکا دُلھن آپے سے باہر ہوگئیں۔

"بڑی بی سُنتی ہو یہ جو چلے تہ کر رکھو خبردار جو آج سے نادان دُلھن کہا تو تم ہی جانو گی بندی تمہارے گھرواے میں نام بدلوانے نہیں آئی ہے" چلیے معرکۂ کارزار گرم ہوگیا۔

شامتِ ایران

(عہد قاچاریہ)

واللہ ایرانی ملا بھی عجیب دل لگی باز ہیں۔ آج کل سلطنت کے ساتھ ایسی کھلی بازیاں کر رہے ہیں کہ شاید و باید۔

کہتے ہیں کہ جمہوریت خلاف شرع ہے لہذا اس چڑیل کے نزدیک نہ جاؤ ورنہ سیدھے جہنم میں جاؤ گے۔ ہاں اگر بادشاہ بننا چاہو تو خیر تمہاری مرضی۔ بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ غیر معصوم کی سلطنت ہی کب تمہارے مذہب میں جائز ہے جو جمہوریت کو پیٹ رہے ہو جب دونوں باتیں ناجائز ہیں مگر ان میں سے ایک کا اختیار کرنا جان مال آبرو کے بچاؤ کے لیے لازم ہے تو وہی ڈھرا اختیار کرنا چاہیے جسمیں مسلمانوں کا بھلا ہو اگر یک سوئی نہ حاصل کی تو اڑوسی پڑوسی بھوہڑ کا مال سمجھ کے کھالیں گے۔ جمہوریت بھی ناجائز ہے سلطنت بھی ناجائز ہے دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھے تو بھیک کا ٹھیکرا ہاتھ میں اور غلامی کا طوق گلے میں ہوگا۔

جس طرح تیسرے دن مردار حلال ہوجاتا ہے اسی طرح اضطراری حالت میں بغیر جمہوریت کے اب ایرانیوں کا جینا محال ہے۔ بادشاہ سلامت بہشت یورپ کی حوروں پہ عاشق ہیں۔ خدا کی راہ میں مال صرف کرنے کا اجر بہشت ہے تو شیطان کی راہ میں سخاوت دکھانے سے بھی دنیا کی بہشت میں جیتے جی گلگشت کرنے کا حق انسان کو مل رہتا ہے۔ شاہ کجکلاہ یورپ میں ایرانیوں کی کمائی بہائے اور امید کرتے ہیں کہ بہشت کا لطف حاصل فرمائیں گے تو از راہ منطق غلطی پہ نہیں ہیں۔ یار و سخاوت بڑی چیز ہے۔ یزید بن مہلب (عربی رئیس) کی شان میں ہشام بن حسان کہا کرتا تھا۔ "واللہ کانت السفن فی بحر جودہ" (خدا کی قسم اُس کی سخاوت کے دریا میں جہاز چلتے تھے) آج تک یہ مثل مشہور ہے۔

ایک عربی شاعر کا قول ہے ؎

مکافاۃ السماحۃ دار خلد
وامن من مخاوف یوم بوس
ومانار بحرقتہ جوادً
ولو کان الجواد من المجوس

جن کا فارسی ترجمہ یہ ہے ؎

مکافات جوانمردی بہشت است
بروز خوف امن از ہیبت قبر
نسوزد آتش دوزخ سخی را
اگرچہ آں نکو سیرت بود گبر

یورپ کی بھک منگی مرمکھی دانہ زد جودیں دل کے پیچھے پڑ گئیں تو رگ سخاوت کیوں نہ پھڑکے اور سخاوت کے دریا میں چڑھے کے جہاز کیوں نہ چلیں۔

الحاصل بادشاہ سلامت تو شاہی چھوڑ چھاڑ جہاز رانی کی مشق میں مشغول ہیں اب صرف جمہوریت رہی جاتی ہے اس سے مولویوں کو اختلاف ہے دنیا بھر نے وہ چالیں اختیار کی ہیں جن کا شریعت میں کہیں نشان نہیں۔ ہوائی جہاز میں زہریلے بم ہیں بجلیاں قبضے میں زلزلہ اختیار میں یہ سب غیر شرعی جان لیوا طریقے ہیں۔ شریعت پر غور کیجیے تو وہ ان غیر شرعی طریقوں کا توڑ بھی رکھتی ہے یعنی "قانون اضطرار" ایک پرانا اور شرعی قانون ہے ان کھلے فریبوں اور چالاکیوں سے جنھیں آجکل تدبیر اور اہل ایمان کی زبان میں مہذب لوٹ مار کہتے ہیں۔ جان و مال محفوظ رکھنے کا یہی طریقہ ہے۔

ایران کے مسلمان اگر اپنے ذاتی معاملات میں حکومت شرعیہ کا نفاذ نہ رکھیں اور دوسروں کے تمدنی و معاشرتی و تجارتی امور میں دیگر جمہوریتوں کی تقلید نہ کریں گے تو عند اللہ ماخوذ ہوں گے اور حریفوں کی چوٹوں سے چند یا بھی گنجی ہو جائیگی ہر طرف سے نرغا ہوگا۔ مسلمان اپنے دل میں سمجھتے ہیں کہ مال موذی نصیب غازی لیکن کسی کٹے خال کے مقابلے میں اس عقیدے کا نباہ مشکل ہے مثلاً جرمنی سے کوئی ایرانی تاجر کروڑ دو کروڑ کا مال محض ساکھ پر منگائے اور مال وصول کر لینے کے بعد دام چکانے کے وقت بیجک پر یہ لکھ کے واپس کر دے کہ "مال موذی نصیب غازی"۔ اپنے خبر دار جو پھر مانگا تو نوچ جائے گا"! یا البرز کے ڈاکو کسی انگریزی تاجر کے مال پر ہاتھ صاف کریں اور سلطنت برطانیہ کی طرف سے نوٹ روانہ کیا جائے۔

"حکومت برطانیہ معزز ایرانی حکومت کے اس رویہ کو نہایت تحیر اور اندیشے کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور امید کرتی ہے کہ ۲۴ گھنٹے کے اندر اصل مال سود سمیت سفارت خانے میں داخل کر دیا جائے گا۔ ورنہ در صورت غفلت شما امید انید کہ چہ خواہد شد"

تو کیا یہ ممکن ہے کہ "مال موذی نصیب غازی" اس نوٹ کی پشت پر لکھ کے سفیر کے حوالے کر دیا جائے۔ یا مولانا کے اس مشورے پر عمل کیا جائے کہ مال کا است بشما ملال باد کہ یہ بھی استغفر اللہ یعنی کے دینے پڑ جائیں۔ یا سردار اسٹیک کی طرح کسی انگریزی افسر کا خون بہا دیا جائے اور اس کا خمیازہ نہ بھگتا جائے۔ ناممکن۔

مطلق العنان شخصی سلطنت سے جس کی ذات تمام شرعی پابندیوں سے ہمیشہ مستثنیٰ رہی ہے جمہوریت ہزار درجہ بہتر ہے۔ ابھی ملک ناصر الدین شاہ کے عہد کے صدہا کٹے سر زمین ایران پر بحوالہ بعض کتب تاریخ و اخبار موجود ہیں کیا یہ کوئی شرعی حکومت تھی؟ اگر شرعی قصاص کا دستور ہوتا تو ہمارے شاہ کجکلاہ کی ناک پہلے ہی قصاص میں جڑ سے پونچھ لی جاتی۔ مگر وہاں تو کاسک پولیس کاسک باڈی گارڈ اور روسی سپاہی اہل وطن کی سرکشی اور مولویوں کی سینہ زوری کو قریب پھٹکنے نہ دیتے تھے۔ اس کے علاوہ قانون شرعی کا نفاذ کسی ذات خاص کے بلا سے نام نہیں ہے۔ اگر ایک واقف کار مجمع دیانت کی صفت سے متصف ہو کر اس کے نفاذ پر کمر بستہ ہو جائے تو امور معطل و مہمل نہیں رہ سکتے اور بہ نسبت فرد واحد کے اجتہادی رائے میں خطا کی مصیبت سے اہل معاملہ زیادہ محفوظ رہ سکتے ہیں۔

بالفعل ایران کی بگڑی ہے اور روز مثل ظاہر درست باطن سیاہ مولوی کا ہاتھ ہے بہلی کھیل ہے ہیں۔ غریب سردار سپاہ واقعی نہایت صاحب تدبیر ہے جو اس چڑیا تو جن میں سراسیمہ و مضطرب نہیں ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ خاندان قاچار کا دور ختم ہوا۔ اب تاج کیانی سردار سپاہ کے سر پر جگمگائے گا یعنی مولویوں کا گروہ اس امر پر مصر ہے کہ جمہوریت نہیں مگر سردار سپاہ کی شخصیت کار فرما ہو۔ کوئی پوچھے کہ یارو جب یہ شخصیت بھی باطل ہے تو اسے جمہوریت پر ترجیح کیوں دیتے ہو معلوم ہوتا ہے کہ شخصیت کی ماتحتی جنت کی ضامن ہے یا کوئی مخفی دباؤ کام کر رہا ہے۔ اگر کردوں اور باغی قبیلوں کو قابو میں لانے کے بعد سردار سپاہ نے اس گروہ پر بھی قبضہ کر لیا تو واللہ عجب دل و دماغ کا آدمی ہے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ پیشہ ور طالبعلم تحصیل اصول فقہ و جرو کسب حلال سے مستغنی ہو کر فوراً اہل وطن کی جیب سے اپنے ملتیات کا خرچ وصول کرنے کی تدابیر پر مستعد ہو جاتے ہیں۔ معاش اسی حیلے کی محتاج ہے آرام سے مسند تکیہ لگائے گھر میں بیٹھے ہیں کھاتے ہیں اور غرّاتے ہیں۔

اگر فی صدی ایک بادیانت بھی ہے تو اس مقدس کا بس نہیں چلتا لوگ اس سے بھی کتراتے ہیں کیا معنی کہ اس جماعت میں سے اکثر افراد کے پاس مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن موجود ہے آپ حیران ہوں گے کہ مصنف کا لکھا ہوا قرآن کہاں سے مل گیا۔ یہ ایک پرانی حکایت ہے کسی صاحب نے ایک غلط نویس کاتب سے قرآن لکھوایا۔ اس ظالم نے اتنی غلطیاں کیں کہ مقابلہ پر بھی صحت نہ ہو سکی۔ اتفاقاً ایک دوست نے اپنی ضرورت کے وقت پوچھا "آقا مصحف دارید"

آقا نے جواب دیا "بلے خیلے مرغوب از خط مصنف مرحوم"

دوست "یعنی چہ؟"

جلد ۲ نمبر ۳۷

مضامین

(مورخہ ۵ - نومبر ۱۹۳۵ء)

غزل

(از مخدوم علی صاحب سہروردی تاب وکیل ہائیکورٹ گلبرگہ شریف دکن)

اُس رُخِ روشن کے آگے کیا دکھلائے جھلملا چراغ ... اپنی ہی کم مائیگی سے بجھ گیا ہے اب چراغ
وصل کی شب شمع کے احساں سے ہم ہیں بے نیاز ... ہے جمالِ ساہ وش کا مثل ہر شب چراغ
آفتابِ حسن ہیں وہ اُن سے نسبت انکو کیا ... بے تامل اُنکے آگے یہ حسیں ہیں سب چراغ
تیرگی کو ابرو دی جس میں فطرت کو بھی رہ ... یہ مثل سچ ہی جلے کاسے کے آگے کب چراغ
مل نہیں سکتا مثیل اُسکا کہیں بھی دہر میں ... ڈھونڈھ بھی لیں گر یدِ بیضا کا لیکر اب چراغ
ہر زمانہ تھا کہ پڑھتے تھے "الہ دین کا چراغ" ... ریڈیو کی پھونک سے یہ گل ہوا یارب چراغ
ہر طرف سے کفر و ظلمت کی ہے یورش دمبدم ... تو بچا لیجیو گل نہ ہو اسلام کا یا رب چراغ
وہ بلند آہنگیاں اسلاف کی ہم میں کہاں ... وہ انھیں کا حصہ تھیں روشن تھے انکے جب چراغ
جب سے برقی روشنی نے سر اُٹھایا ملک میں ... ہو گئے غرقِ خجالت ڈر گئے اب سب چراغ
خانۂ تن سے ہے کہلا جیسے جلتا چراغ روح ہی ... تو بھی جانے کا لا کر مرکھپ کر گر جب چراغ

وصلت گرد کا جب مژدہ ملا ہے تجھکو تاب
پھر تو گھی کے چاہئیں ہر دم جلانے اب چراغ

پیش طبیب ملا پیش ملا طبیب
پیش ہیچ ہمہ وپیش ہمہ ہیچ

(نمبر ۹)

آکسی جن - مذکر۔ گاس کی ایک قسم جو پانی ہوا مٹی کا جزو اعظم ہے۔ یہ گاس کیا بلا ہے - غالباً یہ گیس کی خرابی ہے۔ بے پڑھے لکھے لوگوں یعنے عوام کی تقلید فرمائی تھی تو گھاس لکھ دیا ہوتا کیا معنی کہ بمبئی کے عوام گیس لائٹ کو "گھاس لیٹ" بیائے مجہول ماقبل کسور بولتے ہیں۔ انھوں نے ہر واہیات چیز کا لقب گھاس لیٹ رکھ دیا ہے اور "نور اللغات" بھی نری گھاس لیٹ ہے لکھنا چاہیے تھا کہ آکسی جن - بے رنگ - بے مزہ - بے بو ہوتی ہے۔

اور حیٰوۃ انسانی و حیوانی و نباتاتی کے لیے ضروری ہے لہذا پانی اور مٹی اور ہوا میں پائی جاتی ہے۔ جزو اعظم لکھنا غلط ہے۔ کسی سائنس پڑھنے والے طفل مکتب سے بھی پوچھتے تو وہ بتا دیتا۔ سائنس میں پہلا سبق پانی کے اجزا سے شروع ہوتا ہے۔

آنریری - محض اعزاز کے لیے کام کرنے والا - صاحب امیر اللغات انگریزی نہیں جانتے تھے لیکن نور اللغات سے زیادہ مکمل معنی لکھتے ہیں کہ محض اعزاز کے لیے یا امیدوارانہ بغیر تخصیص ملازمت و تنخواہ کے کام کرنے والا۔ مگر شاید انگریزی دانی کے زعم میں ضرورت رجوع کرنے کی نہ پڑی۔

بامب - تلفظ غلط لکھا ہے - صحیح تلفظ بام ہے۔

بائیسکل - انگریزی تلفظ نہیں لکھا گیا یہی تلفظ انگریزی ہے بہ۔

بٹالین - معنی تحریر فرماتے ہیں - پیدل فوج یعنی ایک ہزار سپاہیوں کی رجمنٹ - اس کے یہ معنی ہوے کہ جس رجمنٹ میں ایک ہزار سپاہی ہوں وہ بٹالین کہلائے گی۔ سبحان اللہ۔ حالانکہ دو یا زائد بٹالین کی ایک رجمنٹ ہوتی ہے - انھیں یہ بھی نہیں معلوم کہ بٹالین کو رجمنٹ لکھ رہا ہوں —

بگل - انگریزی میں بضم اول و دوم۔ یہ تلفظ غلط ہے۔ معلوم نہیں حاجی صاحب کے تلفظ دریافت کرنے کے کیا ذرائع ہیں۔ اکثر تلفظ ڈکشنریوں میں پائے نہیں جاتے۔ یعنی حاجی صاحب کے گھڑے ہوے تلفظ۔

میں نے تبصرہ میں کئی جگہ یہ لکھا ہے کہ حاجی صاحب ضروری الفاظ چھوڑ گئے ہیں۔ اب میں حرف "الف" کے چند الفاظ بطور نمونہ درج کیے دیتا ہوں۔ یہ الفاظ اُردو کے روزمرہ میں داخل ہیں لیکن لغت میں مفقود ہیں۔

الونیم - انارکسٹ - ایپلیکیشن - ایروپلین - آرمی - اپالوجی - اسمبلی - اسوسیئیشن - اٹاچی کیس - ایٹ ہوم - آڈٹ - آڈیٹر - ایڈیٹر - الکشن - اکسپرس - آپریشن - امپائر - آرٹیفشل - الٹی میٹم - اکونٹنٹ —

بائبل - غضب ہے۔ بی زمزم اللغات کو دیکھیے اس معمولی مشہور زبان زد خاص و عام لفظ کو بھی نہیں جانتیں اس کے بعد لکھتی ہیں "عہد عتیق" گویا انجیل" بائبل" میں شامل نہیں ہے۔ حالانکہ توراۃ - زبور - انجیل کا مجموعہ بائبل کہلاتا ہے اس میں سے ایک جز عہد نامہ عتیق اور دوسرا عہد نامہ جدید ہے۔ ہاں کہیں تو شرم آنی چاہیے - بی زمزم اللغات خانم -

بنڈل کے معنی بوجھا لکھے ہیں - یہ گنواری زبان ہے — شہر میں بوجھ بولتے ہیں۔ مگر فصاحت سے تمھیں کیا علاقہ —

بینچ - بنچ لکھنے کے بعد دوبارہ بینچ لکھ کر معنی لکھنا اگر لغت کی ضخامت

میں تو جانتا نہیں لیکن آج تک یہی سنتا آیا کہ چاروں انگلیوں پاسیوں میں اتفاق و اتحاد ممکن ہے اور نہیں ممکن تو مقدس پڑھے لکھوں میں۔ زمانہ شناسوں کا تجربہ یہی کہتا ہے کہ جس برات میں سب ہی ٹھاکر ہوتے ہیں وہ تتر بتر ہوجاتی ہندوستان میں عبا اور عمامے کے ہتھیاروں سے مسلح آدمی تو بہت ہیں مگر ان میں سے مسموع القول بہت کم۔ پھر ان میں سے ہر ایک صاحب دوسرے پر تفوق و تسابق کی فکر میں رہتے ہیں۔ ایک کی مرجعیت دوسرے کی آنکھوں میں کانٹا بن کے کھٹکتی ہے۔ ایک کے قبضے میں اگر کوئی موٹا اسامی جسے رئیس کہتے ہیں آگیا تو وہ نہیں چاہتا کہ دوسرے کی رسائی اس تک ہوجائے۔ چنانچہ علامہ جسٹس کرامت حسین مرحوم ناقل تھے کہ ایک مولانا عراق سے تازہ دم اجازے لے کے وارد ہوئے۔ آپ جانیے عالم دین ہونے کے بعد انسان اپنے بنی نوع کا وبال جان ہوجاتا ہے یہ دستور اب تک ہے یعنی اس کا زر وقہ متمول اہل ملت کے سر عائد ہوجاتا ہے۔ یہ تازہ وارد مولوی صاحب بھی معاش کی جانب سے مطمئن نہ تھے اور چاہتے تھے کہ بڑے آدمیوں تک رسائی ہوجائے علامہ مرحوم نے مہاراجہ مرحوم محمود آباد کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ خود ان تازہ وارد ملا صاحب کے در علم پر جائیں اور اس کے بعد راہ و رسم بڑھ جائے۔ دن مقرر ہوا مگر ان مولوی صاحب کے ایک عزیز مولوی صاحب کو اس کی سن گن مل گئی اور پیٹ میں چوہے چھوٹے فکریں ہونے لگیں کہ کسی طرح مہاراجہ ان کے گھر پر نہ جائیں۔ چنانچہ وقت مقررہ پر حضرت نے پینس منگائی اور جنازہ والی پر سوار ہو کے مہاراجہ کے مکان پر پہونچ گئے۔ طرح طرح کے تذکرے چھیڑ دیے۔ جو تڑ دلوں میں بقول بد نصیبین کے بیو لگ گیا۔ ملنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ آخر مہاراجہ نے معذرت کی کہ اس وقت میں نے فلاں مولوی صاحب سے ملنے کا وعدہ کیا ہے۔ بس حضرت جھٹ سے بول اٹھے کہ وہ تو خود حضور ہی سے ملنے تشریف لانے والے ہیں میں جب آیا ہوں تو ان کی سواری تیار تھی۔ عجب نہیں کہ آتے ہوں خدا جانے دیر کیوں ہوئی بھلا ایک معمم مقدس بزرگ کے منھ سے نکلی ہوئی بات کو جھوٹ کون سمجھتا۔ مہاراجہ نے تامل کیا کہ جب وہ خود ہی اس کلبۂ احزان کو اپنے قدوم برکت لزوم سے رشک جنت بنانے والے ہیں تو انتظار کرنا چاہیے۔ انتظار کرتے کرتے جان بچ گئے۔ حضرت دل ہی دل میں مسکراتے اٹھے اور کہنے لگے "صدق و وعدہ بھی ایک صفت ہے جس پر کم لوگ عمل کرتے ہیں" مہاراجہ صاحب بغیر ملے جلے ان تازہ وارد مولوی صاحب سے کبیدہ ہوگئے اور یہاں ایک ہی فقرے میں امیدوں کا سارا طلسم برباد ہوگیا۔

حسد کا یہ عالم ہے کہ ایک کاغذ پر دستخط کرتے ہیں تو اپنے نام کو دوسرے کے نام پر مقدم رکھنے کی سعی کرتے ہیں۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ حضرات میں سے ہر شخص دام بدوش چھبیلے شکار کی تاک میں رہتا ہے۔ کسی تدبیر سے فلاں رئیس ہمارے پھندے میں پھنسے تو کیا خوب ہو جس طرح بلا تشبیہ بعض نائکائیں اپنی نوچیوں کو صبح اٹھ کے دعا دیتی ہیں۔ الٰہی موٹے موٹے تماشبین لکھ پتی سیٹھ آئیں اور تیرے ٹکوے دھو دھو کے پییں اسی طرح آپ حضرات کا وظیفہ ہے۔

اب اس تباہ شدہ قوم میں جو تجارت زراعت صنعت و حرفت سے بالکل محروم ہے رئیسوں کی تعداد بہت کم رہ گئی ہے اگر آپ کی مجلس کے ممبر تعداد میں پچاس بھی نکل آئے تو ذری حساب تو لگائیے فی کس کتنے رئیس حصّے میں پڑیں گے؟ اور آیا بدین خلق و مروّت ان کا قابو میں آنا امکان میں بھی ہے؟ کیا معنی کہ جناب والا کی شان اس وقت اگلے زمانے کے پوپ کی سی ہے یہ شان جب عیسائیوں میں مٹا دی گئی تو اب کس طرح باقی رہ سکتی ہے بالمعنی کہ حد سے زیادہ غیر شرعی تعظیم جس کی توقع میں آپ حضرات کو نیند نہیں آتی اب متروک ہو گئی ہے۔

عوام آپ سے ڈرتے ہیں کہ تکفیر کی بے پناہ تلوار حضور کے ہاتھ میں ہے اگر حکم کفر لگا دیا تو ہم کو گرد دل سے تمام ایمانی اعتقادوں کو زائل کر دینے پر بھی قادر ہے۔ متوسلین دیکھ رہے ہیں کہ خوشامد دربار التجا و معبودیت بھی ان کی طرف حضور کو مائل نہ کر سکی اور حضور نے اُن سے صاف الفاظ میں نہایت بے مروتی کے ساتھ کہہ دیا کہ ہم تمہارے کسی حال میں بھی شریک نہیں رہ سکتے۔

آپ کو مجمع عام میں کسی متوسط درجہ کے آدمی کی تعظیم کرتے خواہ کتنا ہی صالح العمل راسخ العقیدہ ہو نہیں دیکھا۔ ان اُمرا کی تعظیم آپ پر ہمیشہ فرض عین رہی خلوت میں بھی جلوت میں بھی۔

ساکھ کا یہ حال ہے کہ ابھی چند روز اُس طرف ایک مولوی صاحب نے ایک بوڑھی زمیندارنی کے ساتھ اپنے نابالغ صاحبزادے کا نکاح بایں حیلہ پڑھ دیا کہ موصوفہ اُن کی محرم ہو جائیں اور سفر حج میں ماں کے برابر بہو کی خدمت مولانا کر سکیں۔ نکاح ہوتے ہی ضعیفہ بہو کا مال تال سب انھوں نے اپنے قبضے میں کیا ضعیفہ بہو کے عزیزوں کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے مولانا کو تنگ پکڑا اور مجبور کیا کہ طلاق پڑھیے ورنہ بُری ہوگی۔ مولانا نے وہیں سے دم کی لنگوٹی کی کہ صاحب طلاق پڑھنے کا مجھے حق نہیں جب لڑکا بالغ ہوگا تو اُسے اختیار ہوگا۔ بہرحال خدا جانے مرحلہ کیونکر طے ہوا۔

ادعائیت اور دیگر امور میں جو تلخ تجربے قوم کو ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں وہ بھی روزمرہ ساکھ اور بھرم پر دھبّے لگاتے رہتے ہیں۔

جس گروہ کو آپ حضرات دیندار اور راسخ العقیدہ خیال فرماتے اور جو گرد و پیش پروانۂ شمع علم بنے رہتے ہیں اُن کی دینداری کا حال یہ ہے کہ طرح طرح کے اسراف و خلاف شرع رواج جن میں مبتلا ہیں ضروریات دین میں سے انھیں صرف حوض کے خوشبودار پانی میں غوطہ لگانا نظر آتا ہے باقی نہ فرائض انسانی و اخلاقی سے کوئی سروکار ہے نہ ترقی ملّی سے کوئی لگاؤ۔ نہ محبت قومی کے فوائد سے واقف نہ اعتقادات کے اصلی نتائج کا علم۔ گستاخ اور بدزبان تو یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ "پیر خود ہی درماندہ ہے شفاعت کس کی کرے گا۔"

طرح طرح کی تشکیک غیر مذہب والے اسلام میں پیدا کرتے اور کتابیں لکھ لکھ کے چھاپتے ہیں مگر آپ حضرات میں سے ہم نے تو کسی کو نہیں دیکھا جس نے "دی ہسٹاریکل ڈیولپمنٹ آف القرآن" کی رد لکھی ہو۔ یا اور کسی چھوٹے نیچری کی رد کی ہو۔ یہ حال ہے حضور کے خدمات دینیہ کا۔ ان مسکینوں کے خلاف تو حضور کے پاس مواد جمع ہے دل کھول کے قلم فرسائی ہوتی ہے۔ حالانکہ یہی وہ گروہ ہے جس سے تقیہ کرنا اصول مذہب میں داخل ہے۔ اور اس باہمی فساد سے جو ترک تقیہ نے پیدا کیا ہے کیسی گرم بازاری مذہب کی ہوتی ہے کہ سبحان اللہ۔ جس چیز سے معصوم نے بچنے کی ہدایت کی تھی اُسکی ترویج میں آپ حضرات کوشاں ہیں عجب چہل پہل دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔

اس بحر زحمت اختلاف و بغض کے باوجود آپ حضرات نے جو سعی ایک بزم اتحاد کے برپا کرنے کی فرمائی ہے اگرچہ اسکے اغراض ابھی مجہول ہیں تاہم ایک مبارک سعی ہے۔ اللہ کرے آپ کی بزم پروان چڑھے علاوہ گلدستے ایک ہی جگہ پر ہمیشہ گردش میں رہیں مرحبیت بڑھے۔ معتقد بڑھیں۔ پریسٹ ہوڈ یعنی آپ حضرات کی امامت (بالنیابتہ) کا دنیا میں دور دورہ ہو۔ واقعی یہ کام یک جہتی کا محتاج ہے اور جس عالی دماغ بزرگ کے افکار نے اس عجیب و غریب تجویز کو پیدا کیا ہے وہ سدا تر و تازہ رہے ہمیں بڑی حسرت ہے کہ آگ پانی کو گلے ملتے دیکھیں۔

”دیکھو بی - بائیکاٹ سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں - تم ناحق اٹوائی کھٹوائی لیے پڑی ہو“

مگر واضح رہے کہ جب تک اغراض کی توضیح نہ ہو اس تجویز کو فروغ نہیں ہو سکتا اور اغراض میں اگر دست بوسی و اطاعت مطلقہ یا تعظیم غیر شرعی کو زیادہ اہمیت دی گئی تو بیشک دنیا اس کی طرف متوجہ ہو جائے گی۔ آخر دست شکستہ وبال گردن مشہور ہے جس قوم کا ہاتھ ٹوٹ جائے وہ گلے ہی میں ہاتھ کیوں نہ لٹکائے۔ (باقی آئندہ)

نواب

دل جلا شیعہ

شوشا۔ ہمارے مہربان میر واجد علی صاحب وکیل نے اپنے خطبۂ صدارت (استقبالی) میں کچھ عنایت اودھ پنچ پر بھی فرمائی ہے۔ جواب آئندہ عرض کیا جائیگا۔

رزق کی لکڑی
یا
آلۂ تقسیم ارزاق

خدا نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ ہر جاندار کے رزق کی کنجی میرے ہاتھ میں ہے اس ہی بات کہ کسی کا معینہ رزق اسے کس طرح ملتا ہے اس کے بارے میں بعض کا خیال ہے کہ تقسیم رزق کے لیے منجانب خدا ایک فرشتہ مخصوص ہے جو ہر ذی حیات کے رزق کو اس کے پاس تک پہونچا دیا کرتا ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ قدرت کی طرف سے ہر ہر دانے پر لکھا رہتا ہے کہ یہ فلاں ابن فلاں کا رزق ہے جو دانہ جس کی قسمت میں ہے اُسے مل جاتا ہے۔ لیکن ملک عراق کے ہادیان دین متین کا کیا کہنا جنھوں نے نظام قدرت میں بھی تصرف کر کے بہم رسانی ارزاق کا ایک عجیب و غریب آلہ ایجاد کیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے

کہ سلطنت ایران سے نیز ملک ہندوستان سے منجانب وقف خیریۂ شاہان اودھ ایک کثیر رقم ان ہندوستانی ایرانی اور عراقی طلبا کی کفالت کے لیے جو ان مقدس مقامات میں علوم دینیہ کی تحصیل کے لیے مقیم رہتے ہیں مسلسل طور پر علمائے نجف و کربلا وغیرہ کی خدمت میں بتوسط گورنمنٹ پہونچتی رہتی ہے۔ ہم اس وقت طرز تقسیم پر کوئی نکتہ چینی کرنا

نہیں چاہتے صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ اس رقم خطیر میں سے ہمارے بدقسمت ہندی طلاب کو کیا اور کس قدر ملتا ہے۔ غالباً یہ سمجھ کر کہ ہندی طلبا ایک غیر متمدن ملک کے باشندے ہیں اس لیے وہ حجامت بنوالے، کپڑے دھلوالے، غرضکہ اسی قسم کی اور ضرورتوں سے مستغنی ہیں ارباب بست و کشاد نے ان بدنصیبوں کے حصے میں محض کھانے کے لیے

چار روٹیوں پر اکتفا کی ہے۔ گو دنیا کا کوئی حصہ ایسا نہ ہوگا جہاں کے لوگ روٹی کے ساتھ کچھ اور نہ کھاتے ہوں چاہے وہ گوشت ہو یا ترکاری یا دال۔ دال کا تو خیر عراق میں رواج ہی نہیں ہے گوشت کی شاید اس وجہ سے ضرورت نہ سمجھی گئی ہو کہ اس کے کھانے سے ایک دوسرے نجس گوشت میں حرکت ہوتی ہے جس پر دنیا کی آبادی کا دار و مدار ہے۔ اور ترکاری اس وجہ سے غیر ضروری سمجھی گئی ہو کہ اس کے کھانے سے درازیٔ شکم کا عارضہ لاحق ہوتا ہے۔ بہر حال روزانہ چار خشک روٹیاں جوان بیچاروں کی قسمت میں لکھی ہیں اُن کے ملنے کا یہ ڈھنگ ہے کہ ماہ کے ابتدا میں منجانب مہتمم تقسیم ایک مخصوص رقم ٹھیکے کے طور پر کسی نانبائی کو دے دی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک ایک لکڑی تقریباً ایک فٹ لمبی ہر طالب علم کو منجانب دارالتقسیم دی جاتی ہے جس کے ایک سرے پر لکڑی کی کھال کو چاقو سے چھیل کر مہتمم مذکور اپنا دستخط روشنائی سے کر دیتا ہے۔ ہر طالب علم روزانہ دونوں وقت اس رزق کی لکڑی کو لیکر باورچی کے پاس جاتا ہے اور اس پروانۂ رزق کے ذریعہ سے اپنے حصے کی روٹیاں اُس سے طلب کرتا ہے طالب علم کو اختیار ہے کہ اُن چار روٹیوں میں سے ایک وقت میں دو لے یا تین لے یا چاروں لیلے خلاصہ یہ کہ دونوں وقت میں ان کی تعداد چار سے زیادہ نہ ہونی چاہیے جتنی روٹیاں باورچی ایک وقت میں طالب علم کو دیتا ہے اتنے نشان چاقو سے اس لکڑی پر کندہ کر دیتا ہے مہینے کے ختم پر کل نشانوں کو شمار کر کے حساب کر دیا جاتا ہے۔ ہر طالب علم اس لکڑی کو روٹی سے زیادہ عزیز رکھتا ہے اس لیے کہ اس کے

جدید مجلس مقدس کے پوسٹر

گم ہوجانے سے اس کے لیے روزی کا ڈنڈا یا دھندھا گم ہوجاتا ہے اور غریب بلا سبب کو وہی دقت پیش آتی ہے جو ایک بی صاحب کو سہاگ کی پڑیا کھو جانے پر پیش آئی تھی۔ اگلے زمانے کی روایت ہے کہ ایک بی صاحب کے شوہر کو بچہ بازی کا شوق تھا وہ ان کی طرف ملتفت نہ ہوتے تھے۔ آپ جانیے ایسے معاملات میں عورتوں کی ہمدردی بہت بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ ایک زمانہ شناس بڑی بی نے سوکھے ہوئے غلیظ کی پڑیا انھیں دی اور کہا کہ جب تمھارے میاں تمھارے پاس لیٹیں تو ایک چٹکی اس سفوف کی تکیے پر ان کے نتھنوں کے سامنے چھڑک دینا بس وہ تمھاری طرف متوجہ ہوجائیں گے۔ یہ نسخہ تجربے میں ٹھیک اترا اور بگڑا ہوا اگھر بن گیا۔ یہ پڑیا بی صاحب جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھیں۔ بعد چندے ماما نے تکیے کے غلاف جو بدلے تو پڑیا نکلی اور اس میں سے بڑی بو بھی۔ اس نے پڑیا پھینک دی۔ شب کو بی صاحب نے پڑیا تلاش کی اور نہ ملنے پر بہت سراسیمہ ہوئیں۔ لگیں چیخ چیخ کے رونے "ہائے ماما تو نے غضب کیا میرے سہاگ کی پڑیا پھینک دی ارے سہاگ کی پڑیا"

جو ضرب المثل ہے اس کی اصلیت یہ ہے جسے بولتے تو سب ہیں مگر مورد و محل سے ناواقف ہیں۔

سہا

چشم دید گواہ

کاٹنے سے بچے

ایک میر صاحب اور ایک میرزا صاحب میں بڑی دوستی تھی۔ دونوں ایک جان دو قالب تھے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ میرزا صاحب سر شام جو اپنے گھر سے نکلے تو دیکھا کہ میر صاحب قبلہ چلے آتے ہیں مگر بے حد پریشان ہیں۔

میرزا: "کیوں میر صاحب خیر باشد۔ آخر آپ اس وقت اتنے پریشان کیوں ہیں؟"

میر صاحب: "ارے بھائی کیا بتاؤں خدا ہمارے نواب کا بھلا کرے، انھیں ایسی ایسی سوجھتی ہے کہ نہ آسمان کے ساکنین کے خواب و خیال میں آتی ہے اور نہ تحت الثریٰ والوں کے دماغ میں جگہ پاتی ہے۔"

میرزا: "یہ تو ہم بھی جانتے ہیں مگر یہ تو فرمایئے آج کیا نئی بات ہوئی؟"

میر صاحب: "بھئی آج انھوں نے کتوں کو خصّی کرنے کی خدمت میرے سپرد فرمائی تھی صبح سے یہ وقت....."

میرزا: "اچھا خیر ہوگا۔ مگر یہ تو فرمایئے ملا کیا؟"

میر صاحب: "ملنا کیا! ملنے کی بھی ایک ہی کہی یہ کہیے یہی غنیمت ہوا کہ کاٹنے سے بچے جان بچی لاکھوں پائے۔"

کون کہہ سکتا ہے کہ یہی واقعہ اُس وفد کے ساتھ پیش نہیں آیا جو بڑی آرزوؤں کے ساتھ، بڑی تمناؤں کے ساتھ، بڑی امیدوں کے ساتھ راسے بریلی سے علماے لکھنؤ کو منانے کے لیے لکھنؤ آیا تھا۔ گو یہاں آکر اس کی جو آؤ بھگت، خاطر تواضع اور مدارات ہوئی وہ ایک تاریخی یادگار رہے۔ اور اپنے طور پر لکھی جائیگی۔ بہر حال جب یہ وفد لکھنؤ سے رائے بریلی واپس پھرا تو "بہمہ شوق" مومنین نے اس "ہمہ حیران" وفد سے حالات لکھنؤ دریافت کیے۔ مگر وفد کا ہر رکن یہی کہتا تھا کہ ؎

سب پوچھیے حضور یہ حالت نہ پوچھیے
بس یہی سمجھ لیجیے کہ جان بچی لاکھوں پائے۔ خیر سے بدھو گھر کو آئے اور بڑی بات یہ ہوئی کہ "کاٹنے سے بچے"۔

"رپورٹر"

اودھ پنچ لکھنؤ
وکٹوریا اسٹریٹ

انمول ادبی جواہر

منتخبات مضامین اودھ پنچ

من ابتداے ۱۹۱۶ء لغایت ۱۹۳۳ء

چار حصوں میں ادبی اصلاحی اخلاقی سیاسی مضامین

بے نظیر علمی اور عقل داد دیتے ہیں جن کی نظیر آپ کو اردو کے خزانے میں نہ ملے گی یہ انسان کو مضمون لکھنا سکھا دیتے ہیں —
اب تک چار حصے تیار ہوئے ہیں۔ قیمت فی حصہ ایک روپیہ آٹھ آنے۔

یہ مضامین بطور ضمیمہ چار سال سے اودھ پنچ کے ساتھ ہفتہ وار شائع ہو رہے ہیں سالانہ جلد کے خریدار کو ایک حصہ مفت ملتا ہے
سائز $\frac{20 \times 26}{16}$ مجموعی قیمت ان منتخبات کی پانچ روپیہ علاوہ محصول۔

المشتہر

مینیجر اودھ پنچ

امتیاز بکس سپلائی ایجنسی

بارہا شکایت سنی گئی ہے کہ حضرات بیرونجات جو کتابیں طلب فرماتے ہیں اُن کو ناقص کتابیں ملتی ہیں۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ جو کتاب وہ طلب فرماتے ہیں اُسکے بجاے دوسری کتاب انھیں ملتی ہے یہ بھی شکایت ہے کہ کتاب پر صرف کے لیے بہت زیادہ قیمت گھڑی جاتی ہے اور شہر میں وہ لکھی ہوئی قیمت سے بہت کم قیمت پر ملتی ہے وغیرہ۔

لیکن اگر آپ ہمارے ذریعے سے کوئی کتاب طلب فرمائیں گے تو ہرگز یہ شکایت پیدا نہ ہوگی اور ہم اپنی نگرانی میں ہر کتاب روانہ کرینگے۔ اس حالت میں اگر کتاب ناقص ہو یعنی کٹی ہو یا ایک کے بجاے دوسری ہو قیمت بازار سے زیادہ ہو تو اسکے ہم ذمہ دار ہیں۔ لہذا لکھنؤ کے جس مطبع کی کتاب کی آپکو ضرورت ہو ہمیں تحریر فرمایئے اور اطمینان رکھیے کہ آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں ملیگا۔ دریافت طلب امور کے لیے جوابی پوسٹ کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے۔

پتہ:۔ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

ہفتہ وار انگریزی اخبار "خیبر میل" پشاور

ضرور ملاحظہ کیجیے۔ یہ انگریزی کا واحد اخبار ہے
جو صوبۂ سرحد سے شائع ہوتا ہے
سالانہ چندہ پانچ روپیہ ہے "مینیجر"

ہفتہ وار انگریزی اخبار "سنٹینل" رانچی

جسمیں نہایت پر لطف مضامین اور مقامی خبریں ہوتی ہیں۔ ضرور ملاحظہ فرمایئے سالانہ چندہ سے ششماہی ہے۔ سہ ماہی عہ۔ فی پرچہ ار۔

مینیجر "سنٹینل" رانچی

کتب خانوں کی زینت

مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ ۱۹۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد ۶ روپے۔ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ ۱۹۳۱ و ۳۲ء کی

قیمت فی جلد ۶ روپے محصول ڈاک عہ بذمہ خریدار۔
جلد ۱۹۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی عہ۔ اور جلد ۱۹۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی عہ مفت ملیں گے۔

REGISTERD No. A 783
LUCKNOW.
OUDHPUNCH
اودھ پنچ
۱۹۳۵
قیمت پیشگی اندرون ہندوستان تک
سالانہ
ششماہی
سہ ماہی
M.B. KHAN ARTIST
DUGAWAN LUCKNOW

قواعد و ضوابط ادارہ ہذا

(۱) اودھ پنچ بفضل خدا ہر مہینے کی ۵-۱۲-۱۹-۲۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ (۲) اودھ پنچ میں جرائم کی خبریں۔ مذہبی جھگڑے اور بے تکے مضامین شائع نہیں ہوتے۔ یہ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور بے سر و پا مشغولات سے بے نیاز ہے۔ (۳) قیمت کی زیادتی پر مت جائیے۔ تجربہ کی پرشور یاں چڑھائیے اس لیے کہ گوہر مخزن میں بظاہر جلد افادت کی جدت رائے کی صلابت بے حد و رعایت نکتہ چینی صحیح نتائج و لغات و بنیادی اصطلاحات خلاقی دیاسی و ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو ایسے ایسے جواہر ملجائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(۴) اجرت اشتہارات و قیمت اودھ پنچ پیشگی لیجاتی ہے۔ (۵) کم مایہ شاگردان مدارس بشرط تصدیق ہیڈماسٹر یا پرنسپل سالانہ قیمت صحت عہ لیجائیگی۔ (۶) پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع ۵ دن کے اندر دیجیے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ بھیجا جا سکے۔ (۷) جو مضامین اودھ پنچ کی مسلح کل پالیسی کے مطابق نہوں گے وہ شائع نہ ہونگے اور انکی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔ (۸) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائیں مذہبی و ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص نہ ہو۔ (۹) خلاف قانون اشتہارات شائع نہونگے (۱۰) وی۔ پی خاص مجبوری کے علاوہ یہاں سے روانہ نہیں ہوتا قیمت بذریعہ منی آرڈر آنا چاہیے۔ (۱۱) گمنام مضامین شائع ہو سکتے ہیں بشرطیکہ اڈیٹر پر ان کے مضمون نگار صاحب اپنا اسم مبارک ضرور ظاہر فرمادیں۔

المشتہر منیجر اودھ پنچ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱) زرِ پیشگی نقد جمع کرنا ہوگا۔ (۲) رقم جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر مزید پانچ روپیہ جمع کرنا چاہیے ورنہ پرچے کی روانگی موقوف کردی جائے گی۔ (۳) ۵ روپیہ فی ہفتہ سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائے گی (۴) بحساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائیگا۔ کسی حالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہ ہونگے

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

دواخانہ معدن الادویہ

وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ سے خاص مفردات اور نادر مرکبات بکفایت منگائیے

فہرست مفت طلب فرمائیے اور نامور وحاذق اطبا کے مشورے سے بلا اُجرت فائدہ اٹھائیے

اب خضاب چھوڑو

اس تیل سے بال پکنا رک کر پکا بال کالا پیدا ہوتا ہے لیکن اگر سات برس تک کالا ہے تو دونا دام واپس کی شرط لکھا لیں۔ ایک آدھ بال پکا ہو تو ۲ر اس سے زیادہ پکا ہو تو ۳ر نصف سے زیادہ پکا ہو تو ۵ر کا تیل منگا لیں جو بال کالا اسٹور پرستان سٹی مرزا

دوامی خوشی

جلد نمبر ۱۹ سنہ ۱۹۳۴ء کے مکمل فائل

اگر آپ کو صحیح اُردو لکھنی مرغوب ہے اور آپ اُردو مدارس سے تعلق رکھتے ہیں تو شاگردوں کو صحیح زبان سکھائیے اور اودھ پنچ کی جلد ۱۹ طلب فرماکے کتب متداولہ لغات اُردو کی غلطیوں پر اطلاع حاصل کیجیے قیمت علاوہ محصول فی جلد ۶ روپیہ محصول ڈاک ۸ بذمہ خریدار

نوٹ

حضرات خریدار ہیں انہیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

خوشنما بلاک

تجارتی اشتہاروں میں تصاویر انہیں زیادہ دلکش اور نظر فریب بناتی ہیں اور وہ ضرور ہی پڑھے جاتے ہیں جس سے مشتہرین کا مقصد حاصل ہوتا ہے۔ ہمارے ذریعے آپ ہر قسم کے "ہاف ٹون" "لائن" بلاکس بنوا سکتے ہیں۔ ہم آپ کو موجودہ نرخ بازار سے کچھ کم ہی پر تیار کردیں گے۔ اشتہاری بلاکوں کے علاوہ آپ کی تصویر کے بلاکس بھی نہایت عمدہ خوبصورتی کے ساتھ ہماری معرفت تیار ہو سکتے ہیں۔ ایک مرتبہ کی آزمائش کے بعد آپ کو خود اس کا تجربہ ہو جائے گا۔

منیجر اودھ پنچ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

یاد رہے کہ تبصرہ لغات کا کام ہی جواب نہیں ہوا اور صرف اودھ پنچ کیلیے مخصوص ہے۔ اور سنہ ۱۹۳۵ء میں بھی یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا۔ (منیجر اودھ پنچ۔ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ)

تاملتہ بنا کر دیا ہے جو آج بیرسٹری کا جبّہ اُتار کے ٹنڈ بن جاتے تو تکنے جھکنے سے چھٹکارا مل جاتا۔ اور میم صاحب کی بیماری بھی دفع ہو جاتی۔

اٹھارہ حکیم خطرۂ جان نہیں غرض کہ جہاں پاک مریض اور وکیل کو نجات مل جائے گی۔

اٹھارہ مولوی۔ جو خود غرض ہیں۔ ہر بات میں اپنا بھلا نہیں پوچھ۔ خدا کے پوچھنے کی ضرورت نہیں ابھی خدا بھی وہی ماننے کے قابل ہے جو ہماری حکومت دنیا میں قائم کرائے مصلحت شرعی ایسی خود غرضی کا نام ہے جو شرعی ضرورت کے ساتھ ہمیشہ نتھی رہتی ہے۔

اٹھارہ اڈیٹر اس باعث سے کہ پرچہ جاری ہوا تھا مگر کسی نے پوچھا نہیں ہاں جینے کے لیے اب تک اڈیٹر بنے ہوئے ہیں۔ کانفرنس کو ان سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ اکثر کسی نہ کسی خود غرض مولوی کے بہکانے سے قلم اٹھاتے ہیں تو کانفرنس کے خلاف۔

اٹھارہ وقف کے متولی۔ رفاہ عام کی فکر نہیں جو کچھ ملے "بی مینا دھر غلق میں"۔

اٹھارہ بے نام و نشان انجمنوں کے سکریٹری کا مانہ کا جا منڈل با جائے ساری دنیا کی مفید تجویزیں کاغذ پر چھپوا لیں اور گھر میں بیٹھ رہے جب بھوک لگی دوستوں کی جان پر نازل۔ لے دلواؤ چندہ!۔

اٹھارہ دیوالیے رئیس اس وجہ سے کہ ریاست تو نکل گئی رئیسانہ خو بو موجود ہے القاب آداب میں کسی سے فروگزاشت ہوئی اور رگ ریاست میں بھونچال آیا۔ جب مال تھا تو رنڈی بازی اور جوے میں اڑا دیا۔ کچھ نہ رہا تو قومی جلسے اور انجمنیں یاد آئیں۔

اٹھارہ رنڈیاں۔ ابھی بھی تو تمام قوموں کی برباد کرنے والیاں ہیں۔ غرض ان تمام صدقے کے جانوروں کو ایک پٹکی میں بند کر دو۔ اور سمندر میں پندرھویں شعبان کے دن سیرا دو۔ بس سارا روگ دھوگ اسی دن نہ جاتا رہے تو جبھی کہنا۔ باقی دعا۔

راقمہ

تمھاری خیر خواہ منظق آرا بیگم

نانی کی یاد

کیسی کرنی پڑی ہے مہمانی
ہائے رے نانی ہائے رے نانی

دیکھیے کیا خدا کی رحمت ہے۔ دنیا میں چھوٹے بڑے سیکڑوں رشتے ہیں مگر بابا آدم اور ماں حوّا سے لے کے آج تک نانی کے مثل کوئی رشتہ پیدا نہ ہوا۔ آج آپ شاید نہ جانتے ہوں کہ "نانی" کس زبان کا لفظ ہے۔ نانی ترکی الاصل اور "ننہ" سے مشتق ہے۔ ننہ بچوں کی لغت میں ماں کو کہتے ہیں۔ عموماً لڑکیاں اپنی ماؤں کو زیادہ تر "ننہ" کہکے پکارتی ہیں۔ لڑکے کم۔ شاید پڑھنے لکھنے اور طرح طرح کی صحبتوں میں بیٹھنے کے باعث لڑکوں کی زبان بدل جاتی ہے برخلاف اس کے گھر میں بیٹھنے والی لڑکیوں کی زبان میں تغیر بہت کم ہوتا ہے اُن کی زبان پر جو الفاظ چڑھ جاتے ہیں شادی بیاہ ہونے تک وہ انھیں الفاظ کو استعمال کرتی رہتی ہیں۔ ماؤں کی دیکھا دیکھی بچے بھی جدّہ فاسدہ کو ننہ کہنے لگے رفتہ رفتہ "ننہ" سے "ننا" اور "نانی" جدّہ فاسدہ کا مخصوص لقب ہو گیا۔ کثرت استعمال سے دوسری چیزیں گھس پس جاتی ہیں مگر نانی بہت بڑی چیز ہے یہ فرسودہ بھی ہوئی تو گھٹنے کے عوض کچھ بڑھ گئی۔

یہ بھی لکھ رکھنے کی بات ہے کہ نانی اپنے نواسوں کو بہت چاہتی ہے لیکن نواسے نانی سے اتنی الفت نہیں رکھتے جتنی دادی سے رکھتے ہیں۔ گنواری مثل ہے:–

"پوت کا پوت کلیجے کا ٹوک۔ دھی کا پوت حرامی موت" (نواسہ)

عرب والے کہتے ہیں سہ

بنونا بنو ابنائنا و بناتنا
بنوھن ابناء الرجال الاباعد

(لڑکوں کی اولاد تو ہماری اولاد ہے مگر لڑکیوں کے بچے غیروں کے بچے ہیں)

با ایں ہمہ نانی ایک معزز ہستی ہے اور بڑے بڑوں کی زبان پر اس کا مقدس نام کسی نہ کسی وقت جاری ہو جاتا ہے۔ خصوصاً مصیبت کے وقت نانی یاد آتی ہے۔ انتہا سے خوف و دہشت کی تعبیر یوں کی جاتی ہے کہ فلاں شخص کی "نانی مر گئی" یہ لفظ ایسا آسان ہے کہ انسان تو انسان حشرات الارض میں مکھی خانم کے ورد زبان ہے۔ مچھر صاحب تو کسی وقت بھولتے ہی نہیں بلکہ لوگوں کے کانوں میں "نانا نانی" کی صدا لگایا کرتے ہیں۔ شاید قدرت کا منشا اس جانور کے پیدا کرنے سے یہی ہو کہ انسان "نانی" کے خیال سے غافل نہ رہے۔

انسان ضعیف ہوا اور منمنانے لگا منمنایا اور نانی اور نانا ہر جملہ کا جزو اعظم بن گئے۔

فنون لطیفہ میں چوٹی کا فن موسیقی ہے اس فن میں نانا نانی سے بہت کام لیا گیا ہے۔ ترانہ اور الاپ نانا نانی کی تکرار کا نام ہے۔

"توم نانا توم نانی نانا نانا نانا نانی نی نی نی نی"۔

سازوں میں جتنے ساز تار سے بنے ہیں وہی زیادہ شیریں اور دلپسند ہیں آپ جانتے ہیں کہ ان کی شیرینی کا سبب کیا ہے؟ اے حضرت وہی نانی! نانی!!

کا شریلا نغمہ طبلہ لاکھ دا دا دا پکارے مگر وہ بات کہاں؟

کان بہرے ہو جاتے ہیں تب بھی بھنبھنی سے نانی نانی کی آواز نکلتی ہے (ددی دلنین)

بعض دل لگی باز اہل لغت کا خیال ہے کہ "نانی" "نان" سے مشتق ہے۔ نان یعنی روٹی ہر شخص کو پیاری ہے اسی وجہ سے نانی بھی ایک خاص کشش رکھتی ہے خصوصاً اُن حضرات کے لیے جو:–

"کھاتے ہیں نانی کے ٹکڑے کہلاتے ہیں دادی کے پوتے"

بیبیوں کی قسموں میں وہی بی بی زیادہ محبوب

ہوتی ہے جو نانی ہو یعنی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنکی جورو ورو بیٹیوں کا سہارا ہے۔ غریبوں کی جورو بھی "نانی ہو سکتی ہے کیا معنی کہ روٹی پکاکے کھلاتی ہے مگر حقیقۃً نانی وہی نانی ہے جس کی بدولت سلطنت کا مزا ملے۔ نانی گاؤں آباد ہوا نانی محل تیار ہوا نانی پہپ کی نیو پڑی نانی پارک لگے۔ نانی کنواں کھدے۔ نانی بازار چلے۔ نانی سڑک بنے۔ نانی منڈی کھلے۔

سلطنتوں میں سلطنت برطانیہ یورپ کی نانی کہلاتی ہے۔ ادھر کسی پہ آفت آئی اُدھر نانی پیٹ پکڑکے دوڑیں اور ڈراسے چلائے نانی دوڑو۔ چنانچہ کچھ دنوں اُدھر یونانی سلطنتوں کی مرچک درپیش ہے اگر نانی برطانیہ نہ لیتیں تو خدا جانے کیا حال ہو جاتا۔

علیٰ ہذا القیاس اگر ہمارے شیخ بخیل الدولہ پر مہمانوں پر یورش کا وقت پڑا اور وہ نانی نانی پکارنے لگے تو کیا تعجب ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ ایک ہیں شیخ بخیل الدولہ کنجوس الملک ممسک نواز جنگ۔ ان حضرات کو سوا مال جمع کرنے کے اور کوئی فکر نہیں۔ محلے کے بنیے سے چار آنے فی ہفتہ آٹے کی بوریاں شمار کرنے کی اجرت لیتے ہیں آٹھویں دن گئے گودام کی خالی بوریاں جھاڑیں بوری پیچھے آدھی چھٹانک آٹا نکل آتا ہے وہی جمع کرتے اور محلے والوں کی خوشامد کرکے پکوا لیتے ہیں۔

جب بھوک لگی ایک ٹکیہ نکالی اور اس انتظار میں نتھنے پھلانے لگے کہ شاید کہیں دال بگھرے تو اس کے ڈھنگار سے روٹی کھائیں۔ لہسن کی بو پھیلی اور اُنھوں نے ٹکڑا توڑا جب تک بگھار کی بو قائم رہی کھاتے رہے۔ بو ختم ہوئی کھانے سے فراغت ہو گئی۔ گویا اخطل (عربی شاعر) نے اُنھیں کی شان میں کہا ہے ؎

قوم اذا استنبح الاضیاف کلبھم
قالوا لامھم بولی علی النار
فضیقت.....ما بخلا ببولتہا

فلا بتول لھم الا بمقدار

(ایک قوم کہ جب مہمانوں کے پاؤں کی چاپ ان کے کتوں کو بھونکاتی ہے تو اپنی ماں سے کہتے ہیں کہ چولہے کی آگ پر موت دے مگر وہ موتنے میں اتنی کنجوسی دکھاتی ہے کہ اُتنا ہی پیشاب خارج کرتی ہے جتنا آگ بجھانے کے واسطے درکار ہو باقی حصہ دبا رکھتی ہے کہ پھر کام آئے گا) بخل کی ہجو میں اس سے بڑھ کے کوئی اور قول نہیں سنا گیا۔ چار مصرعوں میں بارہ عیب دکھائے ہیں۔

(۱) مہمان سے آنکھ چرانا۔
(۲) آگ کی کمی کہ ذری سے چھینٹے میں بجھ جائے۔
(۳) کوئی نوکر چاکر نہیں رکھتے۔
(۴) اتنے کاہل ہیں کہ خود نہیں اُٹھتے۔
(۵) ماں سے کام کاج کرواتے ہیں۔
(۶) گستاخ ہیں کہ ماں سے کہتے ہیں پیشاب کر۔
(۷) جہاں سوتے ہیں وہیں موتواتے ہیں۔
(۸) نامرد ہیں کہ ڈر کے مارے جاگتے رہتے ہیں اور دور سے مہمان کی آہٹ معلوم کر لیتے ہیں۔
(۹) گھوری میں گتیل ہیں۔
(۱۰) انتہا کے بخیل ہیں کہ پیشاب کو بھی دوسرے وقت کے واسطے بچا رکھتے ہیں۔
(۱۱) پانی کے صرف میں بھی کنجوسی ملحوظ ہے۔
(۱۲) مجوس کے ساتھ شدت سے حسد رکھتے ہیں پیشاب سے آگ بجھانا آگ کی سراسر توہین ہے۔

القصہ جناب بخل مآب کے بیزار خانہ لے تو بہ کفش خانے میں چالیس برس کے بعد بہن اور اُن کے بچے مہمان ہوئے جبتک شوہر زندہ تھا کنجوس بھائی کے گھر آنے کی ضرورت نہ تھی۔ کبھی فطری محبت نے زیادہ ستایا اور بہن نے خط لکھا کہ بھیا تمھیں دیکھنے کو دل تڑپتا ہے تو بھائی صاحب نے جواب دیا بہن خبردار اپنے شوہر کو کرایہ بھاڑے کی زیر باری سے بچاؤ۔ میں بفضلہ بخیریت ہوں آج کل افکار میں مبتلا ہوں ورنہ ملنے آتا۔ کبھی لکھ بھیجا کہ شہر میں طاعون ہے یہاں آنے کا قصد نہ کرنا۔ میں بھی مکان چھوڑکے دیہات جاتا ہوں۔

بھلا خیال تو کیجیے چالیس برس تک نت نیا بہانہ تراشنا صرف کرنا پڑا۔ آخر بہانے کی تھیلی بھی خالی ہو گئی اور بہن اپنے بچوں کو لے کے وارد ہی ہو گئیں۔ ان کا تشریف لانا تھا کہ شیخ صاحب کی نانی مر گئی پھوٹ پھوٹ کے رونے لگے۔ افسوس ان کے پاس کوئی کتا نہ تھا کہ بھونکتا۔ اماں یا نانی نہ تھی کہ چولھے کی آگ پر دھار ماری۔ سگی بہن تھی کوئی غیر مہمان نہ تھا۔ فقیر نے ان کے دروازے سے بھیک نہ پائی۔ شاعر کو داد نہ ملی۔ دادی سے ہمیشہ بھاگتے رہے اس لیے کہ دادو دہش سے کسی صیغہ کا اشتقاق توحش کا موجب ہے آپ نے صفوۃ المصادر کا صرف نام سنا تھا خوش ہو کے درس شروع کیا جیسے ہی بردن باختن اور دادن کے مصدر پر نگاہ پہونچی فوراً چھوڑ بیٹھے کسی کو دیتے دیکھتے تو غش آجاتا۔ بھلا بتائیے تو سہی ان عزیزوں کے ورود سے کیا حال ہوا ہوگا۔ روح خوف مہمان نوازی سے ایسی منتشر ہوئی کہ جینے کے لالے پڑ گئے۔ نانی یاد آئیں بانسا بیٹھ گیا۔ نکی میں بولنے لگے۔ اب لوگ صرف بیجا کا پُرسا دینے گھر پر آتے ہیں اور ہمارے شیخ صاحب نانی نانی نانی پکارتے ہیں۔ اللہ رحم کرے۔

ہماری رائے ہے کہ جتنے اماں والے یا دادی والے ہیں ہمارے تکیے ہوئے نانی کے فلسفے پر غور کریں اور نانی کو کبھی نہ بھولیں ؎

پس از سی سال ایں معنی محقق شد بہ خاقانی
کہ نانی زوجۂ نانا و نانا شوہر نانی ہے

بہلول الملک

جلد ۲۰ نمبر ۴۶

مضامین

(مورخہ ۲۶ - اکتوبر ۱۹۳۵ء)

نحتہائے دل مجذوب

(از خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری)

قیامت خیز میرا نعرۂ مستانہ ہوتا ہے — نہ چھیڑو چھیڑنے والو بڑا دیوانہ ہوتا ہے
کہیں دیوانہ ہوتا ہے کہیں فرزانہ ہوتا ہے — تری زلفوں کا دیوانہ عجب دیوانہ ہوتا ہے
عبث تو معترض اے ناصح فرزانہ ہوتا ہے — مقدر سے کوئی مجذوب سا دیوانہ ہوتا ہے
مرے دل میں ورودِ جلوۂ جانانہ ہوتا ہے — یہ سب معمورۂ عالم ابھی ویرانہ ہوتا ہے
ترے ہونے پہ کیا کیا جلوۂ جانانہ ہوتا ہے — غضب ہے کعبۂ دل میرا بت خانہ ہوتا ہے
نیا تو یہ بھلا کو جب داخلِ میخانہ ہوتا ہے — نہ پوچھو پھر جو رنگِ مجلسِ رندانہ ہوتا ہے
حقیقت میں تو میخانہ جبھی میخانہ ہوتا ہے — ترے دستِ کرم میں جب کبھی پیمانہ ہوتا ہے
روانہ سوئے کعبہ یوں ترا دیوانہ ہوتا ہے — کہ بوتل تو بغل میں ہاتھ میں پیمانہ ہوتا ہے
میں اے پیرِ مغاں جب تک نہیں پیتا نہیں پیتا — مگر پینے پہ آتا ہوں تو خم پیمانہ ہوتا ہے
مگر اے محتسب مجھکو بھی ہے کچھ شوق رندی کا — کبھی آتا ہے تو جب تنگ پر میخانہ ہوتا ہے
پہونچنے کو ہے تا حد سکوں مجذوب کی شورش — ہمیشہ کے لیے خاموش اب دیوانہ ہوتا ہے

بعــــلم

زائر ہند لکھنوی

رباعی

(از جناب ندیم صاحب لکھنوی)

تقدیر کے لکھے کو کوئی کیا مٹے — طاقت نہیں رو کیں اسکو بھائی بیٹے
کیسے آرام کا سفر ہے یہ ندیم — جاتا ہے عدم کی سمت لیٹے لیٹے

(۱) ــــ ہمارے پنڈت ندیم صاحب یرقان و فساد جگر کی بیماری میں مبتلا ہیں اور لکھتے ہیں کہ ناظرین اودھ پنچ کی خدمت میں فی الحال آخری سلام ہے۔ مگر ہم کو اس سے اتفاق نہیں۔ انھیں "پنچ" سے عشق ہے اور "پنچ" اُن کا عاشق عاشق کی دعا عاشق کے حق میں مقبول ہونی چاہیے فقط
"اڈیٹر"

وہ درویش
"سیر آٹھویں درویش کی"

(تتمہ اودھ پنچ مورخہ ۲۶ - جون ۱۹۳۵ء)

اتفاق کہیے یا میری خوش قسمتی کہ ماہرو بیگم بیمار پڑیں۔ ابتدا معمولی زکام سے ہوئی۔ میں ایک مشن کی تکمیل کے لیے دہلی گیا ہوا تھا۔ میدان خالی تھا۔ حکیم مسک الدولہ کی بن آئی۔ بہ مقتضائے یکجہتی دن رات متعدد بار آتے ہر مرتبہ نبض اور قارورہ بڑی توجہ سے دیکھتے اور بہ لحاظ مراسم روزانہ صرف دو مرتبہ کی سول سرجنی فیس وصول کر لیتے تھے۔ میری واپسی تک مین سو سے کچھ اوپر حکیم صاحب کی جیبوں میں پہنچ گئے۔ مگر نفع خاک نہ ہوا نزلہ بگڑ گیا دونوں شُش متاثر ہو گئے بیگم کی حالت بد سے بدتر ہوگئی۔ بیماری کا تار میرے پاس گیا اور میں گویا تار پر فوراً پہونچا۔ بیگم کی حالت دیکھ کر دل میرا خوش تو بہت ہوا مگر کچھ مصالح ایسے تھے کہ دنیا داری کے خیال سے بہت کچھ کرنا پڑا۔ شہر کے جتنے نامی حکیم تھے سب کو باری باری سے بلایا۔ ہر حکیم ایک ہی نسخے میں مرض کے استیصال کر دینے کا مدعی ہو کر آیا مگر ؎

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

میرا دائرۂ ملاقات بہت وسیع تھا مولوی مجتہد بھی اکثر رونق بزم ہوتے تھے ایک پرانے لائسنس دار مجتہد جو ابھی حال ہی میں عراق اور کربلا سے دو چار نئی سندیں لے کر آئے تھے۔ ایک لمبی عراقی عبا پہنے قلمکار میں ملفوف۔ تسبیح کے دانوں کی طرح چلتے۔ پھونک پھونک کر قدم رکھتے بہ سلسلۂ عبادت تشریف لائے۔ استخارہ کرنے کا سر خوب جانتے تھے میں تو ان باتوں کا قائل نہ تھا مگر بیگم نے مجتہد صاحب کی آمد کا حال سنتے ہی اندر بلوا بھیجا۔ پردے کی آڑ سے بندگی بجا لائیں اور مختصر الفاظ چھوٹے چھوٹے جملوں میں اپنا حال زار بیان کر کے ڈاکٹری علاج کرنے کی خواہش ظاہر کی اور باصرار عرض کیا کہ جس طرح ممکن ہو بذریعہ استخارہ اللہ میاں سے اس کی اجازت دلوا دیں۔ مجتہد صاحب کے لب ہل رہے تھے انگلیاں خاک شفا کی ننھی منی تسبیح سے جفت طاق کھیل رہی تھیں کچھ جواب نہیں دیا اتنے میں پردے کے اندر سے بیگم کا دست سیمیں گنگا جمنی خاصدان لیے برآمد ہوا۔ وہ گورا گورا حنائی ہاتھ دیکھ کر مجتہد صاحب کی نظروں میں نور سحر رنگ شفق کا سماں سما گیا لب بند ہو گئے تسبیح ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ دست مقدس بڑے شوق سے بڑھا اور پنجۂ نگارین سے مس ہوتا ہوا خاصدان واپس ہوا۔ خاصدان کے اندر گلوریوں کے علاوہ دو گنیاں بھی رکھی ہوئی تھیں یہی تھیں استخارہ بھی۔ اشرفیاں جیب میں اور گلوریاں دہن پاک میں رکھ کر تسبیح پر ہاتھ مارا۔ الٹیں سیدھے ہاتھ آئے۔ ہتھا پھیری کر کے استخارہ واجب بھی کر دیا گنیاں حلال ہو گئیں۔ بیگم کا قلب مضطر بھی مطمئن ہو گیا اس لیے کہ

ایک مہینے تک اسی طرح علاج ہوتا رہا کوئی مرض اول تو تھا نہیں اور اگر ہوتا بھی تو آخر کب تک ہتا گھٹتے گھٹتے آخرکار جاتا رہا بیگم بھلی چنگی تو ہو گئیں مگر ماده ۔ وڈاکٹر کا آنا جانا بند نہیں ہوا۔ فیس بھی اب نہیں لیتا تھا۔ مجھے کچھ شک پیدا ہوا اور میں در پردہ نگرانی کرنے لگا۔

ایک دن میں نے بیگم کو یہ باور کرایا کہ میں گورنمنٹ ہوس میں ڈنر پر مدعو ہوں جس کے بعد چند گتھیاں سلجھانے میں گورنر صاحب مجھے شب بھر مشغول رکھیں گے اس لیے شب کو میرا انتظار نہ کیا جائے۔ میں نے محسوس کیا کہ بیگم دل میں تو خوش ہوئیں مگر بظاہر ناک بھوں سکوڑ کر بڑے دلفریب انداز سے اظہار رنج و ملال کے ساتھ بدگمانیاں کرنے لگیں۔ میں نے بھی اس ردیف اور قافیے میں دل خوش کن مصرعے لگا کر مطمئن کر دیا اور تھوڑا دن رہے گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ نو بجے رات تک ادھر ادھر دوستوں میں گپ شپ لڑاتا رہا اس کے بعد ہوٹل میں کھانا کھایا اور دس بجے الفنسٹن تھیٹر میں "تریا چرتر" کا تماشا دیکھنے چلا گیا۔ اتفاق سے دو چار پردوں کے تلے اوپر ہونے کے بعد ایک کوٹھی کا منظر پیش ہوا جس کے آراستہ و پیراستہ کمرے میں ایک بیرسٹر کی نوجوان ایجوکیٹیڈ بیوی بستر علالت پر بڑی آن بان سے لیٹی ہوئی تھی اور ایک کشمیری ڈاکٹر بہ سلسلۂ انجکشن من تو شدم تو من شدی ہو رہا تھا۔ یہ سین دیکھ کر میری آنکھوں کے سامنے اپنے گھر کا نقشہ پیش ہو گیا رگ حمیت پھڑک گئی اور میں تماشا چھوڑ چھاڑ اپنے غریب خانہ کی طرف چل کھڑا ہوا۔ بند و بست چونکہ پہلے ہی سے کر گیا تھا اس لیے بہت خاموشی کے ساتھ مکان کے اندر داخل ہو گیا۔ وہاں کیا دیکھا بس کچھ پوچھیے نہیں۔ مادر و ڈاکٹر صاحب جانانہ بنا میری قائم مقامی کر رہا تھا اور بیگم اس کے گلے کا ہار ہو رہی تھیں۔ ابھی تک میری آمد کا علم ان نگوڑوں کو نہیں ہوا تھا اس بیچ میں نے اپنی آمد کی

اطلاع طمنچے کا ایک ہوائی فیر کر کے کر دی۔ فیر ہوتے ہی دونوں کے حواس جاتے رہے مارے ڈر کے پیشاب خطا ہو گیا۔ لیٹے سے اٹھے بیٹھے اور فوراً کھڑے ہو گئے میں بھی طمنچہ بدست سامنے آ گیا اور مصنوعی غیض و غضب میں آ کر بیگم کو طلاق دے دی اور اسی نیم برہنہ حالت میں دونوں کو گھر سے نکال دیا۔ دونوں چپ چاپ بلا کچھ کہے سنے موٹر پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے اور میں اطمینان سے بیگم کے ریشمی لحاف میں منہ ڈھانک کر خرّاٹے لینے لگا۔ (باقی آئندہ)

زار سید لکھنوی

دریوزہ گری اور وکالت

دیکھیے صاحب کیا زمانہ ہے ایک وہ وقت تھا کہ وکالت کیمیا تھی دنیا سمجھتی تھی کہ ساری خدائی وکیلوں کے قبضۂ اختیار میں ہے حاکم کوئی چیز نہیں جو وکیل چاہے گا وہی ہوگا۔ جو کوئی کسی وکیل کے پڑوس میں رہتا تھا وہ سمجھتا تھا اب کچھ ڈر نہیں کوئی جرم سرزد ہو جائیگا تو وکیل صاحب قانونی سلنے بٹے لڑا کے چھڑا لائیں گے شہر میں انے گنے وکیل تھے اور سب شیطان کی طرح شہر بھر میں مشہور۔ دلالی کی ضرورت نہیں موکل خود ہی دوڑتا چلا آتا اور وکیل کو ہزاروں منتوں خوشامدوں سے مقدمے سپرد کر دیتا۔

دفعۃً زمانے کے طومار کا ورق الٹا۔ وکیلوں کی بم بھوٹی ۔ پھر تو بے پیر ابھائی ۔ اتنے موکل اور مقدمے نہیں جتنے وکیل نکل پڑے ۔ یوں تو خدا رزاق ہے پیٹ سب کا بھر دیتا ہے ۔ مگر صاحب کس دشواری سے ۔ توبہ !۔

جس کچہری کو دیکھیے امرودوں کی بغیا ہو رہی ہے جس کے ہر درخت پر سیکڑوں کالی کالی عبا والے وکیل چمگادڑ کی طرح لٹکے نظر آ رہے ہیں۔ آپ جانیے جب موکل ناپید ہیں اور وکلا برساتی

حشرات الارض تو پیٹ کیونکر بھر پار ہو۔ راقم الحروف اسی ادھیڑبن میں تھا کہ آنکھ لگ گئی۔ دیدۂ ظاہر بند اور دیدۂ باطن وا ہوئے کیا دیکھتا ہوں کہ کچہری کا احاطہ ہے بیچارے مقدمے والے ادھر سے ادھر دوڑ رہے ہیں۔ لالہ موتیا بند صاحب۔ پنڈت لال بجھکڑ صاحب۔ بابو فریبی لال صاحب۔ چودھری وحشت خان صاحب۔ میر حرام خور صاحب وغیرہ وغیرہ کئی وکیل ایک جگہ جمع ہیں گپ شپ ہو رہی ہے کہ صاحب دلالوں نے ناک میں دم کر دیا ہے۔ ان کی وجہ سے موکل پھنسنے ہی نہیں پاتا۔ ایسا باتوں باتوں میں پھانس لیتے ہیں کہ ہمارا محرر الو کی طرح منہ تاکتا رہ جاتا ہے۔ لہذا ان کا بندوبست ہونا چاہیے۔ اول تو جناب یہ قانوناً ممنوع ہے دلالوں کے ہوتے پر وکالت ناجائز۔ دوسرے انصاف کا بھی یہ مقتضی نہیں۔ آخر یہ ہوتے کون ہیں۔ کچھ نہیں اب یہ طے کر لینا چاہیے کہ دلال کچہری کے حاطے میں نہ آنے پائیں ورنہ قانونی چارہ جوئی کی جائیگی۔

سمن بنابر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵۔ قاعدہ ۵)

نمبر مقدمہ ۱۰۸۵ سنہ ۱۹۳۵ء

بعدالت خفیہ ججی ضلع بریلی بحکم جناب جج صاحب بہادر خفیہ بریلی

فرم پنا لال ہیرا لال بذریعہ دھنا لال ولد منسکھ لال ویش مالک وارثی ساکن محلہ سنات گنج مالک و منیجر فرم مذکور مدعی

بنام

لالہ گرل ولد سیتا رام قوم ویش مارواڑی ساکن شہر لکھنؤ ٹھکانہ نا کرسہنڈ ولد مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت معصہ رکھ دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۱۴ ماہ نومبر سنہ ۱۹۳۵ء بوقت دس بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمے کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جوابدہی دعوے کی کریں اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ اپنی جوابدہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش کریں۔ آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۲ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۵ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بحکم انگریزی

مہر عدالت

راقم الحروف کو یہ بات کچھ انوکھی معلوم ہوئی کیا معنی کہ دلالی تو ان وکیلوں ہی کے پیدا کیے ہیں۔ غیر مشہور وکلاء اگر دلالوں کو بصورت منھ دلالی حق نہ عنایت فرمائیں تو شکار کیونکر پھنسے اور جب شکار ہاتھ نہ آئے تو پیٹ کا دھندا کیونکر چلے۔

معلوم ہوتا ہے کہ رشک و حسد نے ان حضرات کو اس کارروائی پر آمادہ کیا ہے۔ خود ہی بعد کو پچھتائیں گے۔

دل میں یہی سوچتا ہوا بندہ آگے بڑھا۔ تھوڑی دور راہ طے کی تھی کہ ایک دوسرا جھرمٹ چھٹ بھیے وکیلوں منکلے بیرسٹروں اور محرروں کا دکھائی دیا۔ بلا مبالغہ ان کی کثرت پر اجودھیا کے بندر۔ متھرا کے چوبے۔ لکھنؤ کے بھک منگے قربان کیے تھے۔ چاؤں چاؤں ہو رہی تھی۔

اینجانب ایک شناسا وکیل کے پاس جا کھڑے ہوے۔

"اخاہ آپ ہیں۔ آداب عرض ہے۔ کیسے مزاج تو بخیر ہے"

"جی الحمد للہ۔ دعا کرتا ہوں"

"آپ نے تو ہم غریبوں کے حال پر التفات ہی کم کر دیا۔ کیسے تو اب اس شہر میں نہ ہو ہیں"

"کیوں کیوں خیر باشد۔ بھلا آپ کے شہر میں رہنے سے اور مجھ سے کیا علاقہ"

"ابی آپ خوب سمجھتے ہیں۔ مگر چندرا تے مرغ"

"خوب۔ کچھ کھل کے کہیے تو سمجھ میں آئے۔ پہیلیاں کون بوجھ سکتا ہے"

"اچھا تو صاف صاف سنیے۔ ریاست تیاباسی کے فلاں مقدمہ آپ نے مسٹر گھمنڈی لال کو دیدیا۔ کیا ہم کچھ ان سے لیاقت میں کم ہیں یا ہمت میں واللہ انھوں نے آدھی فیس آپ کو دی۔ ہم تو چہارم ہی لیتے باقی سب آپ کی نذر کرتے"

"حضرت ابھی تو میں نے اسی حلقے میں یہ گفتگو سنی تھی کہ دلالی خلاف قانون ہے اور کوئی دلال کچہری کے حلقے میں دیکھا جائے گا تو گردن پکڑ کے نکلوا دیا جائے گا۔ اور ابھی آپ کی زبانی یہ سن رہا ہوں۔

"اونھ تو آپ بھی کوئی دلال ہیں"

"جی دلال ولال تو میں جانتا نہیں۔ مگر یہ بخوبی جانتا ہوں کہ نہ موکلوں کا وارث ہوں نہ وکیلوں کا۔ نہ مقدمہ کوئی ترکہ ہے جس کا میں حقدار ہوں"

"اچھا اچھا تو میں خود ہی دولت خانے پر حاضر ہوں گا۔ واللہ اب تو کڑاکے گزرتے ہیں آپ کے بھتیجوں اور بھاوج پر گزر جاتے ہیں۔ مہینوں کوئی مقدمہ ہاتھ نہیں لگتا۔ ایسی حالت میں جو کچھ ہاتھ لگ جائے وہی غنیمت ہے۔ اسے لیجیے یہ پانچ روپیہ آج کمائے ہیں آپ ہی لیتے جائیے۔ گھر میں بچوں کو مٹھائی کے نام سے دیدیجیے گا۔ انکار نہ کیجیے مجھے ملال ہوگا۔ اور خوب یاد رکھیے کہ میں لالچی وکیلوں میں سے نہیں۔ اگر فیس میں سے دہائی بھی مجھے دیدیجیے گا تو میں عذر نہ کرونگا"

(باقی آیندہ)

سلف

م۔ح۔ سیتاپوری

پیش طبیب ملا پیش ملا طبیب
پیش ہیچ ہرفن پیش ہرفن ہیچ

(نمبر)

پاکٹ بک۔ چھوٹی کتاب جس میں یادداشت لکھتے ہیں۔ چھوٹی کتاب کے بجائے اگر بیاض لکھتے تو زیادہ موزوں تھا۔ سارے نوٹ بک اور پاکٹ بک کا فرق بھی نہ جانا۔

پالسی۔ حکمت عملی مصلحت۔ انتظام کا طریقہ۔ مصلحت وقت۔ دانائی۔ دوراندیشی۔ اتنے معنی لکھ دیے لیکن کئی ضروری معنی چھوٹ گئے۔ بیمہ کمپنیاں جو تحریری معاہدہ اس امر کا کرتی ہیں کہ فلاں رقم فلاں موقع پر یا خاص خاص حالتوں میں ادا کریگی اُسے بھی پالسی کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ پالسی نتیجۃً غلط بھی ہوتی ہے اور صحیح بھی۔ دانائی کبھی غلط نہیں ہوتی لہذا دانائی اس کا صحیح ترجمہ نہیں صرف تدبیر کہدینے سے مطلب حاصل ہو جاتا۔ مگر یہی سلیقہ ہوتا تو رونا کاہے کا تھا۔

پالیٹیشن۔ (انگ۔ پالی ٹشن۔ ین) ناظرین جو انگریزی تلفظ اس لغت میں لکھا ہے وہ نہ ہماری سمجھ میں آیا اور نہ ہماری زبان سے ادا ہوتا ہے اس لغت سے ہم عاجز آگئے۔ بجز اس کے اور کیا کہیں کہ خداوند تعالے ہماری اور آپ کی آیندہ نسلوں کو اس لغت کے زہریلے اثر سے محفوظ رکھے۔ بقول بوالعصین جل تو جلال تو امن انجار لغت کی بلا کوٹال تو۔

پرمٹ۔ (انگ۔ اجازت) بی زمزم اللغات پرمٹ کے معنی اجازت لکھتی ہیں۔ حالانکہ پرمٹ کے معنی اجازت نامہ کے ہیں۔

پرمشن کے معنی اجازت کے ہیں۔ پرمٹ اور پرمشن میں بھی فرق نہ کر سکے اور بقیہ جتنے معنے لکھے ہیں وہ کسی انگریزی لغت میں نہیں پائے گئے اب یہ معنی اگر اردو کے لیے مخصوص ہیں تو اس کی طرف اشارہ ہونا چاہیے تھا معلوم نہیں کس خطۂ پاک میں یہ لفظ ان معنوں میں اب بھی بولا جاتا ہے کم سے کم ہم کو علم نہیں۔

پوڈر۔ ایک قسم کی باریک پسی ہوئی دوا جس کو خوبصورتی کے واسطے چہرے پر لگاتے ہیں۔ (انشا)

کوئی شبنم سے چھڑک بالوں پہ اپنے پوڈر
کرسئ ناز پہ جلوے کی دکھائیگا پھبن

اطلاع عام بنام ... بھلو ... بعدالت جناب ... جج خفیفہ لکھنؤ ... درخواست ... (۱) ... (۲) ... (۵) ... (۶) ... (۷) ... درخواست عدالت ... ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۵ء ... تاریخ ۱۸۔۱۰ اکتوبر ... بحکم عدالت دستخط ... خفیفہ لکھنؤ ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۵ء

من آں رستم وقت روئین تنم
کہ دہ پاپڑ از مشت یک بشکنم

مالیات: ابا۔ ارے میرے ابا۔ تم تو غصے میں دیوانے ہو رہے ہو مجھے ہر طرف سے گھونسے ہی گھونسے دکھائی دے رہے ہیں میری جان پر کیا گزر گئی؟

دیکھیے یہی زمزم اللغات صاحب کے کہا لفکانے کی سند ڈھونڈھ
نکالی خود تو لکھتی ہیں پوڈر چہرے پر خصوصاً لگایا
جاتا ہے اور شعر پیش کرتی ہیں وہ جس میں بالوں پر
پوڈر چھڑکنا مذکور ہے ۔ لکھنا چاہیے تھا کہ ہر سفوف
کو پوڈر کہتے ہیں ۔ اُردو میں اس خوشبودار سفوف
کو کہتے ہیں جو جسم پر زینت کے لیے عورتیں لگاتی ہیں۔

پولس ۔ انگ ۔ پرتگالی " پولیٹی ساٹے سے بنا ہے"
خدا جانے یہ کیونکر تحقیق کیا کہ یہ لفظ پرتگالی لفظ
" پولیٹی ساٹے سے بنا ہے ۔ جتنی ڈکشنریاں ہم نے دیکھیں
اُن میں یہ لکھا ہے کہ یہ لفظ فرانسیسی
تھی جو لاطینی سے ماخوذ ہے ۔ ہم نے
فرانسیسی ڈکشنری میں دیکھا اُس میں بھی
پولس درج ملا ۔ ممکن ہے کہ عبدالرشید
ملتانی اپنی کتاب میں یوں ہی لکھ گیا ہو ۔

پولیٹکل ایجنٹ ۔ یہ سمجھ میں نہ آیا
کہ اس کے انگریزی تلفظ کو دو ٹکڑوں میں
کیوں تقسیم کیا پولی ٹکل ۔ حالانکہ صحیح تلفظ
پولٹکل بکسر لام اول ہوگا ۔ معنی تحریر فرماتے
ہیں ایک بڑا عہدہ دار جو ریاستوں
میں گورنمنٹ کی طرف سے رہتا ہے ۔
مہمل معنی لکھنے میں یہی زمزم اللغات کو
ید طولیٰ حاصل ہے ۔ بڑا عہدہ دار
پولٹکل ایجنٹ نہیں ہوتا ۔ آخر کن ریاستوں
میں ریاست سینڈی میں یا کاکوری میں ۔
اور کس گورنمنٹ کی طرف سے رہتا ہے ۔
فرانسیسی یا جرمن ۔ اور کس غرض سے رہتا ہے ۔
آثار الصناد ید دیکھنے کے لیے یا گھانس کھودنے
کے لیے ۔ اے حضرت یہ عہدہ ہندوستان کے لیے
مخصوص ہے اور انگریزی لغت میں اس کی پوری
تشریح موجود ہے ۔

جیلی ۔ اس کا تلفظ نہ سمجھ میں آیا ۔ اب تک ایسا
لفظ دیکھنے یا سننے میں نہ آیا تھا جس کا پہلا حرف ساکن
ہو ۔ اب معلوم نہیں حاجی صاحب نے حرف اول پر
فتحہ دیا تھا یا ضمہ ۔ بہرحال فتحہ وضمہ دونوں غلط
ہوں گے ۔ کسرہ ہونا چاہیے تھا ۔ تیار کرنے کا
طریقہ بھی نرالا ہے اور تعریف بھی ناقص ۔ حاجی صاحب
لکھتے ہیں ۔ ایک قسم کی غذا ۔ یہ تک نہ لکھا کہ نمکین ہوتی
ہے یا میٹھی یا سلونی یا کھٹی یا کڑوی ۔ بنانے کے طریقے
یہ لکھتے ہیں کہ بکری کے پارچوں سے بنتی ہے ۔ یہ
بکری کے پارچوں سے نہیں بنتی بلکہ جانوروں کی
کھال اور ہڈی کے گودے اور دوسرے اجزا
ریالم کو پانی میں خوب ابال کر چھان لیتے ہیں ۔
اس عرق کو گلاٹن کہتے ہیں (یہ خشک کی ہوئی بھی
بازار میں بکتی ہے) ۔ یہ جیلی کا جزو اعظم ہے ۔
اسی میں پھلوں کا رس اور شکر ملا کر آگ پر چڑھاتے
ہیں ۔ جب حسب ضرورت گاڑھی ہو جاتی ہے
تو اُتار کر ٹھنڈی کر لیتے ہیں سرد ہونے پر جیلی جم کر
ٹھکا ہو جاتی ہے ۔ جیلی پھلوں کے علاوہ اور چیزوں
کی بھی بنتی ہے ۔

(باقی آئندہ)

مراف

نہ محقق بود نہ دانشمند
چارپائے بر و کتابے چند

"طویلے میں لیاؤ"

۱۔ " جھوٹ جھوٹ علامہ فلاں نے سب جھوٹ بیان کیا الکاذب ملعون "
۲۔ " نہیں تم جھوٹے تم نے یہی کہا تھا لعنۃ اللہ علی الکاذبین "

فریب عمامہ

"حکایت"

سنتے ہیں کہ ایک چور کسی شیخ کے گھر میں چوری
کرنے گیا شیخ صاحب جاگ رہے تھے آہٹ
پاتے ہی فریاد کرنے لگے " دوڑو دوڑو ۔ چور
گھر میں گھسے ہیں ۔ محلے والے ہر طرف سے دوڑے
چور تھا چالاک ۔ شیخ صاحب کا عمامہ سر پر باندھ کے
چلانے لگا " یہ ہے ۔ یہی ہے ۔ ہائے کمبخت نماز بھی
پڑھنے نہیں دیتے " اندھیرا تھا شیخ صاحب
کو ننگے سر دیکھ کے لوگوں کو دھوکا ہوا کہ
یہی چور ہے ۔ لپا ڈگی تو پل پڑے ۔ چور
نے مہلت پائی ۔ یہ جا وہ جا ۔
چونکہ محلے والوں کے دست بیداد
سے شیخ جی کی جلد سادہ نقشیں دیرکار
ہو گئی تھی لہذا وہ پائے عذر و معذرت
درمیان لائے ۔
" صاحب دلے بشنید و گفت اے
ہر کس فریب عمامہ خورد دزد را مومن
و مومن را دزد پندارد "
غور سے دیکھیے تو اسی حکایت میں
حکمت کے خزانے بھرے ہوئے ہیں
باطل جب حق کے بھیس میں ہوتا ہے
تو انسان اس کے پھندے میں جلدی
پھنس جاتا ہے ۔
بہت مدت سے یہاں کے لوگوں کے دلوں میں یہ
خیال راسخ ہو گیا ہے کہ مقتدا اور پیشوا کا لباس جو
کوئی پہنے ہو اُسے مقتدا ہی سمجھو ۔ ہندو اور مسلم
دونوں پر یہ جنون مستولی ہے اور اسی پر عمارت
" پرلیسٹ ہوڈ " یعنے پیروئی امامت باطلہ کی
قائم ہے ۔ خدا رحمت کرے شاہان صفویہ پر
ان میں سے بیشتر افراد نے امامت باطلہ کا بازار
اپنی عمامہ پرستی کی بدولت خوب گرم کیا ۔۔
یہاں تک تو سُنا ہے کہ صنعت حرفت زراعت
تجارت یعنے جملہ اسباب رفاہ ملک پر عمامے کی

جنس نے فروغ پا لیا تھا۔ سنتے ہیں کہ انھیں بادشاہوں میں سے ایک کے دربار میں کوئی ہنرمند سنگ تراش انگوروں کا گچھا سنگ مرمر کا لے کے گیا جو بالکل اصل کے مشابہ تھا۔ بادشاہ اس کی صنعت کو دیکھ ہی رہا تھا کہ اتنے میں ایک ملا صاحب وارد ہوئے جنھیں دیکھتے ہی بادشاہ سلامت آپے میں نہ رہے۔ لے سے پرمیشر آ گئے۔ کدھر بٹھاؤں کہاں بٹھاؤں۔ اسے حضور آنکھوں پر بیٹھیے کان پر بیٹھیے سر پر بیٹھیے زبان پر بیٹھیے۔

یہ مرد ملا کوئی صاحب علم شخص نہ تھا مگر صیانۃً للصنعت حق عبادت و تعظیم خداوندانہ بجالانا ضروری تھا۔ اس ہول جول میں غریب سنگ تراش کو لوگوں نے دھکے دے کے دربار سے نکال دیا۔ مگر یہ شخص تھا صاحب وطن اس نے دل میں ٹھان لی کہ ایک مرتبہ تو ضرور بادشاہ سلامت کو نصیحت کروں گا۔ اس نے آتے ہی قراۃ سیکھی حروف حلقیہ کو مخارج سے ادا کرنے کی عادت ڈالی۔ عمامہ باندھا داڑھی بڑھائی اور دربار میں آیا۔ صورت دیکھتے ہی زیادہ دوڑے ہاتھ چومنے۔ عرض بیگی نے بادشاہ کو اطلاع دی۔ بادشاہ تا لب فرش پیشوائی کو آیا اور ہاتھوں ہاتھ لے گیا۔ جب اطمینان سے بیٹھ لیا تو کہا خداوند میں وہی سنگ تراش ہوں۔

بادشاہ "تم نے یہ وضع کیوں اختیار کی"

سنگ تراش "حضور اس خیال سے کہ نظر مبارک میں عمامہ اور داڑھی ترقی ملک کے لیے ضروری ہے۔ نہ صنعت و تجارت و زراعت لہذا میں نے اپنی صنعت سے ہاتھ دھوئے اور خدا کا شکر ہے کہ بادشاہان روزگار اب میری تعظیم کرتے ہیں۔ جس ملک میں ایک بالشت داڑھی۔ چند گز کی دستار سے انسان معزز ہو سکتا ہے وہاں زیادہ تر ہنر اور انہماک طلب ہنر میں غیر ضروری ہے۔"

اینجانب یقین کرتے ہیں کہ جب تک پرلیسٹ ہوڈ کے واسطے کسی قوم میں میدان کشادہ ہوتا رہے گا بد بختی و بے ہنری سے دوچار رہے گی۔ ان ائمۂ باطل کے حوصلے بڑھنے نہ دو۔ دین و دنیا کی بھلائی اسی میں ہے۔

"برادر! آنچہ نوشتہ ام باصطلاح ملایان ابوداست۔ فہمیدی؟"

عارف

دل جلا شیعہ

ملازمت

مل سکتی ہے تعلیم مڈل تک ہو یا انٹرنس پاس ہوں یا فیل ایف اے ہوں خواہ بی اے کوئی فیس شرط نہیں مگر خواندہ ضرور ہوں امیدوار انسٹیٹیوٹ کے فارغ التحصیل ملازم شدہ طلباء کی فہرست، پراسپکٹس اور رسالہ البرق ۱/ کے ٹکٹ بھیجکر منگوائیں۔

پنجاب انجینئرنگ انسٹیٹیوٹ جالندھر شہر

دی مسلم ریویو

مسلمانوں کا واحد انگریزی تبلیغی ماہوار رسالہ ہے جس میں مشاہیر ملک کے تحقیقی مضامین حمایت اسلام اور رد غیر اسلام کے متعلق لکھے جاتے ہیں تمام یورپ، امریکہ، افریقہ، آسٹریلیا، ممالک ایشیا جزائر عالم میں شائع ہوتے ہیں۔ فرقہ وارانہ مباحث اس میں نہیں ہوتے قدیم اسلام کی خدمت کرنا اس کا مقصد اعظم اور نصب العین ہے لہذا تمام لائبریریوں کو صرف ایک روپیہ سالانہ روانہ کرنے پر رسالہ مفت دیا جاتا ہے اس کی سالانہ قیمت چار روپیہ ہے۔ تمام ہمدردان اسلام قدیم کو اسکی سرپرستی کرنی لازم ہے۔

منیجر دی مسلم ریویو لکھنؤ

صوبہ بہار اور بنگال کا واحد مزاحیہ اخبار پڑھئے جس میں زبان کی چاشنی کے ساتھ سیاست پر آزادانہ تنقید اور اصلاح معاشرت و اخلاق پر ہنستے ہنستے پیٹ پھولا دینے والا مضمون شائع ہوتا رہتا ہے۔ بہترین مزاحیہ نظم اور غزلیں پڑھئے اور خوش ہو جائیے۔ چندہ سالانہ ۳ نمونہ مفت

منیجر اخبار پنچ بہار شریف (پٹنہ)

انگریزی اخبار "پٹنہ ٹائمز" پٹنہ

جو بہاری مسلمانوں کی بہ دست آواز ہے اور ۱۹۲۴ء سے خدمت کر رہا ہے اگر آپ دلچسپ و مزاحیہ مضامین اور ہر طرح کی خبروں سے واقفیت رکھنا چاہتے ہیں تو آج ہی خریدار ہو جائیں اور ایک ماہ تک اس کی قابلیت کا اندازہ لگائیں۔ سالانہ قیمت ۸ طلباء سے ۶ قیمت فی پرچہ ۱/

منیجر

پیغام سرحد

صوبہ سرحد کا مقبول و پسندیدہ قوم پرست تعلیمی ہفتہ وار اخبار "پیغام سرحد" ہری پور ہزارہ ضرور ملاحظہ کیجیے

منیجر

پیغام سرحد ہری پور ہزارہ

اودھ پنچ میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیجیے

مشتہرین

(۱) کیا آپ جانتے ہیں کہ "برما" میں ساٹھ ہزار گجراتی بولنے والے ہندوستانی ہیں۔

(۲) "جوہر" (اینگلو گجراتی) ان کا تنہا ترجمان ہے۔

(۳) "جوہر" کی زندگی برما کے ہندوستانیوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے وقف ہے گجراتی و ہر ہندو مسلمان اسے پڑھتا ہے۔ لہذا یہ آپ کے اشتہارات کا بہترین ذریعہ ہے۔

جملہ خط و کتابت مندرجہ ذیل پتے پر ہونا چاہیے۔

منیجنگ اڈیٹر جوہر نمبر ۳۶ ایسٹر ینڈ روڈ رنگون

اودھ پنچ لکھنؤ

انمول ادبی جواہر

منتخبات مضامین اودھ پنچ

من ابتدائے سنہ ۱۹۱۶ء لغایت سنہ ۱۹۲۳ء

چار حصوں میں یہ ادبی اصلاحی اخلاقی سیاسی مضامین بے نظیر علمی اور عقلی فوائد رکھتے ہیں جن کی نظیر آپ کو اردو کے خزانے میں نہ ملے گی۔ یہ انسان کو مضمون لکھنا سکھا دیتے ہیں — اب تک چار حصے تیار ہوئے ہیں۔ قیمت فی حصہ ایک روپیہ آٹھ آنے۔

یہ مضامین بطور ضمیمہ چار سال سے اودھ پنچ کے ساتھ ہفتہ وار شائع ہو رہے ہیں سالانہ جلد کے خریدار کو ایک حصہ مفت ملتا ہے سائز $\frac{20 \times 26}{4}$ مجموعی قیمت ان منتخبات کی پانچ روپیہ علاوہ محصول۔

المشتہر

منیجر اودھ پنچ

کتب خانوں کی زینت

مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ سنہ ۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد ۶ روپیہ سنہ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ سنہ ۳۱ و ۳۲ کی

قیمت فی جلد ۶ روپیہ محصول ڈاک عہ بذمہ خریدار۔ جلد سنہ ۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی عہ۔ اور جلد سنہ ۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی عہ مفت ملیں گے۔

... سپلائی ایجنسی

بارہا شکایت سنی گئی ہے کہ حضرات بیرونجات جو کتابیں طلب فرماتے ہیں ان کو ناقص کتابیں بھیج دی جاتی ہیں۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ جو کتاب وہ طلب کرتے ہیں اس کے بجائے دوسری کتاب بھیج دی جاتی ہے نیز یہ بھی شکایت ہے کہ کتاب پر صرف دکھانے کے لیے بہت زیادہ قیمت لکھ دی جاتی ہے اور شہر میں وہ لکھی ہوئی قیمت سے بہت کم قیمت پر ملتی ہے وغیرہ۔

لیکن اگر آپ ہمارے ذریعہ سے کوئی کتاب طلب فرمائیں گے تو ہرگز یہ شکایت پیدا نہ ہوگی اور ہم اپنی نگرانی میں ہر کتاب روانہ کرینگے۔ اس حالت میں اگر کتاب ناقص ہو یا غلط ہو یا ایک کے بجائے دوسری ہو قیمت بازار سے زیادہ ہو تو اسکے ہم ذمہ دار ہیں۔ لہذا لکھنؤ کے جس مطبع کی کتابوں کی آپکو ضرورت ہو ہمیں تحریر فرمائیے اور اطمینان رکھیے کہ آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں ملیگا دریافت طلب امور کے لیے جوابی پوسٹ کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے —

پتہ:۔ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

ہفتہ وار انگریزی اخبار "خیبر میل" پشاور

ضرور ملاحظہ کیجیے۔ یہ انگریزی کا واحد اخبار ہے جو صوبۂ سرحد سے شائع ہوتا ہے

سالانہ چندہ پانچ روپیہ ہے "منیجر"

ہفتہ وار انگریزی اخبار "سنٹینل" رانچی

جسمیں نہایت پرلطف مضامین اور مقامی خبریں ہوتی ہیں۔ ضرور ملاحظہ فرمائیے سالانہ چندہ ہے ششماہی ہے۔ سہ ماہی عہ۔ فی پرچہ ار۔

منیجر "سنٹینل" رانچی

REGISTERD No. A
LUCKNOW.
DHPUNCH
قیمت فی پرچہ
دو آنے
(۲؍)
۱۹۳۵
1935
قیمت پیشگی اندرون ہندوستان
M. B Khan Artist
Dogawan Lucknow

ایسٹ انڈیا کمپنی نے جس عقل و فہم سے سبھا بگاڑنے کا ہمتم بالشان کام انجام دیا تھا اُس کا اثر ابھی نہیں مٹا مگر انگا راکھلا گیا ہے۔ اب اُس صورت زیبا کا دھندلا سا خیال دماغ میں موجود ہے جو جریب ہاتھ میں لیے سوئی بیچک۔ مسی۔ سرمہ۔ کجلوٹی۔ فینسی رومال۔ چھوٹے نگینوں کے زیور پوٹلی میں باندھے لٹھیا ٹیکتی ہانپتی کانپتی ایک طرف تو تیرے میرے دروازے پر شیشہ موتی مومی موتی صراحی دار۔ آئینہ کنگھی کی صدا لگاتی پھرتی تھیں۔ دوسری جانب منگنی بگاڑ کی طرح میکے سسرال میں سنئے بنئے لڑا نے بھیڑ لادے بیوں کی خدمت انجام دینے کی تخم ریزی فرماتی جاتی تھیں آجکل سبھائیں بنانے کا چلن زیادہ ہے "سبھا بگاڑنے" کا فرض بھی سبھاؤں کے ذریعہ ادا ہوتا ہے ان سبھاؤں کے مختلف نام ہیں کہیں سوسائٹی ہے کہیں کانفرنس ہے کہیں کمیشن ہے کہیں کمپنی ہے کہیں "یونین" ہے کہیں "پارٹی" ہے۔

جب ہمارے زمانے کے جگادری سبھا بگاڑ ولیم شہنشاہ جرمنی نے یورپ کی سبھا پائی ایک میکے سسرالوں میں دوراؤ ڈال کے جوتا چلوایا تو وڈرو ولسن آنجہانی یعنی ہمارے شاہی زمانے والے منگنی بگاڑ کے حقیقی متبنّٰی صاحب نے بناؤ کے بھیس میں بگاڑ کو ایسی خوبصورتی کے ساتھ پیدا کیا کہ واہ جی واہ۔ اچھے کا جوڑا بھرنا کیسا۔ کئی جگہ سے جہیز کے صندوق سمیت دُلھن کی ڈولیا واپس ہوگئی۔ اسٹریا۔ روس جرمنی۔ عرب عراق عرض غرض ہر مقام پر بتراؤ بھتراؤ ہونے لگا۔ آج جنیوا سبھا ہوئی کل لوزین سبھا پرسوں تحقیقاتی کمیشنوں کی بم پھوٹی اور اسی کے ساتھ ہندوستان میں ایک نئے قانون صاحب نے سر اُٹھایا جن کا نام نامی و اسم گرامی اب "گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ" ہے پہلے "ریفارمس اسکیم تھا" ہمارے بڑا نے منگنی بگاڑ کی ظلم یاں بہشت میں رہیں۔ ادھر اس قانون کے دفعات دیکھیے اور اُدھر ان کی صورت زیبا آنکھوں کے نیچے پھر گئی یہ مبارک قانون ٹھیک اسی طرح بن بلائے گھر پر چڑھ دوڑا جس طرح منگنی بگاڑ صاحب علیہ الرحمہ ڈولی پر سوار ٹھیک دوپہر کے وقت چلچلاتی کی گرمیوں میں لوگوں کے دروازوں پر ٹپک پڑتے تھے۔ اور اپنی سواری کے ساتھ ایک دوسرے قانون کو بھی لیتے آئے جس کا نام رولٹ ایکٹ مشہور ہے۔ دونوں میں سبھا بگاڑنے کی قابلیت کافی تھی مگر نقیب (رولٹ ایکٹ) کچھ ایسا ہڑبڑا چھوکرا نکلا تھا کہ آہستگی اور خاموشی کے ساتھ یہ خدمت انجام نہ دے سکا۔ چل پوں۔ کوا کُھا مچا دی۔ او جن لوگوں کی سبھا بگڑنے والی تھی وہ چوکنے ہوگئے وہ تو خیریت گزری کہ نقیب صاحب کے ہاتھ میں ہتھیار تھا مقابلہ کرنے والے نہتے تھے ورنہ بڑی مشکل ہوتی۔ لوگ کہتے ہیں کہ چیمسفورڈ صاحب کی حکومت کسی قدر بیوقوف تھی اسے سبھا بگاڑنے میں اتنا سلیقہ نہ تھا جتنا منگنی بگاڑ کو تھا۔ ہاں مگر خدا رکھے ہمارے لارڈ ریڈنگ کو ان کی دھج ہی نرالی ہے۔ سیکڑوں منگنی بگاڑ اور سبھا بگاڑ ان کے ناخن کی کور پر صدقے ایسی خوبصورتی سے سبھا بگاڑ دی کہ دل وجد کرتا ہے نہ تو بڑھاپے میں ڈولی پر چڑھ کے سوراج کے میکے سسرال گئے نہ اپنی زبان سے دُلھن دولہا کی ہجو ملیح کی۔ سبھا بگاڑ ہو تو ایسا ہو تاش کھیل کھیل کے سبھا بگاڑی دعوتیں کھا کھا کے سبھا بگاڑی ناچ ناچ کے سبھا بگاڑی۔ گھر بیٹھے سبھا بگاڑی۔ کیسی منگنی کہاں کا بیاہ۔ براتی سب شب برات کی آتشبازی ہوگئے۔ دولھا میاں کے فتلے میں چھچھوندر گھسی دُلھن کا سہرا اُلجھڑی بنا اب نہ وہ جدو جہد ہے نہ سسرال (جیلخانہ) جانے کی آرزو۔ کوئی ذات بنیاد پُن رہا ہے کوئی گڑے مردے اُکھاڑتا ہے۔ کوئی پُرانے برتاؤ اُلٹتا ہے۔ کہیں سر پھٹول ہے۔ کہیں گُل ہیلول ہے۔ کہیں چرخا گھول ہے۔ شادی بیاہ کا پتا نہیں اپنے حق مہر (ڈیڑھ کروڑ کا مزید خرچ) کا دعوے داٹر ہانک کے نان و نفقہ کا ذکر بالکل نسیاً منسیا۔

سہاری سبھا کی سبھا ؎

افیونی ہیچارہ زخود بے خبر ست

اورا نہ غم پاؤں نہ پرواے سر لیست

نے خویش نہ بیگانہ نہ دشمن نے دوستا

نے مردہ نہ زندہ بو العجب جانور یست

ایک کہتا ہے ؎

از صحبت خلق ذرۂ فائدہ نیست

جز خون جگر ہیچ دریں مائدہ نیست

از ہر کہ نشان مردمی پرسیدم

گفتا کہ دریں دیار این قاعدہ نیست

دوسرا کہتا ہے ؎

سرگشتہ دلم ز آرزوے ماندہ ست

در چنبر زلف ما ہروے ماندہ است

ایں شیر ہمیشہ بود زنجیر گسل "اچھے"

وامروز چنیں لبتۂ موے ماندہ ست

تیسرا "دنیٰ جوانی ماجھا دھیلا" نغمہ سرا ہے ؎

ہیچ است وجود زندگانی ہم ہیچ

ویں خانہ و فرش باستانی ہم ہیچ

از نسیۂ و نقد زندگانی ھمہ را

سرمایہ جوانی است جوانی ہم ہیچ

اور مولانا ہیچ تماشا ملاحظہ فرماتے اور کہتے ہیں ؎

در راہ نیاز فرد باید بودن

پیوستہ حریص درد باید بودن

مردی نہ بود گریختن سوے وصال

در روز فراق مرد باید بودن

اور خاکسار او بار عرض کرتا ہے ؎

در ملک خدا تصرف آغاز مکن

چشم سر خود لعیب کس باز مکن

سر دل ہر بندہ خدا می داند

در خود نگر و فضولی آغاز مکن

راقم

ادبار الملک

حکایت

تاریخ مسعودی میں ابن قطلات اتالیق خلیفہ مہدی عباسی کی زبانی ایک حکایت لکھی ہوئی ہے

کہ ایک بادشاہ نے نشہ کی ترنگ میں اپنے دو محبوب مصاحبوں کو قتل کرڈالا جب نشہ اترا تو پشیمان ہوئے مگر بمقتضائے محبت حکم دیا کہ سرراہ انھیں دفن کردو پھر آئینا وروندے سے جبراً قبروں کا سجدہ کراؤ جو نہ مانے اُسے پکڑلاؤ ہم دو سوال اُس کے پورے کرکے اُسے بھی ٹھنڈا کردیں گے۔ بیسیوں شہید ہوئے اور ہزاروں نے سجدہ کیا۔ اتفاقاً ایک روز کوئی دھوبی صاحب گدھے پر کندی کی گٹھر استری پاٹا لادے گھاٹ جارہے تھے کہ سرکاری پیادوں نے سجدہ کرنے کا حکم دیا؛ ورحرف انکار سنتے ہی جہاں پناہ کے سامنے پکڑلے گئے۔ بادشاہ نے کہا تم نے سجدہ کیوں نہیں کیا۔ جواب دیا کہ سجدہ تو کیا تھا حضور کے پیادے جھوٹے ہیں مگر غریب دھوبی کا عذر پیادوں کے مقابلے میں قابل سماعت نہ ٹھہرا۔ بادشاہ سلامت نے فرمایا کہ یار تمھاری قضا آگئی۔ مرنے سے پہلے دو خواہشیں ظاہر کرو اور پھر کلمہ پڑھ کے خدا گنج کی راہ لو۔ دھوبی آدمی ذہین تھا جھٹ گٹھر سے کندی کرنے کی موگری نکالی اور کہنے لگا سنیے حضور میری پہلی خواہش یہ ہے کہ حضور گردن جھکائیں اور میں ایک موگری سے حضور کی نازک گردن پر کندی کروں اب تو بادشاہ سلامت لگے کلپنے اور وزیروں کی طرف دیکھا وزیر تھے اگلے زمانے والے اُنھوں نے دست بستہ ایفائے عہد کی طرف اشارہ کیا۔ اگر اُن کی جگہ ہمارے بڑھئو مسٹر لائڈ جارج ہوتے تو حیل حجت کرتے۔ غرض دھوبی نے جو اچھ کہہ کے جو ایک ضرب گردن پر لگائی تو بادشاہ سلامت کی جان پر بن گئی۔ غش آگیا۔ چادر جان میں جھتے پڑے۔ چھ مہینے چارپائی پر سونٹ میں رہے روئی سے حلق میں پھوئی ٹپکی۔ جب افاقہ ہوا تو دھوبی کو بلا کے پوچھا دوسری آرزو؟ ہے اُس نے پھر موگری اٹھائی اور کہنے لگا اب کی چیت لیٹیے یہ سنتا تھا کہ بادشاہ سلامت کے حواس کا تیسرا ہٹ گیا۔ مگر وزیروں نے کہا:۔

"خداوند قول مرداں جان دارد"

سلطان عالم بہت جھلائے دھوبی سے فرمایا۔ کیوں جی تم نے سجدہ کیا تھا یا نہیں۔ دھوبی نے پھر اقرار کیا۔ فوراً جہاں پناہ اُٹھے دھوبی کی پیشانی چومی ارشاد فرمایا یہ پیادے حرامزادے جھوٹے اور تو سچا ان جھوٹوں کو ہم نے تیرے سپرد کیا۔ انھیں جھوٹ بولنے کا مزا چکھا اور میری جان چھوڑ۔ سنتے ہیں کہ سر مائیکل اوڈوائر ابھی تک پرانے محبوب مصاحبوں (قوانین) کی قبروں کو سجدہ کروالے پر تلے ہوئے ہیں کاش ولایت کا انصاف پسند دھوبی موگری نکال کے سیدھا ہو جاتا یا تمام ہندوستانی ولایتی دھوبی ہو جاتے تو مزا آتا۔ کیا معنی کہ ہم سے بھی حکومت نے کئی مرتبہ کہا ہے۔

"مانگ کیا مانگتا ہے"

جس انصاف کی ستائش کی جاتی ہے اس کی خوبی کا امتحان اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جبتک لندن میں کامیابی نہ ہو۔

"مرد وہی ہے جو اپنے قول و قانون سے نہ پھرے"

اٹھارھویں سال کا صدقہ

منلق آرا بیگم بنام شیعہ کانفرنس

نوج! اسی سے کہتے ہیں لڑکیوں کو پڑھنے لکھنے سے روکنا چاہیے۔ دیدہ ہوائی ہو جاتا ہے۔ اب دیکھو اللہ رکھے تمھیں اٹھارھواں سال لگا ہے اور کوئی صدقہ نہیں اُتارتا۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے۔ معلوم ہوتا ہے تمھارے گھر میں سب انیلے بے پروا پھہڑ آدمی رہتے ہیں۔ مانا کہ وہ مرد ذات ہیں اگر خود نہیں جانتے تو بڑی بوڑھی عورتوں سے پوچھ لیں۔ اٹھارھواں سال منحوس ہوتا ہے کہ نہیں یہ بالکل مشہور ہے صدقہ ہمارے ہاں بغیر کسی سے نہیں پوچھا تو میں بتائے دیتی ہوں۔

جب کسی کو اٹھارھواں سال لگتا ہے تو ۱۸ اسارے ۱۸ انگیٹھی تار ۱۸ تمباکو کے پتیلے غرضکہ بہت سی چیزیں صدقے میں رکھی جاتی ہیں مگر سب گنتی میں ۱۸ ہوتی ہیں۔ تم انسان نہیں ہو پھر بھی تم پر اٹھارھواں سال ضرور بھار ہے۔ تم بھی صدقہ اُتروا ڈالو۔ اللہ نے چاہا تو پھر کوئی کسالا باقی نہ رہے گا۔ صدقہ کی چیزیں ذری مشکل سے ملیں گی۔ مگر خدا کی خدائی خالی نہیں ہے۔

جن ڈھونڈھا تن پائیاں

دیکھو بھئی کوئی بُرا نہ ماننا میں صدقے کی چیزیں گنواتی ہوں۔

۱۔ ۱۸ وکیل جن کی وکالت نہ چلتی ہو۔
۲۔ ۱۸ بیرسٹر جو بنیہ دلہن ہوں اور ولایت سے میم لائے ہیں۔
۳۔ ۱۸ حکیم خطرۂ جان۔
۴۔ ۱۸ مولوی مگر خود غرض خطرۂ ایمان۔
۵۔ ۱۸ ایڈیٹر جن کا اخبار پڑھا نہ جاتا ہو۔
۶۔ ۱۸ وقف کے متولی جو خدا کا مال جی بھر کے اڑاتے ہوں۔
۷۔ ۱۸ انجمنوں کے سکریٹری جن کی کارروائیوں کے ورق سادے ہوں۔
۸۔ ۱۸ رئیس جن کی ریاستیں غائب ہوگئی ہوں۔
۹۔ ۱۸ رنڈیاں سلے پنج۔

بات میں پخ نکالنے والے ضرور بے سبب باعث پوچھ پوچھ کے جان کھائیں گے۔ انھیں یہ نہیں معلوم کہ اس دنیا میں ہزاروں باتیں بے سبب بھی ہوتی ہیں۔ اچھا میں بھی قائل کرکے چھوڑوں گی سنو اٹھارہ وکیل اس وجہ سے صدقے میں رکھنے کے قابل ہیں کہ وکالت نہ چلنے پر قومی وکیل کیوں نہ بن گئے۔

اٹھارہ بیرسٹر اس وجہ سے کہ بیرسٹر دیسی اچھا جو کبھی کبھی کے حاکم کا سفر چاٹ جاتے ایک تو کبھی بات نہیں آتی دوسرے میم صاحب نے

سوال اور جواب

خواجہ حسن نظامی کے مہربے چھوٹے بڑے ہندوستانی سے چند سوالات اور ہمارے جواب

(س) میاں بیوی آپس میں کیونکر خوش رہ سکتے ہیں؟۔

(ج) میاں آپ فارسفورس کی شیشیاں خرید کے نوش جان کرتے رہیں اور بی بی واحدی صاحب کے منجن سے دانت مانجھا کریں۔

(س) ہندوستانی انگریزوں کو کیونکر خوش رکھ سکتے ہیں؟

(ج) آئے دن آپس کی جوتی پیزار سے۔

(س)۔ اقوام ہند میں کیونکر اتحاد ہو سکتا ہے؟۔

(ج) فنا ہونے کے بعد۔

(س) بیکاری بے روزگاری کیسے دور ہو سکتی ہے؟

(ج) ہر قسم کی موجودہ تعلیم ترک کرنے سے۔

(س)۔ لیڈروں میں خلوص کیونکر پیدا ہو سکتا ہے؟

(ج) چندہ نہ دینے سے۔

رباعی

در مجلس خسروان چو گردم ساقی
تیغ و سپر و سبو و ساغر بہ برم
......
زار ہند لکھنوی

پیش طبیب مالش پیش طبیب پیش ہیچ ہر دو پیش ہر دو ہیچ

(نمبر ۶)

جمخانہ۔ (اردو۔ جم (انگریزی گیم یعنی کھیل کا گھر) ہوا)۔ یہ لفظ پہلے پہل بمبئی میں رائج ہوا۔ وہاں سے دوسرے شہروں میں آیا۔ اسے اردو کہنا کہاں تک جائز ہے؟۔ یہ تو اینگلو انڈین لفظ ہے۔

پورٹ منٹو۔ سفری چرمی بکس۔ یہاں زمزم اللغات نے انگریزی تلفظ نہیں لکھا۔ اُن کی بلا کتابوں کے ورق الٹتی اور صحت کی جانچ کرتی ہے۔ یہ فرانسیسی لفظ ہے۔ یہ ایک قسم کا چرمی بکس ہوتا ہے جو دو برابر حصوں میں کھلتا ہے یعنے جس کا ڈھکنا اور پیندا برابر ہوتا ہے۔ یہی اس کی امتیازی صفت ہے۔ سفری ایک ایسا لفظ ہے کہ جس بکس کے ساتھ چاہو لگا دو۔ اب پورٹ منٹو کا رواج نہیں رہا اب تو سوٹ کیس زیادہ مستعمل ہیں۔ اٹاچی کیس لغت میں نہیں ملتا حالانکہ اس کا رواج روز افزوں ہے۔ شاید ابھی کاکوری نہیں پہونچا۔

پوسٹ آفس۔ الثوانسی ملاحظہ ہو مرکب لفظ کو اصل لغت قرار دے کر اس کے تحت میں مفرد کے معنی لکھے ہیں۔ (انگ) پوسٹ (۱) عہدہ۔ جگہ (۲) ڈاک چٹھی۔ خطوط۔ آفس (دفتر) حالانکہ پوسٹ کو اصل لغت قرار دے کر اس کے تحت میں پوسٹ ماسٹر۔ پوسٹ ماسٹر جنرل۔ پوسٹ مین۔ پوسٹ آفس لکھنا چاہیے تھا۔ اور پوسٹ مارٹم کو یقیناً جدا لغت قرار دینا تھا۔ اس اوندھی ترتیب سے کئی اشکال پیدا ہو جاتے ہیں۔

پوسٹ آفس کے تحت میں پوسٹ کے معنی نمبر ۱ تحریر ہوئے ہیں "عہدہ۔ جگہ" اب ذرا معنوں کو پوسٹ آفس میں کھپا تو دیجیے۔ ممکن ہے کاکوری پوسٹ آفس میں عہدہ اور جگہ کا انتظام ہوتا ہو۔ اردو میں پوسٹ کے معنی جگہ یا ملازمت کے آتے ہیں یا عہدہ جن معنوں میں مستعمل ہے ان معنوں میں پوسٹ مستعمل نہیں۔ معنی نمبر ۲ چٹھی قطعاً غلط ہیں۔ عوام پوسٹ مین کو چٹھی رساں ضرور کہتے ہیں لیکن صرف پوسٹ کا ترجمہ چٹھی کرنا صحیح نہیں۔

پوسٹل گائیڈ۔ اول تو یہ لفظ اردو میں

نوٹس نسبت دکھانے وجہ کے (نمونہ عام)

بعدالت جناب شیخ محمد طفیل احمد صاحب بہادر منصف سیتاپور مقام سیتاپور
مقدمہ نمبر ۱۰۷ سنہ ۱۹۳۵ء
درگا پرشاد مدعی

بنام

مساۃ شرفا وغیرہ مدعا علیہم

بنام مساۃ شرفا بیوہ مصطفےٰ خان پٹھان ساکن سیتاپور محلہ عالم نگر پرگنہ خیرآباد ضلع سیتاپور

ہرگاہ مسمی درگا پرشاد نے درخواست اس عدالت میں گزرانی ہے کہ ڈگری قطعی نیلام حصہ ۱/۴ منجملہ مسلم دوکان نمبری ۷۷۹ واقعہ تامسین گنج مرتب فرمائی جاوے تم کو جو عذر ہو پیش کرو۔

لہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تم اصالتاً یا معرفت کسی وکیل کے جو حالات مقدمہ سے بخوبی واقف ہو بوقت ۱۰ بجے بتاریخ ۲۔ ماہ نومبر سنہ ۱۹۳۵ء اس عدالت میں حاضر ہو کر درخواست کے خلاف وجہ دکھاؤ۔ اگر ایسا نہ کرو گی تو درخواست تمہاری غیر حاضری میں سماعت کی جاوے گی۔

بتاریخ ۴۔ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۵ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا

دستخط حاکم بخط انگریزی | مہر عدالت

نوٹس نسبت دکھانے وجہ کے (نمونہ عام)

بعدالت جناب شیخ محمد طفیل احمد صاحب بہادر منصف سیتاپور بمقام سیتاپور
مقدمہ نمبر ۱۰۷ سنہ ۱۹۳۵ء
درگا پرشاد مدعی

بنام

مساۃ شرفا وغیرہ مدعا علیہم

بنام مساۃ زیب النسا زوجہ حسین علی پٹھان ساکن موہن پور چپٹ پرگنہ باڑی تحصیل سدھولی ضلع سیتاپور

ہرگاہ مسمی درگا پرشاد نے درخواست اس عدالت میں گزرانی ہے کہ ڈگری قطعی نیلام حصہ ۱/۴ منجملہ مسلم دوکان نمبری ۷۷۹ واقعہ تامسین گنج مرتب فرمائی جاوے تم کو جو عذر ہو پیش کرو۔

لہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تم اصالتاً یا معرفت کسی وکیل کے جو حالات مقدمہ سے بخوبی واقف ہو بوقت ۱۰ بجے بتاریخ ۲۔ ماہ نومبر سنہ ۱۹۳۵ء اس عدالت میں حاضر ہو کر درخواست کے خلاف وجہ دکھاؤ۔ اگر ایسا نہ کرو گی تو درخواست مذکور تمہاری غیر حاضری میں سماعت کی جاوے گی۔

بتاریخ ۴۔ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۵ء میری دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا

دستخط حاکم بخط انگریزی | مہر عدالت

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی سنہ ۱۹۰۸ء)
نمبر مقدمہ ۱۴ مناقعہ سنہ ۱۹۳۵ء موضع بہرکی پرگنہ مسکرا
بعدالت جناب شیخ غلام جیلانی صاحب بہادر حاکم پرگنہ موداہا ضلع ہمیرپور
دیوکینندن مدعی

بنام

بنام تھو وغیرہ مدعا علیہ

بنام تھو ولد موہن لال ماسرا ساکن بہرکی پرگنہ مسکرا تحصیل موداہا ضلع ہمیرپور

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت منافعہ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۴۔ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۵ء بمقام ہمیرپور اصالتاً یا معرفت کسی کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعوے کی کرو۔ اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اس روز اپنے جملہ گواہوں کو جن پر شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم عائد اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز ان کو پیش کرو۔

اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۰ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۵ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی | مہر عدالت

زیادہ مستعمل نہیں۔ بہ خواہ مخواہ لغت کا حجم بڑھانے کو لکھ دیا۔ اگر انگریزی تعلیم یافتہ اشخاص کی زبان پر کبھی آجاتا ہے تو اس وجہ سے وہ داخل زبان اُردو کیونکر ہو جائے گا۔

معنی تحریر کیے ہیں۔ ڈاک خانے کے قواعد کی کتاب۔ یہ آج معلوم ہوا کہ گائیڈ کے معنی قواعد کی کتاب کے ہیں۔ پی زمزم اللغات تنہا اُردو کی محسن نہیں بلکہ آپ کے بار احسان سے انگریزی زبان کی گردن بھی جھکی ہوئی ہے۔ آکسفرڈ یونیورسٹی کے مصلحاً محققین نے تقریباً نصف صدی کی محنت شاقہ کے بعد سولہ ہزار پچاس صفحہ کا لغت تیار کیا۔ تمام قوم اس لغت کی مداحی میں رطب اللسان ہے ہر فرد اس کے مستند ہونے کی تصدیق کر رہا ہے۔ مگر واہ ری زمزم اللغات کا کوری میں بیٹھے بیٹھے بیک گردش قلم اس فخر و مباہات کو خاک میں ملا دیا۔

پوسٹ ماسٹر جنرل:۔ صوبے میں سب سے بڑا افسر۔ افسوس یہ بھی نہیں معلوم کہ پوسٹ ماسٹر جنرل صوبے وار نہیں ہوتے۔ اُن کے حلقے ہیں گو حلقہ اکثر صوبے وار ہیں۔

پوسٹ مارٹم:۔ (انگ) موت کے بعد جسم کی طبی جانچ۔ غریب زمزم اللغات کو یہ بھی خبر نہیں کہ یہ لفظ لاطینی زبان کا ہے۔ غالباً اسی وجہ سے اسے پوسٹ آفس کے تحت میں۔ پوسٹل گائیڈ اور پوسٹ ماسٹر کے درمیان جگہ دی ہے۔ اب جو معنی پوسٹ کے لکھے ہیں وہ اس لفظ کے معنوں سے متصل کرکے دیکھیے۔

پوسٹ مارٹم کے لفظی معنی ہیں۔ بعد موت۔ پوسٹ بمعنی بعد اور مارٹم بمعنی موت۔ طبی جانچ کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ پوسٹ مارٹم اگزیمینیشن کے معنی ہیں موت کے بعد جانچ یا امتحان جس سے مراد جسم کی طبی جانچ ہوتی ہے۔ اُردو میں لوگ اکثر اگزیمینیشن کا غیر مانوس لفظ چھوڑ دیتے ہیں اور صرف پوسٹ مارٹم کہتے ہیں۔ جو شخص لغت لکھنے بیٹھا ہے اُس کا فرض ہے کہ ناواقف لوگوں کی غلطیاں واضح کر دے۔ اور ادھورے الفاظ کی تکمیل۔

پنڈولم۔ کلاک گھڑی کا لٹکن۔ یہ کلاک گھڑی کون بلا ہے۔ کلاک کے معنی خود گھڑی۔ لہٰذا کلاک کے ساتھ گھڑی کا اضافہ مہمل۔ شاید کوری میں کلاک گھڑی کہتے ہوں۔ پنڈولم کے معنی لٹکن کے ہیں۔ عام طور سے گھڑی کے لٹکن کو کہتے ہیں۔ اب کلاک مع پانڈولم ہیں۔ شاید وبسٹر سے دھوکا کھایا۔ اگر ایسا ہے تو یہ بھی خوش فہمی ہے۔ کیونکہ وبسٹر نے کلاک نہیں لکھا ہے بلکہ کلاک ورک لکھا ہے۔

پتلون ۔ (انگ۔ پانٹ لون) ہیں تو پانٹ لون کسی انگریزی لغت میں نہ ملا۔ پنٹالون ضرور پایا جاتا ہے اور اُسی لفظ کی بگڑی ہوئی شکل پتلون ہے۔

پاس۔ (انگ) کامیابی۔ راہداری کا پروانہ۔ سند۔ وثیقہ۔ حاجی صاحب دو ضروری معنی چھوڑ گئے۔ دو پہاڑوں کے درمیان کے تنگ راستے کو بھی پاس کہتے ہیں جیسے خیبر پاس۔ زبان پر درہ خیبر کے بہ نسبت خیبر پاس زیادہ ہے۔ دوسرے معنی ہیں کسی مقام یا جلسہ یا تماشاگاہ یا ریل وغیرہ کا اجازت نامہ جس کی رو سے پاس حاصل کرنے والا کسی معاوضہ کے بغیر آجا سکتا یا سفر کر سکتا ہے۔ جیسے سنیما کا پاس یا ریلوے پاس۔

پاس پورٹ ۔ (انگ) راہداری کا پروانہ۔ وہ سرٹیفکیٹ جو غیر ملک میں جان و مال کی حفاظت کے واسطے دیا جا تا ہے یا آزادانہ نقل و حرکت کی غرض سے منجانب سلطنت ملتا ہے۔ پہلے معنی تو ٹھیک لکھے۔ دوسرے معنی طبع زاد ہیں۔ ان کا مطلب سمجھنا ذرا مشکل ہے۔ خدا جانے سلطنت سے اپنے ملک کی سلطنت مراد ہے یا غیر سلطنت۔

(باقی آئندہ)

ساحر

نہ محقق بود نہ دانشمند
چار پائے برو کتابے چند

خوب بیادم آوردی

قاآنی نے ایک حکایت لکھی ہے کہ دو شخص آپس میں برسرِ جنگ و آویزش تھے۔ ایک ان میں سے کوسہ تھا اور دوسرا داڑھیل۔ جن ممالک میں داڑھی کا رواج ہے وہاں لڑنے والوں کو ایک دوسرے کی داڑھی پکڑ لینے کی عادت سی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ لڑتے لڑتے حضرت ریشائیل نے میاں کوسے کی بے ریش ٹھوڑی پر ہاتھ ڈالا۔ ادھر تو ان کا ہاتھ بے سکھارے ہنڈی کی طرح واپس آیا ادھر کوسے کو وہ گرفت یاد آگئی جسے وہ بھولا ہوا تھا۔ پھر تو "اے مرحبا خوب بیادم آوردی" کہہ کے اس نے بھوکے گدھے کی طرح حضرت ریشائیل کی نباتِ حسن پر آزادی کے ساتھ منہ ڈالا۔ اتنے جھٹکے اتنی ٹھمکیاں دیں کہ منہ تکل ہو گیا۔ اور میاں ریشائیل بڈھے کے بل گر پڑے۔

خدا جانے ہمارے دوست فاضل ملیح آبادی نے کس مصلحت سے آج کل داڑھی کے مسئلے پر قلم فرسائی کرنی شروع کر دی۔ لے حضرت یہ زمانہ ایسے طولانی فتنوں کے چھیڑنے کا نہیں۔ آپ نے یہ خیال فرمایا کہ ان دو چار باتوں کی وجہ سے مسلمانوں میں سر پھٹے قال و قیل ہوتی رہتی ہے ہر داڑھی والے کو جب کوئی داڑھی منڈا نظر آتا ہے تو وہ اونگھیاں سنانے لگتا ہے "کافر ہے منکر سنت ہے۔ نجس ہے یہ ہے وہ ہے" لاؤ اس جھگڑے کو ختم کر دو۔ اور انھیں سمجھا دو کہ اتنی سی بات پر جھنجھٹ بڑھانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ داڑھی اسلامی فرائض میں داخل نہیں۔ بس یہ آخری خیال گن کا ٹن بن گیا جس نے آگ پکڑ لی۔ اب ہند جدید کی داڑھی ہے اور داڑھی کے حامی۔ پے در پے مضامین نکل رہے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس جنگ میں داڑھی والا فتح پاتا ہے یا بے داڑھی والا فقط۔

مراسلہ

ادبار اللحیہ

دھوتا ہوں جب میں پینے کو اس گلبدن کے پاؤں
رکھتا ہے ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پاؤں

سنا آپ نے مولانا پنچ! شیعہ کانفرنس کے سرپرچ

قومی کتب خانہ

ارباب علم و فن و نیز طالبان علوم کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے ایک کتبخانہ کا افتتاح کیا ہے اور تقریباً ہر علم و فن کی درسی و غیر درسی ادب، تاریخ و اصول و فقہ و حدیث عربی فارسی و اردو کتابوں کے بھیجنے کا حسب فرمائش انتظام کیا ہے لہذا حضرات مشتاقین علوم و فنون اس جدید کتبخانہ کو جو صرف ملک و مذہب کی خدمت کرنے کے لیے قائم کیا گیا ہے زیادہ سے زیادہ آرڈر دے کے قومی ہمدردی کا ثبوت دیں اور اس کتبخانے کے خالص خدمات کو محل امتحان میں لا کر کھرے کھوٹے کی جانچ کر لیں۔

سید ابو الحسن متصل مکان شمس العلما مولانا السید ابن حسن صاحب قبلہ مجتہد محلہ پاٹا نالہ لکھنؤ

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۲ ۱۴ سنہ ۱۹۳۵ء دعویٰ بقایا مالگزاری

بعدالت جناب اسسٹنٹ کلکٹر صاحب بہادر درجہ اول پرگنہ موضع مقام ۔۔۔

رام سہائے قوم برہمن مدعی

بنام

گھنا رام قوم ٹھاکر وغیرہ (۹) نفر مدعا علیہم

بنام جگنا تھ بالغ خود و سکھلال نابالغ بہ ولایت جگنا تھ مذکور پسران لٹو دتے اقوام ٹھاکر ساکنان و حصہ داران موضع کھریلا محال ٹانک پرگنہ مسکرا و جگنا تھ گھور ولد بہوری ۔۔۔ قوم ۔۔۔ ساکن موضع چندولی تحصیل راٹھ ۔۔۔ موضع کھریلا محال ٹانک پرگنہ مسکرا تحصیل ہمیر پور ۔۔۔ مدعا علیہم واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے اسم ایک نالش بابت بقایا مالگزاری وغیرہ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۴ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۵ء بوقت ۱۰ بجے بمقام ہمیر پور اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے بخوبی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعوے کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو حاضر کرو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویز پر جن پر تم بتائید اپنے جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔ اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور منفصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۰ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۵ء جاری کیا گیا

مہر عدالت دستخط حاکم بخط انگریزی

مطالبات کا ایک ٹوکرا مثل اوجھے کے احسان کے لادا گیا تھا وہ ٹھیک اسی طرح اتر گیا جس طرح الف لیلہ والے حجام کے پانچویں بھائی بوجھ کی تجارت خود بخود گاؤ گھپ ہو گئی تھی۔

روایت ہے کہ جب اس شخص کو اپنے باپ کے ترکے سے سو روپیہ کا حصہ ملا تو اس نے شیشے کے برتن خرید لیے انھیں ایک ٹوکرے میں رکھ کے سیڑھی پر ایک دیوار کا تکیہ لگا کے بیٹھا آپ جانیے ارمانوں اور آرزوؤں سے تو کوئی دل خالی نہیں۔ تھا کھسنے آنے تو آنکھیں بند کر کے اپنے مستقبل کے بارے میں خیالی پلاؤ پکانے لگا۔

"بھلا یہ شیشے کے برتن دو سو کو تو بک ہی جائیں گے پھر ان دو سو کے چار سو بناؤں گا چار کے آٹھ اور آٹھ کے سولہ۔ ہوتے ہوتے سونے کی دیواریں کھڑی کر لوں گا۔ جب مال سے جیبیں بھری ہوں گی تو کمی کس بات کی رہے گی گھوڑے ہوں گے ان پر مغرق بھواہر زرین کسوں گا سیکڑوں غلام زریں کمر دست ادب بستہ میری اردلی میں ہوں گے۔ جدھر سے سواری نکلے گی ہٹو بچو کی صدا بلند ہو گی۔ شہر کی کوئی نامی گانے والی ایسی نہ ہوگی جو میرے سامنے مجرا نہ کرے۔ وزیر زادی سے منگنی کروں گا۔ لاکھ اشرفی پر بھی اس کا مہر بندھے گا تو کیا پروا۔ اپنی مرضی سے وہ اپنی نورِ نظر کی شادی نہ کرے گا تو زبردستی گھر میں گھس کے اور مجلس نکاح ختم کر کے پکڑ لاؤں گا۔ کوئی بگاڑ ہی کیا سکتا ہے۔ پھر میں اس کے لیے اور اپنے لیے شاہانہ پوشاکیں بنواؤں گا کنیزوں کو حکم دوں گا کہ وہ اپنی مالک کی خدمت کریں۔ وزیر صاحب جب یہ دیکھیں گے داماد ایسا اتم زادہ ملا ہے خواہ مخواہ جھکیں گے۔ ابھی تمام سسرال والوں کو انعامات کے مارے بوکھلا دوں گا۔

جب گھر میں جاؤں گا تو عطر کے چھڑکاؤ کرواؤں گا۔ مسند پر تن کے بیٹھوں گا۔ جکڑ کر نہ کروں گا تمکنت و عظمت میری بلائیں لے گی۔ سطوت و صولت میرے گرد پھرے گی۔ بس میں حکم دوں گا کہ لاؤ اس

گسیاں توری آس

بی عافیت جان "ارے ہاں گسیاں توری آس۔ پڑ گئی ہاپی کے پالے۔ گسیاں توری آس"
اٹلی "کیا بکتی ہے؟"
انگلستان "دنس ہوں۔ گائے جاؤ۔ اور انتظار کرو"

تازہ کنیز کو جب وہ اپنی ماں کے ساتھ حاضر ہوگی تو روٹھ جاؤں گا۔ وہ ادھر آئے گی تو میں اُدھر منھ پھیر لوں گا۔ آخر میری ساس ہاتھ جوڑ کے منت کرے گی کہ اس لونڈی سے کیا قصور ہوا جو تم منھ سے نہیں بولتے دیکھو بیچاری کتنی دیر سے ہاتھ جوڑے کھڑی ہے۔ میں منھ بنا کے غلاموں سے کہوں گا اس کو پانچ سو اشرفیاں انعام دو۔

بعد ازاں کنیزوں کو حکم دوں گا کہ کمرہ آراستہ کرو۔ اور اس کنیز تازہ کو عطر میں نہلا کے لاؤ اس کے پسینے میں بو آتی ہے۔ کنیزیں فوراً تعمیل کریں گی چھپر کھٹ پر لیٹ جاؤں گا عطر میں نہا کے جب دلھن بی بی چھم چھم کرتی پلنگ کے قریب آئیں گی تو میں کروٹ بدل لوں گا۔ پھر ساس آکے منت سماجت کرے گی۔ لللہ لونڈی کا قصور معاف کرو۔ میں سوتا کھینچ جاؤں گا۔ وہ ہاتھ چومے گی پاؤں پکڑے گی سر سہلائے گی۔ بلائیں لے گی۔ مگر میں خودداری کو ہاتھ سے نہ دوں گا۔ آخر وہ ہاتھ میں جام بلورین لے کے بڑھیگی میں تیکھی چتون سے دیکھوں گا دلھن لشو سے بہاتی جام میرے لبوں سے لگائے گی۔ بس ایک دولتی ایسی رسید کروں گا کہ قلابازی کھا جائے گی۔

راوی کہتا ہے کہ شادی بیاہ تو واہمہ کی خلاقی سمجھیے گر شیشے کے سوداگر صاحب نے لات بے شک ماری اور وہ سیدھی ٹوکرے میں لگی جھن جھن جھناناں۔ ایک برتن بھی ثابت نہ بچا۔

آنکھ کھل گئی۔ فریاد۔ واویلاہ۔ وامصیبتاہ۔ حکایت طویل ہے اور ہمارے مضمون سے بالکل مربوط۔ دعوم گجر سے مطالبات کے قارورہ ہائے حباب آسا تقدس کے ٹوکرے میں سجے سجائے معرض نمائش میں تھے اور کانفرنس کے خیرخواہ خریداری پر آمادہ۔ دفعۃً جھن جھن جھناناں

صلائے شد بلاشد

تقدس ”ہمیں شریک طعام کرنا چاہتے ہو تو ذری سی پھنگی ناک کی کٹوا لو“

کی صدا کانوں میں آئی ”ہائیں بھئی یہ کیا ہوا ؟“

”جی! شاندار روانیسی!“

”یعنی ؟“

”یعنی یہ کہ تم ہمارا کلمہ پڑھ کے مسلمان بھی ہوگئے تو ہم کو پروا نہیں نہ ہم شریک ہوں گے نہ ہمارا کوئی مطالبہ ہے“

”کیوں بخیر باشد“

”کچھ نہیں صاحب! ہماری توہین کی جارہی ہے۔ کارٹون چھپتے ہیں مضمون نکلتے ہیں“۔

”تو خداوند ہم خاکساروں کا اس میں قصور ہی کیا ہے۔ کارٹون اور مضمون جس کا غذ اخبار میں نکلتے ہیں وہ کوئی مذہبی پرچہ نہیں۔ نہ کانفرنس کو اس سے کوئی علاقہ۔ ہم ساری دنیا کے ذمہ دار نہیں۔ دوسرے قصور معاف جب تک تصویر صاحب صورت سے مشابہ نہ ہو اس وقت تک کوئی کیونکر کہسکتا ہے کہ یہ فلاں شخص کی تصویر ہے۔ مضمون لکھنے والے نے ریاکار بے عمل۔ کاذب۔ دین کا جال بچھا کے سادہ لوحوں کو پھانسنے والوں کے واقعات بیان کیے ہیں۔ بھلا جو اچھے ہیں انھیں دل میں کڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟“

”یہ کچھ نہیں۔ بس جو کہدیا وہ کہدیا۔ نہیں صاحب ہم ہرگز راضی نہیں کہ ہمارے افعال پر نکتہ چینی ہو۔ سب تو سب لوگوں نے بعض حضرات علما کے بواسطہ یا بلاواسطہ سنے سنائے زبانی اظہارات کو بڑی اہمیت سے پیش کر کے یہ دکھلایا ہے کہ یہ مطالبات تمام جماعت علما کی جانب سے نہیں؟۔“

”تو حضور اس میں ہم غلاموں کو دخل ہی کیا ہے۔ ہم تو جیسے آپ کے غلام ویسے ان کے۔ ہم جاہلوں کے نزدیک عمامہ ہی قبلۂ ہر شیخ و شاب ہے۔ اور وہ ان بزرگوار کے سر پر بھی ہے۔ اگر عمامہ سر سے دور کر کے ہم لوگ نظر ڈالیں تو خدا نہ بہت کم مقدس کھوپڑیاں نورانی نظر آئیں گی۔ بہرحال

آپ بھی آقا وہ بھی آقا۔ ہماری مجال نہیں کسی کے خلاف منھ سے بھاپ بھی نکالیں۔ اور بقول میر ؎

تم بھی تو میر صاحب و قبلہ فقیر ہو

ے اب ہم کس کو جھوٹا کہیں کس کو سچا جانیں۔ سرکار نے جو مطالبات فرمائے ابھی تک ہم نے ان کے بارے میں یہ بھی پوچھنے کی جرأت نہیں کی کہ یہ کیوں پیش کیے گئے "۔

"۔۔۔ کیا کہا؟ اجی پیش تو اس لیے کیے گئے کہ ایک دفعہ پھر بعض افراد کا خبث باطنیت ظاہر ہو جائے "۔

"۔۔۔ بس اتنی سی بات؟ خداوند! خبث تو جبلی اور فطری ہے اگر وہ دوبارہ پھر ظاہر ہو گیا تو حضور نے بیکار زحمت فرمائی ۔۔۔ ہم کو تو حضور کے "طیب" سے مطلب ہے کسی خبیث سے نہیں۔ خدا کرے وہ ہمیشہ ظاہر ہوتا رہے۔

گستاخ ملعون افراد اگر عمر خیام کی یہ رباعی پڑھیں تو اس کا جواب کیا ہوگا؟ ؎

شیخے بزنِ فاحشہ گفتا مستی
ہر لحظہ بدامِ دیگرے پیوستی
گفتا شیخا ہر آنچہ گوئی ہستم
تو نیز چنانکہ می نمائی ہستی؟

اور سرِ دست دیکھیے ہم تو اس وقت بھی حضور ہی کے دامن ہدایت سے وابستہ رہے جبکہ ۳۰ جون ۱۹۳۵ء کے انجمن یادگار علما کے جلسے نے ایک طوفان بے تمیزی اُٹھایا تھا۔ ہم نے ہمیشہ لوگوں سے یہی کہا چپ ہو خطائے بزرگاں گرفتن خطا است۔ تم مقلد ہو بس ایک مرتبہ اپنے مجتہد کو سچا سمجھنے کے بعد پھر وہ جتنے جھوٹ بولے وہ سب کیسی ہی صحیح سے سچ ہیں۔ ہر فعل جو مجتہد سے صادر ہو خواہ اپنی ناقص اولاد کو مجتہد مطلق کی مسند پر بٹھا دینے کے متعلق ہو حق ہے آج اسی کا نتیجہ ہے کہ تمام کانفرنس نے سرِ اتقیا جھکا دیا۔ اسیطرح نجف پر گولہ باری کے متعلق اقرار و انکار یعنی انکار بعد الاقرار الصریح وغیرہ حضور واللہ ؎

ہو گئی ہے غیر کی شیریں بیانی کارگر
عشق کا ان کو گمان ہم بے زبانوں پر نہیں

"۔۔۔ حکیم

السلام ان اتبعتم الھدےٰ "

راقم

ادبار العلماء

بعیسلم

مذہب اسکی سند کے اپنا دین ایمان ہو گیا
ہم ہوئے کافر تو وہ کافر مسلمان ہو گیا

REGISTERD No A
LUCKNOW.
OUDHPUNCH
اودھ پنچ
۱۹۳۵
M.D. KHAN ARTIST
DOGAWAN LUCKNOW

اور ایسا جواب دیا کہ چپ کے رہ گئی۔ بس ماں نے اتنا کہا تھا کہ بی بی کھڑکی سے نہ جھانکو۔ واللہ لڑکی تو بھڑ سی کہنے لگی۔ پھر کسی کے باپ کا اجارہ ہے اپنی لوگ پرنالے کے سوراخ سے ابا جانی کے ساتھ باتیں کیا کرتی تھیں۔ راتوں رات نکل بھاگیں۔ میرے دشمن پرنالے کی راہ سے آشنائی کا ڈھول ڈالیں میں تو جبھی جو بات کرتی ہوں ڈنکے کی چوٹ کرتی ہوں مجھے کانا پھوسی سے نفرت ہے کھڑکی آخر یہی کس غرض سے ہے ہمارا جب جی چاہے گا جھانکیں گے۔ اماں جان اپنا سا منہ لے کے رہ گئیں ماشاء اللہ غیرت داری میں آج اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ ایک دفعہ باپ نے سویرے ٹھنڈے پانی سے منہ دھونے کو منع کیا تھا وہ دن اور آج کی گھڑی منہ پر چلو نہیں ڈالا اور صاحب وضعداری تو اس لڑکی پر ختم ہے خدا رکھے اب اٹھارھواں سال ہے دو برس کے سن سے محلے والوں کا کھلونا ہیں ماں باپ نے بہتیرا چاہا کہ اب پردہ کریں مگر صاحب وہ جس طرح ہر گھر میں انا کے ساتھ جاتی تھیں آج تک جاتی ہیں۔ اور بات کی پابندی تو واللہ اس قدر ہے کہ ساہوکار مہاجن کے بھی کان کاٹے۔ آتو جی نے چھٹ پنے میں کہا تھا کہ بیگم ناز پڑھ لو خدا جانے اس وقت کس کھیل میں مصروف تھیں منہ سے نکل گیا "ہم تو نہیں پڑھتے" اری جب لڑکی نے جو کہا تھا وہی کیا آج تک بات نباہ رہی ہے۔ قبلے کی طرف جھکتے کسی نے نہیں دیکھا۔ حضرت ایسی بات کی دھنی قول کی پکی لڑکی شہر بھر میں چراغ لے کے ڈھونڈیے گا تو نہ ملے گی۔ پہلے جس گھر میں شادی ہوئی تھی وہ لوگ کمبخت جاہل گنوار کے لٹھ ایسی نازک مزاج لڑکیوں کا رکھ رکھاؤ کیا جانیں آخر نہ تبھی رات کو بارہ بجے گھر سے نکل کے میکے چلی آئیں بہادری دیکھیے کہ کسی کو ساتھ نہیں لیا۔ اور طبیعت داری کا لوہا تو آج شہر کے تمام شاعر مانتے ہیں سب کا قافیہ تنگ ہے۔ کہتے ہیں ایسے عاشقانہ شعر تو حافظ جی ہفت پشت نہیں کہہ سکتی۔ نرم دلی کا اس لڑکی پر خاتمہ ہے واللہ میں تو قائل ہوں میرے لڑکے نے ایک دن ڈھیلا جو مارا تو صاحبزادی کی آنکھ پھوٹ گئی

میں نے خوشامد کی کہ بیگم تم امیر آدمی ہو تمہارے ماں باپ ہیں زندہ نہ چھوڑیں گے خدا کے لیے یہ نہ کہنا کہ کس نے ڈھیلا مارا۔ صاحب اس لڑکی نے یہی کیا ابھی تک کانے ہونے کا سبب کسی کو نہیں معلوم میں جانتا ہوں یا وہ۔

غرض اس ہجو ملیح میں ایک کافی عاشق مزاج چلبلی دولہن کے ناز بے پردہ گھنونی منہ پھٹ آوارہ جواری بے شرم کٹر دراز لڑکی کا حال کھلنے کے ساتھ ہی والدہ محترمہ کا چال چلن اور پدر بزرگوار کی بے غیرتی بھی آشکار ہو گئی۔ ان اوصاف کی قدر دانی بھلا دولہا والے کیا کرتے مشاطہ کے سر ہو رہے "چڑیل ایسی خراب جگہ میرے لڑکے کو پھنسانا چاہتی تھی خدا تجھے غارت کرے خبردار جو اب اس گلی میں قدم رکھا تو پاؤں توڑ دیں گے"

یہاں سے فرصت ہوئی تو ہمارے حضرت دولہن والوں کے یہاں ہانپتے کانپتے لٹھیا ٹیکتے پہونچے۔

"سلام علیکم"

"وعلیکم السلام"

"کہیے جناب مجھے پہچانا؟۔ ارے ہاں آپ کیوں پہچاننے لگے تھے۔ جب انشاء اللہ ہمارے آپ کے عزیز داری ہو جائے گی تو اچھی طرح پہچانیئے گا۔ رجب کی تیرھویں نزدیک ہے۔ اے حضرت ہم تو دولہا والے ہیں لڑ لڑ کے جہیز لیں گے"

گفتگو مہمل سہی۔ مگر سمدھیانے کا تعلق۔ رشتے کی نازکی نے میزبان غریب کو خاطر داری پر مجبور کیا "آئیے تشریف رکھیے۔ پان حاضر ہے۔ ارے بھئی کریم بخش ذری حقہ تیار کرو۔ کہیے اس وقت کیونکر سرفراز کیا؟"

"اجی جناب کیا عرض کروں دھوپ تیز اور بڈھا دم میں نے کہا لاؤ اپنے بھتیجے کی سسرال میں تھوڑی دیر آسودہ ہو لوں تو گھر جاؤں۔ کہیے عقد کی تاریخ تو طے ہو گئی؟ وہی رجب کی تیرھویں! الحمد للہ خدا مبارک کرے۔ دگوری تو فرمانے کے وقت) معاف کیجیے گا میرا داہنا ہاتھ بیکار ہے۔ اس وجہ سے بائیں ہاتھ سے سلام کیا۔ اس لنڈے

ہونے کا راز نہ پوچھیے واللہ جب خیال کرتا ہوں تو صاحبزادے کے غصہ پر ہنسی آتی ہے۔ ہا ہا ہا۔ بچپن بھی کیا چیز ہے۔ آپ پوچھتے ہیں صاحبزادے کون؟ اے حضرت ہم دو بھائیوں میں ایک ہی تو اولاد ہے (آبدیدہ ہو کے) ہمارے نصیب کہاں۔ مگر خیر شکر ہے خدا کا۔ باپ دادا کا نام انہیں صاحبزادے سے قائم رہے گا یہی غنیمت ہے۔ ہاں تو آپ ہاتھ بیکار ہونے کا قصہ دریافت فرماتے تھے خیر سنیے۔ واللہ عجب لڑکا ہے۔ بھلا کہیے تم اسفندیار کے پوتے اور رستم کے نواسے سہی مگر اب تو ایک غریب آدمی کے لڑکے ہو۔ جیسا دیس ویسا بھیس۔ یہ زمانہ وہ ہے کہ پاجی اترائے اور شریف سر جھکائے۔ مانا کہ محلے میں جو چمار رہتا ہے اس کے لڑکے نے ہنسی لگی میں تم کو اٹھا کے دے مارا تو کیا ہوا مگر صاحب تم لوگوں کا بچہ نہ بوڑھا دیکھتا ہے نہ بڑا۔ خدا نہ کرے جو شرافت کی رگ پھڑکے میں نے جو اس کے ساتھ کھیلنے سے روکا غصہ تو تھا ہی ایک لکڑی جو گھما کے مارتے ہیں تو میرا گٹا اکھڑ گیا۔ آج کل پروا ہوا چل رہی ہے درد کی وجہ سے عاجز ہوں سلام کرنا دو بھر ہے۔ پھر بھی میں نے کہا خداوند تیرا شکر ہے بلا سے خاندانی شرافت تو ان صاحبزادے کی بدولت باقی رہ جائے گی۔ مال متال گھر بار تو غدر میں لٹ پٹ گیا جو کچھ بچا کھچا رہا سہا میسر ہے اسی میں اپنے بچے کا عیش و آرام دیکھ لیں گے۔ جب تک ہم زندہ ہیں اس وقت تک صاحبزادے کو کسی بات کی کمی نہ ہو گی۔ بھیک مانگیں گے مگر ان کا من پورا کریں گے۔ اے ہاں ان کی فیاضی کے واسطے تو قارون کا خزانہ بھی کافی نہیں ہے ابھی کل کا ذکر ہے ان کے ایک کابلی دوست کو دو چار روپیہ کی ضرورت تھی اپنی ماں کے پاس گئے ان سے کہا بالیاں اتار دو انھوں نے کہا بیٹا کیا کرو گے آپ جانیے دو کوڑی کی ڈھلیا جولاہا تو ہے نہیں تاؤ آ گیا سرد تالے سے ناک کی چھالیا کتر دی وہ تو کہیے خیر ہوئی لوگ دوڑ پڑے بالیاں اتروا دیں ورنہ خاندانی فیاضی میں بٹا لگتا صاحب وہ سخی ابن سخی ہے باپ نے جوانی میں کیا کچھ نہیں کیا جب بی گوہر جان (لڑکے کی ماں) کو گھر سے

دن دہاڑے بھگا کے لائے تو اس خوشی میں جلسہ کیا ہمیں گاؤں پنچ ڈالے ایسی دھوم سے ہم نے تو آنا ہیں آیا کوئی جلسہ نہیں دیکھا۔ بزرگوں نے دیکھا ہو تو دیکھا ہو سخاوت ہمارے خاندان کی گھٹی میں پڑی ہے۔ آپ کے محلے میں یہ جو شیخ جی رہتے ہیں بھلا سا نام ہے اجی یہی شیخ بدلو بز قصاب ان سے بلا کے پوچھیے دادا جان ڈھاکے کے جنگل میں ڈاکا مار کے جو موتیوں کی جوڑی لائے تھے وہ صاحبزادے کی بیماری میں بیچ کے صرف کر دی کچھ آتشک کا خلل تھا اسی میں سوزاک ہوا سوزاک سے جریان جریان سے کمزوری ہزاروں لٹا گئے دوائیں کھلائیں روپیہ پانی کی طرح بہا دیا وہ شفا ہونا نہ ہوتا تو خدا کے اختیار ہے باقی اپنی والی تو سب کر گزرے۔ ہم نہ کرتے تو کیا کوئی غیر دوا درمن دور مان کرتا۔ اے صاحب یوں سمجھیے کہ یہ ایک ہی لڑکا خاندان کا چراغ ہے۔ ہم تو سارے خاندان کی کمائی آپ کے سپرد کر رہے ہیں۔ (آنسو گرا کے) بھائی صاحب میں لڑکے کے والا ہو کے آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں اس کی خاطرداری سے کبھی نہ چوکیے گا اس کے چاند والقیم کا آنکا تاکا کیے رہیے گا ورنہ میرے بچے کو تکلیف ہوئی تو واللہ روح بے چین ہو جائے گی۔ اس کا میں ذمہ لیتا ہوں کہ وہ آپ کی اطاعت سے باہر نہ ہوگا۔ ایک روز اپنی رنڈی کے گھر رہے گا اور ایک روز آپ کے گھر میں۔ وہ تو اب چھوٹ نہیں سکتی۔ اس کے کارن دنگا ہوا فساد ہوا دو برس کی قید کاٹی ہم لوگ اپنی زبان کی بہت پابندی کرتے ہیں اتنے پاپڑ بیلنے کے بعد جو آج اسے نکال دیں تو سدھی صاحب دنیا میں تھڑی تھڑی ہو جائے۔ کل آپ ہی کہیے گا کہ واہ بھلا ہم ان سے کیا توقع رکھیں یہی حشر ہماری بچی کا بھی ہوگا۔ اچھا اب تحقیت تصدیع انشاءاللہ بر سر قرص رجب کو ملاقات ہوگی۔ صاحبزادی کو ہماری طرف سے بہت بہت پوچھ دیجیے کہیے گا تمھارے چچا آئے تھے۔ خدا تمھیں خوش و آباد رکھے۔ خالی خولی کیا دعا کہلا بھیجوں اے لیجیے یہ ایک روپیہ سرمایہ سے مٹھائی کھانے کو دے دیجیے۔

لڑکی والے اپنی قسمت کو رو رہے تھے کیسا روپیہ کیسی مٹھائی۔ بارے منگنی بگاڑ صاحب نے پگڑی سنبھالی اور گھر کی راہ لی۔ فریقین میں جوتا چل گیا۔

مولانا پنچ! یہ تو تھے منگنی بگاڑ۔ مدت ہوئی کہ اپنی دل لگی سا لقدرے کے قبر کی آغوش میں سو رہے عروس قبر کو آج تک کسی نے طلاق نہیں دی۔ لہذا ہمیشہ کے لیے وصل و فصل کا قصہ تشریف لے گیا مگر اب ہم چند "سبھا بگاڑ" کا تذکرہ چھیڑتے ہیں۔ ایک سبھا یا مجمع کا درہم برہم کرنا منگنی چھڑوانے کی بہ نسبت بہت مشکل ہے۔ ایک حیثیت سے "سبھا بگاڑ" ہونے کی صفت کم و بیش ہر فرقے کے افراد میں مثلاً مجلس خلافت ہند کے سبھا بگاڑ حضرت غازی مصطفےٰ کمال پاشا ہیں۔ انگورا اور قسطنطنیہ میں بیٹھے بیٹھے جو ایک "ہش" کرتے ہیں تو پراغ گل گڑی غائب ضلع اور صوبے کی اکثر "سبھائیں" (کمیٹیاں) اڑنچھو۔ مرکزی کمیٹی بدل ماتحلل (جو کچھ ہضم ہو چکا اس کا قائم مقام) سے محروم۔ صدر نشین صاحب فرما رہے ہیں ؎

دستے کہ مرا سے طرب در سر لود
یکسر سخنم ز بادہ و دلبر بود
امروز کز اں حال ہمی اندیشم
گوئی کہ بجائے من کسے دیگر بود

کونسلوں کے سبھا بگاڑ سوراجی ممبر ہیں کبھی اڑ گئے کہ وزیروں کی تنخواہ موقوف کبھی ٹھان لی کہ بجٹ نامنظور کبھی یہ قانون مسترد کبھی وہ مسرکرنا مقبول۔ گورنر صاحب چیختے پھرتے ہیں ؎

ہر نالہ بدل رسیدنی می خواہد
ہر آہ بجان خلیدنی می خواہد
بے رحم بسوئے من نگاہے بضرور
درد دل من شنیدنی می خواہد

وہ تو اللہ رکھے سر ٹیگلکشن کو اس نے آبرو رکھ لی ورنہ ساری سبھا میں بھیروں ناچتا۔

کانگریس میں ہندو مسلم اتحاد کے "سبھا بگاڑ" جناب مالوی صاحب ہیں جن کی زبان حال نغمہ سرا ہے ؎

نے رخصت ہوا آتش من می سوزد
نے خانہ ام از چراغ من افروزد
کارم ہمہ در پنجہ خورشید سیاست
جیبم چو سحری درد و می دوزد

ہمارے مہاتما گاندھی جواب دیتے ہیں ؎

گاہ از تقصیر بندگی می ترسم
گاہ از غم سر فگندگی می ترسم
اہل دہ ماں ز مرگ ترسند ہمہ
ایں طرفہ کہ من ز زندگی می ترسم

حسرت موہانی چلاتے ہیں ؎

تا چند پے خیال بیہودہ شوم
واز دست ہوائے حرص فرسودہ شوم
از زندگی چنیں ملولم بسیار
کو مرگ کہ تا بحشر آسودہ شوم

شیعہ کانفرنس کے "سبھا بگاڑ" چند مولوی صاحب ہیں جن کو بعض عرفی و غیر شرعی آداب کے نہ ہونے سے خواہ مخواہ کیر پیدا ہوئی صیغۂ نکاح پڑھتے پڑھتے الطلاق الطلاق کی صدا لگانے پر آمادہ ہو گئے۔ شاملہ کمیٹی کے جھونسلے تو ڈالے۔ شہر میں شیعہ کی اندھا دھند کارروائیوں سے ہل چل مچی ملامت کے ووٹ پاس ہوئے انھوں نے بازار کی گالی اپنے سر اوڑھی اور منگنی بگاڑ کی طرح صاحبزادی (کانفرنس) کے چلن اکھٹنے پر آستینیں چڑھائیں۔ اب جو بمبئی میں شادی رچی اور علی الرغم رچی دوسرے مولویوں نے حق کا ساتھ دیا تو کہتے ہیں ؎

افسوس کہ گشت عمر بیہودہ تلف
دنیا بلعب گزشت و دین رفت ز کف
رنجیدہ خدا و خلق راضی نہ شدہ
ضائع کردم پارۂ آب و علف

خیر یہ تو ازل سے ہوتی آئی ہے۔ سبھا بگاڑوں سے دنیا کبھی خالی نہ تھی خصوصاً ہمارا ہندوستان تو صدیوں سے سبھا بگاڑوں پر جیتا ہے۔ مہابھارت جنگ کو محمود غزنوی کے حملے۔ غوری خلجی لودی بابری خاندان سب اہل جنگ کی نذر ہو گئے۔

جلد ۱۳ نمبر ۳۴

مضامین غیر

(مورخہ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

مولانا الپنچ۔ قبلہ نہ بندہ وتقاس کا کوئی عیاط ہے نہ جوہری محلے کا دلال۔ نہ شاعر نہ کہ اضطراری طور پر طبیعت میں ایک بھرطراہٹ پیدا ہوئی اور اسی کا نتیجہ یہ خامہ فرسائی ہے۔ اگر مرضی اقدس میں آئے تو چھاپ لیجیے۔ ورنہ داخل دفتر۔ یہ دھونس تو دوسروں کے واسطے مخصوص ہے کہ "ہمارے مضمون کی اشاعت لازمی ہوگی"

راقم:۔ راقم

عمل احکام قرآں پر جو دل سے آج ہم کرتے
نہ اپنی قوم کا سب مل کے شیرازہ بہم کرتے؟

حدود مذہبی سے گر نہ رکھتے ہم قدم باہر
نہ اپنی آبرو کھوتے نہ عزت اپنی کم کرتے

حسد کرتے اگر ناحق نہ اپنوں کی ترقی پر
نہ کیوں اپنے دلوں کو مفت ہی رنج و غم کرتے

دلوں میں گر ہمارے کچھ بھی پاس قومیت ہوتا
تو ہرگز مجلس ملی کی شرکت سے نہ رم کرتے

اگر افعال بد کا اپنے خود ہم جائزہ لیتے
برائی سے نہ ہرگز دوسروں کو متہم کرتے

سمجھتے ہم اگر انساں ہے پتلا سہو و نسیاں کا
ستم جن پر روا رکھتے ہیں کچھ ان پر کرم کرتے

قلوب پاک یاراں پہ نہ گر مہریں لگی ہوتیں
تو وہ شرم و ندامت سے سروں کو اپنے خم کرتے

ذرا پوچھے تو اتنا کوئی قومی سورماؤں سے
کہ شرم آتی ہے تم کو تیغ اپنوں پر علم کرتے!

سمجھتے ہی نہیں اس پھوٹ کا انجام کیا ہوگا
جو ہم کہتے ہیں یوں ہی تو قومی کام کیا ہوگا

خدارا کچھ تو یہ جبر و تشدد اپنا کم کر دو
جسے دوزخ بنایا ہے اُسے رشک ارم کر دو

تم اپنی ہی بھلائی خود دوسروں کی آبرو سمجھو
یہ تم سے کون کہتا ہے کہ عزت اپنی کم کر دو

حفاظت کے لیے مذہب کی لازم گو سیاست ہے
مگر تم عدل تو اللہ اسکے ساتھ ضم کر دو

علاج اب بھی نہیں کرتے اگر بیمار قومی کا
تو بہتر ہے یہی بستر پہ چلکر اس پہ دم کر دو

صلا میں قوم کو دیتے ہو تم اپنی پرستش کی
یہ لازم ہے خدا کے گھر کو تم بیت الصنم کر دو

جو تم ہی ہو منصف تمھیں پھر اسکے کیا معنی
جسے چاہو اسے کافر بنا کر متہم کر دو

تمھارا بس جو ہو قومی اداروں اور مدرسوں کو
لگا دو آگ سب کو اور سب کو تو پامال کر دو

تمردنے بہت ہی پیچ اب تو سر اٹھایا ہے
اٹھاؤ لٹھ قلم کا اور گردن اسکی قلم کر دو

دگر نہ قوم کا بچنا ہے مشکل ان بلاؤں سے
خدا محفوظ رکھے سب کو ان زہری اژدہوں سے

زہر عشا:۔ جناب راقم! آپ تو نصیحت نامہ لے بیٹھے نصیحت کو حضرت ناصح اپنا مخصوص پیشہ و روزگار خیال کرتے ہیں تو یہ فرمایا ان تو بہ فرمایاں چرا خود تو بہ کمتر می کنند و ناصحان عمل بہ نصیحت۔ (ایڈیٹر)

غزل

(از محمد مخدوم علی صاحب سہروردی تاب وکیل ہائیکورٹ گلبرگہ شریف دکن)

"دیکھیے مخدومی تاب صاحب پھر اپنے سیر حاصل افادات سے دنیا کو بہرور فرماتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے شاعر بہت مشکل سے ملتے ہیں۔ شعر کہے تو پورا کہے۔ بہرحال ہم تابع فرمان ہیں۔ نقل مطابق اصل ہے" (ایڈیٹر)

جو ہیں جاہل ہمیشہ دیکھیے جاہل سے ملتے ہیں
جو ہیں عاقل ہمیشہ دیکھیے عاقل سے ملتے ہیں

مبالغ آجکل یار و بڑی مشکل سے ملتے ہیں
کہ جنکے پاس ہیں سب اُلٹے سیدھے دل سے ملتے ہیں

بتانِ سنگ دل ہیں "کل شی یرجع" کی فرع
دلوں کو انکے دیکھو پتھروں کی سل سے ملتے ہیں

بناؤ دل کو رہبر یا کرو رہبر کوئی پیدا
پتے منزل کے کیونکہ رہبر و منزل سے ملتے ہیں

نہ خلوت میں انہی جنکو اپنے دل سے ملتے ہیں
نہ وہ محفل میں جاتے ہیں نہ وہ محفل سے ملتے ہیں

جنھیں جنت میں جانا ہو بلا کھٹکے بلا پرسش
فدا قاتل پہ ہوتے خنجر قاتل سے ملتے ہیں

وہ طاقت مقدر ہوتے ہیں پھر اک دکھایا ہے ذکر
ہزاروں ہیں پرستاری جسکے دو دل سے ملتے ہیں

نہیں استاد کی حاجت نہ حاجت اہل دانش کی
سبق دانش کے اہل کو ہر جاہل سے ملتے ہیں

اُدھر کیا دیکھتے ہو خنجر قاتل کے جوہر کو
ادھر دیکھو وہ سب جوہر تن بسمل سے ملتے ہیں

بتائے فلسفی کیوں جستجوئے راز قدرت ہے؟
فوائد کیا تجھے اس سعی لاحاصل سے ملتے ہیں؟

نہ کامل کے سینے میں ہوا داغ حسد پیدا
سُنا صاحب تاب جا کر اُس نے کامل سے ملتے ہیں

پیش طبیب ملا پیش ملا طبیب
پیش ہیچ ہر دو پیش ہر دو ہیچ

(نمبر ۶)

ٹائپ رائٹر۔ وہ کل جس کے ذریعے سے ٹائپ کے حروف سے لکھتے ہیں۔ باوجود لغت ہونے کے محاورے سے اجنبیت قابل داد ہے۔ لکھنا کیا معنی؟۔ چھاپتے ہیں۔ لکھیے۔

ٹول۔ حاجی صاحب لکھتے ہیں کہ انگریزی لفظ ٹوئل ہے۔ واقعی محقق ہو تو ایسا کہ جب کچھ بولے تو لوگ نہ سمجھیں نہ کسی دوسری لغت سے مطلب حل ہو سکے۔ تمام انگریزی لغتیں موجود ہیں ٹوئل کو شالباف کسی نے نہیں لکھا۔ اگر زیادہ غور کیجیے تو یہ پتا چلتا ہے کہ شاہی زمانے میں سرخ رنگ کے ٹوئل کو ہندوستانی بزاز ٹول کہتے تھے۔ اس سرخ کپڑے کی بناوٹ بالکل حال کے سے ٹوئل کی سی ہوتی تھی۔ رضائی کے استروں اور رکابوں میں پائجامے کی گوٹ میں اس کا مصرف تھا۔ انگرکھے کی نیلی کرتی میں چار انگل چکلی شالباف کی خوبصورت گوٹ اب بھی باعث فرحت ناظرین ہوتی ہے۔ ممکن ہے کسی نور اللغات مسودہ میں بھی ٹول کی گوٹ

قانون ساز جماعت یا بادشاہ بیک وقت نافذ کرے "موقت" محشو ہے۔ اچھا۔ اب بتائیے "ایکٹ" اردو زبان میں کسی محل پر مثلاً قصے ڈرامے سنیما میں تو مستعمل نہیں ہوتا؟ کیا کہنا اس ہمہ گیری کا اک کے سامنے کے معنی سمجھائی نہ دیے۔

اڈیشن۔ خدا اس کی خیر رکھے۔ اڈیشن بفتح اول و اڈیشن بکسر اول دونوں کے معنی جمع کر دیے ہیں۔ تلفظ جدا۔ مادہ جدا۔ معنی جدا۔ لیکن آپ کا اجارہ تو ہے نہیں۔ بی لغت صاحب کیوں لکھیں۔ کوئی "صحت" کے باپ کی نوکر نہیں۔

ایجوکیشنل ڈیپارٹمنٹ۔ غلط۔ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ صحیح۔ اگر گورنمنٹ آف انڈیا کے ڈیپارٹمنٹس کی فہرست دیکھ لی جاتی تو صحیح لفظ معلوم ہو جاتا یہ سمجھنا کہ کیوں ایجوکیشنل غلط اور ایجوکیشن صحیح ہے صاحب لغت کی عقل سے بالاتر ہے۔

ایڈیٹر۔ بی زمزم اللغات کے مبلغ علم میں صرف اخبار کا اڈیٹر ہوتا ہے۔ حالانکہ رسالہ یا کتاب کے طبع کے سرانجام دینے والے کو بھی اڈیٹر کہتے ہیں۔

بلیو بک۔ فرماتی ہیں بی زمزم اللغات صاحبہ کہ "جس میں خاص خاص راز کی باتیں لکھی جاتی ہیں" کا گوری والیاں لال کتاب کی طرح کوئی نیلی کتاب بھی رکھتی ہوں اور اس میں مخصوص راز کی باتیں درج کرتی ہوں اس کا ہمیں علم نہیں۔ مطلب صرف اتنا ہے کہ برٹش گورنمنٹ کی سرکاری رپورٹوں پر نیلا ورق ہوتا ہے لہذا ان کا نام نیلی کتاب پڑ گیا۔ اس کے علاوہ جو کچھ لکھا ہے وہ غلط ہے۔

اسپائی گلاس۔ اول تو یہ لفظ اردو روزمرہ میں قطعاً داخل نہیں۔ بجز لغت کا حجم بڑھانے کے اور کوئی فائدہ نہیں۔ دوسرے معنے بیان کیے گئے ہیں کہ دوربین کے مثل ایک آلہ ہوتا ہے۔ یہ مثل کیا معنی؟ اسپائی گلاس چھوٹے قد کی دوربین ہوتی ہے۔

اسپشل ٹرین۔ معنی تحریر کیے ہیں "وہ ٹرین کسی شخص کے واسطے مخصوص ہو اور اس میں عام مسافر سوار نہ ہوں"۔ بی زمزم اللغات نے کسی کی زبانی گورنر کو سنا ہوگا کہ اسپشل ٹرین پر سفر کرتے ہیں۔ بس نے دوڑیں۔ حالانکہ اسپشل ٹرین کے لفظی معنی ہیں خاص ٹرین یعنی وہ ٹرین جو مقررہ روزانہ ٹرینوں کے علاوہ روانہ ہو۔ خواہ وہ کسی خاص شخص کے لیے ہو۔ یا عام مسافروں کے لیے۔ اکثر میلوں ٹھیلوں کے موقعے پر ایسی گاڑیاں روانہ ہوتی ہیں۔ شادی بیاہ کے موقع پر امرا اسپشل ٹرین کا انتظام کراتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

نوٹس نسبت اسے وجہ کے (عام طور پر)

بعدالت منصفی دوم مقام بلند شہر ضلع بلند شہر
مقدمہ دیوانی نمبر ۲۰۹ بابت ۱۹۳۲ء
متفرقہ نمبر ۳۶ بابت ۱۹۳۵ء
چھلن لال پسر منشی جگل کشور قوم ویش اگروال ساکن قصبہ سکندرآباد ضلع بلند شہر مدعی سائل

بنام

کلو ولد نیادری قوم خاکروب ساکن قصبہ سکندرآباد ضلع بلند شہر حال فیروزپور چھاؤنی ریلوے ہسپتال ... کوٹھی نمبر ۲۳ ... صاحب ... ولد سبھا قوم خاکروب ساکن قصبہ سکندرآباد حال ملازم کوئٹہ بلوچستان ... ہرنار روڈ ... سبرن بالغ ... نابالغان ورثان سبھا اصل مدیون متوفی نابالغان مذکور بولایت مسماۃ سرسالی والدہ خود اقوام خاکروب ساکنان قصبہ سکندرآباد ضلع بلند شہر

چونکہ سائل نے درخواست اس عدالت میں گزرانی ہے کہ مسمی سبھا اصل مدیون فوت ہو گیا ہے اور فریق ثانیان ... پسران ... سبھا متوفی کے ہیں اور فریق ثانی ... نابالغ ہیں اور انکی ولیہ مسماۃ سرسالی والدہ خود ہے لہذا انکو اطلاع دی جاتی ہے کہ بذات خاص یا معرفت کسی وکیل کے جو حالات مقدمہ سے بخوبی واقف ہو بتاریخ ۲۲ ماہ اکتوبر ۱۹۳۵ء بوقت ۱۰ بجے قبل دوپہر اس عدالت میں حاضر ہو کر درخواست کے خلاف وجہ ظاہر کریں اگر ایسا نہ کیا گیا تو درخواست مذکورہ انکی غیر حاضری میں یکطرفہ سماعت ہوگی اور یہ قیاس کیا جائیگا کہ آپ اس مقدمہ میں ولی مقرر کیے جانے پر رضامند ہیں۔ آج تاریخ ۵ ماہ ستمبر ۱۹۳۵ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت

دستخط حاکم بخط انگریزی

مراسلہ

نہ محقق بود نہ دانشمند
چار پایے برو کتابے چند

ایران بنام شیعہ کانفرنس

(لاحق بسابق)

جو نم کانفرنس۔ تم نے اپنے محبت نامے کی تمہید میں قسمہ پا کا قصہ لکھا تھا میں تمھیں الف لیلہ کا ایک اور قصہ یاد دلاتا ہوں جو "سوتے جاگتے ابوالحسن" کے نام سے مشہور ہے۔ اس ابوالحسن کو ایک روز کے واسطے خلیفہ ہارون رشید نے اپنی سلطنت مستعار دی تھی۔ خلیفہ اسے دارو بیہوشی پلا کے خوابگاہ شاہی میں لے آیا تھا۔ یہاں میں پورا قصہ بیان نہ کروں گا اس لیے کہ دنیا میں کون سا مہذب ہے جس نے کتاب الف لیلہ نہیں دیکھی اور وہ کون عقلمند ہے جس نے اسے افسانہ سمجھ کے قابل غور و تامل نہیں قرار دیا۔

ایک دن کی سلطنت پا کے ابوالحسن کے دماغ کا بگڑنا۔ پھر خلل دماغ کی وجہ سے اپنی ذات کو مالک خلافت خیال کرنا۔ اپنی ماں پر ہاتھ اٹھانا قید ہونا۔ اور دوبارہ بیداری میں ویسا ہی خواب دیکھ کے اودھم مچانا۔ ان تمام امور میں رموز ہیں۔ اور علم النفس کے اعتبار سے یہ امور غلط نہیں۔ بہرحال تمھیں یقین رکھنا چاہیے کہ تمھارے مقابلے میں بعض الف لیلائی ابوالحسن نما ملاؤں نے خلافت پا جانے کا بچشم بیداری بیلا خواب دیکھا ہے۔ ان میں سے کئی حضرات کہتے تھے کہ غلط ہے یا رو ہم ہرگز خلیفہ نہیں۔ مگر تم نے خود ہی انھیں باور کرایا کہ نہیں حضور آپ ضرور رہا ہے باعصمت خلیفہ ہیں۔ واللہ ہم تو حضور کے غلام ہیں۔ غلام ہیں۔ احتلام ہیں۔ خاک پا ہیں۔ غبار دامن ہیں۔ نعل کفش ہیں۔

خدا نہ کرے کہ مجھ سے کسی کے پیچھے پڑ جانا پڑے

عقل چرغ کر دیتے ہیں اچھا بھلا آدمی دیوانہ ہوجاتا ہے ۔

تمھارے ملک کے بادشاہ نصیر الدین حیدر مرحوم ایک بڈھے سے بہت خوش تھے ۔ آپ جانیے بادشاہ کی توجہ رشک ورقابت کی آگ دوسروں کے دلوں میں بھڑکا دیتی ہے مصاحبوں نے جو دیکھا کہ حضور اس بڈھے کے آگے ہم خدمتگاران قدیم کی جانب نگاہ اٹھا کے نہیں دیکھتے تو جل گئے نواب روشن الدولہ وزیر اعظم نے حکم دیا کہ اب یہ بڈھا دربار میں نہ آنے پائے ۔ بڈھے کی یہ مجال نہ تھی کہ دربار میں گھس آتا چلا آئے غریب اپنے گھر بیٹھ رہا ۔ اتفاقاً ایک روز صبح کے وقت بادشاہ سلامت گومتی کی سیر کر رہے تھے بڈھا بھی "یا قسمت یا نصیب یا بخت" کا وظیفہ پڑھتا دریا پر چلا آیا ۔ نگاہیں چار ہوئیں ۔ بادشاہ نے فرمایا "ارے بڈھے تو تو مر گیا تھا ۔ بڈھے نے عرض کی "خداوندا ابھی حضور کی خدمت کرنی نصیبوں میں لکھی ہے"

بادشاہ نے بڈھے کا ہاتھ پکڑا سیدھے چتر منزل کے دیوان خانے پہونچے ۔ حکم دیا روشن الدولہ کو حاضر کرو ۔ وزیر اعظم صاحب اپنی توند سنبھالتے شملہ ٹھیک کرتے حاضر ہوئے ۔ راہ میں جو ملا اُس سے کہدیا "خبردار تمھیں بڈھا سجھائی نہ دے ورنہ آنکھیں پھوڑ دوں گا" درباری آدمی مطلب سمجھ گئے ۔ اب وزیر نے مجرا کیا ۔ بادشاہ نے فرمایا "کیوں جی وہ بڈھا مر گیا؟" ۔

وزیر "خداوند مدت ہوئی حضور کے حق نمک سے ادا ہو گیا ۔

بادشاہ نے بڈھے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "اور یہ کون بیٹھا ہے وزیر صاحب نے آنکھیں ملیں پلکیں جھپکائیں گردن جھکائی ۔ ماتھے پر ہاتھ کا چھجا (سیب) بنایا "کہاں ظل اللہ ۔ کہاں؟"

بادشاہ "کیا خوب تو اندھا ہو گیا ہے ارے یہ ۔ یہ ۔ یہ اور کہاں"

وزیر "سلطان عالم ۔ حضور کا نمک پھوٹ پھوٹ کے نکلے جو کچھ بھی سجھائی دیتا ہو"

اب سبھی سہا ہونے لگی ۔ ارے بھئی تن تن الدولہ تم دیکھنا ۔ کھماسان الملک تم دیکھنا سارے مر د ہے دیکھو تو یہ بڈھا میرے پاس بیٹھا ہے یا نہیں؟ ۔ مگر وہاں سب کے سب اندھے تھے ۔ آنکھیں جس چیز کو خود نہ دیکھنا چاہیں وہ کیونکر دکھائی دے ۔ چند دقیقوں کے بعد ۔ وزیر نے فوراً مردہ سے کو حکم دیا کہ ملا سرکار طالع کو جلدی لاؤ ۔ ملا صاحب آئے اور انھوں نے آتے ہی بادشاہ کے قد بھر ناڑا ناپا ۔ دعائیں پڑھ پڑھ کے گرہیں لگائیں انگیٹھی سلگا کے رائی نون ۔ لوبان ۔ نیم کی پتی گوگل خاک بلا الم غلم سلگایا اور پڑھ کے عرض کی کہ خدا حضور کو ہر بلا سے محفوظ رکھے یہ جو حضور کو شکل نظر آتی ہے

یہ آسیب ہے ۔ چونکہ حضور ظل اللہ ہیں لہذا سب کچھ دیکھتے ہیں ۔ اور غلام کو بھی اگر پہلے سے معلوم نہ ہوتا تو یہ آسیب سجھائی نہ دیتا ۔

با ایں ہمہ مکرو زور بادشاہ نے یقین نہ کیا اور بڈھے کا ہاتھ پکڑ کے ایک کوٹھری میں بند کر دیا ۔ قفل پر مہر لگائی کنجی اپنی جیب میں رکھی اور فرمایا کہ اگر یہ آسیب ہے تو اس کوٹھری سے جس کا دروازہ صرف ایک ہے نکل جائے گا ۔

فتنۂ پیر کوٹھری میں بند ہوا ۔ جب حضور نے دوپہر کو آرام فرمایا ۔ صدقے چلے اُتر چکے تو چابکدست کاریگروں نے چھت میں موکھا بنا کے بڈھے میاں کو ڈول کی طرح کوٹھری کے کنوئیں سے اُگار لیا ۔ چند اشرفیاں ہتھیلی پر دھریں اور کہدیا اب کبھی تمھاری صورت لکھنؤ میں کسی نے دیکھی تو پھر تمہیں ایسی ہی تدبیروں سے دریا میں خواجہ خضر کے دیئے کے ساتھ سرا دیں گے ۔ سمجھے ۔

جانم کانفرنس دیکھا تم نے یوں دیوانہ بناتے ہیں ۔ بس تمھاری اجتماعی خوشامد نے انگریزوں کے دلوں میں وہ بات راسخ کر دی جس کا وجود خود تمھارے دل میں نہ تھا تو کوئی عجیب بات نہیں ۔ تم نے تو یہی کہا تھا کہ ہم حضور کے کسی حکم سے گردن تابی نہیں کر سکتے ۔ آپ تشریف لائیے ۔ جو کچھ ارشاد ہوگا بسر و چشم قبول کریں گے ۔

کہو ہاں ۔ انکار کی گنجائش نہیں ۔

لہذا تمھیں بجائے خود یقین کر لینا چاہیے کہ رنجش بھی تمھاری قوم میں کھٹکھٹا بنی ۔ بعض تازہ واردان بساط نمود و ترقی نے "مانگیے کیا مانگتے ہیں" کے جواب میں خوب کیا جو ایسی بجبیں لگائیں ایسے پر پھونکے کہ یا تو غلام احتلام ہونے کے دعوے سے تم دست بردار ہو جاؤ ۔ یا در حقیقت قومی کانفرنس اور دوسرے شعبے بن کوڑی بن پیسے کے غلام بن جائیں سہ

کردم نگہے سوئے تو و دل سوخت عنایم

این آتش جانسوز ز خود افروختہ ایم

بدگمانیاں دونوں طرف اپنا عملہ دخلہ کیے ہوئے ہیں بخیال اینجانب تم میں بعض ایسے ہیں جو فی الحقیقت غلطی

بسرپرستی حضور نظام خلد اللہ ملکہ
جاری شدہ ۱۸۳۹ء
ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ لکھنؤ
تار کا پتہ
شاخ
"حنا"
قنوج حیدرآباد دکن
لکھنؤ
دہلی
اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ

اُستاد شاگرد
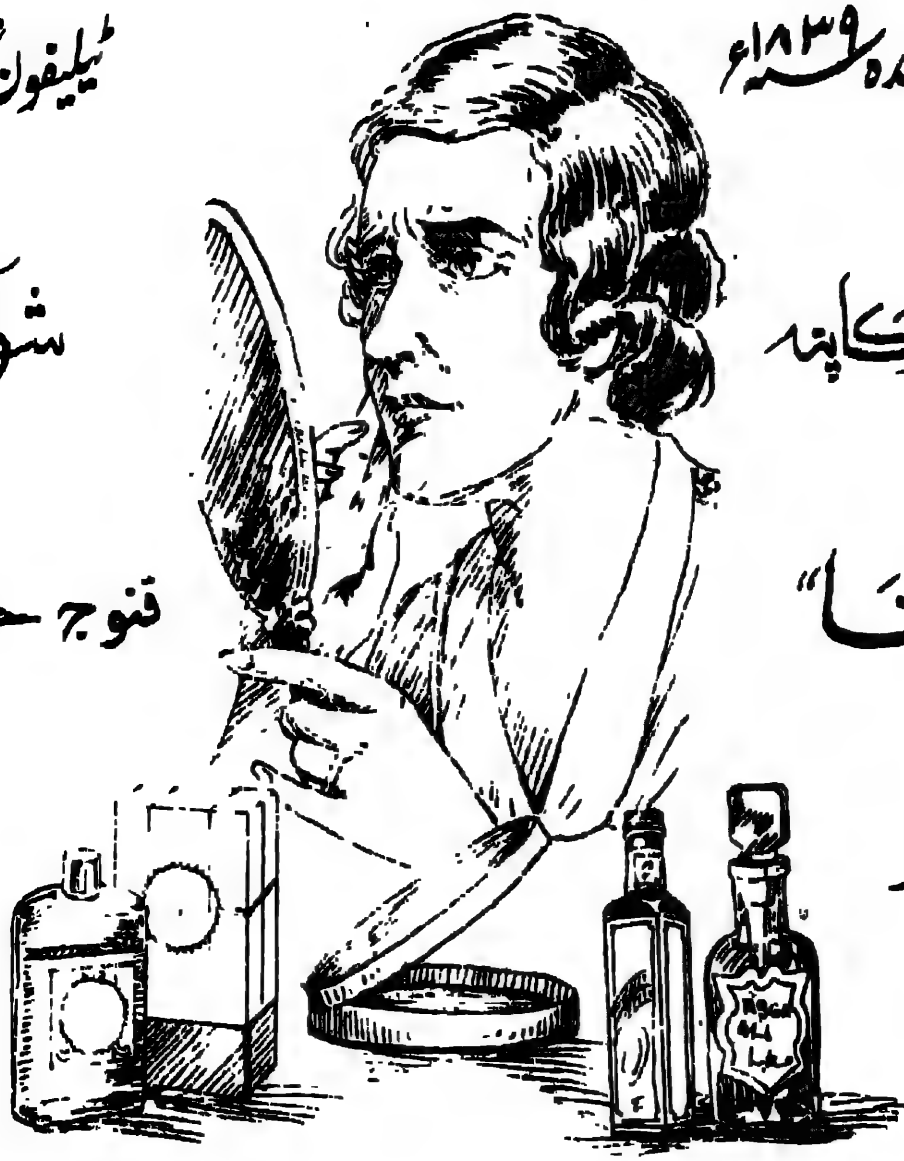
طفل (اخبار نویسی) "اوں - اوں - اوں - اوں - بو - بو - ہم تو نہ کچھ بولے نہ چالے - شرارت تو کرتے ہیں بڑے میاں - مار پڑتی ہے ہمیں"

اُستاد (حکومت) "بُرا ہوا - قانون بن گیا تو چپ ہو رہو - ہم بڑے میاں کی خبر بھی لیں گے"

قرار کرنے اور ظالم ہیں کہ دعا دینے پر آمادہ ہیں۔ بعض نے حل میں یہ ٹھانی ہے کہ :۔

فیر کی ہو کے رہے یا غضب فرقت میری

ان کے علاوہ بعض ایسے بھی ہیں جن کا ارادہ ہے کہ بعد ان حضرات کے تسلط کے ان کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کریں جیسا کہ ایک بادشاہ کو خدا بنانے کے بعد اس کے وزراء نے کیا تھا۔

روایت ہے کہ ایک بادشاہ میں خوشامدیوں نے خوارق عادات اور کرامات ثابت کرنے شروع کیے کائنات کے تمام امور کا بانی اسے بنایا۔ حضور نے کل نگاہ غضب سے فلاں شخص کی جانب دیکھا تھا بس فوراً اس پر بجلی گری۔ فلاں معتوب شاہی نے خیانت کی تھی اُسے سانپ نے کاٹ کھایا ظل اللہ اپنے دل میں مغرور ہوئے اور سمجھنے لگے کہ بے شک مجھ میں اوصاف خداوندی جمع ہو گئے ہیں۔ وزیر اس زمانے کے وفادار اور نمک حلال ہوتے تھے انھوں نے طے کیا کہ مزاج کی اصلاح بغیر تجربہ نہ ہوگی پہلے تو صبر کرتے رہے۔ پھر ایک روز شاہ عالم پناہ نے سر دربار نعرہ مارا "انا ربکم الاعلیٰ"۔ نعرہ سنتے ہی جتنے درباری تھے سربسجدہ ہو گئے جب سجدے سے سر اٹھایا وزیر اعظم آگے بڑھا اور ملازمین کو حکم دیا کہ عبادت کا سامان لاؤ۔ دھوپ دیپ چندن کافور لونگیں

مرچیں اگر سیند در گھی تیل سب چیزیں حاضر کی گئیں۔ ایک نے بڑھ کے پوشاک شاہی اتاری دوسرے نے صندل کی چوکی بچھائی تیسرے نے گھٹنا اٹھایا چوتھے نے باادب تمام چوکی پر بٹھایا۔ بادشاہ سلامت لوازم عبادت کی مصیبت میں گرفتار ہوئے۔ سارے ڈیل پر تیل اور سیندور کا ضماد کیا گیا۔ کان کے پاس ٹن ٹن ٹن گھنٹے اور ناقوس بجائے گئے۔ کافور گھی مرچوں لونگوں کی دھونی ناک میں دی جانے لگی۔ حضرت ایک طرف سے روگردانی کرتے ہیں تو دوسری جانب بخور کی

انگیٹھی نتھنوں سے مادۂ فاسد الوہیت خارج کرنے کو پہونچ جاتی ہے۔ خلقت درشن کرنے کو ٹوٹی پڑی ایک کے اوپر ایک جو ہے چرن چھونے پر تلا ہوا ہے۔ خداوند نعمت اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہو سکے دنیا ڈنڈوت کر رہی ہے۔

ہائے ہائے خدا ہونے کی بلا میں مبتلا ہونا آسان نہیں۔ روز مرہ چار گھنٹے خدائی کے ہمدگان خاص نے مقرر کر دیے۔ روز اول تو حضرت قدر قدرت ان مصائب کو سہہ گئے۔ مگر دوسرے روز تو اس سے برآمد ہونے میں دل نے وہی کیفیت محسوس کی جو بد شوق لونڈے کی مکتب جانے وقت ہوتی ہے۔ عباد مخلصین در دولت پر جمع ہیں۔ فریاد کر رہے ہیں۔ اے خدا اپنے درشن دکھا ہمیں پوجا کرنے کا شرف عطا کر۔ حاجتمندوں کا یہ حال کہ دونے چڑھاوے کے ہاتھوں میں مصروف استغاثہ ہیں۔ مگر ظل اللہ باخداوند کسی طرح چھپر کھٹ سے نہیں اٹھتے۔ تو وجہ کیا؟ ارے صاحب چار گھنٹے مسلسل جس کمبخت کے کان میں بھو بھو بجے اور گھنٹا ٹن ٹن ٹنائے۔ اُس کا سر کیا کھتا ہوگا۔ دو پہر میں تو خالی سیندور اور تیل کا مرکب پرستاروں نے ڈیل سے مل مل کے چھوڑا یا کھال کپو گئی سو جن چڑھی آنکھیں شالباب ہو گئیں۔ آغاز خدائی ہی میں اتنی چھینکیں مرچوں اور لونگوں کی دھانس کی بدولت

قلع شخل ظرافت کا تیز آلہ

انمول ادبی جواہر
منتخبات مضامین اودھ پنچ

من ابتدائے ۱۹۱۶ء لغایت ۱۹۳۳ء

چار حصوں میں ادبی اصلاحی اخلاقی سیاسی مضامین بے نظیر علمی اور عقلی فوائد رکھتے ہیں جن کی نظیر آپ کو اردو کے خزانے میں نہ ملے گی۔ یہ انسان کو مضمون لکھنا سکھا دیتے ہیں۔ اب تک چار حصے تیار ہوئے ہیں۔ قیمت فی حصہ ایک روپیہ آٹھ آنے۔

یہ مضامین بطور ضمیمہ چار سال سے اودھ پنچ کے ساتھ ہفتہ وار شائع ہو رہے ہیں، سالانہ جلد کے خریدار کو ایک حصہ مفت ملتا ہے۔ سائز $\frac{20}{1} \times \frac{26}{4}$ مجموعی قیمت ان منتخبات کی پانچ روپیہ علاوہ محصول۔

المشتہر

منیجر اودھ پنچ

امتیاز بکس سپلائی ایجنسی

بارہا شکایت سنی گئی ہے کہ حضرات بیرونجات جو کتابیں طلب فرماتے ہیں اُن کو ناقص کتابیں ملتی ہیں۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ جو کتاب وہ طلب کرتے ہیں اُسکے بجائے دوسری کتاب انھیں ملتی ہے نیز یہ بھی شکایت ہے کہ کتاب پر صرف دکھانے کے لیے بہت زیادہ قیمت لکھدی جاتی ہے اور شہر میں وہ لکھی ہوئی قیمت سے بہت کم قیمت پر ملتی ہے وغیرہ۔

لیکن اگر آپ ہمارے ذریعے کوئی کتاب منگائینگے تو ہرگز یہ شکایت پیدا نہ ہوگی اور ہم صحیح ہر کتاب روانہ کرینگے۔ اس حالت میں بھی اگر کوئی غلطی ہو یا ایک کے بجائے دوسری چیز یا قیمت زیادہ ہو تو اسکے ہم ذمہ دار ہیں۔ لہذا لکھنؤ کے جس کتب خانہ کی کتاب کی آپکو ضرورت ہو ہمیں تحریر فرمائیے اور اطمینان رکھیے کہ آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں ملیگا۔ دریافت طلب امور کے لیے جوابی پوسٹ کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے۔

پتہ:۔ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

کتب خانون کی زینت
مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ ۱۹۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالامال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد ۶ روپے۔ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی ۱؎ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ ۱۹۳۱ و ۱۹۳۲ء کی

قیمت فی جلد ۶ روپے۔ محصول ڈاک ۱۰؎ بذمہ خریدار۔ جلد ۱۹۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی ۱؎ اور جلد ۱۹۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی ۱؎ مفت ملیں گے۔

ہفتہ وار انگریزی اخبار "خیبر میل" پشاور

ضرور ملاحظہ کیجیے۔ یہ انگریزی کا واحد اخبار ہے جو صوبۂ سرحد سے شائع ہوتا ہے سالانہ چندہ پانچ روپیہ ہے "منیجر"

ہفتہ وار انگریزی اخبار "سنٹینل" رانچی

جسمیں نہایت پرلطف مضامین اور مقامی خبریں ہوتی ہیں۔ ضرور ملاحظہ فرمائیے سالانہ چندہ ۶ روپیہ ششماہی ۳ روپیہ سہ ماہی ۲ روپیہ۔ فی پرچہ ۱؎

منیجر "سنٹینل" رانچی

اودھ پنچ لکھنؤ
وکٹوریہ اسٹریٹ
سال ۱۹۳۳

REGISTERD No A 783
LUCKNOW.
OUDHPUNCH
قیمت فی پرچہ
دو آنے
(۲/)
۱۹۳۵
اودھ پنچ
M.B. Khan Artist
DOGAWAN LUCKNOW

قواعد و ضوابط ادارۂ ہذا

(۱) بفضل خدا ہر مہینے کی ۵-۱۲-۱۹-۲۶ تاریخ شائع ہوتا ہے۔ (۲) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں۔ مذہبی جھگڑے اور بے تہذیب مضامین شائع نہیں ہوتے۔ یہ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور مقولاتِ ... سے بے نیاز ہے۔ (۳) قیمت کی زیادتی پر منہ نہ بنائیے۔ مجمع کی پر شور ریاں چڑھائیے اس لیے کہ گو ہر مضمون بھی فرحت ہر بلکہ افادات کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ ... صحیح اصلاح ... عقائد، بنیادی اصلاحات اخلاقی، سیاسی، ادبی پر نظر رکھیے۔ انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر پارے ملیں گے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔ (۴) اجرت اشتہارات و قیمت اودھ پنچ پیشگی لی جاتی ہے۔ (۵) بکمال ... تصدیق ... قیمت ... لی جائیگی۔ (۶) پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۱۵ دن کے اندر دیجیے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ مہیا کیا جا سکے۔ (۷) جو مضامین اودھ پنچ کی پالیسی کے مطابق نہ ہوں گے وہ شائع نہ ہوں گے اور ان کی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔ (۸) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک جانب لکھے جائیں۔ مذہبی و ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص نہ ہو۔ (۹) فحش اور خلاف قانون اشتہارات شائع نہ ہونگے۔ (۱۰) وی پی خاص مجبوری کے علاوہ یہاں سے روانہ نہیں ہوتا۔ قیمت بذریعہ منی آرڈر آنا چاہیے۔ (۱۱) گمنام مضامین شائع ہو سکتے ہیں بشرطیکہ اڈیٹر پر ان کے مضمون نگار صاحب اپنا اسم مبارک ضرور ظاہر فرما دیں۔

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱) روپیہ نقد جمع کرنا ہوگا۔ (۲) رقم جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر مزید ... روپیہ جمع کر دینا چاہیے ورنہ پرچے کی روانگی موقوف کر دی جائے گی۔ (۳) ... روپیہ فی ہفتہ سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائے گی۔ (۴) بحساب ... آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور ... کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائیگا۔ کسی حالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہ ہونگے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

نئی تصنیف

رسالہ اٹھتی ہوئی جوانی

گمراہ نوجوانوں کو راہ راست پر لانے کے لیے بچوں کی صحیح طریق پر پرورش کرنے کے لیے اٹھتی ہوئی جوانی کی حفاظت کرنے کے لیے گئی ہوئی جوانی واپس لانے کے لیے قبیح عادات کا دیوالہ نکالنے کے لیے آج ہی ایک کارڈ تحریر کر کے رسالہ اٹھتی ہوئی جوانی بالکل مفت طلب فرما کر ملاحظہ فرما دیں۔

وید شاستری منی شنکر گووند جی
جام نگر کاٹھیاوار

دواخانہ

معدن الادویہ

وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ سے خاص مفردات اور نادر مرکبات بکفایت منگائیے
فہرست مفت طلب فرمائیے اور نامور و حاذق اطبا کے مشورے سے بلا ادا فیس فائدہ اٹھائیے

منیجر اودھ پنچ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

اب خضاب چھوڑو

اس تیل سے بال پکنا رک کر پکا بال کالا پیدا ہوتا ہے لیکن اگر سال برس تک کا لاشہ ہے تو دو نادام واپس کی شرط لکھا لیں۔ ایک آدھ بال پکا ہو تو ... اس سے زیادہ پکا ہو تو ... نصف سے زیادہ پکا ہو تو ... تیل منگا لیں۔ ... اسٹور ... (انڈیا)

خوشنما بلاک

تجارتی اشتہاروں میں تصاویر بغیر زیادہ دلکش اور نظر فریب ثابت ہوتی ہیں اور وہ ضرور بہ ہم پڑھے جاتے ہیں جس سے مشتہرین کا مقصد حاصل ہوتا ہے۔ ہمارے ذریعے آپ ہر قسم کے ہاف ٹون، سیور لائن، بلاکس بنوا سکتے ہیں۔ ہم آپ کو موجودہ نرخ بازار سے کچھ کم ہی پر تیار کر دیں گے۔ اشتہاری بلاکوں کے علاوہ آپ کی تصویر کے بلاکس بھی نہایت عمدہ خوبصورتی کے ساتھ ہماری معرفت تیار ہو سکتے ہیں۔ ایک مرتبہ کی آزمائش کے بعد آپ کو خود اس کا تجربہ ہو جائے گا۔

منیجر اودھ پنچ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

دوامی خوشی

جلد نمبر ۹ ۱۹۳۴ء کے مکمل فائل

اگر آپ کو صحیح اردو لکھنی مرغوب ہے اور آپ اردو مدارس سے تعلق رکھتے ہیں تو شاگردوں کو صحیح زبان سکھائیے اور اودھ پنچ کی جلد ۹ ۱۹ء طلب فرما کے کتب متداولہ لغات اردو کی غلطیوں پر اطلاع حاصل کیجیے۔ قیمت علاوہ محصول فی جلد ... روپیہ۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار

نوٹ

حضرات خریدار ہمیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھا کریں جو کہ انکے نام کی چٹ پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

یاد رہے کہ تبصرۂ لغات کا کام ہنوز ختم نہیں ہوا اور صرف اودھ پنچ کیلئے مخصوص ہے۔ اور ۱۹۳۵ء میں بھی یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا۔ (منیجر اودھ پنچ۔ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ)

وہ ٹھاکور رہ گئے ..... کے پیچھے پہنچ گئی۔ وہ بھینس سے کا بہ ٹکرانے کے ٹوٹ جانے کی خبر دی۔ وہ اونٹ بلبلایا۔ وہ بچھو مرچل چلالی۔ وہ بھیری سارنگی سنائی دی۔ وہ عاشق کی دال نے زور باندھا۔ وہ جھالی جھوٹی۔ وہ معدے کا کبوتر گونجا۔ وہ نقارہ پیٹا۔ وہ توپ دغی۔ جل تو جلال تو۔ سب کرامتیں ایک ہی گلے میں اکٹھا ہیں مصنت یہ کہ ان آوازوں میں سرگم پوری موجود ہے۔ آپ کو مزا آئے یا نہ ملے۔ موسیقی کو ان آوازوں سے تعلق ہو یا نہ ہو ان کی بالپوشی سے۔

ان کے بعد چوتھے صاحب کی باری آئی آپ کا ڈیل ڈول گنبد آواز درپیش ہو دیکھتے ہیں دراز رنبید کو سناتے ہیں منہ یا کی جنبش سے معلوم ہوتا ہے کہ سم کو قبر تک پہنچا آئے۔ اشاروں میں سرگم پوری کرتے ہیں۔ سمجھدار کی مزن ہے۔ گونگا راگ اس کا نام سے گاتے کیا ہیں ابھال چھکا چوکریوں کی طرح ہوا نہ تن کیے بیٹھے ہیں۔ کنکوے کا لنگر دیا ہے ہنگل کے سہارے جونکاؤ معلوم ہوتا ہے۔

پانچویں صاحب تان کی لمبان جوڑان اپنے ڈیل سے تلنے لگے ای ای ای ای ای ای کی اور پیٹھ دوتا بن گئی۔ پاؤں اٹرون گھرتروں کھیلنے لگے جتنی آآ آبڑھی کتنے ہی چوتڑا اٹھ گئے۔ طبلے نے کہا "دھا" اور آپ دھم سے تخت پر گر پڑے۔ طبلے صاحب تالیاں پیٹنے لگیں۔ نگوڑی رنڈی کی کیا کھاٹ کٹی ہے جو ایسی بدتمیزی کرے گی۔ گویا ہاتھوں ٹانگوں میں بھی رس کی طرح سُر آ گیا۔ اب کوئی چیز قابو میں نہیں۔ ہم جو ناچنے اور بھاؤ بتانے میں اشارے کرتے ہیں اُن میں اتنا اعتراض ہے کہ دھوتی ٹوٹنا تو درکنار بیسیوں کو تھام جانا پڑتا ہے۔ اس ایٹھنے برتنے میں کیا رکھا ہے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ سننے والے کہیں "یہیں تو آ بالی ہی بھاتی ہے"۔ یا اس خیال سے کہ موسیقی جاننے والے اناڑی اور تالی نہ سمجھیں زبردستی شیخی بگھارتے ہیں۔

وہ استاد کل جو آپ مالسری گا رہے تھے تو آرزو تھی اجرائی یہ دنوں میں کیا خوبصورت رکھب لگائی تھی کہ دل لوٹ پوٹ ہو گیا۔ اور جب آپ جنگال گانے بیٹھے ہیں تو ایسی خوبصورت نیم لگائی ہے کہ میں تو مالسری کی رکھب اور دھیوت بھول گیا۔ واللہ ہوش ٹھکانے نہیں تھے وہ تو کہیے بھائی لڈن صاحب ساتھ تھے خدا جانے کہاں سے پانی ڈھونڈھ کے لائے منہ پر چھینٹا دیا تو ہوش آیا۔ یہ سردی کا زمانہ دیکھیے بار بار پیشاب لگتا ہے مگر انتظام کرنے والوں نے پانی بھی اڑا دیا اور پیشاب کا مقام بھی نہیں بنایا کہ خزانہ بھرے نہ فوارہ چھوٹے۔"

شیخی خورے صاحب اگر ایسی باتیں نہ بنائیں تو دام خرچنے اور کانوں کو سزا دینے کی کو لت کیونکر ملے۔ بیچارے سردی میں ادھورتیا تک جاگے ساز اور باج تک تو خیریت رہی ایک آدھ گلا بھی سریلا تھا اس کا لطف اٹھا لیا مگر کیٹ بھری حقے کی گڑگڑاہٹ کی نتر بتر یا استاد بادل خاں کی گرج دھمک نے کان کے گھونگھے کی جو گت بنائی اللہ نے چاہا تو مہینہ بھر پلنگ پر ٹانگ پھیلائے سونے نہ دے گی بچھونے پر اچھل اچھل پڑیں گے۔

خیر ہو گا آگ جانے لوہار جانے دھونکنے والے کی بلا جانے۔ تم اپنا کالج مدرسہ الگ بناتی ہو تو شوق سے بنا دو یہی مثل ہے:۔

"ناچنا تو گھبرائی کیوں ہے بندی پاؤں ہی نہیں دھرے گی"

انھیں شریفوں سے ہمیں بھی سابقہ پڑے گا جو تمھارے کالج میں گانا بجانا سیکھیں گے۔ اور کالج کیسا دیکھو ہمارے یہاں بھی پرسوں میں کچھ دنوں بعد ایک گھنٹے گانا بھی سکھایا جائے گا۔ پھر رہا رہا بھی خدا ہے۔ تم نہ پوچھو گی تو نہ پوچھو تمھارے نہ پوچھنے سے دشمن مر نہ جائیں گے۔ جس خدا نے بقول بعض فقیروں کے پورے کی ڈھن میں "الست بربکم" کہا تھا وہ ہمارے قدردان بھی پیدا کر دے گا۔ بنگلے والے بھی یہ میں وہ برکت ہو گی کہ دیکھ لینا ابھی دروازوں پر جھولیں گے۔ تم دو تین لاکھ روپیہ لاگت کے کالج پر اڑا دو گی وہ بھائی ہو وٹ صاحب نے منع کیا تھا یا کہ زمین پر قدم ہی نہیں رکھتیں۔ اچھا تو ہے شریفوں اور رئیسوں کی اولادیں موتی سجانے میں دن رات کاٹے اور ولایت سے ہر سال نئی کھیپ آ کے کچہریوں اور کرسیوں کو بھرے۔ راگ رنگ ایسی چیز تو ہے نہیں جو اس کا سودا کسی وقت سر سے نکل جائے یہ افیم اور چنڈو سے بدتر ہے۔

اب ہم نے بھی طے کر لیا ہے ہم بھی اپنی کانفرنس الگ بنائیں گے اپنا مدرسہ کھولیں گے۔ تمھارے لڑکے اور ہمارے یہاں کی سیکھی ہوئی لڑکیاں دیکھیں دونوں میں کسے ترقی ہوتی ہے۔

بوا کانفرنس برا نہ ماننا اپنا سمجھ کے شکایت کی ہے۔ اور اپنے مقدر بھر ہم جھوٹ نہیں بولے۔ جو کام کرو سمجھ بوجھ کے کرو۔ باقی چھوٹے بڑوں کو سلام بندگی اپنے ستار مردنگ دلبر دلربا سرود طاؤس منڈلی بانسری پپیری جلترنگ الغوزے طبلے ستار سارنگی سرسنگار ڈھولک ڈفلی چکارے حالی موالی سب سے بسرے کو ہماری طرف سے بہت بہت پوچھ دینا۔ فقط
راقمہ

تمھارے دل سے اتری ہوئی
سدا سہاگنیں۔ از چوک

تھریاڈ غدود

ایک شخص کی حکایت مشہور ہے کہ بیچارے نے مارے حماقت کے بڑھاپے میں جوان عورت سے شادی کی آپ جانیے مثل مشہور ہے:۔

بی بی نے کمانے کھانے کے بہانے سے میاں کو سفر پر ابھارا بتلاش معاش چلے راہ میں جنگل ملا دیکھتے کیا ہیں کہ ایک بندر صاحب کے بعض لا ولا بیضوی اعضاء درخت کے دو شاخے میں پھنس گئے ہیں۔ انھیں ترس آیا شاخ کی تنگی فراخ کی اور بندر کی بندی چھڑائی۔ چھوٹتے ہی حضرت نے ایک چیخ ماری تو چاروں طرف سے بندروں نے بڑے میاں کا احاطہ کیا۔ فوج نے تو ان کو گھیر لیا وہ پہلا بندر خدا جانے کہاں چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک لال لال پھل لایا اور زبردستی ٹیپی [illegible]

پچھاڑکے کھلا دیا۔ کھاتے ہی ڈیل بھر میں سوزش پیدا
ہوگئی مچھلی کی طرح تڑپنے لگے کھال بھی لٹنے لگی غرض
میں آدمی سے مشک ہوگئے۔ غشی آیا تین دن تک
پڑے رہے۔ بندر تیمار داری کرتا تھا۔ تیسرے
روز ایک دتا ٹا ہوا کھال پھٹی پانی بہا۔ بڑے میاں
نے پچھلی پچھاڑی بندر نے دو ایک پھل لاکے کھلائے۔
گوشت پوستی کھال آ گئے کل آٹھ دس روز میں حالت
بدل گئی اور جو دیکھتے ہیں تو نئے سر سے جوان ہیں۔
یہ ایک پرانی حکایت ہے۔ اب سنتے ہیں کہ بندر
کے غدود "الشباب یعود" کا نسخہ ہیں۔ کمپنیاں ولایت
جا رہی ہیں ان کے غدود بوڑھے بندروں لے تو بہ
بندوں کے جسم میں پیوند کیے جائیں گے۔
ممکن ہے کہ حکایت میں پھل کی جگہ غدود ہوں
جنھیں مسافر بڑے میاں نے نوش جان فرمایا تھا تجربہ
کرنا چاہیے۔ میمونیت بڑھ جائے تو پرواہ نہ کیجیے۔
جوانی عجیب چیز ہے۔

ولایتی چھترپاشاہ

ہمارے لکھنؤ میں ایک فقیر درزیوں کی دکانوں سے کترن
سوبٹتا اور ایک کپڑے میں جھبل کی طرح ٹانک کے
سر پر رکھ لیتا تھا اسے لوگ چھترپاشاہ کہتے تھے۔
اس کی عادت تھی کہ دروازے پر کھڑا ہوتا اور
کہتا:-

"لو مراد آئی"

کسی گھر میں غمی ہوگئی تھی ابھی لاش اٹھنے نہ پائی تھی
کہ حضرت نے صدا لگائی —

"لو مراد آئی"

غمزدہ عزیزوں نے جو یہ صدا سنی تو جھلا گئے
نتیجہ یہ ہوا کہ سر پر قیامت آگئی چندیا کی تھپاڑی بھی
ہوئی روئی اور دھنکے ہوئے اون کی طرح ریزہ ریزہ
ریشہ ریشہ۔ چیتھڑوں کا کنٹوپ تار تار۔ گریباں ہیں
کا تیہ ہار آگیا۔ سننے والوں کی مراد تو نہیں مگر شاہ صاحب
کی شامت ضرور آئی۔
ہمارے ولایتی پرانے دوست سر مائیکل اوڈائر
بھی چھترپاشاہ کے شاگردوں میں ہیں بنگال آرڈیننس
آپ کی جابرانہ طبیعت کے موافق ہے۔ دور بیٹھے
ہوئے لارڈ لٹن سے کہتے ہیں۔

"لو مراد آئی"

لارڈ ریڈنگ کو سناتے ہیں۔

"لو مراد آئی"

حالانکہ بنگال کا جابرانہ قانون یا کوئی رولٹ ایکٹ
کا قائم مقام قانون ہرگز بغاوت یا انارکی کا استیصال
نہیں کرسکتا۔ یہ فی الحقیقۃ انارکی کی جڑیں مضبوط
کرتا ہے۔ بنگال آرڈیننس یا اس کا مولود بھائی
وہی فرائض انجام دے رہا ہے جس کی تمامی انارکسٹ
کرتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ حکومت علانیہ لوگوں
کو اظہار وجہ کے بغیر محبوس کرتی ہے اور انارکسٹ
چوری چھپے اپنی راہ میں حائل ہونے والوں کا
خاتمہ کرتے ہیں مگر کام دونوں کا ایک ہے مثل مشہور ہے
"بھلے گھوڑے کو ایک چابک بھلے آدمی کو ایک بات"۔
سر مائیکل اوڈائر بھیا تو مفرور ہیں مگر سخت جان
ہیں چھترپاشاہ اتنی کو بہ کاری کے بعد زیادہ نہ
جیے۔ سر مائیکل ہندوستان بھر کی لعنت ملامت کے
بعد بفضل خدا ابھی تک موجود ہیں۔
نہ انھوں نے لو مراد آئی کہنا چھوڑا یا مگر یہ حکومت
کی نامنصفانہ دست درازیوں پر "لو مراد آئی"
کہنا نہیں چھوڑتے۔

حکایت

ایک لونڈی کو بی بی نے میاں کے ساتھ تہمت
لگا کے خوب پیٹا۔ میاں تھے لونڈی پر لٹو۔ یہ خیال
میں کہنے لگے گھبراؤ نہیں اللہ نے چاہا تو تمھارے
لیے علیحدہ مکان مول لے لوں گا۔ لونڈی نے کہا
تم رنج نہ کرو بی بی نے مارا تو کیا ہوا میں نے بھی اندھیرے
میں کھڑے ہوکے خوب ہی گھورا یاد ہی تو کرتی ہونگی
مصر کی بھی یہی حالت ہے انگریزوں نے سوڈان
ڈیفنس فورس تیار کیا۔ جتنے حاکم مصر کے خیر خواہ تھے
نکال دیے اب آپ اندھیرے میں کھڑے ہوئے
گھور رہے ہیں۔ ہر جلسے میں غم و غصہ کا اظہار ہے۔
بھلا پوچھیے اس غم و غصہ کا اثر ہی کیا ہوگا؟ زیادہ
تڑ اڑے گے تو سوڈان گیا۔ پھیپڑا لکھو دیپہ گیا اور بقول
بعض تو تیغ آموں یعنی ثانی قاروں کا قیمتی جوڑا
چھنا۔ اب مصر کی چار بالشت زمین سے بھی ہاتھ دھونا
پڑے گا۔

سبھا بگاڑ

آپ نے سنہ یا ۱۹ء کی جلد میں اودھ پنچ میں
ایک منگنی بگاڑ کا حال دیکھا ہوگا۔ ہم یہاں ضرورتاً اس
قصے کو دہراتے ہیں۔ ان بیچارے کو خدا جانے
کیا خبط تھا کہ ادھر کسی کی منگنی یا شادی کی خبر سنی اور
پیٹ میں چوہے چھوٹے یہ ہائے ہائے کیونکر اس شادی
کو روکوں۔ الٰہی خدا کیا غضب ہے الٰہی میرے
ہوتے یہ منگنی ہو جائے تف ہے میری زندگی پر۔
بغیر اس خبر کے سنے ہوئے نیند نہ آتی تھی کہ فلاں جگہ
سمدھیانے میں جوتا چل گیا۔ فلاں مقام سے بات چھے
کا جوڑا پھر گیا۔ ایک بیگ کے یہاں سانچک کی
مٹکی ڈھلک گئی۔ ڈھمک خاں کی برات کھوٹے سکے
کی طرح واپس۔ اس قسم کی خبریں سنیں اور باچھیں
کھل گئیں۔ منگنی بچھڑنے میں انھیں ایسا ملکہ تھا
کہ دو ا نچھڑوں میں دولھا والے ہوں یا دلھن والے
اپنی اپنی طرف منھ پھلا کے بیٹھ رہتے تھے۔ جب
طاقت جسمانی نے جواب دیا تو ڈولی پر چڑھ کے
اس فرض کو ادا کرتے تھے۔ دولھا کے گھر پہونچے
تو باتوں باتوں میں دلھن کی تعریفیں کر دیں —
"اسے خدا مبارک کرے حضرت آپ نے بہو ایسی
پائی ہے کہ دسوں انگلیاں دسوں چراغ کس کس چیز
کی تعریف کروں۔ آواز ایسی پائی ہے کہ کوئل بھی
جس وقت چلا چلا کے ذہر عشق پڑھتی ہے۔ محلے
والے جھومنے لگتے ہیں۔ کنکوے میں تو آج تک
اس سے بڑے بڑے کھلاڑی نہیں جیت سکے
پرسوں مرزا شاطر بیگ سے ہزار روپیہ کی بازی
شطرنج میں جیت لی۔ کمبخت پیٹ پکڑ کے رہ گیا۔
حاضر جوابی کا یہ عالم ماں سے بھولے سے تو ں کی ان

جلد ۶۰ — نمبر ۴۳

مضامین

(مورخہ ۵ - اکتوبر ۱۹۳۵ء)

ہزل

جب سے افلاس رندِ آشام ہے — ٹوٹی وصل کا مراحی تام ہے
ترک کوٹھی فرنیچر نیلام ہے — حشر ہے دربار انکا عام ہے
اُٹھتے جوبن نے پریشاں کر دیا — داد خواہی پر ہر اک ناکام ہے
خط بناتے وقت لوٹا حسن یار — اپنے دل میں خوش بہت حجام ہے
شیخ جی کے اب تو چمکے ہیں نصیب — حسن سے گرم آج کل حمام ہے
تیز پھر قصاب نے کرلی چھری — آج پھر ہونے کو قتل عام ہے
بیبیاں آخر کریں تو کیا کریں — ہے جو شوہر بندۂ ۔۔۔۔ ہے
رحم سے مار انہیں پھر بھی ایک — نام کو بس خان بہادر نام ہے
مشق کی تختی لکھی لونڈے نے خوب — زاث دن بس داؤ صاد و لام ہے
پہلے جو شوہر تھے شوفر بن گئے — چھوڑی ٹمٹم نام اب تو تام ہے

بس اٹھو محفوظ بزم وعظ سے
شیخ صاحب کو ہوا سرسام ہے

مشترکہ تعلیم اور اس کے نتائج

(از حضرت علامہ شاداں پروفیسر لکھنوی)

پنچ ویکلی کے نمبروں میں "کوایجوکیشن" یعنی (مشترکہ تعلیم) کے متعلق مضامین نکلے ہیں جن میں لڑکیوں اور لڑکوں کے ایک ساتھ پڑھنے کے چند فوائد گنائے گئے ہیں:۔

نمبر ۱ مصارف میں کمی۔ کیونکہ دو اسکولوں اور کالجوں کے بنانے میں بہت زیادہ خرچ ہوگا (نمبر ۲) لڑکوں اور لڑکیوں میں آپس میں میل جول ہوگا۔ (نمبر ۳) لڑکیاں لڑکوں سے شجاعت سیکھیں گی (نمبر ۴) لڑکے لڑکیوں سے ترقی اور حسن انتظام کا سبق حاصل کریں گے۔ (نمبر ۵) آزادی بڑی نعمت ہے اس کے حاصل کرنے میں کسی چیز کی پروا نہ ہونا چاہیے۔ اس نظم میں ان کل سوالات کا تفنن انگیز پیرایہ میں جواب دیا گیا ہے۔

ہاں لڑکیو! اب تم بھی لڑکوں سی لڑا کرنا — تم ساتھ رہا کرنا، تم ساتھ پھرا کرنا
ہاں ہاں نہ حیا کرنا، ہرگز نہ حیا کرنا! — کالج میں چلا کرنا مردوں میں ملا کرنا
لڑکوں سے حیا کیسی یہ بھائی ہیں سب ملکی — مل جل کے رہا کرنا سب ساتھ پڑھا کرنا
ہو جائے حیا سوزی پروا نہ کرو کچھ بھی — تعلیم و ترقی میں کیا شرم و حیا کرنا
مت قید رہو گھر میں گھٹ گھٹ کے مریں پردہ — آزاد ہوئیں اب تو بے پردہ رہا کرنا
کچھ علم و ہنر سیکھو ساتھ اُن کے ہو گانا بھی — مل جائے کوئی ساتھی تو ناچ لیا کرنا
کھل کھیلنا ہی کرنا تھیٹر میں بھی چلی جانا — سب جسم کھلا رکھنا کچھ ڈھاک لیا کرنا
ہاں ہند کی سرحد کو پیرس میں ملا دینا — مشرق میں رہا کرنا مغرب میں پھرا کرنا
کوہوں کی بلندی کی تحقیق بھی کر لینا — شملے پہ چلی جانا، چوٹی پہ چڑھا کرنا
اب گیڑیاں کھیلو تم لڑنا سیکھنا بعد اس کے — پہلے تو تو لڑکا، پھر مرد بنا کرنا
عورت تو نہ رہ سکی اور مشق کرو فوجی — پھر ہند کے دشمن سے تم جنگ کیا کرنا
لڑکوں سے کہو تم بھی اب ہم سے حیا سیکھو — تم شرم کیا کرنا گھونگھٹ میں رہا کرنا
قرآن سے منہ موڑو واللہ کو بھی چھوڑ دو — مغرب جو کہے تم سے وہ کام کیا کرنا

ہر کوئی پوچھتا ہے کہ کتنے کو مول لی
دم آگیا ہے لیکے تو شمشیر ناک میں

خدا بخشے کورٹ انسپکٹر صاحب کو۔ ابھی وہی ہمارے مولوی خان بہادر کے عم مکرم عجب زندہ دل آدمی تھے کبھی کبھی علامہ مرزا محمد ہادی مرحوم کے یہاں اُن سے ملاقات ہو جاتی تھی شعر کی نئی نئی زمینیں کو لمبس کی طرح ڈھونڈھی جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ قطع گیر ناک میں اور نکسیر ناک میں" پر طبع آزمائی ہونے کی شعر مذکور بصدر اُنھیں کی یادگار ہے اور برمحل یاد آگیا۔ درحقیقت جب سے چند مضامین اودھ پنچ میں اینجانب کے قلم سے نکلے میرا تو خیر مگر سنتا ہوں کہ آپ کا دفتر مہبط شب پرکان سقف تقدس ہو گیا ہے وہی مثل ہے:۔

سچی بات سعد اللہ کہیں سب کے من سے اُترے رہیں

ان مضامین کے متعلق سب سے بڑا اور اہم سوال دوستوں کے نزدیک یہ ہے کہ عبارت نے سب حان ڈھائی پنسیری لگا دیے ہیں نہ اگلے ان کی زد سے محفوظ ہیں نہ پچھلے۔ تو بات کیا ہے؟ بارے نفس کی پاکیزگی۔ پہلا مضمون ایک استغاثہ ہے بنام ایران منجانب کانفرنس۔ اس میں کہیں ان لوگوں کا تذکرہ نہیں جنھوں نے اجازہ یعنی سرٹیفکٹ پالے کے بعد اس کی عزت قائم رکھی۔ تذکرہ ہے تو اُن کا جنھوں نے اس کاغذ کے تقدس کو اپنے افعال حمیدہ کے طفیلوں زائل کر دیا۔ پھر یہ کون سی نئی بات ہے؟ شعرا برابر ایسے واعظوں شیخوں زاہدوں اور امتحان تقدس میں ناکام رہنے والے مولویوں کی خدمت کرتے رہتے ہیں مضمون اُن کے اشعار کا عام ہوتا ہے اور مراد اس سے خاص افراد۔ اللہ میاں نے بھی یہی حکمت قرآن میں صرف کہکر

منافقوں کی مذمت کرتے ہیں اور نام نہیں لیتے کہ وہ کون کون ہیں تاکہ مومنوں سے تمیز کیے جا سکیں۔ کسی کے چہرے پر تو کچھ لکھا نہیں ہوتا۔ افعال ہی کے حسن و قبح پر دار و مدار ہے۔ منافقین کا تذکرہ قرآن میں کیا اور کسی ایک مومن کو بُرا نہ لگا۔ کنمناے وہ جن کے دل میں کھوٹ تھا۔ وہی حال اگر ہماری تحریر کا بھی ہوا تو کچھ مضائقہ نہیں۔ یہ خلعت نذر ہے جو صاحب اپنے قامت زیبا کو اس کا اہل سمجھیں زیب تن فرمائیں اور رہیں اس جرم پر کوسیں کہ خواہ مخواہ ہمیں کو کہا۔

جو واقعات مذکور ہوئے ہیں وہ اصلی ہیں اور ہمارے نزدیک یقین کا درجہ رکھتے ہیں۔ اچھا تو ہے ہم اصلی حالات بیان کریں اور دوسرے ہم پر تہمت و دشنام کا وار فرمائیں کہ آج کل یہی جزو تقدس ہے۔ دنیا خود ہی ہمارے چال چلن کا انداز لگا لے گی۔ اگر ہم نے ضروریات مذہب کا انکار کیا ہوگا تو پھر ہمیں کافر کا لقب سن کے رنج نہ ہوگا۔

اگر اخلاقی خرابیاں ہم میں ہوں گی تو کچہری کا سے دستاویزی ثبوت اور صلحا کی زبانی شہادت کاری حربہ ہے۔

زاہد نہیں ہیں شیخ نہیں کچھ ولی نہیں

با ایں ہمہ بے باکی ضمیر صاف و پاک رکھتے ہیں۔ کسی سے عداوت یا حسد کی بھی کوئی وجہ نہیں۔ اس لیے کہ تقدس پیشگی وجہ معاش نہیں۔

بہرکیف مضمون نگاری کا عمدہ نتیجہ یہ ہوا کہ جو صاحب تشریف لائے ہیں، گال سوجائے پھولائے۔

ہائیں خداوند۔ کیوں کیا قصور ہوا۔ حضور کیوں از سر تا پا بگڑی بنے ہوئے ہیں؟

"— کچھ نہیں سچ لکھا ہے ایک مقدس اخبار کے سرپرست نے کہ آپ بالکل یزید ہیں"

"— بہت خوب شکر ہے کہ جناب خدا کو تو بھول گئے مگر یزید کا شجرۂ نسب بفضل خدا یاد ہے"

"— جی نہیں اس کا خمیازہ آپ کو بھگتنا پڑے گا۔ اب جواب کفت و کفش سے دیا جائے گا"

"— بے شک حضور یہ دلیل قوی بھی ہے اور مؤثر بھی۔ تقدس آپ کا اس سے بڑھ کے ثبوت اور ہو ہی کیا سکتا ہے۔ جتنے مقدس تصنیفہ تکلف ہیں سب نے واقفیت سے یونہیں اختلاف کیے ہیں شاید اس میں جھگڑے اور ضمانت کی ضرورت بھی نہیں ہوتی"

"— جی خوب یاد رکھیے کہ قلم بھی تیار ہے اور نہایت عامیانہ نثر بھی۔ اب یہ مہم لکاروں کے ہاتھ میں نہیں بلکہ بڑے بڑے اہل علم زبردست انشا پرداز آپ کی سرکوبی کریں گے"

"— بے شک جناب میں نے کئی پر از علم و حکمت مہذب مضامین دیکھے ہیں۔ اور میں قائل ہوں۔ واقعی علم و ہنر اس ابر قلم سے ٹپک رہا ہے۔ اچھوں کے اچھے ہی ہوتے ہیں"

ایک صاحب سے مہلت ہوئی دوسرے تشریف لائے۔

"— یہ آپ نے کیا آفت جوت رکھی ہے"

"— ارشاد؟"

"— یہی کانفرنس اور علما کی شرکت کے متعلق"

"— کچھ بھی نہیں"

"— کیا خوب! یعنی اتنا کچھ لکھ گئے اور پھر کہتے ہیں کچھ نہیں"

"— درحقیقت حضور کچھ نہیں۔ جو کچھ ہے وہ

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ دیوانی نمبر ۲۰۸ سنہ ۱۹۳۵ء

بعدالت جناب منصف صاحب بہادر کھیری مقام لکھیم پور

دی ہندوستان شوگر ملز گولا گوکرن ناتھ ضلع کھیری مدعی

بنام

ٹھاکر سنگھ مدعا علیہ

بنام ٹھاکر سنگھ ولد سردار میلا سنگھ قوم ٹھاکر سکھ ساکن [illegible] پرگنہ [illegible] ضلع کھیری

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت [illegible] کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۹۳۵ء بوقت ۱۰ بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دعوی مدعی مذکور کا دو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جواب دعوی کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز ان کو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۲۰ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۵ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

تنبیہ:— تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ بیان تحریری بتاریخ ۹ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۵ء تک گزرانو۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

[illegible] بغرض انفصال [illegible]

حسب آرڈر ۵ قاعدہ ۲۰ (الف) ضابطہ دیوانی

مقدمہ نمبر ۶۰ سنہ ۱۹۳۵ء

بعدالت جناب نواب سید ناظم حسین صاحب بہادر آنریری منصف مقام اورنگ آباد ضلع کھیری

بلدیو پرشاد ولد جیا لعل قوم برہمن ساکن موضع [illegible] اورنگ آباد ضلع کھیری مدعی

بنام

ہیرا لاسی مدعا علیہ

بنام ہیرا لاسی ولد ظالم قوم پاسی ساکن موضع [illegible] پرگنہ اورنگ آباد ضلع کھیری

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت مبلغ [illegible] کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۱ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۵ء بوقت ۱۰ بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دعوے مدعی مذکور کا دو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جواب دعوے کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز ان کو پیش کرو۔ مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۲۴ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۵ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

نوٹس نسبت دکھانے وجہ کے (نمونہ عام)

بعدالت جناب سید محمد احمد صاحب بہادر منصف ضلع لکھنؤ

ابتدائی مقدمہ نمبر ۱۲۱ سنہ ۱۹۳۵ء

مسماۃ منعم النساء زوجہ عبد اللہ خان ساکن ملیح آباد ضلع لکھنؤ وغیرہ

بنام

مہادیو پرشاد وغیرہ مدعا علیہم

بنام مہادیو پرشاد [illegible] پسران رام ناتھ [illegible] برہمن ساکنان نئی بستی [illegible] پرگنہ و تحصیل ملیح آباد ضلع لکھنؤ

ہرگاہ مسماۃ منعم النساء نے درخواست اس عدالت میں آرڈر [illegible] قاعدہ [illegible] ضابطہ دیوانی گزرانی ہے لہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تم اصالتاً یا معرفت کسی وکیل کے جو حالات مقدمہ سے بخوبی واقف ہو بوقت ۱۰ بجے بتاریخ ۱۶ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۵ء اجلاس عدالت میں حاضر ہو کر درخواست کے خلاف وجہ دکھاؤ۔ اگر ایسا نہ کروگے تو درخواست مذکور تمہاری غیر حاضری میں سماعت کی جاوے گی۔

بتاریخ ۱۲ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۵ء میری دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

وقت حاضری بدفتر منصفی ضلع لکھنؤ ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

احترام شرعی کے متعلق ہے عوام کے حقوق کے بارے میں ہے۔ مداخلت بے جا کی نسبت ہے"

"یعنی احترام بھی غیر شرعی ہوا کرتا ہے!"

"خداوندا ضرور غیر شرعی احترام بھی ہوتا ہے۔ مثلاً اپنے ایمان اور یقین کے خلاف کسی کی خاطر سے کسی بات کا جو قومی مفاد کے خلاف ہو مان لینا۔ یا محض بزرگی نسل کی وجہ سے کسی بدکار کی عظمت کرنا"

"مثلاً؟"

"سبحان اللہ گویا آپ واقف ہی نہیں چند سال اُدھر کا ذکر ہے کہ ایک سند یافتہ مولوی صاحب ایک زن بازاری کے یہاں تشریف لے گئے۔ عمامہ پیچ در پیچ رشک خاطر عیاراں برسر۔ عبا سے بے آستین سیاہ مربع در بر ایک ہاتھ میں مٹھائی کا دونا۔ دوسرے ہاتھ میں ہاتھ لیٹے ہوئے۔ ادھر دیکھا اُدھر دیکھا۔ جب داہنے بائیں فرشتوں کو اپنے نزدیک غافل پایا۔ تھوڑے سے تنحنح دکھنکار کے بعد بجوت سے حقیقی راہ سے بذریعہ نردبان تفکر عرش بوس تک پہونچ گئے۔ کمرے پر دھوم ہوگئی قبلہ دکعبہ آئے۔ احتراماً للقبلہ رنڈی نے مسہری کے پردے چھوڑے۔ یہاں آج قبلہ کی دعوت تھی۔ نیاطین فرشتہ نمانے فوراً حضرت کی دست بوسی کی۔ قبلہ نے اپنا دست مبارک مسہری کے اندر خود ہی بڑھایا۔ دو چار سینگیاں کھینچنے کی آواز آئی۔ گاؤ مسہری کے قریب لگا ہوا تھا حضرت نے نزول اجلال فرمایا۔ لنگیوں کے پردے کی جنبش دیکھتے جاتے تھے۔ رنڈی نے بہ نیت قربت چاندی کا خاصدان بڑھایا۔ گلوریوں کا خون کروایا۔ حرف وحکایات میں وقت گزرنے لگا۔ اس دوران میں ایک آیا اس نے خبر دی "پراٹھوں کا آدھن تیار ہے۔ دوسرے نے مژدہ سنایا قورمے کا "پساؤ" ہو رہا ہے۔ تیسرے نے کبابوں کے "قوام" کی خوشخبری سے دل جلایا۔ یہاں تک کہ بارہ بجگئے۔ دوست اس بہانے سے کہ باورچی کمبخت نے دیگیں تو سہی کیا دیر لگائی ہے کھسکے۔ بظاہر تو گھر سے باہر نکلے مگر در اصل کمین گاہ میں متواری ہوئے۔

اب ہوئی خلوت قبلہ تھوڑا پلنگڑی کی جانب کھسکا۔ اندر سے آواز آئی لے قبلہ دکعبہ تکلف برطرف۔ نگوڑے باورچی نے آج میرا کلیجہ بھون ڈالا۔ موسے نے بڑی دیر لگادی۔ کپڑے اُتار ڈالیے۔ عمامہ تو قرع انبیق ہو رہا ہے سر سے بلا کی طرح دور کیجیے۔ یہ کفش خانہ ہے اور میں لونڈی ہوں۔ شرم کاہے کی؟ قبلہ نے اتنا جو اشارہ پایا تو عمامہ ایک طرف پھینکا۔ عبا کھونٹی پر لٹکائی۔ کرتا فراشی پنکھے پر پھیلایا۔ مخلّی اور مخلع ہو کے بیٹھے۔ مگر مسند پر نہیں مسہری کے پائنتی۔ اب مخارج صحیحہ سے حروف حلقیہ ادا ہونے لگے۔ جینی (جانی) میرے عیون قاصرہ تمہارے لمحات باصرہ کے تشنۂ دیدار و زیارت کے امیدوار ہیں۔ توقّع ہے کہ زلال وصال محروم اور انجاح مسئول سے بعید نہ رکھو گی" اُس نے مسکرا کے جواب دیا "ذئی میں نہیں جانتی آپ نے قرأت میں کیا بیان بکا۔ اگر کسی اور بات کو جی چاہتا ہے تو میں آپ کی مقلد ہوں حکم سے باہر نہیں ہوسکتی۔ دوستوں کے پیٹ میں مارے ہنسی کے بل پڑے جاتے تھے۔ حضرت قبلہ جامۂ حیا سے جب بالکل باہر ہوگئے تو دفعۃً سب کے سب یہ کہتے نکل پڑے۔ کھانا آیا۔ کھانا آیا۔ کھانا آیا۔ کھانا آیا۔ آہا کھانا آیا۔ پھر ہر ایک نے جامۂ تقدس تقسیم کر لیا۔ ایک نے عمامہ غصب کیا دوسرے نے عبا چھین لی تیسرے نے کرتا دانتا چوتھے نے شلوار روحانیت و اجتہاد غائب کردی۔ مولوی صاحب اپنے شاہدین عادلین کو گواہ کر کے بزبان بے زبانی فریاد کرتے۔ مڑ مڑ منھ دیکھتے اور اشرار جامہ ہائے تورّع کی برکت چینی میں مصروف۔ قہا قاہ کی صدا بلند۔ گویا برہنہ مولوی نہ تھا۔ سیاہ زعفران کا کھیت تھا۔

قومی کتب خانہ

ارباب علم و فن و نیز طالبان علم کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے ایک کتبخانہ کا افتتاح کیا ہے اور تقریباً ہر علم و فن کی درسی و غیر درسی کتب تاریخ و اصول و فقہ و حدیث عربی فارسی و اردو کتابوں کے بھیجنے کا حسب فرمائش انتظام کیا ہے لہذا حضرات مشتاقین علوم و فنون اس جدید کتبخانہ کو جو صرف ملک و مذہب کی خدمت کرنے کیلیے قائم کیا گیا ہے زیادہ سے زیادہ آرڈر دے کے قومی ہمدردی کا ثبوت دیں اور اس کتبخانہ کے خالص خدمات کو محل امتحان میں لا کر کھرے کھوٹے کی جانچ کریں۔

سید ابوالحسن متصل مکان شمس العلما مولانا السید ابن حسن صاحب قبلہ مجتہد محلہ پاٹا نالہ لکھنؤ

بالخصوص رسوائی یہی حضرت برابر دیہاتوں میں نماز پڑھاتے اور فتاوے پر دستخط فرماتے ہیں۔ مرجع القبلات معظم و محترم ہیں۔ ان کی نکتہ چینی خلوت ہائے خاص کی صحبت میں تو شاید ہوتی ہے لیکن کبھی اعلان نہیں سنا گیا کہ فہرست قبلات و کعبات سے ان کا نام نکال دیا گیا۔

مثالیں بہت ہیں مگر مشکل یہی بفضل خدا زندہ ہیں حکیم آشفتہ صاحب نے اڈیٹر صاحب سے اصرار کیا سلسلہ مسلسل ہے تہمت و دشنام و زبان درازی کا جواب بجائے صدق و راستی سے ہمیشہ دیتے ہیں۔

جناب والا اب جان چھوڑ دیجئے ہمیں ایرانی پالٹکس پر ضروری مضامین لکھنا ہیں۔

یہ حضرت زائل ہوئے تو ایک تیسرے صاحب وارد ہوئے غرض کہاں تک عرض کروں ؎

ہر کوئی پوچھتا ہے کہ کتنے کو مول لی
دم آ گیا ہے لے کے تو شمشیر اک میں

آخری جواب یہی ہے کہ ہماری نیت کل افراد پر جرح کرنے کی نہ تھی۔ حال کانفرنس کا ہے اور ایران کا۔ جو لوگ جنت نصیب ہوئے اُن میں بھی اچھے بُرے سب طرح کے لوگ تھے جو موجود ہیں اُن کے بارے میں جو خیال تھا وہ ظاہر کر دیا گیا۔ کانفرنس کی عمر تھوڑی سی ہے پہلے ہی اجلاس میں جو تمردانہ عنوان اختیار کیا گیا تھا یعنی ۱۹۰۷ء میں اُس پر ادھ پہنچنے

دی مسلم ریویو

مسلمانوں کا واحد انگریزی تبلیغی ماہانہ رسالہ ہے جسمیں مشاہیر ملک کے تحقیقی مضامین حمایت اسلام اور رد غیر اسلام کے متعلق لکھے جاتے ہیں جو کہ یورپ امریکہ افریقہ آسٹریلیا ممالک ایشیا جزائر عالم میں شائع ہوتے ہیں فرقہ وارانہ مباحث اسمیں نہیں ہوتے قدیم اسلام کی خدمت کرنا اسکا مقصد اعظم و نصب العین ہے لہذا تمام لائبریریوں کو صرف ایک روپیہ سالانہ ادا کرنے پر رسالہ مفت جاتا ہے۔ اسکی قیمت سالانہ للعہ ہے تمام ہمدردان اسلام قدیم کو اسکی سرپرستی کرنی لازم ہے۔

منیجر دی مسلم ریویو لکھنؤ

کافی ہدایت و نصیحت کا حق ادا کیا تھا۔ مذہب کا ذکر ضمناً آ گیا اصل درستی اخلاق ہے جس کے محاسن اس گروہ میں خال خال نظر آتے ہیں۔ اس انکشاف پر اگر کوئی صاحب یقین نہیں رکھتے تو بار بار انہوں میں بیٹ کے چوک کی راہ لیں اور کھانا کھائیں کھانا کھائیں کھانا کھائیں۔ فقط

راقم

دل جلا شیعہ

ایران بنام شیعہ کانفرنس

جو کم کانفرنس سنئے ڈھچر کی بنیاد بھی بالکل تازہ بتازہ تو بنو نہیں۔ اس کی بنیاد اواخر عہد ناصر الدین قاچار میں اُس وقت پڑی جب کہ روسی تمام ایران پر مسلط ہو چکے تھے اور وطن خواہ گروہ کے سینے پر سانپ لوٹ رہے تھے۔ دوسری بڑی سلطنتیں دانتوں پر بارڈھ اور پنجوں پر دھار رکھوائے بیٹھی تھیں۔ بادشاہ سلامت عین قحط کے زمانے میں یورپ کی سیر فرما رہے تھے۔ کوئی آئین نہ تھا کوئی ضابطہ نہ تھا۔ وزارت اور خلوتی مصاحبت بالکل یکساں تھی۔ ہر کوچہ میں دو ایک حج اسلام داد حکومت دے رہے تھے۔ سرزمین ایران کا بڑا حصہ روس کے اقتدار میں تھا۔ ایک ایک روسی فرعون بے سامان۔ رشوت خوار تسمہ پا

رسالہ چندن پنجابی کا اجرا

یکم اکتوبر ۱۹۳۵ء سے پنجاب کے تجارتی شہر جالندھر سے بزبان پنجابی (اردو الفاظ) میں شائع ہوگا جسکے ہر نمبر میں پنجابی کے مشہور شاعروں و کویوں کی نظمیں افسانے نیز چھ رنگین تصویریں ہوا کرینگی۔ پنجاب کے بڑے بڑے اصحاب نے اسکی سرپرستی منظور فرمائی ہے سالانہ چندہ صرف ۲ روپے لیکن تا ۲۰-۱۰-۳۵ اجرا سے پہلے چندہ بھیجنے والوں سے صرف ۱ء نمونہ مفت۔

منیجر رسالہ "چندن" بازار شیخاں جالندھر شہر

اپنے آگے حکومت کے وجود کو ناچیز سمجھتے تھے۔

ایک ذری سیاحت نامہ ابراہیم بیگ پر نظر ڈالو اس میں سب کچھ موجود ہے۔ یہ ایرانی سیاح جب اپنے وطن میں بحال غربت وارد ہوا تو اسے حب وطن نے انگلی دکھائی ہر قدم پر بدنظمی کے آثار دیکھ کے دل میں کڑھا اور اسی طرح کڑھا جس طرح شیعہ کانفرنس کے عالم و غیر عالم افراد جدید و قدیم کی بے پروائیاں اور بدنظمیاں دیکھ کے آج ہندوستان کے ایک قابل اعتنا فرقے کا دل کڑھتا ہے۔ مگر بے بسی یا پست ہمتی تھمنے نہیں دیتی۔ اس نے ارادہ کر لیا کہ جناب وزیر مالیہ جناب وزیر خارجہ جناب جلالتماب وزیر عسکریہ سے مل کے درد دل کہے گا۔

ایک آدھ جگہ شیخ جی ٹرائے تو "ہاشو پر سوختہ یا شو" کی ہیبت انگیز صدا نے قدم ٹکنے نہ دیئے گردن میں ہاتھ دیا گیا۔ مگر جنون وطن دوستی اتنا کم نہ تھا کہ معمولی پر سوختہ کی پنچم اُسے دبا لیتی۔ شامت اعمال جلالتماب وزیر فوج کی خدمت میں لے گئی۔ پہلی مصیبت تو یہ وارد ہوئی کہ انھیں بیٹھنے کی اجازت نہ ملی اور آخر "ترا بہ سرشاہ قسم" کہتے رہا کوئی اور قسم) پر فرش پر قدم ٹکانے کی اجازت دی۔ بیٹھے۔ اور حسب معمول تقریر شروع کر دی دیکھیے جناب فوج کی وردی درست نہیں۔ تکمے ٹوٹے۔ گریبان پھٹے۔ جوتیوں میں باندھ بندھے۔ آدھا جوتا پنجوں تک پاؤں میں آدھا کھونسٹرا انداز در منزل لیے میں انگل انگل بھر کی جوئیں۔ میل تھوپا ہوا۔ ناخن بڑھے

سمن لغرض ... [illegible]

وآرزرہ قواعد ادام محمد ... بنبر مقدمہ ... ضمن ۲ ... بعدالت جناب خشی ... صاحب آنریبل ... مقام سندیلہ ضلع ... سید محمد حلیم ولد ... فتحپور ضلع بارہ بنکی ... مدعی ... حت سنگھ ... ولد گجراج سنگھ ... اقوام ٹھاکر ساکنان ... سندیلہ ضلع ہردوئی ... گنگا بہاری لال قوم ... پرگنہ و تحصیل سندیلہ ... اندربال سنگھ پسر ... بانسی پرگنہ ساندی ... مدعا علیہم ... واضح ہو کہ مدعی ... نالش بابت ... ہوا ہے کہ تم بتاریخ ... دن بمقام سندیلہ ... بعد کے حالات ... اور جوکل امور ... سکے یا جس کے ساتھ ... سوالات کا ... کرو اور ... مقرر ہے ... ہوئی ہے ... گواہوں کو بھی ... جن پر تم ... چاہتے ہو پیش ... اور تم کو اطلاع ... حاضر نہ ہوگے تو ... اور منفصل ہوگا ... آج تاریخ ... دستخط حاکم

دور کا [illegible] یہ دل نزدیک

دوست اپنی تباہی کے لیے جیسا ہی گیند [illegible] دل ہے

"دل پلیٹڈ — ڈیر لارڈ ولنگڈن"

بال حد سے سوا ہو۔ تلوار کی یہ کیفیت کہ کاٹھی سے میان باہر کھینچیے تو زنگ کے مارے ٹس سے مس نہ ہو۔ انتوں میں تھپوتری۔ رفتار بے ڈھنگی۔ یہ حال افسروں کا ہے جن کے بڑے بڑے خطاب ہیں کوئی سرتیپ ہے کوئی سالار ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی قطعے ہے لاحول ولا قوۃ آپ اسی فوج سے دنیا کا مقابلہ کرسکیں گے جو ہر تیسرے چوتھے مہینے وزیر خزانہ کو گھیرتی ہے کہ راشن دلواؤ ورنہ ہم بازار لوٹے لیتے ہیں۔ نہ کوئی قلعہ ہے نہ ہتھیار ہیں نہ توپیں ہیں نہ جنگی جہاز ہیں۔ نہ باقاعدہ محنت لی جاتی ہے۔ نہ تمرین ہوتی ہے۔ نہ حاضری کا رجسٹر ہے۔ نہ گولا ہے نہ بارود ہے آپ کو شرم نہیں آتی اسی فوج کے آپ وزیر ہیں۔ کہاں تک عرض کیا جائے انھوں نے ڈانٹنا شروع کیا اور وزیر صاحب کی آنکھیں خون بھری سیپیاں نظر آنے لگیں آخر انھوں نے اردلی کو آواز دی اور "بزن مادر قحبہ را بزن" کا حکم لگا دیا۔ آپ جانیے ایسی باقاعدہ فوج کے سپہ سالار اعظم سے یوں برابری کی گفتگو۔ لے میرا بھائی "بزن" ہے بزن ہے کمبخت۔ بیتے ٹھونسے لاتیں جوتے سر و صورت پر پڑنے لگے ایک نے ٹھوکر جو ماری تو جناب سیاح صاحب اکبر شاہ کی معشوقہ کے ڈھیلے کنگن کی طرح

ٹھنن ٹھنن ٹھنن ٹھکو

سڑھین سیڑھین پہ ٹکو

یاد کرتے۔ لڑکنیاں کھاتے "پائیں پلہ رسیدند" آہ آغا مر گیا۔ وا اے چہ گناہ ازمن دیدہ کہ کتک خورانیدند"

قصہ دراز ہے یہ غریب سیاح "مزد کوتک خوارہ" میں اپنی طلائی گھڑی اور زنجیر دے کے بھاگا۔ چند روز کے بعد حواس درست ہوئے تو بعض دوستوں نے ایک وجود محترم کا نشان دیا جس نے آزادی گت سے بٹھایا تسلی دی اور جدید ملکی اور شرعی قوانین کا مجموعہ پیش کیا جو کہ شرع محمدی انگریزی۔ جرمنی۔ رومی۔ قوانین کا مجموعہ تھا ہر قانون پر پہلے بلحاظ شرع محمدی نظر ڈالی گئی ہے تو ذیل کے مطابق نکالی گئی تھی سیاح نے خود اس مجموعہ کا طویل الذیل خلاصہ سیاحت نامہ میں

درج کر دیا ہے۔ ہم اسی کو جدید اصول فقہ کہیں جس پر آج سلطنت ہایونی رضا شاہی عمل پیرا ہے نیا خیال کرو۔ یہ ہے۔ وتعلیم وتنظیم ملکی اور حیلہ ہائے سیاسی و تجارتی یا صنعتی و زراعتی کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس پر اس وجود محترم نے شرعی حیثیت سے بحث نہ کی ہو یا اس کے حدود نہ قائم کیے ہوں۔

یہ کتاب چند ضخیم جلدوں میں ہے۔ اور طالبان تحقیق کی پوری تشفی کر دیتی ہے اس جیورس پروڈنس کا ماخذ ٹھیک وہی اصول فقہ ہیں جو آج ملاؤں کے مایۂ ناز یا آلۂ تسمہ بازی ہیں صرف صورت بدلی ہوئی ہے تشدد للال کا اعجاز ہے کہ مقام بحث میں آن کے ایک تسمہ باز بھی ان کے آگے سر جھکانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

از ماست کہ بر ماست

یہ نئے عالم جو اس طرح نئے عنوان سے استنباط مسائل فقہیہ معاملات وحدود کر رہے تھے تا انقراض عہد قاچاریہ خانگی اور بیرونی مصائب میں مبتلا رہے۔ ان مصائب کا سرچشمہ یہی پنج اسلامیہ تھے جو مملکت کو میراث قرار دے کے اولاد ناصر الدین قاچار میں تقسیم فرمانے پر بدلیل شرعی اصرار فرما رہے تھے۔ اس طرح خانگی فساد کی آگ کسی طرح نہ بجھتی تھی ہو دم بازی تازہ برپا کر دیتی آیات العظمیٰ کی لماد الانسلم کی ہر سٹے پکار مشروطہ غلط اور مستبدہ صحیح۔ یہاں تک تو ہوا کہ جس وقت روضۂ مطہرہ رضویہ توپ بستہ ہو رہا تھا اس وقت ایک مستبدہ خواہ نجفی عالم نے جو بطفیل تسمہ بازی پچیس لاکھ زر نقد کے مالک چند کاروان سراؤں بازاروں اور دیہاتوں کے رئیس اور قابض تھے وطن پروران ایران پر وجوب جہاد کا اعلان فرمایا بہت دنوں مستبدہ گروہ اُن کے فرمان پر چلتا رہا مرنے کے بعد ان کے بکس سے مخفی کاغذ روسی محکمہ جاسوسی کے برآمد ہوئے جنھیں مدالشریعۃ آقائے زاور دس (نعوذ باللہ) کا عطا کیا ہوا اجازہ اجتہاد لے تو یہ اجازہ جہاد کہنا چاہیے۔

جو ہم کانفرنس یاروضۂ نجف کی گولہ باری کے موقع پر خود تمھارے اہل وطن کو بھی ایک تلخ تجربہ ہو چکا ہے کہ کس طرح بعض آیات اللہ نے گولیوں کے نشان تجسیم خود معائنہ فرمائے پھر وطن تشریف لائے تو پھرے مجمع میں

بہت سے واقعات بیان کیے مگر جب جریدہ "مسلینہ" میں وہ واقعات درج ہوئے تو یک سخت انکار فرما گئے۔ واقعی صدق گفتار چاہیے ہمارے تمھارے واسطے ضروری ہو۔ مگر بڑوں کی بڑی بات ہے۔ وہ چھوٹوں کے کسی فعل میں مماثل نہیں ہو سکتے۔

بہر کیف روضۂ مطہرۂ رضویہ پر گولے برس رہے تھے اور پنج اسلامیہ تمام منہ میں گھنگنیاں بھرے چپ شاہ کا روزہ رکھے مزے سے چھپر کھٹوں پر آرام کر رہے تھے۔ حکومت ایران کو اپنے سر سے بلا ٹلنے میں ان بزرگوں سے کوئی مدد نہ ملی تھیں اُس وقت کے ادبی منظومات سے جو مستشرق براؤن کے مختلف مؤلفات میں مندرج ہیں یہ تمام حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔

ہمیں "مجلس شورائے ملی" کے ترتیب دینے میں جن مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا نہ پوچھو۔ آج ایک وطن پرور پارٹی بنی اور کل فنا ہو گئی انقلابی پنج اسلامیہ کے جاری ہوئے عوام نے فوراً اُس کی مخالفت کرنی شروع کی وزراء معطل

دکلا سیجر سے

علما شیعہ نمود مرد ملّتا دند نظین

چیرہ شد کشور ایران آنبوہ فتن

کشور ایران زانبوہ فتن زخطرست

اے وطن خواہاں زنہار وطن زخطرست

یہ بالکل غلط ہے کہ علمار ایران مجلس شوریٰ کے رکن نہیں۔ مجلس شوریٰ علماے دین سے بفضل خدا بھری ہوئی ہے۔ یہ قرآن حدیث اور تمام ضروریات مذہب سے واقف ہیں۔ اگر یہ لوگ نفضیر فضلا۔ ہمارا ساتھ نہ دیتے تو ہم آج آزادی کا دم نہ بھر سکتے اور ہماری مصیبتیں کسیطرح نہ رفع ہوتیں۔ پہلے زمانے سے فرق صرف اس قدر ہے کہ ہر ایک نے اپنے اپنے دائرہ عمل کو سمجھ لیا ہے غیر سلطنتوں سے رشوت کھانے والے قسم یا حضرات کی پوری نگرانی کی جاتی ہے اور ان کے اقوال و افعال پر نکتہ چینی بھی دل کھول کے ہوتی ہے۔ صدق و راستی سے ادھر انھوں نے پاؤں باہر نکالا اور اخبار کی تعدادوں نے آزادی کے ساتھ گتے لیے۔ اعتبار کی جڑ صحت عمل پر ہے۔ بڑائی اس وجہ سے کہ عمامے کے پیچ سے نکلی ہے مقدس نہیں سمجھی جاتی نہ در گزر کے قابل ہے خیرات پر قابو حاصل کرنے کے لیے سرزمین ایران میں کوئی گنجائش باقی نہیں رکھی گئی۔ اب تقدس فروشی کی دوکانیں اٹھا دی گئی ہیں۔

ایک لطیف واقعہ سنو۔ ایران میں ایک مالدار سوداگر اٹھارہ سو لیرے کی گراں قدر رقم لے کے کربلا گیا۔ اس فکر میں تھا کہ بعض امور خیریہ کا انتظام کسی مولوی کے ذریعے سے کرے۔ علمائے دوال پانے اُسے جا نتھا۔ ایک بڑے نامی و نامور بزرگ اُسے اپنے گھر لے گئے نہایت آؤ بھگت سے بٹھایا۔ کاہے پر؟ سڑے ہوئے دقیانوسی بوریے پر۔ آمد گئے ایک فنجان چائے اور اُس کے ساتھ ہی ایک پھپھوندی لگی روٹی تھوڑا سا متعفن بارش خوردہ پنیر بھی لائے۔ گویا عسرت ہی سے علم کی شان قائم ہوتی ہے یہ سب آہار کا دیکھ کے مہمان بیچارے نے دل میں کہا: "آقا بسیار مرد قانع و زاہد است"۔

شام ہوئی نماز پڑھ کے لیٹا۔ اجنبی مقام پر نیند مشکل سے آتی ہے رات گئے تک جاگتا رہا۔ دفعۃً بلیوں نے چھت پر گراہ کی مشق شروع کی۔ لڑائی ایک مرغ مسلم پر ہو رہی تھی جس میں خوشبودار چاول بھرے ہوئے تھے چنگ نے ذرا دامن وسیع کر دیا۔ یہ جنگ کوٹھے پر مولوی صاحب کی خوابگاہ میں برپا تھی۔ چھت میں ایک موکھا تھا۔ اور یہیں عمدہ قسم کے کھانے چینی کی نفیس پلیٹوں میں چنے رکھے تھے۔ آخر مایہ النزاع قاب بھنے ہوئے مرغ مسلم سمیت روشندان سے تڑاق بزمیں رسید۔ مہمان اٹھ بیٹھا چراغ افلاس میں نور کہاں۔ چاندنی میں فربہ مرغ بریاں دیکھا دل میں کہا: "این بندہ خدا از آداب اکرام مہمان ہم بے پروا ست"۔

خوش رمغ پلاؤ میں خود و مرا کہ مہمان سیتم نان خشک و پنیر تواضع میکند۔ سے یہ شرف؟ دوسرے دن آقا نے فرمایا۔ ہنوز رفع چاے ہم نخوردہ ام۔ مہمان جلا بھنا ہوا تھا مرغ بریاں کی بلیوں گھسیٹی لاش کی قاکے سرا قدس کے حوالے کرکے چل کھڑا ہوا۔ راہ میں دوسرے مولوی صاحب سے ملاقات ہوئی یہ بناوٹی زاہد نہ تھے نہوں نے فراخدلی سے ضیافت کی نفیس قالین پر سلایا۔ طہران پہنچ کر ان میں جانے بلائی اٹھارہ سو لیرہ بالحق نا مہر کیساں کھنے کی اجرت میں نہیں ملگیا۔ جونم کانفرنس اب میں جلد مطلب پا تاہوں جلتی ایش۔

راقم دل جلا شیعہ

کون سی شادی شدہ خاتون ہوگی جسے بچہ کھلانے
کا ارمان نہ ہو۔ اولاد کی خاطر لوگ سارے جتن کرتے
ہیں۔ درگاہوں پر جاتے ہیں۔ منتیں مانتے ہیں۔ فقیروں۔ اور
بیراگیوں کی سیوا کرتے ہیں۔ عاملوں، رمالوں، پنڈتوں، نجومیوں کے دروں کی
ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ طبیبوں۔ ویدوں اور ڈاکٹروں کو ہزاروں روپیہ کھلاتے ہیں۔ ہمارا تو یہ بھی تجربہ ہے
کہ ہندو، مسلمان، عیسائی، پارسی یہودی اولاد کی تمنا میں اپنا مذہب تک ترک کرنے پر آمادہ ہو جاتے
ہیں۔ جس گھر میں اولاد نہیں وہ بے چراغ کہلاتا ہے۔ جو عورت بے اولاد ہے وہ ہندوستان میں منحوس
سمجھی جاتی ہے۔ اور اکثر وہمی عورتیں تو اس کا منہ دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتیں۔ لیکن اب
(بے اولادوں کو مژدہ)
ہو کہ ہماری دوا ادمان سے سیکڑوں بے چراغ گھر روشن ہو گئے ہیں۔ سیکڑوں کی امیدیں بر آئی ہیں۔
خوبی اسمیں یہ ہے کہ یہ دوا مہینے میں صرف تین روز عورت مرد دونوں کو کھانا پڑتی ہے۔ ۸۰ فیصدی
تو ایسا ہوتا ہے کہ پہلے ہی مہینے حمل رہجاتا ہے لیکن دوسرے اور تیسرے مہینے تو ضرور ہی مراد
بر آتی ہے پھر اس دوا میں دوسری عجیب و غریب و حیرت انگیز خوبی یہ ہے کہ فرزند نرینہ
ہی پیدا ہوتا ہے۔ اس واسطے اگر ہزاروں روپیہ بھی قیمت رکھی جائے تو بھی امیر
غرض مند تو خوشی سے لینے کو تیار ہو جاوینگے لیکن ہماری خواہش ہے کہ
اسکا فائدہ عام ہو اسلیے اسکی قیمت بھی نہایت مناسب
رکھی گئی ہے یعنی ۳ ماہ کی دوا عہ مع محصول
ترکیب استعمال دوا کے
ساتھ روانہ کیجائے
گی
کارخانہ ضامن الصحت
وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

انمول ادبی جواہر
منتخبات مضامین اودھ پنچ

من ابتدائے سنہ ۱۹۱۹ء لغایت سنہ ۱۹۳۳ء

چار حصوں میں ادبی اصلاحی اخلاقی سیاسی مضامین بے نظیر علمی اور عقلی ذخائر رکھتے ہیں جن کی نظیر آپ کو اردو کے خزانے میں نہ ملے گی۔ یہ انسان کو مضمون لکھنا سکھا دیتے ہیں اب تک چار حصے تیار ہوئے ہیں۔ قیمت فی حصہ ایک روپیہ آٹھ آنے

یہ مضامین بطور ضمیمہ چار سال سے اودھ پنچ کے ساتھ ہفتہ وار شائع ہو رہے ہیں سالانہ جلد کے خریدار کو ایک حصہ مفت ملتا ہے سائز ۲۰×۲۶/۴ مجموعی قیمت ان منتخبات کی پانچ روپیہ علاوہ محصول۔

منیجر اودھ پنچ

کتب خانوں کی زینت
مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ سنہ ۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد ۶ روپے۔ سنہ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی ۱۲/ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ سنہ ۳۱ و ۳۲ کی

قیمت فی جلد ۶ روپے محصول ڈاک ۱۲/ بذمہ خریدار۔ جلد سنہ ۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی ۱۲/ اور جلد سنہ ۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی ۱۲/ مفت ملیں گے۔

امتیاز بکس سپلائی ایجنسی

بارہا شکایت سنی گئی ہے کہ حضرات بیرونجات جو کتابیں طلب فرماتے ہیں ان کو ناقص کتابیں ملتی ہیں۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ جو کتاب وہ طلب کرتے ہیں اسکے بجائے دوسری کتاب انھیں ملتی ہے نیز یہ بھی شکایت ہے کہ کتاب پر صرف دکھانے کے لیے بہت زیادہ قیمت لکھ دی جاتی ہے اور شہر میں وہ لکھی ہوئی قیمت سے بہت کم قیمت پر ملتی ہے وغیرہ۔

لیکن اگر آپ ہمارے ذریعے سے کوئی کتاب طلب فرمائیں گے تو ہرگز یہ شکایت پیدا نہ ہوگی اور ہم اپنی نگرانی میں ہر کتاب روانہ کرینگے۔ اس حالت میں اگر کتاب ناقص ہو یا غلط ہو یا ایک کے بجائے دوسری ہو قیمت بازار سے زیادہ ہو تو اسکے ہم ذمہ دار ہیں۔ لہذا لکھنؤ کے جس مطبع کی کتابیں آپکو ضرورت ہو ہمیں تحریر فرمائیے اور اطمینان رکھیے کہ آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں ملیگا دریافت طلب امور کے لیے جوابی پوسٹ کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے

پتہ:۔ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

ہفتہ وار انگریزی اخبار "خیبر میل" پشاور

ضرور ملاحظہ کیجیے۔ یہ انگریزی کا واحد اخبار ہے جو صوبۂ سرحد سے شائع ہوتا ہے

سالانہ چندہ پانچ روپیہ ہے "منیجر"

ہفتہ وار انگریزی اخبار "سنٹینل" رانچی

جسمیں نہایت پرلطف مضامین اور مقامی خبریں ہوتی ہیں۔ ضرور ملاحظہ فرمائیے سالانہ چندہ ششماہی ۳ روپے۔ سہ ماہی ۲ روپے۔ فی پرچہ ۱ آنہ۔

منیجر "سنٹینل" رانچی

REGISTERD No A 763
LUCKNOW.
DHPUNCH
قیمت فی پرچہ
دو آنے
۱۹۳۵
قیمت پیشگی اندرون ممالک
سالانہ
ششماہی
سہ ماہی
M.B Khan Artist
Dogawan Lucknow

جسم جو پہنچ کے اپنے ساتھ روح کو لپیٹ لے گیا چلیے قصہ مختصر مرحوم ہو گئے۔ تو اول اور جوہر زندگی کا یہ عالم کہ جس کو دیکھیے بیٹر کا جنم۔ سر سے پیر تک سے چلتے ہیں یا لکھانی کا بینٹو (دستہ) ہے دماغی گرمی سے علسہ (چھینک) کے مخرج ہیم جاری ہے۔ آہ گرم لگے کے ساتھ ہیں جمی اور ربڑ کی قلفی تماد پیشاب کرنے بیٹھے اور دھار جو پر گ قلمی بن گئی۔ اس پر طرہ یہ کہ ابر کا شامیانہ ہر وقت بالا سے سر تنا ہوا ہے دھوپ پڑے کی بو بھی کو سے کو ہونے دیکھتی پھرتی ہے انگیٹھی کوئلوں سے گرم نہیں ہوتی۔ انگاروں کی جگہ الغیاث کی غصہ اکے دل در کار ہیں تو مرزا رفیع سودا کہتے ہیں سہ

انساں کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا
کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا

واقعی ایسی برودت کے واسطے ایسی ہی عنصری حرارت مطلوب ہے۔ اول تو خون کی افزائش گمان غذا کی بدولت پہلے ہی سے مفقود تھی۔ رہا سہا جو کچھ ہے وہ بیک ہوا سے زمہریری یا قوت کی طرح منجمد۔ کسی شاعر کا قول ہے سہ

جسے لوگ کہتے ہیں دل وہ ہے ایک قطرۂ خوں
تری قدر ہی تو کھلتی جو اسے نثار کرتے

گویا قوت جو جانے کے بعد یہ قطرۂ خون قیمتی ہو گیا ہے اب اگر روئی کے تاجروں کی ہوس پر نثار کر دیا جائے تو قدر نہ کھلے گی گھٹے تو ہمارا ذمہ۔ گر خاموش رہنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مصنوعی یا قوت بھی لاگت پر چلا جائے۔

طرہ اللفرا اس بات سے کہ اس ٹھنڈک سیالک میں بھی ہمارے شہر نے موسیقی کانفرنس کی صورت میں ٹھنڈی گرمیاں دکھائیں تا بڑ توڑ چھ دن تک دن میں ایک نہیں تین چار جلسے ہوئے۔ سچ پوچھیے تو جن دلوں میں تھوڑی بہت دولت کی حرارت ہے۔ انھوں نے غریبوں کے ترسانے کے لیے یہ کھیل کھیلا اور فیاضیاں دکھائیں گویا قدرت نے دولتمندی کے عوض جو حقوق انسانیت و وطن انکے ذمہ لگائے تھے وہ سب پورے ہو چکے۔ پیٹ بھرا تو جنہ دہری کی سوجھی۔

غذائے روحانی کی کمی تھی اس کا انصرام کر دیا گیا قدیم عشرت گاہ قیصر باغ کے بھاگ جاگے ملتانی مٹی کے پچکارے اور پوگیے رنگ نے زور باندھا مدتوں کے بعد غذا شبیہ بالغذا کی ملی تو درود دیوار سے رنگ اور رنگ کے ساتھ راگ پھوٹ نکلا۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ نیا راگ تھا جس میں مدھم اور پنچم دونوں سرے سے غائب تھے مگر تانیں پھر بھی سہانی رہیں۔ یعنی سر ولیم میرس کی افتتاحی تقریر میں مدھم کی جگہ غفلت کے متعلق سرزنش اور دھمکی کا میل تھا اور آخری تان میں .... اعانت کا پنچم سُر بالفعل "دیکھا جائے گا" کی لنگھن میں پھنس گیا۔ واقعی میرس صاحب تم بھی بڑے گنی ہو کیا خوب گا لے۔ جب پیٹ میں غذا کی جگہ بھیرو ں ناچتا ہو تو راگ رنگ کسی کو کیا سوجھے۔ وہ زمانہ اب کہاں ہے جب پولے میں دانے تھے تو ہر ایک ملار گاتا تھا۔ ادھر بچہ ماں کے پیٹ سے نکلا اور بجائے بڑی باولی ہاہا کے لگا سارے گاما پا دھانی کرنے بلکہ لوڈینیوں کے منھ سے:۔

لاری کٹوری میں تیل کیوں تیرا کیا رے دیکھے
لاری کٹوری میں تیل ....

سنے بغیر باہر نکلنے کا نام نہ لیتا تھا۔ فن کی جو یت ایک باقی ہے جھک مارنے کے بعد ابھی کسی نہ کسی دھن میں مانگتے ہیں۔ لیکن اصولی تعلیم کا شر نیا گاہ مدت ہوئی کہ قاقون نے بٹھا دیا۔ غارا غارت۔ گوری نگوڑی۔ کھماچ کھپاچ سارنگ بدرنگ۔ ہنڈول بیڈول۔ یمن ہڈین۔ مال سری کال سری۔ بھیری بھنبیری۔ نٹ تلمٹ۔ گنگلی کنگلی۔ کھٹ نٹ کھٹ۔ سری جے سری۔ سوہابہا۔ کانی تاکانی۔ شہانہ فقیرانہ۔ ہنس کنکنی ٹھنکنی۔ بٹھیلہ بٹ مار۔ بہاری مبتلائے زاری۔ پوربی نسو لڑھیا۔ جیت پریت۔ پردا لپے پروا۔ بھاس اداس۔ سازگری ناسازگاری۔ غرض کہ سارے ٹھاٹھ بگڑ کے پیٹ کی لاچاری بجاتے پھرتے ہیں۔ رہے امرائے ہند تو ان پر خدا کے فضل سے یہ اعتراض وارد نہیں ہو سکتا انھوں نے اس قدیم فن سے بے پروائی کی۔ واللہ الحمد سو فی صدی بچا تو سے اسی فن لطیف کے شوق میں شہید ہوئے سب پروا ہوتے تو آج اس کانفرنس میں خاک اُڑتی یہ گھاگھمی یہ فیاضی یہ تنتہ باری نہ ہوتی۔ یہ وہ شراب ہے جس کی مستی نے فرمانرواؤں کو مدہوش رکھا اور یاروں نے اپنا کام کیا۔ سیکڑوں مرحوم ہوئے اور ہزاروں رنگیلے کچھ دنوں کے بعد تگنی کا ناچ ناچیں گے۔ اس فن لطیف کے سر پرستوں کا انہماک اسی طرح باقی رہا اور شریف عورتوں کو بھی گلے بازی نے انگلی دکھائی تو تمول نصیب اعداء ہو گا اور گھریلو طائفے تا تھئی تا تھئی کرتے پھریں گے خصوصاً ہندوستانی مسلمان جن کے قبضے میں ہندوستانی نیوتس سے ایک یہی فیض باقی ہے۔ چنانچہ اس کانفرنس کے گویوں میں بھی فی صدی اسی کی نسبت مسلمانوں کو حاصل تھی۔ یہ تباہ کن اشتغال کی بین دلیل ہے۔

آل انڈیا میوزک کانفرنس

کے نام

چوک کی سدا سہاگنوں کا شکایت نامہ

اے بی تم بڑی بے مروت ہو یہ ہمارے ہی شہر میں آنا اور ہمیں سے (ہم ہی سے) بے رخی کرنا! بہت اچھا ابھی کے دن بڑے کبھی کی رات تم اپنے دل میں مغرور ہوگی کہ ہمیں کے شہر میں دندناتے آئے۔ رئیسوں کو رجھایا۔ تمنے بانٹے انعام دیئے اور چل کھڑے ہوئے مگر میری جان یہ کچھ غرور کی بات نہیں۔ رئیسوں کی محفلیں ہمیشہ ہماری محتاج رہیں اور سدا ہمارے دم قدم سے روشن رہیں گی۔ ارے ہم وہ ہیں کہ ہمارا مارا پانی نہیں مانگتا۔ جتنا روپیہ تم نے سمیٹا اور تقسیم کیا اتنے کے تیل پان یہاں روز صدقے میں رکھے جاتے ہیں۔ تم معلوم نہیں کن خیالوں میں ہو۔ لاٹ صاحب کے پانچسو روپیہ کس شمار قطار میں ہیں۔ یہاں بیسیوں نکیلے نواب رئیس والی ملک راجہ مہاراجہ زمیندار تعلقدار بلکہ (بلکہ) کئی ایک لاٹ صاحب ران کے تلے سے نکال کے پھینک دیے اور کبھی بڑا بول نہیں بولا۔ تم اپنا ایک کالج لیے پھرتی ہو یہاں سیکڑوں

جلد ۲۰ نمبر ۳۲

مضامین

(مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۳۵ء)

ہزل

(از جناب محفوظ)

صرف مر جانے کی امید پہ جیتا ہوں میں

تار دامن سے لنگوٹے کو جو سیتا ہوں میں آپ کے وصل کی امید پہ جیتا ہوں میں

کمسنی تیری ہو میرے بھی ہوں ایام شباب تو بڑا قا ہے مری جاں تو ٹلیتا ہوں میں

شاعری نے بھی لگائی ہے عجب سم ٹھاس خون دل جا کے بنا ہے جسے پیتا ہوں میں

عمر گزری ہے مری بادیہ پیمائی میں وادی نجد کا ٹوٹا ہوا فیتا ہوں میں

سخت جانی سے مری تیری نظر آگے سوا تھان تہذیب کا تو ہے تو تشلیتا ہوں میں

رشک سے میرے گلے جاتے ہیں کیوں سارے رقیب نہ تو انجیر ہی میں ہوں نہ پپیتا ہوں میں

سر ہوئی گھات سے کیا وصل کی بازی محفوظ
ایک ہی داؤں میں ہارے ہیں وہ جیتا ہوں میں

شمس العلما مولانا حالی کی صد سالہ سالگرہ
"اور مسلم یونیورسٹی یونین علیگڈھ"

اراکین مسلم یونیورسٹی یونین کا یہ جلسہ عمومی مولانا حالی کی قابل قدر علمی اور ملکی خدمات اور علی گڈھ تحریک کے ساتھ ان کے قریبی تعلق کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی صد سالہ سالگرہ جو ۲۶-۲۷ اکتوبر کو پانی پت میں منعقد ہو رہی ہے کی تحریک کا خیر مقدم کرتا ہے۔ اور اس سلسلے میں مندرجہ ذیل قرار داد منظور کرتا ہے۔ نیز یہ جلسہ قرار دیتا ہے کہ مسلم یونیورسٹی یونین کے ممبروں کی طرف سے "۲ آنہ" کی امدادی رقم "حالی میموریل فنڈ" میں دی جائے اور یہ چندہ برسر آفس کے ذریعہ وصول کر کے حالی سنٹیزی کے موقع پر بطور "پرس" کے پیش کیا جائے۔

نیز یہ جلسہ قرار دیتا ہے کہ یونین کی طرف سے چند نمائندے اس تقریب میں شرکت کریں۔

یونین کا یہ اجلاس نائب صدر کی وساطت سے دیگر مسلم کالجوں، اسکولوں اور دیگر اداروں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ یادگار فنڈ کے لیے امدادی سرمایہ فراہم کریں اور اس تقریب میں شرکت کریں اپنے اداروں میں یوم حالی منائیں اور حالی میموریل فنڈ کے لیے چندہ جمع کر کے سکریٹری میموریل فنڈ ایسوسی ایشن پانی پت کو بھیج دیں۔

ضرورت ہے

ایسے لوگوں کی جو سند یافتہ ووٹر ہوں اور صادق القول بھی ہوں۔ درخواستیں مع نقول اسناد جلد سے جلد حسب ذیل پتے پر آجانا چاہییں۔ امیدواران کو یہ بات واضح کر دینا چاہیے کہ وہ کن شرائط پر ووٹ دینا چاہتے ہیں۔ . . . .

(الیکشن) اودھ پنچ لکھنؤ

درخواست (نمبر ۱)

بحضور جناب الیکشن صاحب بہادر   اودھ پنچ لکھنؤ

جناب عالی۔ فدوی بعد ادب عرض پرداز ہے۔

نمبر ۱۔ فدوی کئی پشتوں سے ووٹر چلا آتا ہے اور نسلاً بعد نسل ووٹر رہنے کی سند بھی وراثتاً مجھے ملی ہے جو میرے پاس موجود ہے۔ گو میری کل جائداد فروخت ہو چکی ہے اور اب بجز چند صد بیگہ سیر کے میرے پاس اور کوئی جائداد باقی نہیں ہے تاہم سند ووٹری پر ابھی تک کوئی بار نہیں ہوا ہے۔ وہ جیسی بزرگوں سے ملی ویسی ہی اب تک رکھی ہے۔

نمبر ۲۔ والد کے بیکنٹھ باش ہونے کے بعد سے اب تک مجھے صرف ایک دفعہ ووٹ دینے کی نوبت آئی ہے اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میں اس معاملہ میں صادق القول ہوں۔

نمبر ۳۔ میں قرضدار ہوں اور میرے قرضہ کی تفصیل یہ ہے۔

تنخواہ دیوان جی از یکم جنوری ۱۹۳۵ء لغایت ۳۱ دسمبر ۱۹۳۵ء بحساب عہ ماہوار ۔۔۔

بقایا تنخواہ اشرفی بٹیرن جس سے اب قطع تعلق ہو گیا ہے . . . . ۵ روپیہ ۲؍۲

قرضہ میکو لال بقال بابت جنس روزمرہ . . . . ۵ روپیہ ۱؍۳

بقایا مالگزاری سرکار جس کے لیے بہت جلد گرفتاری عمل میں آنے والی ہے ۵ روپیہ ۹؍۳

متفرق قرضہ . . . . ۱۱؍ بقایا قیمت لہنگ مہتاری للو بھیا . . . . . معہ

جملہ دو صد روپیہ۔

درخواست نمبر ۲

بحضور جناب الیکشن صاحب بہادر   اودھ پنچ لکھنؤ

جناب عالی۔ کبھی میں بھی تعلقدار تھا مگر اب تو صرف ووٹر ہوں اور یہی ذریعہ معاش ہے۔ ہر قسم کے رائج الوقت ووٹ دینے کا بندہ مجاز ہے۔ میرے خاندان بھر میں جملہ بیس ووٹ ہیں اور چونکہ میں بزرگ خاندان ہونے کے علاوہ بڑے خطرناک افراد کا سرپرست بھی ہوں اس لیے میرے خاندان کا کوئی ووٹ بلا میری رضامندی کے کسی کو نہیں دیا جا سکتا ہے۔ موجودہ لکھاڑے کے پہلوان چونکہ زردار ہیں اس لیے کسب زر کا اس سے اچھا موقع اب میری چند روزہ زندگی میں مجھے نہ ملے گا۔

نظر بر آں میں اپنے خاندان کے بیس ووٹ اس شرط سے پیش کر سکتا ہوں کہ مبلغ پانچ ہزار روپیہ سکہ رائج الوقت مجھے بلا چون و چرا بھیج دیے جائیں اور مبلغ پانچ سو روپیہ بابت خوراک اور سفر خرچ وغیرہ الیکشن کی تاریخ پر ووٹ دینے کے قبل مجھے بطور نذر کے عطا کیے جائیں۔ اگر یہ منظور ہو تو بندہ باہیں ہمہ سالی

حاضر ہونے اور اس دنگل کا تماشا دیکھنے کے لیے بسر و چشم حاضر ہے۔

[illegible]

بعد سلام

زار ہند لکھنوی

تصحیح

پنچ۔ اشاعت گذشتہ میں لغت کے تبصرہ کا کچھ حصہ کتابت سے رہ گیا جس کا درج ہونا ضروری ہے لہذا لکھا کیا جاتا ہے جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے کے بعد حسب ذیل عبارت پڑھائی جائے۔

انگریزی زبان میں دراصل بنچ کے معنی نشست کی لانبی چوکی چونکہ اسی قسم کی بنی ہوئی چوکی پر زمانہ قدیم میں جج یا حکام اجلاس کیا کرتے تھے لہذا جج کو اور جج کے عہدہ کو بھی بنچ کہنے لگے۔ اردو میں اسی بنچ کا ترجمہ کرسی عدالت ہے۔ بنچ سے مراد جج یا حکام ہوتی ہے لہذا عدالت فوجداری یا دیوانی کے حکام کو بنچ کہہ سکتے ہیں لیکن دوسرے حکام پر بنچ کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ بنچ اردو میں۔۔۔۔ الخ

رسالہ چندن (پنجابی) کا اجرا

یکم اکتوبر ۱۹۳۵ء سے پنجاب کے تجارتی شہر جالندھر سے بزبان پنجابی (اردو الفاظ) میں شائع ہوگا جس کے ہر نمبر میں پنجابی کے مشہور شاعروں کی نظمیں افسانے چٹکلے رنگین تصویریں انگریزی پنجابی کے بڑے بڑے [illegible] احباب اسکی سرپرستی منظور فرمائیں۔ [illegible] [illegible] سے پہلے چندہ بھیجنے والوں سے [illegible] روپیہ۔ نمونہ مفت طلب کریں۔

خیر اندیش

منیجر رسالہ چندن [illegible] جالندھر شہر

پیش طبیب مپیش بلا طبیب
پیش ہیچ ہر دو پیش ہر دو ہیچ

(نمبر ۵)

بورڈ۔ عدالت مال کا سب سے بڑا محکمہ۔ حاجی صاحب کو بورڈ آف ریونیو کے معنی لکھنے کے بعد لکھنا چاہیے تھا کہ شہرت عام کی بنا پر لوگ بورڈ آف ریونیو کو مختصراً صرف بورڈ کہتے ہیں۔ حاجی صاحب کو کسی بات کا رؤف نہیں۔ آم گھاس جو پاتے ہیں لغت کا حجم بڑھانے کو بھر دیتے ہیں نہ موقع دیکھتے ہیں نہ محل۔

بورڈنگ اسکول۔ وہ مدرسہ جس میں طالب علم رات دن رہتے ہیں۔ معنی یہ ہوئے کہ اگر طالب علم رات دن نہ رہیں تو بورڈنگ اسکول کا وجود ٹھیک اسی طرح غائب ہو جائے جس طرح نور اللغات کی عبارت سے صحت۔ لکھنا چاہیے تھا کہ وہ اسکول جس میں طالب علموں کے بود و باش کا بھی انتظام کیا گیا ہو یا وہ اسکول جس میں بورڈنگ ہوس ہو۔

بار کے صرف ایک معنی تحریر ہوئے ہیں۔ حالانکہ بار اس مقام کو بھی کہتے ہیں جہاں شراب فروخت ہوتی ہے اور یہ مقام عام طور سے کٹہرے سے گھرا ہوتا ہے جس طرح ڈاک خانہ کی عمارت میں اسٹام فروش اور دوسرے کلرکوں کے لیے کٹہرا ہوتا ہے۔

بارک۔ یہ نہ لکھا کس انگریزی لفظ سے بارک بنا ہے۔ یہ لفظ انگریزی لفظ بیرک سے بنایا گیا ہے انگریزی زبان میں عموماً جمع کے صیغہ میں بیرکس استعمال ہوتا ہے۔

بارک ماسٹر۔ فوجی مکانات کا محافظ۔ محافظ کا لفظ قطعاً ناموزوں ہے۔ ہا! اتنی لیاقت بھی نہیں کہ مافی الضمیر صحیح الفاظ میں ظاہر کر سکیں بارک ماسٹر اُس عہدہ دار کو کہتے ہیں جس کے متعلق بارکوں کا انتظام ہوتا ہے اور وہ صاحب اختیار ہوتا ہے۔

بالسٹرین۔ معلوم نہیں "بی۔ اے" ہونے کا فائدہ ہی کیا جب ہر بات بے ڈھنگی ہی منھ سے نکلے۔ فرماتے ہیں "انگ" یعنی یہ لفظ انگریزی ہے۔ حالانکہ یہ لفظ اصل میں ڈینش زبان کا ہے جو انگریزی

مفت مفت مفت

صرف ان ۵۰۰ پہلے اشخاص کو ڈائرکٹری نا ڈائری جنتری کلنڈر سنہ ۱۹۳۶ء مفت ارسال کیا جاوے گا جو اخبار اودھ پنچ لکھنؤ کا حوالہ دے کر اکتوبر سے پہلے پہلے صرف ڈھائی آنہ کے ٹکٹ ارسال کریں۔ اشتہار دہندگان کے لیے نادر موقع۔

منیجر ۴۲۰

معرفت رسالہ چندن جالندھر شہر

بہارستان ادب کا دلفریب گلدستہ

رسالہ پھول باغ پٹیالہ

(مشتی زیر و دو سرپرستہ تنظیم ریاست پٹیالہ)

دو سال سے اپنے حسن و بہترین کارکردگی [illegible] غرضیکہ ہر شخص پسند کیا ہے انگلینڈ [illegible] مستند و نو مشق شعرا ادبا ہر مہینہ اسکی صحیح [illegible] تمام تر رسائل جرائد جن میں اودھ پنچ [illegible] شامل ہیں [illegible] مستقل [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

منیجر رسالہ پھول باغ پٹیالہ (پنجاب)

زبان میں مستعمل ہے۔ اس کا صحیح تلفظ بیلاسٹ ہے۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ عوام بالش ٹرین کہتے ہیں۔ گویا صحیح تلفظ بالسٹ ہی ہے۔ کوئی بتائے کہ بالسٹ کس لغت میں ملے گا اور اس کی اسپلنگ کیا ہے۔ حاجی صاحب نے کہیں سڑک کے کنارے کسی بیلاسٹ ٹرین کو مسالا ڈھوتے دیکھ کر کسی سے پوچھا ہوگا کہ یہ کیا چیز ہے۔ راہ چلتے جاہل نے کہہ دیا ہوگا کہ بالسٹ ٹرین۔ آپ نے اپنی نوٹ بک میں ٹانک لیا۔ لغت لکھتے وقت یاد آیا اور لال بجھکڑ کی طرح۔ فرہنگی (نوٹ بک) نے مشکل حل کر دی کہ "دانہ ڈالو چگ لے تو ہاتھی ورنہ امرود" بیچتا ہے۔ لہذا اس فلسفی کی تقلید میں جس نے اپنی نوٹ بک کے سہارے یہ ارشاد کیا تھا، جناب حضرت نے بھی نقل کر دیا۔ سڑک کی تعمیر کی شرط بھی حاجی صاحب کی اسی نوٹ بک کی کارستانی ہے ورنہ اصل لفظ مشترک ہے۔ سڑک کی تعمیر ہو یا تالاب کا پاٹنا۔

بجرا — (انگ بجرد) دریا میں سیر کرنے کی ناؤ جس میں بیچ کی فرنٹ گول بغیر پیندے کے ہوتی ہے۔

ہم کبھی ایسے انگریزی لفظ سے واقف نہیں جس کا تلفظ بجرد ہو اور اس کے معنی کشتی کے ہوں۔ حروف معلوم ہوں تو کوئی ڈھونڈے۔ ہم بارج سے البتہ واقف ہیں اور ہمارا احتمال یہ ہے کہ بجرا بارج ہی سے بنایا گیا ہے۔ دوسرے آج تک بے پیندے کی کشتی نہ دیکھی نہ سنی نہ عقل میں آتی ہے۔ ہاں نظیر اکبر آبادی نے اپنے افلاس کا حال بیان کیا ہے۔

زحمید مینڈیا غائب اس پر گلا نہ دارد

پانی کا گگریوں میں مجبور ملا تو ایسا

یا بن ڈنڈی کا پڑھا سنا تھا۔ آج معلوم ہوا کہ کاکوری میں بے پیندے کی کشتیاں بھی ہوتی ہیں اور غالباً خشکی میں چلتی ہیں۔ صنعت کے عجیب ہونے میں شبہ نہیں۔ کاکوری میں دریا تو ہے نہیں۔ چوہڑا تالاب ہے تو وہ غیرت داروں کے لیے ہے۔

بپتسما — فرماتے ہیں حاجی صاحب کہ یہ لفظ انگریزی ہے۔ حالانکہ یہ گریک ہے۔ لطف یہ ہے کہ بپتسما اسم ہے اور معنی فعل کے تحریر کیے ہیں۔ انگریزی میں بپتسما سے بپٹزم بنایا ہے لیکن اردو میں وہی شکل قائم رہی۔

بریک — سنی سنائی باتوں پر لغت یوں ہی تیار ہو سکتا ہے جس طرح نور اللغات مرتب ہوئی ہے۔ بریک وان ہونا چاہیے تھا۔ بریک بریک وان کا مخفف ہے۔ جیسے بورڈ آف ریونیو کو صرف بورڈ یا اسپیشل ٹرین کو صرف اسپیشل اسی طرح بریک وان کو بریک۔ ایسے مخففات کی تصریح ایک صاحب ہوش مؤلف کا فرض ہے۔ طرفہ ماجرا ہے کہ ایک معنی تو خیر تحریر کر دیے دوسرے معنی جو اصلی تھے، صرف لفظ بریک کے ہیں۔ شاید "اب زیادہ کون لکھے"، کہہ کے چھوڑ دیے۔ سنیے، بریک ان پرزوں یا پرزے کو کہتے ہیں جن کے ذریعہ سے کسی گاڑی یا مشین کی رفتار کم کی جاتی یا روکی جاتی ہے۔ اگر آپ کسی سائیکل سوار سے بھی بریک کے معنی پوچھتے تو وہ آپ کو بتا دیتا۔ اور سنیے۔ ریل کی آخری گاڑی میں بریک لگائے جاتے ہیں اسے بریک وان کہتے ہیں اس میں مسافروں کا اسباب زائد یا پارسل رکھتے ہیں۔ بریک وان اسے اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں بریک لگے ہوتے ہیں۔ کوئی کہاں تک سبق پڑھائے۔

بشپ — گرجے کا ایک اعلیٰ عہدہ دار نہیں بلکہ سب سے اونچا عہدہ دار اس سے اونچا عہدہ گرجے میں نہیں ہوتا۔ اب مذہب عیسائی میں البتہ آرچ بشپ ہوتا ہے۔ اس میں بھی لفظ بشپ موجود ہے اور اس کے خاص وجوہ ہیں جن کی تفصیل یہاں مقصود نہیں۔

بک — (بالضم۔ انگ) ایک قسم کا باریک کپڑا جس میں کلپ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے۔ اس طرح کی الم غلم باتیں

اطلاعنامہ بنام دائنان بیرون درخواست دیوالیہ

(دفعہ ۱۸ (۱) ایکٹ نمبر ۵ سنہ ۱۹۲۰ء)

بعدالت عالیجناب مولوی احمد کریم صاحب بہادر، ایڈیشنل جج خفیفہ لکھنؤ

درخواست دیوالیہ نمبر ۲۷ سنہ ۱۹۳۴ء

بغرض قرار دیے جانے دیوالیہ مسمی لکشمی رام ولد قنوجی لال قوم تمبولی ساکن محلہ حسین گنج علاقہ حضرت گنج شہر لکھنؤ

بنام

۱۔ رادھے لال ولد متھرا لال قوم رستوگی ساکن رستوگی ٹولہ شہر لکھنؤ

۲۔ ویشمبھر ناتھ ولد بالمکند قوم رستوگی ساکن رستوگی ٹولہ شہر لکھنؤ

۳۔ کنہیا لال ولد جیون لال قوم رستوگی ساکن اشرف آباد شہر لکھنؤ

۴۔ پرشوتم داس ولد سوہن لال قوم رستوگی ساکن رستوگی ٹولہ شہر لکھنؤ

۵۔ ۔۔۔ داس ولد ۔۔۔ داس قوم رستوگی ساکن رستوگی ٹولہ شہر لکھنؤ

۶۔ کشن لال ولد مدن گوپال قوم رستوگی ساکن ۔۔۔ شہر لکھنؤ

۷۔ ۔۔۔ داس ولد مدن گوپال قوم رستوگی ساکن رستوگی ٹولہ شہر لکھنؤ

۸۔ ۔۔۔ ولد نامعلوم قوم پٹھان ساکن حسین گنج حسینی کا ۔۔۔ شہر لکھنؤ

۹۔ میونسپل بورڈ شہر لکھنؤ بذریعہ ایگزیکٹو آفیسر میونسپل بورڈ شہر لکھنؤ

۱۰۔ لکشمی رام ولد نامعلوم قوم برہمن ساکن لال باغ علاقہ حضرت گنج شہر لکھنؤ

۱۱۔ کلو مہاراج ولد لکشمی رام قوم برہمن ساکن لال باغ علاقہ حضرت گنج لکھنؤ

۱۲۔ سرتی داس ولد ۔۔۔ قوم رستوگی ساکن اشرف آباد شہر لکھنؤ

چونکہ دیوالیہ مذکور الصدر نے اپنی بریت کی درخواست عدالت ہذا میں گزرانی ہے اور عدالت بذا نے سماعت درخواست کے واسطے تاریخ یکم ماہ اکتوبر ۱۹۳۵ء برقت ۔۔۔ بجے دن مقرر کی ہے۔

آج بتاریخ ۱۰ ماہ ستمبر ۱۹۳۵ء

بحکم عدالت بدستخط و مہر عدالت جاری کیا گیا (دستخط) منصرم عدالت جج خفیفہ لکھنؤ ۱۰ ستمبر ۱۹۳۵ء

مہر عدالت

قومی کتب خانہ

ارباب علم و فن و نیز طالبان علوم کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے ایک کتبخانہ کا افتتاح کیا ہے اور تقریباً ہر علم و فن کی درسی و غیر درسی ادب و تاریخ و اصول و فقہ و حدیث عربی و فارسی و اردو کتابوں کے بھیجنے کا حسب فرمائش انتظام کیا ہے لہذا حضرات شائقین علوم و فنون اس جدید کتبخانہ کو جو صرف مذہب کی خدمت کرنے کے لیے قائم کیا گیا ہے زیادہ سے زیادہ آرڈر دے کے قومی ہمدردی کا ثبوت دیں اور اس کتبخانہ کے خالص خدمات کو محل امتحان میں لا کر کھرے کھوٹے کی جانچ کر لیں۔

سید ابو الحسن متصل مکان شمس العلما مولانا السید ابن حسن صاحب قبلہ مجتہد ظلہ پاٹا نالہ لکھنؤ

لغت میں بھری ہیں کہ یا یہ و شاید ۔ زبان انگریزی کی سب لغتیں اٹھا لیجیے کہیں یہ لفظ ان معانی میں ملتا ہے یہ صاحب لغت کی تہ دانی و تحقیق و تدقیق ہے کہ ایسے انگریزی الفاظ کھود نکالے جو اب تک کسی لغت میں سمجھائی نہیں دیتے ۔ اگر حاجی صاحب یہ کل الفاظ آکسفرڈ یونیورسٹی میں بھیج دیں تو وہاں کے ماہرین السنہ انگشت بدنداں رہجائیں اور ان کا سارا غرور کہ مرے کی ڈکشنری میں کوئی لفظ چھوٹا نہیں خاک میں مل جائے ۔ بلکہ غالباً انھیں ایک ضمیمہ مزید شائع کرنا پڑے اور کیا تعجب کہ "نور اللغات" کا نیا ڈپلوما گرہ مدد کے ہندوستان بھیجنا پڑے ۔

پم فلٹ ۔ انگریزی زبان میں اس کا لفظ پیمفلٹ ہے ۔ حاجی صاحب اس کے تلفظ سے ناواقف تھے لہذا اسپلنگ بھی نہ جانتے ہوں گے ۔ لغت میں کیا دیکھتے لکھدیا چھوٹی سی کتاب ۔ پم فلٹ کا اطلاق کتاب پر کرنا غلط ۔

پلیٹ فارم ۔ وہ چبوترا جس کے متصل اسٹیشن پر عموماً ریل کھڑی ہوتی ہے ۔ حاجی صاحب اگر لکھتے کہ وہ چبوترا جس کے متصل اسٹیشن پر ریل گاڑی مسافروں کو اتارنے اور سوار کرنے کے لیے کھڑی ہوتی ہے ۔ تو عبارت بھی ٹھیک ہو جاتی اور معنی بھی صاف ہو جاتے ۔

پنسل ۔ بیان کی خوبی ملاحظہ ہو ۔ فرماتی ہیں جناب گنوار اللغات صاحب سرمہ سیسہ یا کسی رنگ خاص کا قلم ۔ پنسل کس نے نہیں دیکھی ہوگی لہذا زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں ۔ صرف یہ کاحل استعمال غور طلب ہے سر اور سیسے اور رنگ میں کیا مناسبت جو یہ انکے ساتھ منفی ہوسکے ۔

(باقی آیندہ)

نہ محقق بود نہ دانشمند
چار پائے بر و کتابے چند

مملکت ایران بنام شیعہ کانفرنس ہندوستان

برادرم سیاہتو ہم ہم ۔ ہماری زبان میں تذکیر و تانیث کا کوئی جھنجھٹ نہیں ورنہ تمہارے ملک میں ہے ۔ تم مونث ہو یا مذکر ۔ مجھ سے اس تمیز کی امید نہ رکھو تمہارا خط ملا اور میں نے خاص توجہ کے ساتھ دیکھا ۔ جو کچھ تم نے لکھا وہ اندک از بسیار و یکے از ہزار ہے ۔ تمھیں خود اپنے مذہب کی تاریخ معلوم نہیں لے بس میں ہی خوب جانتا ہوں ایک زمانہ تھا یعنی کوئی سات آٹھ سو برس گزرے ہوں گے کہ ایرانیوں کو پھر ہوائے سر برآرائی نے انگلی دکھائی ۔ یہ ہوا کبھی سر سے خارج نہ ہوئی تھی مگر دبا رہنے کی بات ہے ۔ زمانہ موافق میسر آگیا ۔ شیعی مذہب رگ و پے میں سرایت کر چکا تھا ۔

ایرانی اہل علم و فضل نے غور سے دیکھنا شروع کیا کہ آخر خالص شیعی سلطنت کیوں باوجود اتنی جمعیت کے تشکیل پذیر نہیں ہو سکتی ۔ خدا نے سمجھ دی تھی وہ سمجھ گئے کہ تنظیم نہ ہونے کی وجہ سے جمعیت پراگندہ ہے ۔ اگر ایسے عالم جیسے کہ سواد اعظم اسلام کو میسر تھے ہمیں بھی مل جائیں تو ہم اُن سے آرگنائزیشن کی مدد لے سکتے ہیں ۔ عالم تو موجود ہیں اور بکثرت تھے مگر سب گوشہ نشین ہیں ۔ بجز درس و تدریس کے بر بوستکیہ ہیچ اعتنائے نمی کنند ۔ ضرورت ایجاد کی ماں "تجسس" سے کیا نہیں ملتا ۔ ایسے عالم ہمیں مل گئے جو فقہیات کے لیے نئے سانچے بنا سکتے تھے انھوں نے علم مابعد الطبیعۃ سے مدد لے کے نئے اصول فقہ کی نیو قائم کی جس میں اجماع و قیاس و استحسان اور خدا جانے کیا کیا شامل کر دیا ۔ جو علماء کہ اس زمانے میں ایسی جسارت کو نازیبا سمجھتے تھے اُن کو ہمارے موجدوں نے بیکہ کے چپ کر دیا کہ یہ اصول فقہ عامہ سے معارضے کے طور پر ترتیب دیے گئے ہیں

"مسئلہ حبش"

"کشمش و پیچ"

ہا! کمبخت بھتنے خدا جانے مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔

گھبرانے اور رنجیدہ ہونے کی بات نہیں۔ انھوں نے حدیث کی بھی بہت سی قسمیں گڑھ لیں۔ رفتہ رفتہ اجتہاد و تقلید کا ڈھچر پھیلا۔ پھر تو اُس وقت کے منچلے ایرانی تہادروں نے اسی اجتہاد و تقلید کے اینٹ گارے سے اپنی پالیٹکس کی دیواریں مضبوط کرنی شروع کیں۔ ایرانی تاریخ پر جس کسی نے اصول فقہ کی عینک لگا کے نظر کی ہے وہ ان باتوں کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ کہ جدید اصول فقہ کی تدوین اور زبردستی کے اجتہاد و تقلید کی شمشیر نے ملک گیری میں ہمیں کتنی مدد پہونچائی۔ یہ سب ہتکھنڈے ہمارے ہی تھے ہم اس کے موجد تھے ہم اس کے بانی تھے ہمیں نے اسے پھیلایا۔ اور اس کا دامن ہندوستان تک دراز کیا۔ جب تک ایسے علما جو صلاح ملت و قوم کے رموز و اسرار سے واقف تھے۔ ہم میں باقی رہے (وہ ہمیشہ جمع قلت سے آگے نہ بڑھتے تھے) اور ہم نے ان کو اعلم ہونے کی وجہ سے قوت بازو بنایا۔ کام بخوبی چلتا رہا اگلے زمانے میں زیادہ حرص و آز نہ تھی خود عالم بھی اُس ایجاد کی جسے اصول فقہ کہتے ہیں اصلی غایت سے واقف تھے۔ مگر زمانہ یکساں نہیں رہتا۔ حالی کی سیاست یہ کہتی ہے:-

ہمیں کہ معتقد شد یکہ در دین دو جنبہ است روحانی واجتماعی، باید بایں اعتراف کنید کہ لازم است این دو جنبہ از ہم جدا باشد چونکہ جنبہ اجتماعی کہ حقوق حقہ البشر است در دست خود ملت باشد کہ بوسیلۂ نمایندگان خود آن را موافق عوالمت خود و مقتضیات زمان بارہ جا نمایند۔

قسمت روحانی باید بدست علمای روحانی باشد کہ ملت را ہدایت کہ منظر بحالت ہیأۂ اجتماعی نباشد بہ پرستش خدا و بجا آوردن آداب دین و اخلاق خوب تشویق و ترغیب نمایند۔

اور صورت یہ ہی ہو گئی کہ مگر معیار ہوتے تو خیر۔ النارو دنا صنوعی مجمع اسلامیہ اطراف اکناف ایران میں الگ الگ ڈھنگے اپنی خودسری کے بیٹھے اور کوئی پرواہ ہیأۂ اجتماعی کی نہ کرتے تھے۔

"خود کردہ را درماں چیست"

جیسا کہ تم نے خود ہی لکھا ہے ایک ہی خاص گروہ میں صحیح و سقیم دکھائی دیتے ہیں اور ان کی فرمائیں متضاد و مختلف ہونے کے ساتھ ہی کسی ایسے قانون کی پابند نہیں جس کی بنا ضرورت اجتماعی نے ڈالی ہو۔ دنیا ہم سے بیکار شکایت کرتی ہے کہ آقا فلاں کو خارج از بلد کیوں کیا۔ نظر بند کیوں کیا۔ تنبیہ کیوں کی۔ صاحب! امور اجتماعی میں جو کوئی خلل ڈالے گا وہ یقیناً حکومت کی شیرازہ بندی کا دشمن ہے۔ یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے۔

خواہرم کانفرنس جون! جس زمانے میں بقیع کے مزار کھودے گئے اور عالم اسلام میں اضطراب پیدا ہوا ہم نے ان مجمع اسلامیہ سے عرض کی کہ مصلحۃً حج ملتوی کر دیجیے۔ انھوں نے حکومت سے اقرار کر لیا یہاں کا قاعدہ اور دستور ایک مدت سے چلا آتا تھا کہ جو لوگ نابالغ اولاد و وارث رکھتے یا لاوارث ہوتے یا ایسے وارث رکھتے تھے جن پر اعتماد و اطمینان نہیں وہ اپنی تمام ملک کسی عالم کے سپرد کر دیتے بایں شرط کہ زندہ واپس آئے تو نصف مال حق امانت و حفاظت میں مولوی صاحب کے کھاتے لگتا۔ اور اگر خدا نے سن لی حاجی صاحب مرحوم ہو گئے تو پھر وہ سب کا سب مولوی صاحب کے باپ کا ہو جاتا۔ حاجی صاحب کے وارث کسی نہ کسی فقہی پیچ سے محروم کر دیے جاتے۔ حکومت کی یہ درخواست بظاہر تو منظور کر لی گئی مگر حاجیوں سے کہا گیا کہ تم عراق تک پاسپورٹ لے لو وہاں سے انتظام روانگی حج کا ہو جائے گا۔ ہزارہا حاجی اسی تدبیر پر عامل ہوئے۔ ان مولویوں کے گماشتوں نے حکومت عراق سے انھیں پاسپورٹ دلوا دیے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت کی ایک نہ چلی۔ کھسیان پن کھاتے میں۔

انھوں نے اپنی آمدنی پر سلطنت کی عزت قربان کر دی۔ ان لوگوں کو لاکھوں کی بافت مل گئی۔ ہم نے یہ سوچا تھا کہ ایرانیوں کے ساتھ عرب میں بہت ہی بُرا برتاؤ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ حج کی دھمکی سے ممکن ہے کہ حکومت سعودیہ ایرانیوں سے ایک مناسب سمجھوتا کرے اور جو مصائب ایرانیوں کو ہمیشہ حج کی راہ میں برداشت کرنے پڑتے ہیں اُن کا خاتمہ ہو جائے۔ اُس سال کے حاجیوں کی فہرست جو شائع ہوئی ہے تو سبحان اللہ۔ سات ہزار (تقریباً) ایرانی حاجی فہرست میں لکھے ہوئے تھے۔ تحقیقات سے راز کھلا۔ تیس چالیس لاکھ روپیہ سالانہ ایران سے نجف اشرف کے علما کی خدمت میں بھیجا جاتا تھا نجف عراق میں ہے۔ عراق غیر سلطنت ہے کوئی وجہ نہ تھی کہ اتنی بڑی رقم جس سے چند سال میں کئی یونیورسٹیاں بن سکتی ہیں غیر سلطنت کے رحم پر ہمیشہ روانہ کی جاتی۔

ہمارے ملک میں یتیم بھی ہیں مفلس بھی ہیں بیاہیج بھی ہیں مدارس کی ضرورت بھی ہے ہم نے اس رقم کو روک دیا بس آفت آ گئی۔ عراق سے لے کے ہندوستان تک ایک اُدھم مچ گیا۔ طرح طرح کے الزام ہمارے سر تھوپے لگے وہ تو متعہ کو حرام کیے دیتے ہیں۔ عورتوں کو بے پردگی پر مجبور کرتے ہیں مسجدیں کھودے ڈالتے ہیں جنازے کے عاقبتی امور میں دخل دیتے ہیں۔ مجلسوں پر بیر اٹھایا ہے عزاداری سید الشہدا کے دشمن ہیں۔ لوگوں کی ٹوپیاں چھینتے اور کلاہ لبہ دار زبردستی سر پر باندھا دیتے ہیں۔ الغرض تہمتوں کا ایک طوفان ہے کہ اُمنڈ رہا ہے۔

اصلیت صرف اتنی ہے کہ متعہ بالکل چھنالے کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ ایران کی عورتیں داڑھی والے سکھوں سے جواب پنجاب چھوڑ کے ادھر متوجہ ہوئے ہیں منھ کالا کرواتی تھیں اور ایسے بہت سے بنے ہوئے مولوی بھی تھے جو خود میانجی گری کی خدمت سے پیٹ پالتے تھے لہذا ایسے قواعد بنائے گئے کہ یہ لعنت کسی طرح دفع ہو اور متعہ اپنے حدود شرعی سے قدم باہر نہ نکالے۔

آج صدہا سکھوں کی حرامی اولاد مملکت ایران کو پالنی پڑتی ہے اس لیے کہ خود سکھ اُنھیں نہ اپنی اولاد میں گنتے ہیں نہ یہ عورتیں ہی اقرار کرتی ہیں کہ وجود مبارک ان صحیح النسب صاحبزادے اور صاحبزادیوں کا کس طرح ظہور پذیر ہوا۔ بے پردگی تعلیمی ضرورت سے صرف بنات مدارس کے لیے ... بالغ لڑکیاں ہوتی ہیں۔

مسجدوں کا انہدام کسی قانون کے ماتحت نہیں ہوا

ارمان
کون سی شادی شدہ خاتون ہوگی جسے بچہ کھلانے
کا ارمان نہ ہو۔ اولاد کی خاطر لوگ سارے جتن کرتے
ہیں۔ درگاہوں پر جاتے ہیں۔ منتیں مانتے ہیں۔ فقیروں۔ اور
بیراگیوں کی سیوا کرتے ہیں۔ عاملوں، رمالوں، پنڈتوں، نجومیوں کے دروں کی
ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ طبیبوں، ویدوں اور ڈاکٹروں کو ہزاروں روپیہ کھلاتے ہیں۔ ہمارا تو یہی تجربہ ہے
کہ ہندو، مسلمان، عیسائی، پارسی، یہودی اولاد کی تمنا میں اپنا مذہب تک ترک کرنے پر آمادہ ہوجاتے
ہیں۔ جس گھر میں اولاد نہیں وہ بے چراغ کہلاتا ہے۔ جو عورت بے اولاد ہے وہ ہندوستان میں منحوس
سمجھی جاتی ہے۔ اور اکثر وہمی عورتیں تو اس کا منھ دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتیں۔ لیکن اب
(بے اولادوں کو مژدہ)
ہو کہ ہماری دوا ارمان سے سیکڑوں بے چراغ گھر روشن ہوگئے ہیں۔ سیکڑوں کی امیدیں برآئی ہیں۔
خوبی اسمیں یہ ہے کہ یہ دوا مہینے میں صرف تین روز عورت مرد دونوں کو کھانا پڑتی ہے۔ ۸۰ فیصدی
تو ایسا ہوتا ہے کہ پہلے ہی مہینے حمل رہجاتا ہے لیکن دوسرے اور تیسرے مہینے تو ضرور ہی مراد
برآتی ہے۔ پھر اس دوا میں دوسری عجیب و غریب و حیرت انگیز خوبی یہ ہے کہ فرزند نرینہ
ہی پیدا ہوتا ہے۔ اس دوا کی اگر ہزاروں روپیہ بھی قیمت رکھی جائے تو بھی امیر
غرض مند تو خوشی سے لینے کو تیار ہوجائینگے لیکن ہماری خواہش ہے کہ
اسکا فائدہ عام ہو اسلئے اسکی قیمت بھی نہایت مناسب
رکھی گئی ہے یعنی ۳ ماہ کی دوا ۵ روپے مع محصول
ترکیب استعمال دوا کے ساتھ روانہ کیجائے گی
لالہ رخ
واعظین اور لیکچرار ضرور توجہ فرمائیں
پتہ
کارخانہ ضامن الصحت
وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

انمول ادبی جواہر
منتخبات مضامین اودھ پنچ

من ابتدائے ۱۸۷۷ء لغایت ۱۹۲۳ء

چار حصوں میں یہ ادبی اصلاحی اخلاقی سیاسی مضامین بے نظیر علمی اور عقلی فوائد رکھتے ہیں جن کی نظیر آپ کو اردو کے خزانے میں نہ ملے گی۔ یہ انسان کو مضمون لکھنا سکھا دیتے ہیں۔ اب تک چار حصے تیار ہوئے ہیں۔ قیمت فی حصہ ایک روپیہ آٹھ آنے

یہ مضامین بطور ضمیمہ چار سال سے اودھ پنچ کے ساتھ ہفتہ وار شائع ہو رہے ہیں سالانہ چندہ کے خریدار کو ایک حصہ مفت ملتا ہے سائز ۲۰×۲۶/۱۶ مجموعی قیمت ان منتخبات کی پانچ روپیہ علاوہ محصول۔

منیجر اودھ پنچ

ایک بک سپلائی ایجنسی

بارہا شکایت سنی گئی ہے کہ حضرات بیرونجات جو کتابیں طلب فرماتے ہیں انکو ناقص کتابیں ملتی ہیں۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ جو کتاب وہ طلب کرتے ہیں اسکے بجائے دوسری کتاب انھیں ملتی ہے نیز یہ بھی شکایت ہے کہ کتاب پر صرف دکھانے کے لیے بہت زیادہ قیمت لکھدی جاتی ہے اور شہر میں وہ لکھی ہوئی قیمت سے بہت کم قیمت پر ملتی ہے وغیرہ۔

اگر آپ ہمارے ذریعہ سے کوئی کتاب طلب کریں گے تو ہر ایک کتاب بخوبی دیکھ بھال کر ہم اپنی نگرانی میں ہر کتاب روانہ کرینگے۔ اس حالت میں اگر کتاب ناقص ہو یا بھیگی ہو یا ایک کے بجائے دوسری ہو قیمت بازار سے زیادہ ہو تو اسکے ہم ذمہ دار ہیں۔ لہذا لکھنؤ کے جس مطبع کی کتابیں آپکو ضرورت ہو ہمیں تحریر فرمائیے اور اطمینان رکھیے کہ آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں ملیگا دریافت طلب امور کے لیے جوابی پوسٹ کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے۔

پتہ:۔ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

کتب خانوں کی زینت
مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ ۱۹۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالامال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد ۶ روپے۔ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی ۱؎ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ ۱۹۳۱ و ۱۹۳۲ء کی

قیمت فی جلد ۶ روپے محصول ڈاک ۱۲ بذمہ خریدار۔ جلد ۱۹۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی ۱؎ اور جلد ۱۹۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی ۱؎ مفت ملیں گے۔

ہفتہ وار انگریزی اخبار "خیبر میل" پشاور

ضرور ملاحظہ کیجیے۔ یہ انگریزی کا واحد اخبار ہے جو صوبہ سرحد سے شائع ہوتا ہے سالانہ چندہ پانچ روپیہ ہے "منیجر"

ہفتہ وار انگریزی اخبار "سنٹینل" رانچی

جسمیں نہایت پر لطف مضامین اور مقامی خبریں ہوتی ہیں۔ ضرور ملاحظہ فرمائیے سالانہ چندہ ۶ ششماہی ۳ سہ ماہی ۲ فی پرچہ ۱

منیجر "سنٹینل" رانچی

REGISTERD No 783
LUCKNOW
OUDHPUNCH
۱۹۳۵
اودھ پنچ
Boodwan Lucknow

جو دماغی پرانی آسودگی سے دل شکستہ ہو وہ اپنی ایذا رسانی و عافیت پرانی کے لیے اس آزار کو مول لے قیمت معلوم نہیں کیا ہے۔ بندے سے نہیں جانی فقط

ما۔

او بار الدین علی عنہ

ذبیحے کا نسب نامہ

یہ خبر اس زمانے میں ذرا بھی توجہ کے ساتھ سنی جائے گی کہ ہماری میونسپلٹی نے گوشت خواری کے انسداد میں ایک حد تک کامیابی حاصل کرلی ہے اگر یہی حال رہا تو انشاء اللہ گوشت خواری کے ساتھ ہی لڑائی بھڑائی خونریزی و خونخواری کی جڑ اکھڑ جائے گی یعنی افواہ ہے کہ میونسپلٹی نے گوشت والوں پر ایسے قوانین نافذ کرنے کا ارادہ کرلیا ہے جو ان بیچاروں کا ناطقہ تنگ کردیں گے (بزبان پنچ)

مثلاً اب کوئی بکری جس کی نسل بز اخفش سے نہ ملی ہو آیندہ مسلخ میں نہ آنے پائے گی۔ ہاں کھال پر جتنے روئیں ہوں سب شمار ہو کر درج رجسٹر کرانے چاہئیں ۔ پیدائش کا رجسٹر پیش کرنا ہوگا کہ جانور کب پیدا ہوا اس کے ماں باپ کہاں کہاں چرائی پر گئے۔ پیدا ہونے کے وقت کے مرتبہ ماں چلائی کے دفعہ بچہ چیخا۔ کتنی دیر لگی۔ بچہ بسی کس قدر ہوئی بلا آیا ڈاکٹر کو اس کی نبض دکھائی گئی یا نہیں اگر نہیں تو کیوں۔ اور یہ بھی کہ میونسپلٹی کی دائیوں سے جو مفت بیکار رہتی ہیں کیوں مدد نہیں لی گئی۔ جگالی نامہ یومیہ جس میں لکھنا پڑے گا کہ دن بھر کی جگالی میں بکری کے مرتبہ منہ چلاتی ہے ۔ منگنیوں کا بہی کھاتہ جس میں مساحت اور ساخت مقدار اور مصرف کی تفصیل ہوگی۔ غرض کچھ ایسے ہی شرائط ہیں جنھوں نے دکانداروں کو دکانیں چھوڑ کے گھر بیٹھ رہنے پر مجبور کردیا ہے۔ تین روز سے مریضوں کو یخنی بھی نہیں دی جا سکی جھیچڑے نہ ہونے کے سبب سے بلیوں کا نرغہ ہے۔

مقولات عشر اور مسٹر تھامس

ایک فلسفی نے ایک ہی مثال میں مقولات عشر جمع کردیے ہیں۔ زید طویل اسود ابن مالک فی دارہ بالامس کان متقلی فی یدہ سیف لواہ فالتوی

زید (مقولہ جوہر) طویل یعنی لمبا ہے (مقولہ کم) کالا ہے (مقولہ کیف) ابن مالک ہے (مقولہ اضافت) اُس کے گھر (مقولہ این) کل کے دن (مقولہ متی) تلی شکل میرے (مقولہ وضع) اُس کے ہاتھ میں تلوار (مقولہ ملک) جس کو اس نے لوچ دیا (مقولہ فعل) اور وہ لوچ کھا گئی (مقولہ انفعال)۔

لارڈ میر نے بمقام مینس ہاؤس ایک دعوت حال ہی میں کی تھی۔ دعوت میں مسٹر تھامس نے

افسران مالگذاری کا جام صحت پر تجویز کرتے تھے

حسب معمول ایک تقریر بھی کی۔ تقریر نہیں ترکوں کے متعلق انگریزی حکمت عملی یا خیالات کا آئینہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ پارلیمنٹ کی پرانی دیوار (مزدور شاہی) گر چکی نئی دیوار؟ اٹھنے والی ہے۔ انتخاب کی مصیبت کٹھن ہے۔ ساری دنیا اسی پریشانی میں مبتلا ہے گر یا اینہمہ کوئی شخص فرائض منصبی کو بھول نہیں سکتا سرحد عراق کے معاملہ میں اختلافات ہیں تو ہوا کریں۔ انتخاب کی پریشانی کا اس معاملے پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا حتی الوسع جنگ سے پرہیز رہے گا لیکن برطانوی وقار و عزت میں بٹا لگے یہ ناممکن ہے امن امان وہی ہے جو باعزت ہو۔

غور سے دیکھیے اس مختصر جملے میں فلسفی تھامس نے مقولات عشرہ جمع کردیے ہیں۔ فی یدہ سیف لواہ فالتوی ۔

تھا خواب میں خیال کو تجھ سے معاملہ
جب آنکھ کھل گئی نہ زیاں تھا نہ سود تھا

ہمارے ریمزے میکڈانلڈ صاحب بڑی جد و جہد سے وزیر اعظم ہوئے مگر اس عروج کی سونے کی سیڑھی ذری بودی تھی پورے سال بھر بھی نہ چلی۔ ایک حکایت مشہور ہے کہ ایک دن لڑکے کو شیر نے گھیرا وہ بیچارہ جان لے کے بھاگا۔ رسی نیچے لٹکا کے کنویں میں اتر گیا تہ کے قریب کوئی چیز ہلتی دکھائی دی۔ اب جو غور سے دیکھتا ہے تو سانپ لہرا رہا ہے۔ مجبوراً رسی تھام لی۔ اور جہاں تک گیا تھا وہیں پر لٹکا رہا۔

اب سنیے کہ کنویں کی دیوار میں جو چوہوں کے بل تھے انھوں نے رسی لٹکی ہوئی دیکھی تو دانتوں کی آزمائش کرنی شروع کی۔ بل سے متصل مکھی نے چھتا لگایا تھا رسی کی رگڑ سے اس کا شہد ٹپکنے لگا۔ غریب رسن فروش مصیبت میں تھا مگر پیٹ کب مانتا ہے چوہوں کی کتر بیونت شیر کی ڈکار سانپ کی لہر رسی کی کمزوری غرض ہر خدشے کو خدا پر چھوڑ کے شہد چاٹنے میں مصروف ہوگیا۔ حکایت کا مقصد یہ نتیجہ۔ کایت کسی کتاب میں نظر سے نہیں گزرا مگر غریب ریمزے میکڈانلڈ کا ماجرا اسی افسانے کا تتمہ ہے۔ لبرل کنسرویٹیو دونوں چوہوں نے رسی کاٹی سرمایہ داروں نے کنویں کا منہ گھیرا۔ سازشوں کے سانپ تہ میں سر اٹھائے با ایں ہمہ وزارت عظمیٰ کے شہد سے پیٹ پالتے رہے۔ آخر موش لیبل و نہار نے رسی کا خاتمہ ہی کردیا۔ اڑاڑا دھڑام۔ مناجان کی سلطنت گاؤ گھپ تو شی تنخواہ میں نیشن نا اہلی شامل۔ آہ نتیجہ اس خواب شیریں کا ان الفاظ سے ظاہر ہے جو شہنشاہ سے ملاقات کے بعد انھوں نے زبان سے نکالے یعنی مزدوروں اب دعا کا وقت ہے۔ تمہارے لیے آثار کچھ اچھے نہیں ہیں۔ دیکھیے اب کس کل اونٹ بیٹھتا ہے۔

اور رعایا کی حسب مرضی قانون وضع ہوتے ہیں۔ ملائکہ (ارکان کونسل) وضع قوانین میں دخل رکھتے ہیں۔ تحقیقاتی کمیٹی اجلاس کرتے ہیں۔ حقوق رعایا کے خود غرض دشمن جس کو چاہتے ہیں لیاقت و استعداد کا امتحان لیے بغیر وکالت قومی کا حق دے دیتے ہیں۔ واللہ اگر وہاں بھی یہی حال ہے تو ہمیں انگریزوں کی حکومت سے ہمارا بھیکا نیر سر نکرن ناٹر یا دیگر اشخاص کو زبردستی وکیل قومی بنا دینے پر شکایت کا کوئی حق نہیں۔ آخر اللہ میاں نے اپنی کونسل میں ہمارے مظہر اول قدرت ثانی کو تمام مسلمانوں کا وکیل مطلق بنا کے طلب فرمالیا یہی تو ہماری گورنمنٹ بھی کرتی ہے۔

اس دلچسپ افسانے کا ایک جزو اور بھی قابل نظر ہے یعنی (معاذ اللہ) رسول اللہ نے تو فرمایا کہ "یہ عبد اللہ کا کام نہیں" اور میاں عبد اللہ نے "امتان محمدؐ کے لیے تین امور کی نسبت سفارش" جھٹ سے پیش کر دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم امر میں رائے آزاد ہے۔ اور رسول اللہ کا صرف ایک ہی ووٹ ہے۔

سود۔ روزہ خواری۔ پردہ شکنی یہ سب فرعی مسائل ہیں مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں ان کے متعلق مختلف احکام ہیں۔ ان سے تعرض کرکے بندہ اپنی جان جڑ یا توچن میں پھنسانا نہیں چاہتا۔ لیکن اس قسم کی کتابوں کی اشاعت جن کو عقل دین حیا اور رواقعیت سے کوئی لگاؤ نہ ہو جملہ مذاہب کے واسطے ننگ و عار ہیں۔

ایک پادری صاحب کہتے تھے کہ رسول کا آہنی تابوت مکہ میں چھ مساوی قوت کے مقناطیسی پتھروں کے درمیان معلق ہے چار مقناطیس چاروں دیواروں میں ہیں ایک چھت میں جڑا ہے ایک سطح زمین پر نصب ہے۔ دوسرے صاحب نے اپنی کتاب میں تحریر فرمایا ہے کہ رسول اللہ نے کانوں میں مٹر کے دانے رکھ کے کبوتروں کو سرگوشی کرنی سکھائی تھی کبوتر دانہ ڈھونڈھنے آتے تھے اور (معاذ اللہ) رسول اللہ لوگوں سے کہتے تھے کہ فرشتہ میرے کان میں فلاں بات کہہ گیا۔ معراج کے واقعات پر بھی انھوں نے خوب جی کھول کے گندہ دہنی کے کرشمہ دکھائے ہیں۔ جو معراج حضرت مظہر اول قدرت ثانی کو ہوئی ہے اگر اس کے واقعات مخالفین کے پیش نظر ہوئے تو وہ اصلی اور صحیح معراج کو اس بناوٹی معراج پر قیاس کریں گے۔ مرزا نوشاہ غالب عاشقوں کی کثرت سے گھبرا کے فرماتے ہیں ؎

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

اسلام ان مظہر اول قدرت ثانی کے عاشقان قرآن سے گھبرا گیا ہے ضعفائے ایمان کی سلامتی میں ان کی تعداد دن دونی رات چوگنی ہوتی جاتی ہے اللہ میاں سے بالمشافہ ملاقات کے افسانے ہر گلی کوچہ سنائے جاتے ہیں۔ رسول اللہ کی روح کا تھوڑی دیر کے لیے جسم و جسمانیات سے جدائی اختیار کرنا اور احکام الٰہی حاصل کرنا ان کے نزدیک ایک کھیل ہے جس کی نقل کی جاتی ہے۔ نقل بھی مطابق اصل نہیں بلکہ ایجاد بندہ کا دخل بھی اس میں پیٹ بھر کے ہوتا ہے۔ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر فقیر دوست فرماں روا تھے۔ سلطان ایک فقیر کی ملاقات کو رمضان کے مہینے میں بعد نماز جمعہ تشریف لے گئے۔ جناب شاہ صاحب قبلہ اس وقت خلوت خانے میں تھے۔ غالباً "اعلیٰ درجہ کی کشفی حالت" ان پر طاری تھی یعنی گرما گرم کھیر نوش فرما رہے تھے۔ خادم نے آمد شہنشاہ کی خبر سنائی کھیر کا پیالہ اوچھے کے نیچے چھپا دیا اور لیٹ رہے خادم سے کہا جاؤ بادشاہ کو بلا لاؤ۔ یہ مقام (معاذ اللہ) ناز محمدی ہے میں سو رہا ہوں۔ شہنشاہ اور ان کا مصاحب خاص میرزا محمد (نعمت خان عالی) دونوں پلنگ کے پاس قالین پر بیداری یا دمی سے افاقہ کے منتظر بیٹھے۔ میرزا محمد نعمت خاں کی صائم ناک میں کھیر کی خوشبو پہنچی انھوں نے پیالہ دیکھ لیا مگر اتنے میں شاہ صاحب الا اللہ کہکے اٹھ بیٹھے۔ جپ جپے ہاتھوں کو بادشاہ نے بوسہ دیا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں اس وقت "رسول اللہ کے ساتھ کھیر (شیر برنج) کھا رہا تھا" حضرت حبیب الٰہی نے فرمایا عالمگیر آیا ہے بادشاہ تو خاموش رہا مگر نعمت نے اوچھے کے نیچے سے پیالہ کھینچا اور دست بستہ عارض مدعا ہوا کہ "قبلہ اللہ اگرچہ یہ ماہ مبارک اکل و شرب کا دشمن ہے مگر رسول اللہ کا پس خوردہ (پسخوردہ) کھانے میں کوئی عیب نہیں۔ جناب ولایت مآب جو کچھ رسول اللہ کے ساتھ نوش فرما رہے تھے پیر و مرشد کے واسطے لیتے آئے ہیں۔

ہمارے زمانے میں بھی ایک جلاہے صاحب دیدار خداوندی کے دعویدار تھے جب ان سے حال پوچھا تو کہنے لگے "کُھد اے میاں مانڑی چھانت رہیں (مانڑی چھان رہے تھے۔ مانڑی سرٹی وٹیوں کی لئی ہوتی ہے) کُھد اپنی بی بی (معاذ اللہ) جو کھاکات رہیں۔ پھر ستے ہم کا سامنے لے گئے۔ کُھد اے میاں پھر باتن (فرشتہ آیا) بھائی مدارگبس سلام علیکم ہم کہا و علیکم سلام کہن کہو اچھے رہیو ہم کہا سب آپ کی مہرنگی (مہربانی) ہے۔ کہن کہاں چلیو۔ ہم کہا تم ہیں بلایو۔ بس کُھد اے میاں پھر ستے پرگسیان لا کے (غصہ کرنے لگے) کا ہے رے ڈھکوا توئی کا ہے بھائی مدارگبس کا لائے ہو مدارگبس ناہیں دوسر مدارگبس کا لاؤ جون ہم کبس کے دوار سے بہت ہے۔ پھر ہم سے کہن تم دنیا ماں کا کھات رہو۔ (کیا کھاتے ہو) ہم کہا صاحب گڑ کیر میٹھی میٹھی بھیلی۔ کُھد اے میاں کہن بھاگو یہ چیج (یہ چیز) بڑے نیچے (مرنے) کی ہوت ہے پھر سے منہ ماں پانی بھر آوا۔ اب کی جو آیو تو ہم سے کھاتر (خاطر) لیت آیو۔ بھولیو نا۔

یہ کتاب ۲۴ - ۲۵ صفحہ کی ہے۔ صفحہ بھی چھوٹے چھوٹے ہیں اس کے ٹائٹل پیج پر جناب مظہر اول قدرت ثانی کے دیگر مصنفات قلمی کی فہرست بھی ہے جن کے نام غالباً بغدادی قاعدہ کے تقطیع اوآنی یوبانی توتانی تو تانی جوجانی سے ماخوذ ہیں۔ محمد مقتدری صاحب شروانی کے اہتمام سے مطبع یونیورسٹانی انسٹی ٹیوٹانی علی گڑھانی میں چھپی ہے

جلد ۲ نمبر ۳

مضامین

(مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۳۵ء)

غزل

جا کے مرے وہ در پہ جسکو جگہ کہیں نہیں — چھوٹے الہ آباد کو جو وہ علی حزیں نہیں
دل میں ہماری یاد کو رہنے نہ دیجیے پڑا — فیشن محل بھی پر کشندہ سہی اگر کہیں نہیں
ہم بھی یہیں سے دیکھتا زہرہ و مشتری کی گل — چشم فلک سی میرے پاس حرص ہاں دور بیں نہیں
مرغ مسیح سا فلک کیوں مجھے دلبر یاد دیا — اسکے دہن سی تنگ نے جہیں اسکے اگر نشیں نہیں
کچھ تو مناسبت ہے وضع میں حسن و عشق سے — اپنے بھی پاس کچھ نہیں ان کے جو آستیں نہیں
مجھی ہو ایک پاٹ کی چکی اگر بنائیے — ہے کوئی ایسا آسماں جسکے تلے زمیں نہیں
سوچیے گر تناسب عضو کا نام حسن ہے — بڑھنا ہے سجدوں کا وہ سر جو اگر جبیں نہیں
کیل بغیر ناک کا حسن دکھائے کیا چمک — کیسے ہے انگوٹھی نقرئی اس پہ مگر نگیں نہیں

چرخ ستم ظریف سے ..... خستہ کمر دہ تم
مشق ستم کے واسطے اور بھی ہیں ہمیں نہیں

م۔ن۔ الہ آبادی

پیش طبیب لا ایش ملا طبیب
پیش ہیچ ہر و پیش ہیرو ہیچ

(نمبر ۳)

۱۲ پھانس۔ (فقرہ) پینے میں پو تا س اڑ گیا۔ معلوم نہیں اس فقرہ سے کیا فائدہ حاصل ہوا۔ بات یہ ہے کتاب لغت بیچاری تھی نابالغ دھان پان شادی بیاہ کے ناقابل لہذا یہ چاکسوکی بیچکی جلدی شوہر کے پاس جانے کے قابل ہونے کے لیے ہر صفحہ میں کئی جگہ پھلائی گئی ہے کہ کسی طرح تھوڑی سی موٹی تازی ہو جائے۔

۱۳ پٹرول۔ ایک قسم کا تیل جو مٹی کے تیل کو صاف کرکے بنایا جاتا ہے اور موٹر کار چلانے میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ معنی غائب ہیں۔ حالانکہ فی زمانہ یہ لفظ ہر کس و ناکس کی زبان پر ہے۔

---

۱۳ پمپ ہائی اور فیری میں کوئی مناسبت نہیں۔ پمپ ہائی کا جزو اعظم انڈا ہے اور فیرنی کو انڈے سے کوئی لگاؤ نہیں۔ علاوہ بریں دونوں کے پکانے کا طریقہ بھی جدا گانہ ہے۔ اب کا کوری کی دیہاتیں فیرنی میں انڈا ڈال کے ڈوئی سے گھوٹ لیتی ہوں اور اسے مارے انگریزیت کے پڈنگ کہتی ہوں تو یہ ان کا محاورہ ہوگا نہ کہ اردو کا۔

۱۵ پروکلیمیشن۔ تخت نشینی کا اعلان۔ یہ معنی عجیب و غریب تحریر کیے ہیں۔ یہ تخت نشینی کے اعلان سے کیا سمجھیں۔ اگر کوئی تخت نشین ہو تو جو اعلان تخت نشینی کا کیا جائے صرف اسے پروکلیمیشن کہیں گے۔ حاجی صاحب معنی لکھتے وقت اس کا لحاظ بھی نہیں کرتے کہ ان کے الفاظ سے کیا مطلب نکلتا ہے۔ پروکلیمیشن کے اصلی معنی صرف اعلان کے ہیں۔ خواہ وہ تخت نشینی کے لیے یا کسی دوسرے امر کے لیکن زیادہ تر بادشاہی اعلانات کے لیے آتا ہے یہ ایک قاعدہ ہے کہ تخت نشینی کے وقت بادشاہ اپنی رعایا میں اعلان شائع کرتا ہے کہ میں تخت نشین ہوا اور میں اپنی رعایا پر اس طریقے سے حکومت کروں گا۔ بہالت اللغات کو یہ بھی نہیں معلوم کہ کوئن وکٹوریہ ۱۸۳۷ء میں تخت نشین ہوئیں اور جب ۱۸۵۷ء میں ہندوستان میں غدر ہوگیا اس کے بعد یکم نومبر ۱۸۵۸ء کو پروکلیمیشن کوئن وکٹوریہ کا شائع ہوا۔ غالباً اسی سے حاجی صاحب نے دھوکا کھایا۔ حالانکہ وہ کوئن وکٹوریہ کی تخت نشینی کا موقع نہ تھا۔ پروکلیمیشن کا تخت نشینی کے اعلان تک محدود کر دینا خوش فہمی ہے۔

۱۶ پریسیڈنسی۔ جیسا کہ بی لغت جب دوسرے یا تیسرے معنی لکھتی ہیں وہ عام طور سے غلط ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ طبع زاد ہوتے ہیں اور طبع مبارک کج واقع ہوئی ہے۔ یہاں بھی یعنی کے بعد کی تحریر مہمل ہے۔ یعنی قلمرو ہند کا وہ حصہ جو کسی علیحدہ گورنر کے ماتحت ہو۔ اس یعنی کی ایسی تیسی اگر یہ یعنی صحیح ہو تو ممالک متحدہ۔ پنجاب وغیرہ بھی پریسیڈنسی کہے جانا چاہییں۔ مدراس بنگال اور بمبئی میں گورنر رہتا ہے لیکن یہ لازم نہیں آتا جہاں گورنر ہو وہ صوبہ پریسیڈنسی کہلائے۔

۱۷ پریوی کونسل کے معنی بھی مہمل تحریر ہوئے ہیں۔

۱۸ پلیٹ۔ کے معنی بڑی رکابی۔ معلوم نہیں بڑی لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ بعض الفاظ کا انگریزی تلفظ بھی لکھا ہے۔ یہاں نہیں لکھا۔ ایک ناواقف یہ سمجھے گا کہ یہاں انگریزی اور اردو کے تلفظ میں فرق نہیں ہے۔ کہیں انگریزی اور اردو کے تلفظ کا فرق دکھایا ہے اور کہیں نہیں لغت بھر اسی طرح کی خامیوں سے پر ہے کاش کہیں بھی فرق نہ دکھایا ہوتا کہ ناواقف دھوکا نہ کھائے۔

۱۹ ایپکٹ۔ حسب دستور یہاں بھی معنی نمبر ا صحیح لکھے ہیں لیکن معنی نمبر ۲ حاجی صاحب کی جدت طبع ہیں لہذا مہمل۔ ڈاک خانہ کے قواعد کے بموجب کتابوں اور دوسرے مطبوعہ کاغذات کے پیکٹ کے لیے یہ ضروری ہے کہ پیکٹ اس قدر کھلا ہو کہ یہ دیکھا جا سکے کہ اس میں کتابیں ہیں نہ

یا وہ لوگ جو کسی خاص غرض کے لیے مسلح ہو کر اکٹھا ہوں یا فوج کا ایک دستہ جو کسی خاص مقصد کے لیے طلب ہو یا کسی ایک شخص کا دوسرے شخص کے مقابلہ میں آنا۔

بہر حال بعض چند لفظ ایسے ہوتے ہیں جو بظاہر ہم معنی سمجھے جاتے ہیں لیکن ان کے محل استعمال اور اصلی معنی میں خفیف فرق ضرور ہوتا ہے۔ اس فرق کا ظاہر کرنا لغت کا کام ہے۔ اگر اس فرق کے سمجھنے کی لیاقت کا نو مرزم اللغات میں وجود ہوتا تو ردنا کا سب کا نقاد یہ گروہ اور ہر جماعت کو پارٹی نہیں کہتے اور دعوت کے معنوں میں جب یہ لفظ آتا ہے تو میلوں کی شرط نہیں لیکن میلوں کی مختصر دعوت لکھ کر معنی محدود کیے ہیں۔ حالانکہ نہ میلوں کی شرط ضروری نہ مختصر کی شرط۔ ہاں یہ نو مرزم اللغات کے چھاپہ خانے کے افتتاح میں جو پارٹی دی گئی ہوگی ممکن ہے کہ بسکٹ سے چائے یا بھربھری کے بیروں کی ہو۔ اور اس یادگار میں پارٹی کے معنی بدل دیے گئے ہوں۔ میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ ہر زبان میں متحد المعنی الفاظ یا ایک شے یا فعل کے لیے بعض اوقات کئی الفاظ ہوتے ہیں لیکن مفہوم یا صورت جداگانہ ہوتی ہے۔ یہاں پر ایک بات یاد آگئی۔ انگریزی زبان میں کاٹیج۔ ہوس۔ ولا۔ پیلس۔ رزڈنس۔ مینشن وغیرہ مکان کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن ہر ایک کی شکل جداگانہ ہے۔ کاکوری کے ایک صاحب نے جو سرکار انگریزی میں ایک اچھے عہدہ پر ہیں۔ لکھنؤ کی ایک گنجان آبادی میں مختصر سا مکان بنوایا۔ مگر مارے انگریزیت کے اپنی جورو کے نام سے نامزد کیا نام بھی انگریزی۔۔۔ ولا رکھا ہے۔ ولا کے معنی مکان ضرور ہیں لیکن کس قسم کا مکان؟ کیا جھونپڑے۔ کھپریل۔ بارہ دری۔ محل۔ کوٹھی۔ بیت۔ کھنڈرا۔ امام بارہ وغیرہ سب کا ایک ہی مفہوم ہے؟ یہ بھی انگلو انڈین کا ایسا قصہ ہے۔ وہی اسکول کی ادھوری تعلیم۔ ماسٹر نے ولا کے معنی مکان رٹا دیے۔ یہ نہ بتایا کہ کس قسم کا مکان۔

(باقی آیندہ)

مراسلہ

نہ محقق بود نہ دانشمند
چارپائے برو کتابے چند

خطوط اور منی آرڈر لکھتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھیے

سمن بغرض انفصال مقدمہ

نمبر مقدمہ ۲۰، ۹ خفیفہ ۱۹۳۵ء

بعدالت اجلاس جناب منصف صاحب بہادر کھیری مقام لکھیم پور
رام بلاس ولد میلاری لال ساکن [illegible] لکھیم پور۔ مدعی

بنام

رام چندر وغیرہ مارواڑی رہائشی علیم
بنام رام چندر ولد نامعلوم۔ مارواڑی دو دکان رام سروپ۔ ٹھیکیدار راج چند اقوام مارواڑی مالکان دوکان رام سروپ رام چندر ساکنان سیتاپور بازار نام سینگنج ضلع سیتاپور بر دوکان مرلی دھر نرسی دھر ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت مالیعہ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۵۔ ماہ ستمبر ۱۹۳۵ء بوقت ۱۰ بجے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعوے مدعی مذکور کی کرو۔ اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جواب دعوے کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہو اسی روز ان کو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور رقم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۶۔ ماہ ستمبر ۱۹۳۵ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

کتب خانہ

ارباب علم و فن و نیز طالبان علوم کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے ایک کتب خانہ کا افتتاح کیا ہے اور تقریباً ہر علم و فن کی درسی و غیر درسی ادب و تاریخ و اصول و فقہ و حدیث عربی و فارسی و اردو کتابوں کے بھیجنے کا حسب فرمائش انتظام کیا ہے لہذا حضرات شائقین علوم و فنون اس جدید کتب خانہ کو جو صرف ملک و مذہب کی خدمت کرنے کے لیے قائم کیا گیا ہے زیادہ سے زیادہ آرڈر دیکے قومی ہمدردی کا ثبوت دیں اور اس کتب خانہ کے خالص خدمات کو محل امتحان میں لاکر گھر بیٹھے ہی جانچ کر لیں۔

لکھنؤ چوپاٹانالہ مدرسہ ناظمیہ سرکار شمس العلماء مولانا السید نجم الحسن صاحب قبلہ مجتہد

آل انڈیا شیعہ کانفرنس

بنام

مملکت ایران

بنال بلبل اگر بامنت سر یاری است
کہ ما دو عاشق زاریم و کار ما زاری است

اے بھائی ایران! آؤ آؤ ہم تم گلے مل کے روئیں۔ یہ معنی کہ ہم اور تم دونوں مثل سندباد جہازی کے دگروہ تسمہ پا کے پھندے میں پھنس گئے ہیں۔ آہ سندباد پر جو وقت پڑا تھا وہ تمہیں ضرور یاد ہوگا جب اس غریب کا جہاز تباہ ہوا۔ دریا کی موجوں نے رحم کھایا۔ تھپیڑے دے کے ساحل تک پہونچا دیا۔ تو کیا حالت تھی! پیٹ میں پانی بھرا مشک کی طرح پھولا۔ کپڑے تمام تر بتر۔ نہ عمامہ نہ چادر۔ ڈیل کی کھال کھوئی ہوئی۔ مگر جان پیاری ہوتی ہے۔ تھوڑی دیر کنارے پر ٹھہر کے دم راست کیا۔ پھر جائے پناہ اور ستر رمق کی تلاش میں آگے بڑھے دیکھتے کیا ہیں۔ چند مردان باریش و عمامہ درختوں کے سائے میں جلوہ فرما ہیں۔ سلام علیکم۔ علیکم السلام۔ مزاج مبارک کون ہو۔ کہاں سے آئے۔ جی کیا عرض کریں فلک کے ستائے ہیں۔ کشتی ڈوبی۔ موجوں کے سہارے زبردستی آپ کے وطن میں آئے ہیں۔ مرحبا۔ مرحبا لیکن ہم تو خود مجبور ہیں ناچار ہیں۔ تمہارے فضل کے امیدوار ہیں۔ گھر دور ہے پاؤں بیکار ہیں۔ اگر اتنی عنایت کرو کہ

مشتہرین

(۱) کیا آپ جانتے ہیں کہ "برما" میں ساٹھ ہزار گجراتی بولنے والے ہندوستانی ہیں۔

(۲) "برما نیوز" (اینگلو گجراتی) ان کا تنہا ترجمان ہے

(۳) "برما نیوز" کی زندگی "برما" کے ہندوستانیوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے وقف ہے۔ گجراتی دان ہر ہندو مسلمان اسے پڑھتا ہے۔ لہذا یہ آپ کے اشتہارات کا بہترین ذریعہ ہے۔

جملہ خط و کتابت مندرجہ ذیل پتہ پر ہونا چاہیے۔
مینیجنگ ایڈیٹر "برما نیوز" نمبر ۲۳ اسٹرینڈ روڈ رنگون

"اسجد والی"

چلتے پھرتے قبلہ و کعبہ ہمارے مجتہد ہیں۔ ارے لا علم جدھر ہم ہیں ادھر کعبہ ہے۔ چاہے مشرق ہو چاہے شمال"

بسرپرستی حضور پرنور سلطان دکن خلد اللہ ملکہ

جاری شدہ ۱۸۳۹ء

ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ لکھنؤ

تار کا پتہ

حنا لکھنؤ

شاخ

قنوج - حیدر آباد دکن - دہلی

اصغر علی محمد علی

تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ
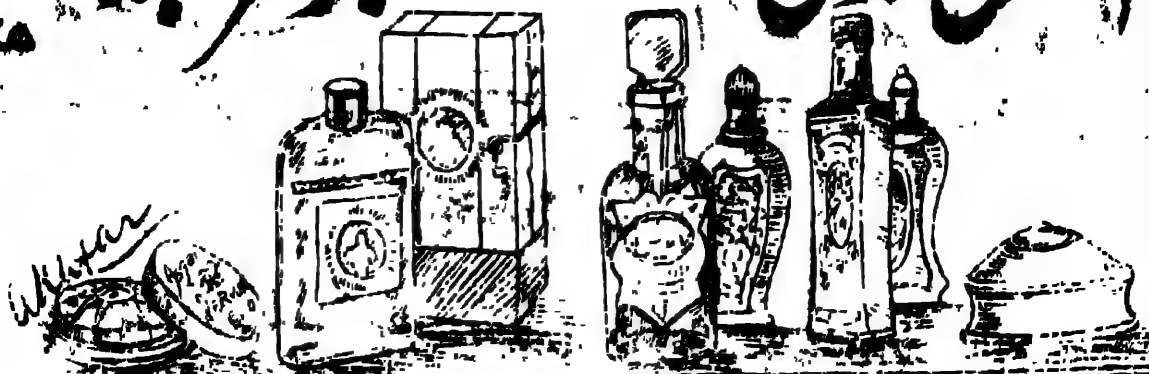
ہم پسند لگے۔ تو بات کیا ہے یہاں کی خلقت اس امر سے بالکل واقف نہیں کہ جس ... ایک معمولی سا کاغذ کا پرزہ جسے عرف عام میں اجازہ کہتے ہیں (سچا ہو یا جھوٹا) حاصل کر لینے پر حکومت و ریاست عام کا حق ان قبلاؤں کو حاصل ہو جاتا ہے اسی طرح عوام کو بھی حق انھیں کے اصول نے عطا کیا ہے کہ وہ بھی قبلہ انتخاب کرنے میں قبلہ زیر نظر کے گھریلو اعمال و افعال کی نظارت کریں۔ مثلاً بی بچوں سے عدل و عدالت کا جائز برتاؤ ہوتا ہے یا نہیں بسر دھیل و ریاکار تو نہیں جھوٹے اور مکار تو نہیں۔ علم رکھتے ہیں یا اہل نجف کی خوشامد کر کے اجازت نامہ ریاست عامہ حاصل فرمایا ہے۔ عقل کیسی ہے طامع و حریص ہیں یا نہیں مناہی و ملاہی کے مرتکب تو نہیں ہوتے۔

اگر اس کسوٹی پر ہر وقت پورے اتریں تو بیشک ان کی سنو اور ان کے کہے پر عمل کرو۔ اگر خلقت کو خدا نے یہ سلیقہ دیا ہوتا تو شاید قبلہ ہائے تسمہ پا کی وہ کثرت جو ہمارے شہر میں ہے نہ ہوتی۔ ہم شہرے جاہل ادھر کسی عمامہ بستہ عبا پوشیدہ ریشائیل سیہ مہ سا چہرہ سجہ بدست کو تنحنح و تجزجز و تکبر و تقرقر (حروف حلقیہ کو گلا پھاڑ کے ادا کرنا) و تناعف و تقشف و تجسم و تعقت و تقلل و تمارض و تمنن (ممنانا) و تعزفر و ترسوس و تشیطن و تجنن کے اوصاف سے متصف پایا اور ادھر انشاء اللہ خاں کی باجی کی طرح ڈر گئے۔ نکلے گلا نے سے

اے لو اس کوٹھری میں سہرے ڈرانے کے لیے
اک عبا اوڑھ کے بن بیٹھی ہیں حاجی باجی

مگر خدا نے تمھیں علم و عقل کے ساتھ اب آزادی بھی دی ہے۔ مجھے واقعہ یاد ہے جس کا تذکرہ شاید سفرنامۂ ابراہیم بیگ میں ہے کہ کس طرح ایک حاکم شہر کو ایک قبلہ تسمہ پا نے شہر کی صفائی کے غیر شرعی احکام پر بلکہ رکھ لیا تھا۔ خود مجھ سے ایک سیاح نے جو کہ زمانہ احمد علی قاچار میں ایران گیا تھا بیان کیا کہ حاکم قم نے شہر کی آب و ہوا درست ہونے کے لیے ایک وسیع میدان پیاز سبزہ و گل آراستہ کیا اور اس میں غلاظت پھیلانے کی ممانعت کر دی بلکہ یہ بھی حکم دے دیا کہ جو کوئی خلاف ورزی کرے اُسے پکڑ لاؤ اور اس پر جرمانہ کرو۔ ایک عدد خر سواری قبلہ تسمہ پا کو یہ صاف ستھری جگہ اپنے پاخانہ پھرنے کے واسطے مرغوب ہوئی۔ پیادے نے پکڑا۔ جرمانہ ہوا۔ یہ حضرت روتے ہوئے قبلہ تسمہ پا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

"چہ شد۔ چرا گریہ می کنی!"

"آقا من در باغ خلاف ریدم۔ پیادۂ حاکم مرا گرفتہ پیش حاکم برد۔ دو قری جرمانہ از من گرفتند۔"

آقائے تسمہ پا سنتے ہی بہت اکھڑ گیا۔ فوراً تغیر لباس عمامہ کے بعد حاکم کے گھر پہنچا۔

"سہے زن قحبہ این بیچارہ طالب العلم را کہ تازہ از نجف اشرف آمدہ است چرا رنج دادی و جرمانش گرفتی۔"

بیچارے حاکم شہر نے تعظیم کی بٹھایا۔ عذر کیا کہ باغ شہر کے واسطے آراستہ کیا گیا ہے تختی احکام کی پھاٹک پر لگی ہوئی ہے اس نے خلاف ورزی کی بقدر جرم جرمانہ لیا گیا۔

"اے زن جلب خدائے پدرت را نیامرزد۔ زمین خدا بود ذہن مادرت نہ بود کہ دران این بیچارہ رید۔ شرم کن از مصطفیٰ و مرتضیٰ کہ این سید بیچارہ فردا دامنت را گیرد۔ آخر در کدام شرع منع این فعل وارد آمدہ۔ بگو۔ بگو۔ زود بگو۔ تو کہ شرع جدید احداث کردۂ۔ قتل تو واجب است۔ مرد کہ مرتد شدی زود توبہ یاد گیر۔"

حاکم کسی قدر بھلا تھا اُس نے سماعت نہ کی۔ قبلہ تسمہ پا وہاں سے اُٹھے اور یہ کہتے ہوئے اُٹھے "انشاء اللہ زود بکیفر کردارت می رسی۔" باہر نکلتے ہی آواز دی "یا با جہاد است جہاد است" اس آواز کے سنتے ہی چار پانچ سو آدمی باہر نکلے۔ اور جہاد جہاد کی رٹ لگانے لگے۔ حاکم نے دروازہ بند کر لیا مگر یہ اوباشوں یا پیر تسمہ پا کے مریدوں کا گروہ پل پڑا۔ دروازہ توڑا اور حاکم صاحب کی چند یا پر اکڑ جوتی سے اتنی ترصیع اور ملبت کاری فرمائی کہ بیچارے بیہوش ہو گئے۔ اسی بیہوشی کے عالم میں ظالم قبلہ تسمہ پا نے انھیں گدھے پر سوار کرایا منہ کالا کیا اور شہر سے نکال دیا۔ حکومت خبر بھی نہ ہوئی۔

میں نے سنا ہے کہ تسمہ پا سازی کا جو کارخانہ نجف اشرف میں ایران کے مال سے کھلا ہوا تھا اب وہ اس وجہ سے اُجڑتا جاتا ہے کہ ایرانیوں کے خزانۂ خیرات کا رُخ بدل گیا۔ اب یہ آسان راہ ریاست عامہ حاصل کرنے کی ویران ہو گئی کہ بعد چار سال قبلہ ہائے تسمہ پا کی کفش دوزی دست بوسی کی شریک درس ہوئے۔ یا خالی بیٹھے وقت کشی کرتے رہے بعد ازاں ایک اجازہ حاصل کیا اور پہنچے وطن۔ ظاہر ہو گیا کہ "آقائے نجیب زادہ چہار سال پیش آخوند میرزا صدر الجہ درس خارج خوانده حالا بوطن رسیده۔ بسیار مرد باکمالے ہست۔"

نجیب زادۂ نانجیب نکلے فوراً اپنا پہلا وعظ فرمائی ممبر پر تشریف لے گئے۔ حمد و نعت کے بعد اپنے حال کی حدیث یوں بیان فرمائی "چند سال در عتبہ عالیہ نجف تبصرہ بسر بردم و پیش آخوند صدر الجہ نشستم۔ وقتے مسئلہ جمع بین الاختین در زیر بحث بود۔ من اپیا گفتم آخوند این فرمود تا دو سال بر این موضوع قال و قیل شد و ہنوز ہم جاری است۔ دیروز خط شریفش بمن رسید کہ دلائل شما خیلے متقن است۔"

مطلب اس کا یہ ہوا ہم اس پائے کے آدمی ہیں کہ آخوند صدر الجہ نے منہ کی کھائی۔ چلیے خوش باور عوام نے سر اطاعت و انقیاد جھکا یا۔ دس پانچ اہل غرض درباریوں میں شامل ہو گئے صرف پیچھے نماز پڑھ لینے کی دوا تی مقرر ہو گئی۔ آپ جانیے سوپ کے جانے سوپ ہی میں نہیں رہتے دکان چل نکلی۔ اگر کوئی حریف ہم پیشہ مقابل نہ ہوا تو خیر اور اگر ہوا تو پھر سے

وہ بھی حضرت سے گاڑھی کر رہے ہیں کے کڑی۔

ایک دوسرے کی تکذیب و تنقیص میں ساعی ہوا۔

(۱) "فلانی مرد کہ گہ بیجو رد۔ جاہل است بابا۔ مسائل استبراء غائط ہم نمی داند یعنی ...... شستن ہم نمی تواند۔"

(۲) "اے باللہ این مرد کہ را سہ سال مسئلہ حیض و نفاس می توانم تعلیم نمایم۔ ار ہیچ یاد نمی دارد سگ بچہ پدر سگ را بیا بیدار۔ این است رسالہ اینہ و در صحبت "بوسہ بعد از جماع" این را بخواند۔ او کہ نمی تواند بفہمد

اُستاد او ہم چنین است ۔

بڑھتے بڑھتے یہاں تک نوبت پہونچی کہ ان کے مقلدوں میں بھی پھوٹ پڑ گئی ۔ غرض ہر شہر میں داد بیداد فریاد کی صدا بلند ۔ ایسی چہل پہل کہ خدا دشمنوں کو بھی اس سے محفوظ رکھے ۔

بھائی ایران! تسمہ پاسازی کی فیکٹری سے تم کو ضرور نجات مل جائے گی ۔ مگر وائے بر حال ہندوستان خصوصاً وائے بر حال این جانب یعنی شیعہ کانفرنس ۔ کچھ بڑے تسمہ پا ہیں کچھ چھوٹے کوئی معیار ان کے صدق و دیانت کے پرکھنے کا نہیں ۔ اس گاؤں میں سب ہی ٹھاکر ہیں ۔ اگر کسی پر سچی گرفت بھی کیجئے تو فوراً توہین علما (یعنی جمیع قبلہ ہائے تسمہ پا) کا الزام عائد ہوتا ہے اور جاہل خلقت انھیں تسمہ پاؤں کا ساتھ دیتی ہے ۔ جو شخص عالم ہونے کا دعوے کرتا ہے وہ ان قبلہ ہائے تسمہ پا کی صف میں داخل ہو جاتا ہے ۔ اپنی صحبت میں تو یہ اس کی تذلیل و توہین کرتے ہیں لیکن اسے اپنی فہرست سے خارج کر کے عوام الناس کی گردن کو صیانۃً للصنف نہیں بچاتے ۔ وہ بھی ہم پر مسلط رہیں گے چاہے محارم سے نکاح کے مرتکب ہوں ۔ چاہے غصب کریں چاہے مال اوقاف پر تن تن کے ہتھے ماریں چاہے رنڈی بازی کریں چاہے بچہ بازی سے دل بہلائیں ؎

آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں
تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

بس برادر ایران تم سے ایک التجا ہے ۔ خدا کو مان کے تم یہاں ایسے عالم فرزانہ بھیجو جو پیشہ تسمہ پا نہ ہوں اور نماز روزے کی تجارت نہ کرتے ہوں ۔ قدیم و جدید علوم سے واقف ہوں ۔ شریعت کو اپنے گھر کی پابندی نہ جانتے ہوں وہ یہاں آئیں اور قبلہ ہائے تسمہ پا کی مرمت دلیل سے کریں تو کام چلے ورنہ ایک پر دہ نجف سے لا کے ہر شخص ہماری گردنوں پر سوار ہوگا ۔ یہاں نہ تعلیم کے انگور رہیں نہ شراب بنانے کی اجازت ہے ۔ خالی کھوپڑیاں ہیں تو کس کام کی ۔ آخر ہم کریں تو کیا کریں ؟ ۔ فقط

راقم
آل انڈیا شیعہ کانفرنس
بقلم
دل جلا شیعہ

ضرورت ہے

(۱) توسیع اشاعت کی ۔
(۲) وی ۔ پی طلب کرنے والوں کو اسراف اور تضیع اوقات سے بچنے کی ۔
(۳) خطوط اور منی آرڈر بھیجنے والوں کو نمبر خریداری کی ۔

"منیجر"

بے تصدیق بات پر شک ممکن ہے

لیکن جب لاکھوں اشخاص تصدیق کر چکے ہیں اور ڈنکے کی چوٹ پکار کہتے ہیں کہ مقویات سرتاج عالم آتنک نگرہ گولیاں قبض ۔ بد ہضمی ۔ خون دینی کی کمی ۔ جریان ۔ احتلام ۔ سرعت انزال ۔ رقت منی ۔ کی لاثانی علاج ہیں ۔ تو اب شک کس لیے آپ بھی ایک دفعہ آزمائش کر کے دیکھ لیں ۔

قیمت فی ڈبیہ ۴۰ گولیاں ایک روپیہ
مزید آگاہی کے لیے نہایت عمدہ مضامین سے تحریر کتاب کام شاستر مفت طلب فرمائیں ۔

ویدشاستری جام نگر کاٹھیاواڑ

انگریزی اخبار
"پٹنہ ٹائمز" پٹنہ

جو بہاری مسلمانوں کی زبردست آواز ہے اور جو ۱۹۲۴ء سے خدمت کر رہا ہے اگر آپ دلچسپ مذاحیہ مضامین اور ہر طرح کی خبروں سے واقفیت رکھنا چاہتے ہیں تو آج ہی خریدار ہو جائیں ۔ اور ملک ملک تک اپنی قابلیت کا اندازہ لگائیں ۔

سالانہ قیمت ۵ ؍ طلبا سے للعمر
قیمت فی پرچہ ار

منیجر

بالوں کا طلسم

استعمال کے بالوں کا طلسم یعنی ہیرآئل اور پدمنی ہیر واش کا لگاتار استعمال کرتے رہنے سے بڑھ جاتا ہے ۔ اول الذکر نباتی تیل سائنسی طریقہ سے بنایا ہے اس کی خوشبو دیرپا ۔ چکناہٹ نہ اند ۔ گر بال ریشم ایسے ملائم ۔ تیل اور ریوڑ رجین ۔ کھجلی ۔ بفا اور رنگج اور بال گرنے کا علاج حکمی ۔ اور برسوں کے اُترے ہوئے بال اگانے اور بکثرت بال بڑھانے موٹے بصورت بال دلفریب اور چمکیلے بنانے میں بے مثل ۔ بے وقت بال سفید نہیں ہوتے ۔ جملہ امراض سے محفوظ ہو جاتے ہیں ۔ دونوں کی قیمت جدا جدا ایک روپیہ فی بوتل علاوہ محصول ۔

معززین کی آرار

بہت سی اسناد میں سے صرف تین کا ماحصل ملاحظہ ہو ۔

۱ ۔ محترم اڈیٹر اودھ پنچ لکھنؤ ۔ بفا میں مبتلا ایک لڑکی پر آزمانے کے بعد رقمطراز ہیں ۔ دوا نے تمام امراض دور کر دیئے ...... بال نرم اور ملائم آگئے ...... ایجاد نہایت مفید ہے ۔ ۲ ۔ لاہور کے مشہور ڈاکٹر بھاوارام ایم ڈی شاہ عالمی رود تحریر فرماتے ہیں یہ بازاری تیلوں میں فقط پدمنی ہیر آئل ہی سائنس اصول کے مطابق بنا ہے ... اسلیے بالوں کی جڑوں کے اندر سرایت کر کے انھیں بڑھاتا ہے ۔ ۳ ۔ انگلینڈ کے فارغ التحصیل ... ہیرالڈ ٹیچنگ ڈاکٹر ہندوستان بریس لاہور کی یہ رائے ہے کہ پدمنی ہیر آئل سے بڑھ کر کوئی تیل بالوں کی ... نہیں بڑھاتا اور پدمنی ہیر واش شیمپو کی سو صورتوں کی تمام چیزوں سے بہتر اور سر کو راحت دیتا ہے ۔

ڈاکٹر پدمنی ٹائلیٹری ۔ لاہور گوال منڈی

ارمان
کون سی شادی شدہ خاتون ہوگی جسے بچہ کھلانے
کا ارمان نہ ہو۔ اولاد کی خاطر لوگ سارے جتن کرتے
ہیں۔ درگاہوں پر جاتے ہیں۔ منتیں مانتے ہیں۔ فقیروں۔ اور
بیراگیوں کی سیوا کرتے ہیں۔ عاملوں، رمالوں، پنڈتوں، نجومیوں کے دروں کی
ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ طبیبوں۔ ویدوں اور ڈاکٹروں کو ہزاروں روپیہ کھلاتے ہیں۔ ہمارا تو یہی تجربہ ہے کہ
کہ ہندو، مسلمان، عیسائی، پارسی یہودی اولاد کی تمنا میں اپنا مذہب تک ترک کرنے پر آمادہ ہو جاتے
ہیں۔ جس گھر میں اولاد نہیں وہ بے چراغ کہلاتا ہے۔ جو عورت بے اولاد ہے وہ ہندوستان میں منحوس
سمجھی جاتی ہے۔ اور اکثر وہمی عورتیں تو اس کا منہ دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتیں۔ لیکن اب
(بے اولادوں کو مژدہ)
ہو کہ ہماری دوا ارمان سے سیکڑوں بے چراغ گھر روشن ہو گئے ہیں۔ سیکڑوں کی امیدیں بر آئی ہیں۔
خوبی اسمیں یہ ہے کہ یہ دوا مہینے میں صرف تین روز عورت مرد دونوں کو کھانا پڑتی ہے۔ ۸۰ فیصدی
تو ایسا ہوتا ہے کہ پہلے ہی مہینے حمل رہ جاتا ہے لیکن دوسرے اور تیسرے مہینے تو ضرور ہی مراد
بر آتی ہے۔ پھر اس دوا میں دوسری عجیب و غریب اور حیرت انگیز خوبی یہ ہے کہ فرزند نرینہ
ہی پیدا ہوتا ہے۔ بس دوا کی اگر ہزاروں روپیہ بھی قیمت رکھی جائے تو بھی امیر
غرض مند تو خوشی سے لینے کو تیار ہو جائینگے لیکن ہماری خواہش ہے کہ
اسکا فائدہ عام ہو اسلئے اسکی قیمت بھی نہایت مناسب
رکھی گئی ہے یعنی ۳ ماہ کی دوا ۲ ر مع محصول
ترکیب استعمال دوا کے ساتھ روانہ کیجائے گی
لال رنگ
کارخانہ ضامن الصحت
وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ
واعظین اودھ پنچ ضرور توجہ فرمائیں

انمول ادبی جواہر
منتخبات مضامین اودھ پنچ

من ابتداے سنہ ۱۹۱۶ء لغایت سنہ ۱۹۲۳ء

چار حصوں میں یہ ادبی اصلاحی اخلاقی سیاسی مضامین بے نظیر علمی اور عقلی فوائد رکھتے ہیں جن کی نظیر آپ کو اُردو کے خزانے میں نہ ملے گی۔ یہ انسان کو مضمون لکھنا سکھا دیتے ہیں — اب تک چار حصے تیار ہو سکے ہیں۔ قیمت فی حصہ ایک رُوپیہ آٹھ آنے۔

یہ مضامین بطور ضمیمہ چار سال سے اودھ پنچ کے ساتھ ہفتہ وار شائع ہو رہے ہیں سالانہ جلد کے خریدار کو ایک حصہ مفت ملتا ہے سائز $\frac{20 \times 26}{16}$ مجموعی قیمت ان منتخبات کی پانچ روپیہ علاوہ محصول۔

منیجر اودھ پنچ

[illegible] کی کتب

[illegible] حضرات بیرونجات [illegible] کو ناقص کتابیں ملتی ہیں۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ جو کتاب وہ طلب کرتے ہیں اُسکے بجاے دوسری کتاب بھیجی جاتی ہے نیز یہ بھی شکایت ہے کہ کتاب پر صرف دکھانے کے لیے بہت زیادہ قیمت لکھی جاتی ہے اور شہر میں وہ لکھی ہوئی قیمت سے بہت کم قیمت پر ملتی ہے وغیرہ۔

لیکن اگر آپ ہمارے ذریعے کوئی کتاب طلب فرمائیں گے تو ہرگز یہ شکایت پیدا نہ ہوگی اور ہم اپنی نگرانی میں ہر کتاب روانہ کریں گے۔ اس حالت میں اگر کتاب ناقص ہو یا بھیجی گئی ہو یا ایک کے بجاے دوسری ہو قیمت بازار سے زیادہ ہو تو اسکے ہم ذمہ دار ہیں۔ لہذا لکھنؤ کے جس مطبع کی کتاب کی آپکو ضرورت ہو ہمیں تحریر فرمائیے اور اطمینان رکھیے کہ آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں ملیگا دریافت طلب امور کے لیے جوابی پوسٹ کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے۔

پتہ:۔ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

ہفتہ وار انگریزی اخبار "خیبر میل" پشاور

ضرور ملاحظہ کیجیے۔ یہ انگریزی کا واحد اخبار ہے جو صوبہ سرحد سے شائع ہوتا ہے سالانہ چندہ پانچ رُوپیہ ہے "منیجر"

ہفتہ وار انگریزی اخبار "سنٹینل" رانچی

جسمیں نہایت پرلطف مضامین اور مقامی خبریں ہوتی ہیں۔ ضرور ملاحظہ فرمائیے سالانہ چندہ ششماہی [illegible] سہ ماہی [illegible] فی پرچہ [illegible]

منیجر سنٹینل رانچی

کتب خانوں کی زینت

مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ سنہ ۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینہ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد ۶ سنہ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی ۱؎ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ سنہ ۳۱ و ۳۲ کی

قیمت فی جلد ۶ محصول ڈاک عہ بذمہ خریدار۔ جلد سنہ ۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی ۱؎ اور جلد سنہ ۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی ۱؎ مفت ملیں گے۔

REGISTERD No A 703
LUCKNOW,
OUDHPUNCH
قیمت فی پرچہ
دو آنے
(۲/)
۱۹۳۵
قیمت پیشگی اندرون ملک
سالانہ ۵ صہ
شش ماہی ۳ سے
سہ ماہی عا
H.B Khan Artist
Dogawan Lucknow

گاڑدانوں پر شبخون مارنے ریاض (ایک مقام ہے)
کے قلعے پر رات کو چڑھ دوڑنے اور غریب درباتوں کو
بے گناہ مار ڈالنے کے باوجود تمہارے حاکم نظمی علمبردار
قرآن کو وہ شاندار زندگی حاصل ہوئی جو حضرت
رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی عرب
شیخ کو نصیب نہیں ہوئی ؎

چو تیغ قضا خنجر آبدارش
بہر جا رسیدہ دریدہ بریدہ
بنازم فسونسازی زلف اورا
کہ در سایہ خورشید را پروریدہ
تمہیں دے گا جو کرکی دھنک وٹی
کھلائے گا غازی کو اپنے ملیدہ
جو مشہور تھے بلخ و تاتار طائف
انھیں دیکھو کیسے ہیں آفت رسیدہ
خموشی ہی بس جا پہ عزت شنا ہو
وہاں کیا سناؤں میں اپنا قصیدہ

غرض غارت خونریزی و فساد میں اعلیٰ حضرت شیخ
نجد شریعت کے کسی سے کم نہیں ہیں ترکوں کی دشمنی دونوں
کی سرشت میں داخل ہے۔ دونوں بندۂ غرض
بت پرست ہیں ہم واعظوں نے شریف کے خلاف
ایک ایسا جرم تلاش کر لیا کہ اس وقت اُس پر ہر
طرف سے تھڑی تھڑی ہو رہی ہے اور شیخ نجد کی
مشن کو پورا فائدہ پہنچ رہا ہے یعنی ذات شریعت نے
انگریزوں کا ساتھ دیا اُن سے روپیہ لیا انھیں
اندرون عرب میں نقل و حرکت کی اجازت دی۔
یہ سب جرائم علانیہ تھے اس وجہ سے ہمنے اُس کے
خلاف ہندوستانیوں کے کانوں سینوں میں خوب
آگ دھونکائی گو ہمیں یہ معلوم ہے کہ بالواسطہ
نصاریٰ کے نمک سے جناب شیخ نجد کا شکم مبارک
بھی خالی نہیں ہے مگر مصلحت اندیشی کے خلاف
تھا اگر اپنی تقریروں میں اس کی بھنک بھی آنے
دیتے۔ ہم نے اپنے کانوں سے سنا کہ انصاف اور
شرع کا نام لے کے شیخ صاحب نے خوب خوب
قیامتیں برپا کیں مگر کیا مجال جو ایک لفظ بھی
اُن کی مذمت میں زبان سے نکالا ہو مثلاً

ہم نے دیکھا کہ وہ راہزن بدویوں کو بغیر کسی ثبوت کے
قتل کرتا پھرتا ہے ہم یہاں سے بیٹھے اُس پر درود
بھیجتے رہے۔ یا ہم نے سنا کہ اُس کے سردار جالوت
کو ایک بدوی نے خبر دی کہ کوئی قافلہ فلاں مقام پر
کانی دیکھی، کا ابرا ہو راجو ڈگیا ہے جالوت نے کہا
تمہیں کیونکر معلوم ہوا کہ اُس بورے میں کانی ہے
اس نے جواب دیا کہ میں نے پاؤں کے انگوٹھے
سے دیکھا تھا۔ جالوت نے فوراً جلاد کو حکم دیا
کہ اس کے پاؤں کی انگلیاں اُڑا دے یہاں مخبر
لنگڑاتے اپنے گھر سدھارے۔ اگر شرع شریف میں خیانت
کی یہ تعریف ڈھونڈیے یا اس کی تلاش کیجیے تو کہیں نہ
ملے گی۔ لیکن ہماری ظرافت کی قسم کھائیے ہم نے مسئلہ کی
ناک مروڑ کے اس کا جواز ہی نہیں بلکہ وجوب ثابت
کر دیا۔ تو بات کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پیدا ہوئے عرب میں۔ عربوں کو ایک زمانے تک علوم
کا شوق رہا پھر وہ اپنی اصلیت یعنی بداوۃ کی طرف
پھر گئے۔ خدا اور رسول کا نام تو جانتے ہیں اس لیے
کہ کلمہ کی تعلیم مائیں گہوارے میں دیتی ہیں باقی نہ خدا
کے احکام سے انھیں مطلب نہ رسول کے ارشادات
پر اطلاع۔ یارو تم دھوکے میں ہو اب قرآن صرف
اہل عرب کا ہے اور اہل ہند کو خواہ مخواہ کا حق قرآن
پر حاصل ہو گیا ہے بلکہ یوں کہو کہ قرآن کی جائے نزول
ہندوستان ہے اور ہم اہل ہند اُس پر ہر قسم کا
تصرف کرنے کے مجاز ہیں چنانچہ قرآن میں ایک
آیت ہے اِنَّ ھٰذٰانِ لَسٰحِرٰانِ میں جانتا ہوں
کہ اِنَّ کا اسم منصوب ہوتا ہے مرفوع نہیں ہوتا
لہذا بے تکلف ھٰذَیْنِ پڑھتا ہوں۔ ایک عرب
سے اسی مسئلہ پر جھک جھک ہوئی وہ لاکھ کہتا رہا
کہ نثر میں و دواوین میں بیسیوں مثالیں ایسی موجود
ہیں جن میں اِنَّ کا اسم مرفوع ہے مگر مجھے قائل نہ کر سکا
مگر تمیں باوجود اپنی انتی کوششوں کے تہی دست
ہوں ڈبیں پیا کہیں نہیں ملتا ؎

آج مجھ سا نہیں زمانے میں
واعظ نغز گوئے و خوش گفتار

مجھے البتہ حق حاصل ہے کہ اس ناسپاس قوم کی
دھجیاں اُڑاؤں اور ناسزا ہوں۔

فی الحقیقۃ یہ واجب التعزیر قوم اپنے واعظین
پر بھی مہربان نہیں ہے جو بیچارے رات دن گشت
پھرتے ہیں نہ جورو بچوں سے غرض ہے نہ گھربار
سے۔ بدعات کا استیصال بھی اُن بیچاروں کا فرض
ہے۔ اور بدعات کی فہرست تیار کرنا بھی انھیں کے
ذمہ ہے جو لوگ مذہب اسلام سے پھر جائیں اُنکو
راہ راست پر لانا بھی انھیں کے سر ہے۔ فرائض
اتنے عظیم الشان اور دینے لینے کے نام کوئی جھنجھی
کوڑی دوال نہیں ان اخبار نویسوں کو دیکھیے ہماری
مرتب کی ہوئی فہرست تو چھاپنے کے واسطے آمادہ ہیں
مگر غریب واعظ کے پیٹ کی خبر نہیں لیتے نہ اُن کے
لیے چندہ جمع کرنے کی سفارش کرتے ہیں۔ جس پرچہ کو
اُٹھا کے دیکھیے یہ تو لکھا ہوا ہے کہ جناب واعظ المسلمین
ٹھیکیدار المرتدین مولانا حافظ واعظ خطیب نجیب
لبیب نشان الدین صاحب موضع ارمداد آباد سے
مطلع فرماتے ہیں کہ اٹھاسی ہزار نوسو پچپن مرتدین کو
آریوں نے گمراہ کر دیا تھا پرسوں جناب موصوف
کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے مگر باوجود فرمائش کے
یہ نہ لکھا کہ جناب واعظ کے پیٹ میں خاک اُڑتی ہے
دانہ دانہ کو محتاج ہیں۔ اہل اسلام کو جلد اعانت کی
تھیلی کھولنی چاہیے اُن کے قلمی بخل پر خدا کی مار۔ یہ
ہم نے مانا کہ اس تعداد کی کثرت خود اخبار نویس صاحب
کے دل میں کھٹکی اور وہ اسے صریحی جھوٹ سمجھے
لیکن اُس جھوٹے پر ضرور رحم کرنا چاہیے تھا جس نے
ایسی عجیب و غریب خبر اُن کے پرچے میں شائع
کرائی۔

جس وقت ۸۸ ہزار ۹سو پچپن آدمیوں کا
قبول اسلام کاغذ اخبار بیچنے والے لونڈے کی
زبان سے بازار میں لوگوں نے سنا ہوگا ٹڈی
کی طرح کاغذ اخبار کی کاپیوں پر ٹوٹ پڑے ہونگے
سب پرچے ہاتھوں ہاتھ بک گئے ہوں گے۔
خیر یارو کبھی کے دن بڑے کبھی کی رات۔ اب
ہم بھی قریہ بہ قریہ یہ وعظ کریں گے کہ تمام مصارف
جن میں پیسہ صرف کرنا چاہیے قرآن کریم اور

احادیث نبوی میں موجود ہیں یار و کاغذ اخبار کی خریداری کا ذکر کہیں نہیں اس کی خریداری بدعت سئیہ ہے جو کوئی اسے خریدے گا اُسکی وجہ بی بی گیری (زوجیت) سے خارج ہو جائے گی۔

نوٹ

واعظا صاحب کی لسانی ختم ہوئی شاعر حکیم اور مورخ آقائے قوم کے احسانات آئندہ بیان ہوں گے مگر مضمون نگار کی التجا ہے کہ تعصبات سے ذہن و دماغ کو خالی فرمانے کے بعد ان مضامین کو ملاحظہ فرمائیے تو آپ کو آقایان موجودین کی فہرست میں ایسے اجسام ملیں گے جن پر ہمارا اعتبار کیا ہوا اطلعت ٹیکم ٹھیک اُترے۔ ہمیں سب کام چھوڑ کے اب اس کے درپے ہونا لازم ہے کہ سات گور اہیرو راہنما دستیاب ہوں یا پھر موجودین ہی اپنے افعال کی اصلاح فرمائیں اور جو شہرت پولیٹکل ہڑبونگ میں تھوڑی سی ہمت سے حاصل ہوگئی ہے وہ جیوں کی تیوں قائم رہے۔

براہ

اُستاد بناؤ آئینہ کو
سیکھو انداز دلبری کا

مفتی صاحب مدظلہ

آپ ہرگز یقین نہ فرمائیے کہ بندہ کسی مفتی یا قاضی کا تذکرہ چھیڑتا ہے وہ مفتی اور ہوتے ہیں جو محکمہ قضا کے افسر یا شرعی..... یعنی دوسر ملانے والے ہوتے ہیں۔ یہاں مجھے چند مفت خوروں کی کہانی سنانی ہے۔ پرائی پھوسی چکنے ہاتھ پر جن کا عمل ہے ابھی یہاں تک مضائقہ نہیں کہ کوئی صاحب سگریٹ کی ڈبیا دیکھتے ہی اس طرح کنیاں لگائیں جیسے چھچھوندا دیکھ کے بلی یا ہڈی دیکھ کے کتا یا بوٹی دیکھ کے چیل۔ یا لاش دیکھ کے گدھ "آداب عرض ہے"

اوہ اوہ تھری کیسل ہے تھری کیسل۔ میں خوشبو پہچانتا ہوں۔ جس نے کہا جب آپ پی چکیے تو جلا ہوا سگریٹ پھینکیے نہیں ؎

اگر شراب خوری جرعۂ فشاں بر خاک
از آں گناہ کہ نفعے رسد بغیر چہ باک

مجھے اس پر بھی اعتراض نہیں ہے اگر کوئی صاحب پان کی ڈبیا دیکھتے ہی کبھی کبھار کی صاحب سلامت کو خلیفہ حقیقی بنائیں اور آتے ہی مزاج پرسی شروع کر دیں "کہیے جناب سب خیر و عافیت ہے —

کہیے بی..... جان کے یہاں اب تو جانے کا اتفاق نہیں ہوتا ہے میں وہاں چند مرتبہ گیا مگر آپ سے ملاقات نہیں ہوئی شاید آپ کہیں باہر تشریف لے گئے تھے واللہ آپ کی ڈبیا نہایت خوبصورت ہے یہ کٹک کا کام ہے یہاں کے سُنار بھلا کیا بنائیں گے۔ ذری میں بھی زیارت کروں (گویا نہایت مقدس چیز ہے) واہ واہ کیا کاریگری ہے کیا نقش و نگار ہیں کیسا نازک اور ستھرا کام ہے میرا بھی ارادہ ہے کہ ایسی ہی ڈبیا بنواؤں"

الغرض ڈبیا دیکھتے ہی کھل گئی اور پان کی گلوری کی شان میں قصیدہ خوانی شروع ہوئی۔

"اے سبحان اللہ یہ شرف خدا نے لکھنؤ کی بیگمات ہی کو دیا ہے۔ پچاس پانوں کا بیڑا ایسی خوبصورتی سے موڑتی ہیں کہ دیوار پر کھینچ ماریے تو کھلے نہیں۔ غالباً یہ بھابھی جان کی دستکاری ہے میری جانب سے تسلیم کہیے گا اور عرض کر دیجیے گا کہ بھائی آپ کی گلوری کی بہت تعریف کرتے تھے"

انگلیاں رفتہ رفتہ اس طرح گلوری دبانے منھ کی طرف بڑھیں جیسے بلی چوہیا دبا کے کونے کھترے کی تلاش میں جاتی ہے۔

میں ان کا بھی شکوہ نہیں کرتا جو رلے ہوتے پر ریوڑی بازی کرتے ہیں۔ شام ہوتی عزفی اُتاری ایک لوٹے پانی سے پنڈا انگوچھا کنگھی کی کھونٹی سے کپڑے اتارے ایک ڈبل پیسہ اور ایک کی جیب میں ڈالی چھڑی ہاتھ میں لی سکتے میں گلوری دبائی اکڑتے بررستے چوک کی گلیوں کے تصدق بھر گئے کوئی عیاش صاحب زر شوقین ملا تو اس کے ساتھ رنڈی کے کمرے پر چڑھ گئے مفت کا مجرا سُنا زبردستی اپنا انعام کر کے بے تکلفی بڑھائی۔ چلیے دل بہلانے کا ٹھکانا ہو گیا رنڈی کے خیرخواہ اور تماشبین کے حمایتی بنے دونوں کا دم بھرنا کبھی نہ کبھی کام آ جائے گا دونوں میں بیچ بچاؤ کرکے اصلاح ذات البین کی مزدوری اور رشتہ طے کرانے کا کمیشن نقد یا..... کہیں گیا نہیں۔

اس قسم کی کوئی بات مجھے زیادہ نہیں کھلتی مگر جناب قیامت تو یہ ہے کہ اب مفت اخبار بینی میں ایسے ہی وسائل پیدا کیے جاتے ہیں۔ اِدھر دیکھا کہ کسی بھلے مانس کے یہاں ایک یا کئی پرچے آتے ہیں اُدھر گرد چینٹی ہو گئے لاسے کی طرح چپک گئے۔ غریب کی عافیت تنگ کر دی۔ اسے گلی میں بھی ٹوکتے ہیں "کہیے جناب کچھ آیا؟ گھر پر بھی وقت نا وقت پہنچے ہوئے ہیں "کہیے جناب کوئی تازہ خبر ہے۔ آج کل میاں اودھ پنچ کس رنگ میں ہیں۔ مجھے تو واللہ اُن کی چال بہت پسند ہے۔ وہ تو کہیے آپ کی بدولت دیکھ لیتا ہوں ابھی آپ تو دیکھا ہی کیجیے گا۔ ذری مجھ کو دیجیے مجھے بہت اشتیاق ہے اور آپ کی بھابھی جان تو بس کیا کہوں مسلق آرا بیگم سے دوپٹا بدلنے والی ہیں۔ اُنھوں نے آپ کو سلام کہا ہے اور کہلا بھیجا ہے کہ آپ پہلے یہ پرچہ مجھے بھیج دیا کیجیے۔ میں دیکھ کے فوراً واپس کر دوں گی" اس تمام سمع خراشی کے بعد پرچہ لپیٹا جیب میں رکھا اور گھر کی راہ لی۔ یہاں مروت کا یہ عالم کہ چُپ بیٹھے صورت دیکھتے ہیں بھابھی جان کا حکم کس منھ سے ٹالیں۔ اب جو سلسلہ مضمون ملانے اور باقیماندہ مضمون کا تتمہ دیکھنے کی ضرورت ہوئی تو پرچہ ندارد۔ خانۂ مروت خراب۔ اکثر ایسا بھی ہوا کہ پرچہ بھابھی جان نے اپنے میکے بھیج دیا بھلا بتائیے وہاں کس کا دسترس ہے فائل کھونٹری اور ناقص ہوگئی۔ بارہا جناب مفتی صاحب مدظلہ سے عرض کیا کہ حضرت اگر ایسا ہی شوق ہے تو خریداروں میں نام لکھوا لیجیے۔ بھابھی صاحب بھی خوش ہوں۔ کارخانہ کا بھی بھلا ہو۔ میرا حرج بھی نہ ہو۔ آپ جانیے آجکل کے پڑھے لکھے کاغذ اخبار کو بہترین نصف حصہ جسم سے زیادہ ضروری خیال کرتے ہیں فی الحال تمام متمدن دنیا محض کاغذ اخبار پر زندہ ہے۔ آپ خدا کے فضل سے مستطیع ہیں۔ مگر مفتی صاحب نے اسکان کسی

جلد ۲۰ نمبر ۲۷

مضامین

(مورخہ ۱۹۔اگست ۱۹۳۵ء)

معترض اور بال جبریل

(نمبر ۱۱)

فرماتے ہیں ؎

ستاروں کی فضا ہے بیکرانہ
تو بھی یہ مقام آرزو کر

خدا جانے یہ کمال کی زبان ہے معلوم ہوتا ہے کوئی عجمی آغا تازہ وارد ہندیوں میں آکے پھنس گیا ہے۔ کیا خوب ارشاد ہوا ہے "تو بھی یہ مقام آرزو کر"

بنتا جا آدمی ہے ستارہ اور تنک جاتا ثریا کے گچھے کی دم میں اور ہو جاتا نہ یلی فلک۔

[illegible] "لامتناہی" ہے۔ ثریا کی دم میں لٹکنا کوئی ضروری بات نہیں ہے نہ انسان کے واسطے مفید۔ لامتناہی ہونا طلب محال کی سعی لاحاصل ہے۔ اس قسم کے مواعظ کبھی سودمند نہیں ہوتے مقام انسانیت ستاروں کے مقام سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔

پھر چمن سخن میں یوں شگوفہ چھوڑتے ہیں ؎

عریاں ہیں ترے چمن کی حوریں
چاک گل و لالہ رفو کر

گل و لالہ کی پنکھڑیاں سیاتی نہیں، نہ ان میں رفو کرنے سے کوئی فائدہ ہے نہ خوبصورتی بڑھتی ہے یہ مطلب سمجھ میں آتا ہے خواہ مخواہ کی فرمائش ہے۔ ایسے ہزلیات جن کی تصویر مہمل ہے فن شعر کی مذموم صنعت میں گنے جاتے ہیں۔ وہ حوریں نہ ہوں گی جو چمن میں ننگی ناچیں۔ انھیں چڑیلیں کہیے۔

اگر یہ شعر اچھا ہے تو پھر جان صاحب کا یہ شعر بہترین اشعار میں شمار ہونے کے قابل ہے جس کا دوسرا مصرع یہ ہے ؎

اے بی زناخی پہلی جمھائی لیتی ہے

پہلے مصرع میں ڈھانک لینے کی فرمائش ہے تاکہ ستر عورت ہو جائے۔ یا کسی از راقبال نما شاعر نے کہا ہے ؎

دلدار موتتی ہے ذرا دھار دیکھنا
اس پھل پھل پھل کی شش کار دیکھنا

ایک جگہ پرواز کے جوہر یوں دکھاتے ہیں ؎

فقیران حرم کے ہاتھ اقبال آگیا کیونکر
میسر میر و سلطاں کو نہیں شاہین کافوری

کافوری کی قید سے یہ تو ہوا کہ شاعر صاحب عام شکاری بازوں شکروں کی جماعت میں ممیز نظر آنے لگے لیکن شعرانے جہاں اپنی ذات کو باز یا شہباز یا شاہین یا بلبل بنایا ہے وہاں پہلے سے بلند پروازی یا کسی خاص وصف کی مناسبت بھی ملحوظ رکھی ہے یہ کافوری شاہین کے خاص اوصاف حیوۃ الحیوان دمیری عجائب المخلوقات سرکاری چڑیا خانے کی فہرست میں کہیں نہ ملے۔ بال جبریل کی طرح یہ بھی ایک طرز تراشیدہ ادا ہے۔ آخر مقصد اس اشعار سے کیا ہے؟

خوش نصیب ہیں وہ فقیران حرم جو پرانی بوٹی پر شاعری کا شکرا پالتے آنکھیں سی کے ٹوپی چڑھاتے

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ [illegible]

بعدالت جناب ٹھاکر گور پرشاد صاحب بہادر [illegible] اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول تحصیل دیوریا ضلع گورکھپور بمقام دیوریا ضلع گورکھپور

ہری داس [illegible] ساکن [illegible] پرگنہ سلیم پور مجھولی مدعی

بنام

رام دلاری وغیرہ مدعاعلیہ ساکنان سوہسا [illegible] پرگنہ [illegible] تحصیل [illegible] مدعاعلیہم

واضح ہو کہ مدعیان نے تمہارے نام ایک نالش بابت [illegible] دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۴۔ ستمبر ۱۹۳۵ء بوقت ۱۰ بجے دن بمقام دیوریا اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعویٰ کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے قطعی انفصال مقدمہ کے تجویز ہو چکی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی دن اپنے جملہ گواہوں کو پیش کرو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بتائید اپنی جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔ بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ [illegible] اگست ۱۹۳۵ء کو جاری کیا گیا۔

مہر عدالت — دستخط حاکم بخط انگریزی

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۲۷ [illegible] ۱۹۳۵ء

بعدالت جناب ٹھاکر گور پرشاد صاحب بہادر [illegible] اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول تحصیل دیوریا ضلع گورکھپور بمقام دیوریا ضلع گورکھپور

ہری داس [illegible] ساکن [illegible] بازار [illegible] پرگنہ سلیم پور مجھولی

بنام

[illegible] وغیرہ ساکنان سوہسا [illegible] پرگنہ [illegible] مدعاعلیہم

واضح ہو کہ مدعیان نے تمہارے نام ایک نالش بابت [illegible] دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۴۔ ستمبر ۱۹۳۵ء بوقت ۱۰ بجے دن بمقام دیوریا اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعویٰ کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہو چکی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی دن اپنے جملہ گواہوں کو پیش کرو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بتائید اپنی جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۲۔ ماہ اگست ۱۹۳۵ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت — دستخط حاکم بخط انگریزی

اجلاس جناب حاکم نیلام صاحب بہادر گونڈہ

راجہ بیرا اندر بکرم سنگھ صاحب تعلقدار [illegible] ڈگری دار

بنام

دھرکھن وغیرہ [illegible]

مقدمہ اجراء ڈگری نیلام موضع کھیریا [illegible] پرگنہ [illegible] نوٹس بنام رتھول ولد رام [illegible] قوم برہمن ساکن [illegible] پرگنہ [illegible] تحصیل [illegible] ضلع بستی

مقدمہ مندرجہ عنوان میں ڈگری دار نے تمہاری جائداد غیر منقولہ کی قرق کرا کے نیلام کی استدعا کی ہے جس میں تاریخ پیشی ۲۰۔ اگست ۱۹۳۵ء مقرر ہے لہذا بذریعہ نوٹس ہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تاریخ مقررہ حاضر ہو کر جو کچھ عذر ہو پیش کرو۔ ورنہ تمہاری غیر حاضری میں جائداد نیلام کر دی جاوے گی۔

بھگوتی پرشاد اہلمد نیلام

دستخط حاکم بخط انگریزی — مہر عدالت

... تک نوبت پہنچ گیا تو مطلب سے عاری شاعر صاحب نہ خود سمجھے نہ اپنا مطلب بے لطف کسی کو سمجھا سکے۔ مریدین خاص جاہے جتنی تعریف کریں۔

فرماتے ہیں ؎

ثقت و طلح میں لے شکر و سپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

خدا جانے مرد قلندر کی بارگاہ میں کیا ہے۔ فقیر جھولی میں کیا ڈال ثابت کیا نکالتا ہے۔ قلندری سے تو مزیدار چیز۔ دوسروں کی کمائی کھانا اور اینڈنا۔ اس سے اچھا تو ایک یا وہ گو نے کہا ہے ؎

نڈ و میں نہ پیڑوں میں نہ اطلوں میں مزا ہے
جو مرد مجرد کے مٹھولوں میں مزا ہے

مزے کی بات بتا تو دی۔ مطلب گو نگے کا خواب تو نہ ہوا!

شاعر صاحب کے معمولات میں ایک آہ صبحگاہی یا آہ سحرگاہی بھی ہے خبر نہیں کہ یہ "آہ" کس قسم کی ہے اور "آہ" کو حضرت "صبح" کے وقت سے کیا خصوصیت ہے۔ صبح ہو یا شام "آہ" اگر با اثر ہے تو دلوں میں ضرور گھر کرے گی اور رائیگاں نہ جائے گی۔ گویا شاعر صاحب جب کراہتے ہیں تو صبح کا وقت معین کر لیتے ہیں۔ تقریباً چالیس پچاس جگہ آپ کو جہاں مرغ وماہی اور آہ صبحگاہی رٹتی پڑی ہے اور ہر جگہ نہ مرغ وماہی کی وجہ تخصیص ظاہر کی ہے نہ صبحگاہی کی۔

چنانچہ ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے ؎

تلاش اسکی فضاؤں میں کر نصیب اپنا
جہانِ تازہ مری آہ صبحگاہ میں ہے

حاصل شعر یہ ہوا کہ آہ صبحگاہ میں ایک نیا جہاں مستتر ہے اس میں اپنا نصیبا ڈھونڈھو۔ صائب یا کسی دوسرے شاعر نے فارسی میں کہا ہے ؎

جہاں بگردم و دردا ہیچ شہر و دیار
نیافتم کہ فروشند بخت در بازار

جسکا مطلب یہ ہوا کہ بخت کوئی ایسی چیز نہیں جو بازار میں بکتی ہو اور کوئی اُسے مول لے۔ میں نے ساری دنیا کو چھان مارا مگر نصیبا کسی بازار میں نہ ملا حضرت شاعر دام اقبالہ نے جس طرح اسی بال جبریل میں سیکڑوں فارسی شعرا کی متاع علم زبردستی چھین لی وہاں بلا تغیر ...

اس مشہور شعر کی بھی درباد ت بعض خرافات ڈال کا ڈالا۔ اور ایک اچھے مطلب کو لغو بنا دیا۔ "آہ صبحگاہ" یا "آہ چگاہ" کی نئی دنیا بنائی جس میں نصیب فروخت ہوتا ہے۔ بھلا کس سوختہ بخت کو یارا ہے کسی کی آہ میں گھسنے کا!۔

یہ تو بوڑھے مسافر کا انعام ہوا جو اُس نے جعفر برمکی کو دیا تھا۔

✝ تفصیل واقعہ یہ ہے کہ جعفر برمکی خلیفہ ہارون رشید کے ہمراہ بھیس بدلے ہوئے شہر کی گشت کر رہا تھا۔ ایک بڈھا گدھے پر سوار تن تو جڑا لادے ہوئے شہر پناہ کے دروازے میں داخل ہوتا دکھائی دیا۔ خلیفہ نے جعفر سے اصرار کیا کہ اس سے دل لگی کرنی چاہیے جعفر نے عذر کیا کہ "من تدخل فیما لا یعنیہ یسمع ما لا یرضیہ" یعنی دخل در معقولات سے نتیجے میں نامرغوب باتیں سننی پڑتی ہیں۔ خلیفہ نے اپنے حق کی قسم دی مجبوراً برمکی اس نو وارد بڈھے کی طرف مخاطب ہوا۔ "بڑے میاں کہاں چلے؟" بڈھے نے آنکھوں کا بیڑ پونچھ کے جواب دیا "علاج کرنے آیا ہوں آنکھیں دُکھتی ہیں" برمکی نے کہا سنو جی ایک نسخہ ہم بتلاتے ہیں۔ اللہ نے چاہا تو آنکھیں اچھی ہو جائیں گی۔ جو ایک تو بجلی کی ضو آفتاب کا ریزہ تو طور کے صاعقے کی رو چاند کی کرن میں گھسو صبح و شام ستارۂ دنبالہ دار کی سلائی سے آنکھوں میں لگاؤ۔ چودہ طبق روشن ہو جائینگے۔

بڈھے نے زمین پر سے سرین اٹھا کے ایک مسلسل آواز نکالی اور کہنے لگا "میں غریب آدمی ہوں اس نسخہ کا صلہ نہیں دے سکتا۔ بالفعل تو یہ بے ہنگام آواز حاضر ہے اگر آپ کے نسخے نے نفع کیا تو پھر چند عدد اور بھی اس سے زیادہ زوردار آوازیں حاضر کی جائیں گی۔"

امید وار بودہ باشند۔ حضرت شاعر دام اقبالہ کی آہ سحرگاہی کو ان کے مداح اس نسخے کا جزو خیال فرمائیں یا بڈھے کا وہ کیسہ وسیع الفضا جس میں بدبو کا فرشتا ہی خزانہ بھرا ہوا تھا اور اختیار ہے کہ اپنا سڑا ہوا نصیبا جس فضا میں چاہیں ڈھونڈھ نکالیں۔ کیا معنی کہ آہ نہ سہی ڈکار سہی۔ ہے وہ اک فضا۔ رہا خرچ کا تعلق ہوتا تو وہ کوئی بڑی بات نہیں خصوصاً انگریزی دستور کی راہ سے۔

حضرت شاعر ایک جگہ اپنی خاک کے عجیب و غریب خواص بیان فرماتے ہیں ؎

(۱) فطرت نے نہ بخشا مجھے اندیشۂ چالاک
رکھتی ہے مگر طاقت پرواز مری خاک
وہ خاک کہ ہے جس کا جنوں صیقل ادراک
وہ خاک کہ جبریل کی ہے جس سے قبا چاک

یعنی اس خاک کی ایک خاصیت تو یہ ہے کہ پرواز کی قوت اس میں ہے۔ دوسری یہ کہ پگلی میں نے کے رگڑ لے تو "ادراک" صیقل ہو جائے، اب معلوم نہیں ادراک کوئی لوٹا ہے یا آئینہ ہے یا تانبے کا لوٹا ہے

بہرحال خیر یہ ضرور ہے اور دھیلی ہونا ہے خشنما۔ تیسری خاصیت سب سے زیادہ عجیب یعنی یہ ہے جس سے جبریل کی قبا جو ریشمی یا تار تار ہو جاتی ہے یہ معلوم کرنا کہ جبریل غریب کی قبا چاک کر دینے سے خود خاک کو نفع کیا ہوتا ہے اور دنیا میں کون سا شہر خاب کا پر لگ جائے گا۔ ذرا بس دشوار ہے۔ بندہ پھر عرض کرے گا کہ جبریل سے شاعر کو معلوم کب کی لاگ ڈانٹ یا باپ مارے کا بیر ہے یہ فرشتہ وہ ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برادر کا لقب دیا ہے اور وہ بہر حیثیت اپنا ہے ؎

(۲) وہ خاک کہ پروائے نشیمن نہیں رکھتی
چنتی نہیں پہنائے چمن سے خس و خاشاک

چوتھی خاصیت یہ ہوئی کہ اس بچاری کا آشیانہ کوئی نہیں۔ حالانکہ دوسروں کی خاک ہمیشہ اڑ اڑ کے ٹیلی بنی جمع ہوا کرتی ہے۔ کسی شاعر نے خاک کا نشیمن کبھی نہ دیکھا ہوگا اب جس کا جی چاہے لاسا لگا کے خاک کو پکڑ لے جا ہے اٹھا لے کے خاک دھول۔ پانچویں خاصیت یہ کہ جس طرح دوسروں کی مٹی چمن سے کوڑا کرکٹ جمع کرتی ہے یہ خاک بے تر لی کی جھاڑو نہیں بنتی۔ خاک کے یہ نئے اوصاف ہیں جو کسی شاعر کو نہیں سوجھے

(۳) اس خاک کو اللہ نے بخشے ہیں وہ آنسو
کرتی ہے چمک جن کی ستاروں کو عرقناک

پہلی فضیلت یہ ہے کہ یہ خاک آنسو بہاتی ہے آنسو ایسے چمک دار ہوتے ہیں کہ جگنو کی دم یا کنچوے کی دم سے نکلی ہوئی فاسفورسی گولیاں کیا چمکیں گی۔ ان کی چمک کو دیکھ کے ستارے مارے شرم کے پسینے پسینے ہو جاتے ہیں۔

اب حاصل ان اشعار آبدار یا ذرہ ہائے تابناک کا سمجھے کہ شاعر نے کیسے بلیغ پیرائے میں اور فاکرش مسلمانوں کو کیا نصیحت کی ہے۔ ہم تو پہلے جہل کچھ نہ سمجھے۔ (باقی آیندہ)

راقم

خاکسار ادبار الشعرا

تبصرۂ لغات

(نمبر ۵)

"نور اللغات"

کنز ہونت یا تانا تبعاری ملاحظہ ہو ارشاد ہوتا ہے۔

ہ نمبرا رونہ۔ جاننا کہ نسبت کہا ہے وغیرہ سے لے سبحان اللہ کیا کہنا ماشاء اللہ اس نسبت پیک کی برکت سے تمام طالب علم جی کو لغت کی طرف رجوع کرنی پڑے گی عالم فاضل نہ ہوئے تو جاہل ضرور ہو جائیں گے۔ اب ہم عرض کرتے ہیں کیوں جناب نور اللغات صاحب یہ اکلہ نسبت آپ نے فن صرف کی کس کتاب سے نکالا ہے۔ اس کے سوا کوئی اور بھی کلمہ نسبت ہے؟ اگر جناب کا ارشاد صحیح ہے تو فعال کے وزن پر جتنے ہیں سب میں نسبت تلاش کرنا پڑے گا۔ عطار۔ نجار۔ قناد۔ جلاد۔ صراف کباد۔ رزاق۔ مکار۔ ملاک۔ حجام۔ تواب۔ ضراب۔ طیار۔ دوار۔ طباخ۔ شداد۔ نواد۔

اعلان عام

ہر خاص و عام کو بذریعہ نوٹس ہذا اطلاع دی جاتی ہے کہ میں نے سید محمد رضا و رضا حسین صاحب کو ہمیشہ کے لئے مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۳۵ء سے موقوف کر دیا ہے لہٰذا کوئی صاحب کسی قسم کی معاملت مختار صاحب سے نہ کریں ورنہ مختار مذکور کسی عدالتی یا غیر عدالتی فعل کی میں پابند ہوں گی مختار موصوف کو بھی بذریعہ نوٹس رجسٹری شدہ اطلاع دے چکی ہوں۔

نواب افسر جہاں بیگم بنت نواب مہدی حسن خاں عرف آغا ابو صاحب مرحوم ساکن شہر لکھنؤ

اطلاع عام

ہر خاص و عام کو بذریعہ نوٹس ہذا اطلاع دی جاتی ہے کہ میں نے سید محمد رضا و رضا صاحب کو بالمعروف حسین کو ہمیشہ کے لئے تاریخ ۱۰ اگست ۱۹۳۵ء سے موقوف کر دیا ہے لہٰذا کوئی صاحب کسی قسم کی معاملت مختاران موصوف سے نہ کریں ورنہ مختاران مذکور کے کسی عدالتی یا غیر عدالتی فعل کی میں پابند ہوں گی۔ مختاران مذکور کو بھی بذریعہ نوٹس رجسٹری شدہ اطلاع دے چکی ہوں فقط

سلطان بیگم عرف چھوٹی بیگم بنت میر یوسف علی ساکن شہر لکھنؤ

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۲۵۲

بعدالت جناب تحصیلدار صاحب بہادر مقام تحصیل سندیلہ ضلع ہردوئی

بمقام سنگو وغیرہ مدعیان

بنام

گوری شنکر وغیرہ مدعا علیہم

بنام گوری شنکر ... ولد ... ساکنان موضع ... پرگنہ ... تحصیل سندیلہ ضلع ہردوئی ... جو کہ مدعیان مذکور الصدر نے تمہارے نام ایک نالش بابت ... کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۳ ماہ اگست ۱۹۳۵ء بوقت ۱۰ بجے دن بمقام تحصیل سندیلہ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے کما حقہ واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعوے کی کرو اور ہر گاہ یہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو حاضر کرو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم کو بتائید اپنی جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۰ ماہ اگست ۱۹۳۵ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت

دستخط حاکم بخط انگریزی۔

پولیٹکل سرکس

انشاء اللہ بہت جلد یہ تماشا دکھایا جائے گا

کاغذی کھمبوں پر ہاتھی اور ہاتھی پر آدمی — بڑی بڑی دھت دھت!!

بسرپرستی حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ
جاری شدہ سنہ ۱۸۳۹ء
ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ لکھنؤ
تار کا پتہ
"حنا" لکھنؤ
شاخ
قنوج - حیدرآباد دکن - دہلی
اصغر علی محمد علی
تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ

طرزنہ۔ دیان۔ دیا۔ قصاب۔ طرح۔ مشاح۔ طلاق۔ مجال۔ مذاق۔ نزاع۔ ذوال۔ وغیرہ کوئی لفظ مشکل سے ملے گا جو اس وزن پر نہ آیا ہو۔ اب غنیمت نہ وہ طالب العلم مجبور ہوگا کہ وہ اس وزن کے تمام الفاظ کے دو ٹکڑے کرے اور آخری حصے یعنی لفظ دلیل ہی کو کلمہ نسبت سمجھے۔ اس کے علاوہ ارشاد فرمایا کہ "بز" بمعنی کپڑے کے۔ اور "ز" ذرا سے مشدد یعنی "زاز" کلمہ نسبت ہوا یا "از" بجناب کے فرمانے کے بموجب آب۔ آت۔ آث۔ آج۔ آح۔ آخ۔ آد۔ آذ۔ آر۔ آز۔ آس۔ آش۔ آص۔ آض۔ آط۔ آظ۔ آق۔ آک۔ آل۔ آم۔ آن۔ آہ۔ یہ سب نسبت کے کلمات سمجھے جائیں گے۔ واللہ عجیبے نہیں۔ شرم پر کتنی ست؟ مردوں نے جو کہا وہ کہا۔

ایک تھے صاحبزادے جنھیں شراب پینے کی لت تھی۔ نماز سے بھی نفرت۔ والدہ محترم انھیں قاضی صاحب کے پاس پکڑ لے گئیں اور فریاد کی کہ دیکھیے قاضی صاحب یہ مردود نماز نہیں پڑھتا۔ صاحبزادے نے فرمایا "یہ سب جھوٹ ہے"۔ ما دا جھلا کے بولے "اے مردک بغیر سورہ یاد کیے بھی نماز ہو سکتی ہے؟"

سوال معقول تھا قاضی صاحب بیچ میں بول اٹھے کہ تجھے کوئی سورہ یاد ہو تو پڑھ۔ لڑکے نے فوراً پڑھ دیا ؎

علق القلب رُبابا
بعد ما شابت وشابا
ان دین اللہ حق
لاتری فیہ ارتیابا

والدہ محترم فرمانے لگے "قاضی صاحب آپ کی جان کی قسم یہ آیتیں آج صبح کو اس مردود نے یاد بھی ہیں"۔ اب دل لگی دیکھیے کہ ان اشعار کو سنتے ہی قاضی صاحب نے رونے سے ناہنجار کو ڈگری یا یہ الفاظ دیئے "لاحول ولا قوۃ لوگوں کی کیا بُری عادت ہے کمبخت قرآن جانتے بھی ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے"۔

ہم عرض کرتے ہیں کہ نور اللغات سے جو حضرات کام لیں گے ان کا بھی یہی حال ہوگا۔ اگر وہ بطور ایک شاعر یا ادیب کے مسئلہ ادبیہ میں قاضی بنائے گئے تو قاضی مذکور کی طرح جو کہ خود بھی قرآن سے ناواقف تھا۔ فرمائیں گے کہ لوگوں کی عجب حالت ہے جانتے ہیں کہ "از" عربی میں کلمہ نسبت ہے پھر بھی "بزاز" کے معنی نہیں سمجھتے۔ دیکھو کمبخت نور اللغات"۔

اور اسی طرح مفتی و معاملہ گروہ اور قاضی سب ہی خدا نے چاہا تو قرآن کے حافظ سمجھے جائیں گے۔

اللہ جانے کن گناہوں کی پاداش میں یہ کتاب اہل ہند یا اردو بولنے والوں کے سر منڈھی گئی۔ اور وہ تعریف کرنے والے کیسے تھے جنھوں نے اخباری کاغذوں میں دھوم مچا دی کہ "بے نظیر لغت کی کتاب ہے۔ درحقیقت مصنف علامہ ہی کا دل گردہ تھا جنھوں نے یہ کمی پوری کی ورنہ اردو زبان کے ختم ہو جانے میں کوئی شبہ نہ تھا"۔ اللھم احفظنا عن بلاء اللسان۔

مؤلف لغات کے واسطے کچھ مشکل نہ تھا اگر وہ کسی عربی لغت کی طرف رجوع کرتے یا اگر عربی سے ناواقف ہونے کی حالت میں کسی فصول اکبری پڑھنے والے سے پوچھ لیتے کہ کیوں میاں صاحبزادے "بزاز" کس کا صیغہ ہے تو وہ بتا دیتا۔ (باقی آئندہ)

راقم
خاکسار ادبار اللغات

مولانا پنچ کی نوٹ بک

ایمان اکبر

ایک چھوٹا سا رسالہ تفاصیل عقائد اہل السنۃ والجماعۃ وفرقہ حنفیہ پر مشتمل حکیم مفتی سید علی اکبر صاحب اسد پوری نے بحسب فرمائش منشی عبد الرزاق خاں صاحب نظامی فیض آباد ایجنٹ رنگون تحریر فرمایا ہے جو صاحب فرمائش سے بہ نشان پوسٹ بکس نمبر ۲۳ مکان نمبر (۱۰۲) بار اسٹریٹ رنگون دو آنے قیمت پر ملتا ہے۔

آج کل دنیا حقیقی خدا سے بالکل ناراض ہے اور بت پرستی کے ساتھ نئے خدا کی تلاش نہیں بلکہ صنعت میں مشغول ہے جو اُن کا تابع فرمان ہو۔ خصوصاً یورپ کے تو ہر ٹکڑے کا خدا جداگانہ ہے اور ان خدا گر فیکٹریوں میں باہم مشورہ بھی ہوتا رہتا ہے کہ جو کسر رہ گئی ہو وہ پوری کر لی جائے۔

آپ جانئے شہر روم ایک دن میں تو بن نہیں گیا تھا۔ خدا بنا لینا ہے تو دل لگی بازی یا ہنسی ٹھٹھا لیکن نقص دور کرنا ذری مشکل ہے۔ لہذا بنتے بنتے بنے گا۔ مصیبت اہل ہند کے لیے ہے کہ یہ بچارے بھی یورپ کی تقلید میں پرانے فیشن کے خدا کو ناپسند کرنے لگے ہیں۔ آزادوں کی حرص غلاموں کو بھی نہیں سکتی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک طرف تو دل پرانے فیشن کے خدا سے منحرف ہو کے اطمینان کھو بیٹھا ہے دوسری جانب خالی جگہ پر کرنے پر قادر نہیں اس وجہ سے ؎

گئے دونوں جہان کے کام سے ہم نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے ہوئے
نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے

تجربہ یہ کہتا ہے کہ بغیر خدا کے گزارا محال ہے چاہے اپنے ہاتھ کا بنایا ہوا خدا ہو یا بنا بنایا لے ڈالا۔ ایسی حالت میں اُن لوگوں کی تسکین کے لیے جو نیا خدا رکھتے نہیں اور پرانے خدا سے برخاستہ خاطر ہو گئے ہیں مفتی صاحب موصوف نے کام اچھا کیا ہے ؎

کہن جامۂ خویش پیراستن
بہ از جامۂ عاریت خواستن

اسی پرانے دھرانے خدا سے مطلب نکال لینے کی تدبیریں بتائی ہیں۔ دینی مدارس میں بھی یہ کتاب مفید ہوگی اور گھر میں بیٹھ کے اللہ اللہ کرنے والیوں کو بھی۔ انھیں معلوم ہو جائے گا کہ مسلمانوں کا خدا ایسا ہے اور ان اعمال کے بجا لانے پر ہر شخص مسلمان کہلاتا ہے۔ خدا مؤلف صاحب کو اجر دے اور صاحب فرمائش کے توفیقات بڑھائے۔ ہاں بھائی پرانے (قدیم) خدا میں بڑی قدرت ہے۔

والسّلام

خریدار صاحبان خط و کتابت یا منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھیں۔

ارمان
کون سی شادی شدہ خاتون ہوگی جسے بچہ کھلانے کا ارمان نہ ہو۔ اولاد کی خاطر لوگ سارے جتن کرتے ہیں۔ درگاہوں پر جاتے ہیں۔ منتیں مانتے ہیں۔ فقیروں۔ اور بیراگیوں کی سیوا کرتے ہیں۔ عاملوں، رمالوں، پنڈتوں، نجومیوں کے دروں کی ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ طبیبوں۔ ویدوں اور ڈاکٹروں کو ہزاروں روپیہ کھلاتے ہیں۔ ہمارا تو یہی تجربہ ہے کہ ہندو، مسلمان، عیسائی، پارسی یہودی اولاد کی تمنا میں اپنا مذہب تک ترک کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ جس گھر میں اولاد نہیں وہ بے چراغ کہلاتا ہے۔ جو عورت بے اولاد ہے وہ ہندوستان میں منحوس سمجھی جاتی ہے۔ اور اکثر وہمی عورتیں تو اس کا منھ دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتیں۔ لیکن اب
(بے اولادوں کو مژدہ)
ہو کہ ہماری دوا ارمان سے سیکڑوں بے چراغ گھر روشن ہوگئے ہیں۔ سیکڑوں کی امیدیں بر آئی ہیں۔ خوبی اسمیں یہ ہے کہ یہ دوا مہینے میں صرف تین روز عورت مرد دونوں کو کھلانا پڑتی ہے۔ ۸۰ فیصدی تو ایسا ہوتا ہے کہ پہلے ہی مہینے حمل رہجاتا ہے لیکن دوسرے اور تیسرے مہینے تو ضرور ہی مراد بر آتی ہے پھر اس دوا میں دوسری عجیب غریب و حیرت انگیز خوبی یہ ہے کہ فرزند نرینہ ہی پیدا ہوتا ہے۔ بس دوا کی اگر ہزاروں روپیہ بھی قیمت رکھی جائے تو بھی امیر غرض مند خوشی سے اسے لینے کو تیار ہو جائینگے لیکن ہماری خواہش ہے کہ اسکا فائدہ عام ہو اسلیے اسکی قیمت بھی نہایت مناسب رکھی گئی ہے یعنی ۱۰ ماہ کی دوا مع محصول
ترکیب استعمال دوا کے ساتھ روانہ کیجاتی ہے
کارخانہ ضامن الصحت
وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

انمول ادبی جواہر
منتخبات مضامین اودھ پنچ

من ابتداے سنہ ۱۹۱۰ء و لغایت سنہ ۱۹۲۳ء

چار حصوں میں ادبی اصلاحی اخلاقی سیاسی مضامین بے نظیر علمی اور عقلی فوائد رکھتے ہیں جن کی نظیر آپ کو اردو کے خزانے میں نہ ملے گی۔ یہ انسان کو مضمون لکھنا سکھا دیتے ہیں۔ اب تک چار حصے تیار ہوئے ہیں۔ قیمت فی حصہ ایک روپیہ آٹھ آنے۔

یہ مضامین بطور ضمیمہ چار سال سے اودھ پنچ کے ساتھ ہفتہ وار شائع ہو رہے ہیں سالانہ جلد کے خریدار کو ایک حصہ مفت ملتا ہے سائز ۲۰×۲۶/۱۶ مجموعی قیمت ان منتخبات کی پانچ روپیہ علاوہ محصول۔

المشتہر

مینیجر اودھ پنچ

امتیاز کتب سپلائی ایجنسی

بارہا شکایت سنی گئی ہے کہ حضرات بیرونجات جو کتابیں طلب فرماتے ہیں ان کو ناقص کتابیں ملتی ہیں۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ جو کتاب وہ طلب کرتے ہیں اسکے بجاے دوسری کتاب انھیں ملتی ہے نیز یہ بھی شکایت ہے کہ کتاب پر صرف دکھانے کے لیے بہت زیادہ قیمت لکھدی جاتی ہے اور شہر میں وہ لکھی ہوئی قیمت سے بہت کم قیمت پر ملتی ہے لیکن ... کوئی کتاب طلب فرمائیے ... شکایت پیدا نہ ہوگی اور ہم اپنی نگرانی ... کتاب روانہ کرینگے۔ اس حالت میں اگر کتاب ناقص ہو پہنچی ہو یا ایک کے بجاے دوسری ہو قیمت بازار سے زیادہ ہو تو اسکے ہم ذمہ دار ہیں۔ لہذا لکھنؤ کے کسی مطبع کی کتابوں کی آپکو ضرورت ہو ہمیں تحریر فرمائیے اور اطمینان رکھیے کہ آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں ملیگا دریافت طلب امور کے لیے جوابی پوسٹ کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے۔

پتہ:۔ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

کتب خانوں کی زینت
مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ سنہ ۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالامال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد ۶؍ سنہ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی ۱۲؍ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ سنہ ۳۱ و ۳۲ کی

قیمت فی جلد ۶؍ محصول ڈاک ۸؍ بذمہ خریدار۔ جلد سنہ ۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی ۱۲؍ اور جلد سنہ ۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی ۱۲؍ مفت ملیں گے۔

ہفتہ وار انگریزی اخبار "خیبر میل" پشاور

ضرور ملاحظہ کیجیے۔ یہ انگریزی کا واحد اخبار ہے جو صوبہ سرحد سے شائع ہوتا ہے

سالانہ چندہ پانچ روپیہ ہے "مینیجر"

ہفتہ وار انگریزی اخبار "سنٹینل" رانچی

جسمیں نہایت پر لطف مضامین اور مقامی خبریں ہوتی ہیں۔ ضرور ملاحظہ فرمائیے سالانہ چندہ ... ششماہی ... سہ ماہی ... فی پرچہ ...

مینیجر "سنٹینل" رانچی

اودھ پنچ لکھنؤ
وکٹوریا اسٹریٹ
رجسٹری نمبر ... سنہ ۳۳ء

REGISTERD No A 783
LUCKNOW
OUDH PUNCH
اودھ پنچ
قیمت فی پرچہ دو آنے (۲/)
۱۹۳۵
M.B. Khan Artist

قبلہ نمبر ۲۶

مضامین عیسٰی

(مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۳۵ء)

مختار نامہ خاص بابت حاصل کرنے منمنا برابر افیم کے

منکہ مسماۃ چینیا بیگم زوجہ چینک الدولہ زوجہ مرزا جگا ساکن ٹھیکہ کاتبہ دستاویز ہذا بعمر ستر سال کی ہوں۔

چونکہ والد مرحوم مغفور ان کو جنت سبکار زار میں جگہ دے افیون کے عادی تھے اور منقرہ پیدائش کے وقت سے بہت ہی ہوشیار تھی لہذا حکیموں اور ڈاکٹروں نے ان کے یہ حکم لگایا کہ اس بچی کی قوت جس کم کی جانی ضروری ہے ورنہ یہ زندہ نہ بچے گی اتنے سے سن میں کہ ابھی طرح غاں غاں کرنا بھی نہیں جانتی سانتا جھنجھوڑی دے کے بھائی منھ میں دیتی ہے تو بچی تڑپ جاتی ہے اور پہروں اس کی صورت سے بیزار رہتی ہے۔ جو بچے اس طبیعت اور مزاج کے ہوتے ہیں ان کا پالنا پوسنا بہت دشوار ہو جاتا ہے۔ ایک منمنا برابر افیم اسے شام کے وقت کھلا دینا چاہیے سانا جان مرحوم کی میں اکلوتی اولاد تھی وہ حکیموں کی یہ رائے سن کے بہت ڈر گئے اور انھوں نے ایک وقت منمنا برابر افیم کا راتب مجھے کھلانا شروع کر دیا۔ پھر تو میں خوش مزاج رہنے لگی۔ نزلے کھانسی زکام پسلی کے عارضے سے جو کہ ایک ذری سی بے اعتدالی یا ہوا کی ٹھنڈک سے پیدا ہو جاتا ہے بالکل چھٹکارا مل گیا۔ راتوں کو جو کہ جھنک پڑتی اور پہروں رویا کرتی تھی۔ سارے گھر کا ناک میں دم تھا۔ دودھ اچھی طرح ہضم نہ ہوتا تھا پیچش اور دودھ ڈالنے کی بیماری ہفتے میں دو مرتبہ ضرور ہو جاتی تھی حکیموں اور ڈاکٹروں نے گھر دیکھ لیا تھا۔ اس مصیبت سے مجھ کو نجات ملی بہ غرض دو سال تک بہت اچھی ... انھوں نے تیر کر دیے۔

جن بچوں کو بچپنے میں افیم کھلائی جاتی ہے ان پر چیچک کا اثر بھی کم ہوتا ہے سیتلا نکلی اور خدا کے فضل سے آنکھ صحیح سالم رہی۔

جب میری عمر چار سال کی ہوئی تو اماں نے بڑی دھوم سے "افیم بڑھائی" کی۔ چپنے پھر افیم کو ہاتھ نہیں لگایا۔ یہاں تک کہ شادی ہوئی۔ دن گزرتے دیر نہیں لگتی جب میری عمر چالیس سال کی ہوئی تو ڈھلکے کی بیماری نے آ دبوچا گھڑی بھر کو آنکھ جھپکانی پڑی تو آنکھ اور ناک سے سوتیں بہنے لگیں آخر میرے لواحقین نے پھر منمنا برابر افیم سے ان سوتوں کو خشک کر دیا۔ اب بھلی چنگی ہوں اور اسی منمنا برابر افیم کے زور پر گھر کا سارا دھندا کرتی ہوں۔ تھکن پاس نہیں آتی۔

اس کے علاوہ ماں باپ کے لاڈ پیار نے مجھے لڑاکا بنا دیا تھا۔ جب تک منمنا برابر افیم دوبارہ نہیں کھائی تھی اس وقت تک ہر سٹے دانتا کلکل کا بازار گھر میں گرم رہتا تھا۔ اس منمنا برابر افیم نے ایسا اہی جی کا سبق دیا کہ گھر جنت ہو گیا ہر ایک سے جھک کے ملتی اور خوب کھل مل کے ہنس ہنس باتیں کرتی ہوں۔ یعنی اس منمنا برابر افیم نے گویا میرے شوہر مرزا جگا سے بھی لڑنے کا مادہ بالکل دور کر دیا۔

اب سنتی ہوں کہ اسی افیم پر سرکار نے کچھ نئی قیدیں بٹھائی ہیں۔ یعنی افیم کھانے والے اپنا نام دفتر پر جب تک نہ چڑھوائیں گے۔ جاہیاں لیتے ناک رگڑتے پھریں گے اور انھیں منمنا برابر افیم کھانے کو نہ ملے گی۔ لہذا مختار نامہ خاص بابت حاصل کرنے منمنا برابر افیم کے بنام اپنے شوہر مرزا جگا کے بدرستی حواس خمسہ درحال صحت نفس و ثبات عقل بلا اجبار و اکراہ بہ آزادی تمام لکھ دیتی ہوں کہ مختار صاحب موصوف:۔

۱۔ میرے نام سے روزانہ یا مجموعاً منمنا برابر افیم حاصل کریں۔

۲۔ یا لائسنس پر میری جانب سے دستخط کریں۔

۳۔ یا افیم فروش عملے کو رشوت دیں۔

۴۔ یا حاکم مجاز کی خوشامد کریں اور دعائیں دیں۔

۵۔ یا اگر سوا ہو کے بنا بر حصول منمنا برابر افیم کے تھانے کے ایسے پھیرے کریں۔

۶۔ یا بابت حاصل کرنے منمنا برابر افیم کے ضمانت داخل کریں۔ یا درخواست دیں۔ اور وکیل کریں۔ یا وکالت نامہ پر دستخط کریں۔

۷۔ یا اپنی منمنا افیم کے ساتھ میری منمنا برابر افیم بھی وزن کرائیں۔

۸۔ یا کچہری میں یا زیر پیش ہونے پر میری جانب سے مقدمہ حصول افیون کی پیروی کریں۔

۹۔ یا خلاف ورزی قواعد حصول افیون کی علت میں دھرے جائیں اور جرمانہ داخل کریں یا ہفتے دو ہفتے جیل خانے کی سیر کریں۔

یہ سب کارروائیاں مختار صاحب موصوف کی شل کردہ ذات خود منقرہ کے منظور رہوں گی۔ اور من کاتبہ دستاویز ہذا کو مطلق ان سے انکار نہ ہوگا بانکے پکارے لکھے دیتی ہوں کہ ہر فعل ان کا جو اس موضوع حصول افیون کے متعلق ان سے سرزد ہوگا مجھے بدل و جان قبول و منظور رہے۔

من کاتبہ مختار صاحب موصوف اور اپنی ذات کو اس تحریر کا پابند کھیتی ہوں عبارت مختار نامہ ہذا سامنے شاہدین عادلین کے اور دو صاحب سب رجسٹرار کے کامل القیمت اسٹامپ پر لکھی گئی اور میں نے حرف بحرف سن لی ہے۔ بقلم شنکر لال عرائض نویس

العبد (دالامتہ)

(نشان انگوٹھا)

گواہ شد گواہ شد

چھبیلی مہترانی مرزا جگا کو پہچانتا ہوں شنکر لال

عبارت ظہری

گواہ شد گواہ شد

گزک الدین "عبارت ظہری" کو اپنے ساتھ کا

میرے سامنے مسماۃ چینیا بیگم کی شناخت ان کے شوہر مرزا جگا اور مسماۃ چھبیلی مہترانی نے کی۔ اور مسماۃ چینیا بیگم کاتبہ نے نشان انگشت دست چپ کا نشان بنایا۔ دستاویز ہذا کسی مقام سے مشتبہ مشکوک و مشکوک نہیں۔ اور مرزا جگا کو کانسٹیبل نمبر ۹ مسمی گزک الدین تھانہ چوک اور شنکر لال عرائض نویس پہچانتے ہیں۔

سنا اور تصدیق کیا

(دستخط) سب رجسٹرار محکمہ قانون الحماقت

ہو شکے تو قراں میں لگا دے

حکایت مشہور ہے اور شاید پہلے بھی لکھی جا چکی ہے کہ ایک نقا جاٹ جس نے اپنے نورِ چشم کو کسی مولوی کے سپرد کر دیا۔ صاحبزادے کسی قدر تیز سے تھے جلدی شعبدہ بد سیکھ گئے از بسکہ جیو لڑا رنگین پایا تھا۔ بازاری الفاظ کے گیت جوڑنے تو آپ نے بھی ایک شعر کا گبہ موزونِ طبعی کو رکھوا ہی دیا جس کا استاد یوں ہوا ہے

ایش عشق میں کہہ نہ بتی ہے جل فسی میر و صاحب
میرا کو کہوں [illegible] جوگ سنا بیٹھے

استاد کی باچھیں انعام کے لالچ سے کھل گئیں شاگرد کا ہاتھ پکڑا اور فاتح جنرل کی طرح اکڑتے ہوئے والد محترم کے روبرو لا کے کھڑا کر دیا۔ جاٹ نے پوچھا کیا ہے؟ مولوی نے جواب دیا لونڈا شاعر ہو گیا۔ ان سے لونڈے نے تان توڑ کے پہ صاحبزادے نے لحن داؤدی سے شعر مذکور سنایا۔ والد محترم جوشِ ابتہاج سے اور کچھ نہ بن پڑا گھبرا کے بولے:۔

بابا یارو بیٹا ہو شکے تو قراں میں لگا دے۔

واقعی مقام فخر و افتخار میں آدمی دیوانہ ہو جاتا ہے ہمارے ایرانی بھائیوں کو بڑی چیز مل گئی۔ وہ کیا؟ ایک عدد فرنگی نما ٹوپی۔ جیسے دوغلی کہہ سکتے ہیں۔ اس کی ماں تو ہے ایرانی اور باپ ہے یورپین۔ یورپ کے کلاہ ساز صبح سے شام تک ہزاروں وضع کی ٹوپیاں ایجاد کرتے اور بازار میں ان کی مقبولیت کی سند حاصل کرتے رہتے ہیں۔ کوئی اخبار کی کا قدرت ٹوپی والوں کے اشتہار سے خالی نظر نہیں آتا۔ کلاہ کیسی ہزار ہا قسم کی پوشاکیں روز ایجاد ہوتی رہتی ہیں مگر آج تک شاید کسی نے ایک آرٹیکل بھی ان ٹوپیوں کی مدح و ثنا میں نہ دیکھا ہوگا۔ نہ ان پوشاکوں پر قصائد لکھے ہوں گے۔ لیکن آپ ذری ایرانی جرائد مثلاً اطلاعات، عرفان، حکمت، جمشید وغیرہ اٹھا کے دیکھیے ایک معمولی پیچھے دار ٹوپی پر اتنے نازاں ہیں کہ وہ جو پاکیا اترا اٹھے کی حسن سے کافی آنکھوں میں موتی چڑھا لیا تھا اور کتنی پھرتی تھی:۔

"جو میرے سو راجہ کے نہیں"

یا وہ کنی باپ کیا خوش ہوگا جس کی صاحبزادی پہلی مرتبہ بلوغ کے مرتبے پر فائز ہوئی ہو۔ اور ہر ایک سے کہتا پھرتا ہو "گود آئی۔ گود آئی" اڈیسن نے ہزاروں ایجادیں کیں مگر یوں آپے سے باہر نہ ہوا۔ نیوٹن نے جذبِ مرکزی دریافت کیا اور اس طرح بیہودہ نہ ہوا۔ آج تمام یورپ کے نئے ایجادات کا حساب لگایا جائے تو ہر دقیقہ، ساعت میں کم از کم ایک نئی چیز یا نئی دریافت کا تناسب ہوگا۔ یہ کنارہ دار ٹوپی ایران میں رواج پا رہی ہے قرآن، حدیث، اخلاق، ایمان، قانون سے اس کے جواز و حسن پر استدلال کیا جاتا ہے بڑے بڑے علما گھروں پر اور باغوں میں دعوتیں دے رہے ہیں ایک دھوم ہے کہ خدا کی پناہ۔ بیچارے چند زائرین خراسان اگر علما کی پرانی وضع کی ٹوپیاں پہنے ہوئے سیلو پہلوی بگڑیاں چھین کے سر پڑھا دی یا سر منڈھی جاتی ہیں۔ تاجران کلاہ کا یہ عالم ہے کہ چار آنے کی ٹوپی دس تومان یعنی تقریباً بیس پچیس روپیہ کو دیتے دونوں ہاتھوں سے لوگوں کی پگڑیاں اچھالتے اور بیچارے پولیس آنکھوں میں خاک ڈالتے پھرتے ہیں۔

تبریز کے ایک تاجر کلاہ نے ایک دن میں بیس ہزار تومان کما لئے۔ عزیاد فقرا کے پیوند دار لباس پر نئی ٹوپی ایسی زیب دیتی ہے کہ بالکل بلائی گاڈ مرحوم کی تصویر نظر آتے ہیں (جنھیں چند سال اس طرف لوگوں نے چوک میں گھومتے دیکھا تھا)۔ دعوے یہ ہے کہ اسی ٹوپی کی آرزو امیر فقیر برنا و پیر زن و مرد ہر ایک دل میں اچھل کود مچائے ہوئے تھی۔ اس ایجاد کا مژدۂ جانفزا سنتے ہی خلقت اس طرح گر پڑی جیسے مکھی ریوڑی پر۔ لیکن واقعہ یہ نہیں یہ بھی ایرانی جرائد کی شاعری ہے اگر ایسا ہوتا تو خراسان میں تنبیہی کارروائی کی ضرورت نہ پڑتی۔ آپ کو واللہ یہ کسی مہذب کا شیوہ ہے کہ اس لاڈلے بیٹے کی طرح خم ٹھونکے جس نے ایک چوہا مار کے اپنی اماں جان کے بستر پر رکھ دیا تھا اور جب اماں جان نے ازراہ تفاخر پوچھا کہ "اے یہ شیر اللہ کا کس نے مارا؟" تو صاحبزادے نے فرمایا:۔

"ان ہاتھوں نے مارا اماں ان پنجوں سے مارا"

ہم اس مرض سے واقف ہیں کہ فاتح یورپین قومیں اُن قوموں پر ہمیشہ پنجہ تیز کیے رکھتی اور انھیں اپنا غلام سمجھنے لگتی ہیں جو اُن کے سے عادات و خصائل اور طریقِ معاشرت نہیں رکھتے۔ ہم اس سے بھی واقف ہیں کہ یورپ میں اب اس قدیم خدا کی وقعت باقی نہیں جس کی تعریف اگلی شریعتوں نے "ہو القاہر فوق عبادہ" کی تھی۔ اہل یورپ نے سائنس کے اختراعات کو اپنے قابو کا خدا مان لیا ہے اور وہ اکثر دوسروں کی وضع قطع کو نامہذب قرار دے کے تہذیب سکھانے کے بہانے سے غلام بنانے میں انھیں اختراعات کی تباری و جانسوزی سے کام لیتے ہیں۔ ایران مثل مصطفی کمال پاشا کے ان حیلہ ہائے ناحق کو منقطع کرنا چاہتا ہے۔ اور اپنے قابو کے خدا کی پیدائش میں مصروف کوشش ہے۔ اگرچہ ابھی تک اس خدا کی تولید مشاہدے میں نہیں آئی بخواست تقلید اُروپا زندہ شود مُرگِ ما

آخر این ہائے و ہو کشیدن برائے چیست؟

ایران کو ابھی بہت سے مرحلے جھیلنے ہیں مثل مہذب ممالک کے یہاں جنگی اور گمرک کا انتظام بھی قابل تعریف ہو وہاں آرائش سر و دستار پر اس تنگ ظرفی کا اظہار یعنی چہ؟ ایک تازہ وارد مسافر کا بیان ہے کہ شامتِ اعمال کی بدولت اُس نے چند ایشیمیں

اور انھیں فسوجات رکھا ہے جینٹ اور گرنٹ کے حوالے سے خرید لیے اس غریب کو یہ معلوم نہ تھا کہ حکومت ایران نے فسوجات فرنگ کا داخلہ قرار دہ دانشمندی و دوستداری وطن ممنوع قرار دیا ہے۔ وہ ہمدان تک پہنچا گرک والوں نے مال روکا۔ ہر صندوق اور بکس کے ہر گوشہ کی تلاشی لی جب ان کپڑوں کے صندوق کھلے تو آپے سے باہر ہوگیا ” پدر سگ آں ہا چہ آوردی“ مسافر بیچارہ اس خوش کلامی کا جواب کیا دیتا وہ تو اپنے ملک میں بھی غلام ہے معذرت خواہ ہوا کہ بھائی محصول یا جرمانہ تمھاری حکومت نے مقرر کیا ہو وہ لے لو۔ گرک جی صاحب نے فرمایا محصول قیمت کی تشخیص پر منحصر ہے اور دہ مانمی دانیم چہ قدر قیمت دارد“

پوچھا گیا کہ پھر کیا ہو۔ جواب ملا کہ یہ صندوق مال سمیت طہران بھیجے جائیں گے وہاں مشخص ان کی قیمت آنکے گا سو زر قیمت معین ہوگا اس پر محاصلات وصول کیے جائیں گے۔ تم یہاں ٹھہرو یا کسی کو ٹھہرا جاؤ زیادہ دیر نہیں لگے گی بس یہی کوئی ایک ہفتے میں فیصلہ ہو جانے گا۔

مسافر بیچارہ اہل و عیال بھی ساتھ رکھتا تھا۔ ہمدان کوئی آباد مقام نہیں کہ سدرمق ہو سکے۔ کیا کرتا اس نے کہا کہ اچھا تم مال ضبط کر لو۔ ہم اپنی راہ جاتے ہیں۔ مگر آؤ تو جاؤ کہاں۔ کملی ریچھ بن چکی تھی بھلا وہ کب پیچھا چھوڑنے والی تھی۔ گرک جی صاحب نے فرمایا ”من نوکر پدر شما نیستم۔ دہ صد تومان بطور ضمانت وایں مال نا نجیب غیر وطنی را با حوالت کن“ ارے بھائی ضمانت کاہے کی ہم تو اپنا مال ہی چھوڑے جاتے ہیں۔ مگر کہیں ایران کے سے مہذب ملک میں مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے! طرفہ مصیبت یہ نازل ہوئی کہ جیب میں ٹٹولنے پر چالیس تومان سے زیادہ نہ نکلے۔ باقی انگریزی نوٹ تھے۔ تین سو کے تین نوٹ نکالے کہ یہ ضمانت میں رکھ لیجیے۔ اگر محصول اس سے زیادہ ہوگا تو ہم ادا کر کے اپنا مال چھڑالیں گے ورنہ مال سے ہاتھ اٹھائیں گے۔

اس نئی تہذیب اس نئے مہذب انتظام اور مہذب شاہی کے کارندے کو مال کی قیمت کی طرح نوٹ کی شناخت بھی نہ تھی مگر رشتی حیار زمیں پہچان سکتا تھا ایک ایک کے آگے نوٹ لیے پھرتا تھا۔ آغا شما یہ ببینید ایں چیست یک الف و دو صفر خواہی بینم۔ مگر چہ آخر ایں با غذ بہ صد تومان می ارزد۔ آقا شما تلفن بکنید۔ خیر خیر الدیگری پرسیم او نمیدونہ بود“ بہزار دقت وہ لال بجھکڑ آئے اور انھوں نے نوٹ پہچانے اگرچہ حساب میں ایسے کورے تھے کہ موازنہ سو تومان کا ان کاغذوں سے نہ کر سکے۔ لیکن گلو خلاصی ہوگئی۔ رسید عنایت ہوئی مال کی نہیں۔ مال تو صندوقوں میں بند ہے اور اب تک بند ہے۔

صاحب مال خراسان پہونچا کیل کیا رسید جو نہ چھپی ہوئی تھی نہ ایسے صاف خط میں لکھی کہ پڑھی بھی جاتی) اور فہرست مال کی اس کے سپرد کی۔ خود زیادت سے مشرف ہو کے وطن بھی پہونچ گیا۔ دیکھیے مال پر اور دلوں پر کیا گزرتی ہے۔ طہران سے خراسان تک چار بالشت کا ٹکڑا ہے۔ ریل مفقود راستہ کیوں ہوئی کہیں مہذب ملک میں ریل ہوتی ہے کلاہ وردر بس است برائے تفاخر و تجنز یک ملکے ہیچ ایران کا۔

در زمان پیشیں بہ یک نگاہ قہر ملکے را بسوخت وا ینک ہم بطفیل جمشید پاک می تواند کہ بہ یک لیف ریش جہانے را بسوزد۔

دوسرا قابل ذکر واقعہ یہ ہے کہ ایک خربزہ یا ایک تربوز اگر مرد ایرانی کے ہاتھ چار پول میں بیچا جاتا ہے تو دوسرے نامہذب غلام غریب الوطن ہندی کے ہاتھ چار قران کو۔ باہم چشمک و اشارے ہوتے ہیں ”بابا ایں پدر سوختہ ہندی است حق من است۔ ہرچہ خواہم بگیرم“

ایرانی مختار ہیں جو جی چاہے کریں۔ نجاست مدارس کرانا چاہیں یا مولویوں کی داڑھی میں بڑے ٹکڑے لگائیں ہمیں اس سے کچھ غرض نہیں۔ ہمیں تو کام نصیحت سے ہے۔ تجنز اور بیجا تفاخر یا ڈینگ اور غرض یا درکار شرق اور انانیت سے بچتے رہیں تو اچھا ہے وہ ہمارے پڑوسی ہیں ہمیں اپنی سلطنت میں زمین مول لینے اور ہمیشہ رہنے کی اجازت نہیں دیتے۔ چشم عنایت پارسیوں پر ہے۔

[illegible] ساقی فرہود [illegible]

گرمو بہر حال ہم ان کی ترقی کے خواہش مند ہیں۔ مگر ایرانی حضرات بیمار ہیں تیمم ہیں ہم سلف کی عظمت میں ہمیشہ ان کو شریک رکھا ہے۔ حق تلفی منظور ہو کرتے ہیں انھیں چاہیے کہ خود نمود کی خوشنما باتیں اور غیر واقعی اسباب نخوت کے قصائد نہ پڑھیں۔

ایسی باتوں پر ہنسی آتی ہے۔ لطیفہ سنیے میرے نواب کے پاس ایک آغا بھائی آئے۔ خدا جانے کہاں سے مہرتے کھینچتے آئے تھے عجب نہیں جو وطن سے نکالے گئے ہوں کیونکہ اس زمانے میں وہاں روسیوں کا عمل دخل تھا۔ خیر آئے تو ادھر ادھر کی باتوں کے بعد اپنے ملک کی بہادری جس پر روسی قابض تھے یوں بیان کرنے لگے۔

”بلے روسی ہا ہم آمدہ وسپہ سالار ما لشکر انگلستان ہم پیکار کردہ بود و سپہ سالار الدولہ انگلستان کو شکست دادہ“ بھلا خیال تو کیجیے۔ اس قسم کی بیجا ڈینگ سے کوئی قوم یورپ کا کسی فن یا ہنر میں مقابلہ کر سکتی ہے۔

بڑی دھوم مچی تھی کہ ایک ایرانی صاحبزادے ولایت سے تکمیل تعلیم کے بعد وطن میں وارد ہوئے ہیں انھوں نے بغیر پٹری کے چلنے والی ریلوے ایجاد فرمائی ہے۔ بلکہ اسکو ولایت والوں نے خرید بھی لیا ہے مگر ہمیں مرد وطن پرست نے کسی طرح حق اختراع فروخت نہ کیا بغرض بہبود ایران میں

بمکتب نمی رود و لے برندش

طفل شاگرد:۔ "استانی جی کیا آپ کو یقین ہے کہ میں اس کتاب کو پڑھ کے آدمی بن جاؤنگا؟"
استانی:۔ "چند سال سے میں ایسا ہی خیال کرتی ہوں۔ آیندہ کی بابت کون کچھ رائے دے سکتا ہے
ابھی کچھ نہ پوچھو۔ بس پڑھے جاؤ۔ الف زبر آ زیر اِ پیش اُ"

خوبصورتی کے ساتھ اس کا ... طبعی دماغی نظر آتی تھی۔ چپلی ہوا کا شکر کیا کہ بڑی بات عیشیائی جوانوں میں ایک محترم کمال تو دکھائی دیا۔ مگر اب جو روزنامہ اطلاعات کے مضامین دیکھتے ہیں کو بیان اسٹروونگ سفید و سیاہ خوشبو کے دکھائی دیتے ہیں۔

ان دماغی اور ذہنی استانیوں پر ملکی اصلاحات کا بھی دو چار پایا نہیں جا سکتا۔ ایک صدی تک محترمات یورپ کی احتیاج باقی رہے گی۔

ایرانیوں کو سب کچھ کھو نے کے بعد بھی یہ گر نہ معلوم ہوا کہ خوشامد اور خوشامد فوری رشوت اور زبانی گھمنڈ نے کتنا ان کے تہذیب و تمدن اور ان کی علمداری کو ضرر پہونچایا۔ ایسے عجیب و غریب القاب ان کے امرا ان کے علما ان کے عمائد کے ناموں کے ساتھ منضم ہوتے ہیں جن کا سر پیر نہیں۔ اخلاق میں ابھی تک کوئی خوبی نظر نہیں آتی فرشتہ لیکن جب تک جھکے آپ کو خراسان میں ہزاروں ملیں گے۔ چالیس تومان کی عبا پہنے ہوئے ہیں اور فرماتے ہیں "آقا پیر امام رضا سے غریب ازدی رو تو نماشا ... " ایسی حالت میں ہم کو حکیم قاآنی کی "پریشان" سے ایک جملہ نقل کرنے پر مجبور رہیں۔ اے برادر ہرچہ خواہی بہ خواہر رشت کن۔ قاشق آش خوری پسران رشت یاد رہ آگے کیا کہیں۔

ٹوپی کوئی عظیم الشان ایجاد نہیں۔ نہ بیچارے مولویوں کو اس کی ضرورت تھی۔

ایک راوندی زاہد برہنہ سر دعا مانگ رہا تھا۔ اتفاقاً پس دیوار سے کسی مہتر نے نجاست میں لتھڑی ہوئی پرانی سڑی ٹوپی اچھالی اور وہ زاہد کے سر پر اوندھ گئی زاہد راوندی نے بغور اس کلاہ فاخرہ پر نظر فرمائی اُس کی بوسیدگی اور عفونت سے جی جل گیا۔ اُوپر کی جانب ٹوپی اچھالنے کے منہ آسمان کی جانب کیا اور کہا "اے خدا ایں کلاہ را بہ جبرئیل بہ بخش کہ او ہم ہچو من برہنہ سر است" پس مولویوں نے اس جدید ایجاد کو اگر مسترد کر دیا تو ظلم و جبر کی ضرورت نہیں "بجبر کلاہ بہ سر نہند"

راقم:۔ ناصح مشفق بیگم کلاہ آرا بیگم

مولانا پنچ کی نوٹ بک

جن سے کچھ ہو نہیں سکتا وہ دعا کرتے ہیں

خدا جانے کس بھگوے نے ولایت والوں سے کہدیا کہ مہاتما گاندھی جی دو خونخوار جنگجو سلطنتوں کی پیام صلح دینے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ ولایت سے تار آیا کہ ابھی کچھ منہ سے بولو۔ مہاتما جی نے فرمایا "دعا کرتا ہوں"۔

زن عاجز بے چارہ تی آید ہیچ
جز آنکہ بصدق دل دعا کیند

سچ پوچھیے تو زبان کا اثر کھو کر رہ گئی۔ دس مہینے میں سوراج۔ اتحاد بین الملل۔ ترک اشتراک عمل۔ سورت شکنی قوانین۔ نمک سازی۔ سودیشی کی تحریک۔ یہ سب دعائیں پروان چڑھ چکیں۔ اور حضرت کی بدولت آج ان کا وجود عنقا کی قوم میں بندھا نظر آتا ہے۔

صرف اُردو کا قتل اور رسمی ہندی ہندوی کی زندگی کا مرحلہ رہ گیا تھا وہ اب پورا ہو رہا ہے۔ یہ بات ہے پھوٹ ڈالنے والی لندا ازور باندھے گی اور ضرور باندھے گی۔ کب یہ تخم سرزمین ہند میں بویا گیا اور پھولا پھلا نہیں؟

الحاصل مہاتمائی برکات ولایت کے لاٹ صاحبوں تک پہونچ گئے۔ ہم سے تو دعا بھی نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر مہاتما کی دعا کی آواز ہمارے کانوں تک پہونچے تو بے شک چپکے سے "آمین" کہ دیں گے بشرطیکہ اس دعا کا صلہ لے تو مہاتما جی ہمیں بھی شریک کر لیں۔

ضرورت ہے

(۱) توسیع اشاعت کی۔

(۲) وی۔ پی طلب کرنے والوں کو تضیع اوقات اور اسراف سے بچنے کی۔

(۳) خطوط اور منی آرڈر بھیجنے والوں کو نمبر خریداری کی۔ (منیجر اودھ پنچ لکھنؤ)

اعتذار

(۱) ایک بڑی تصویر پہونچنے میں دیر ہوئی۔ چھوٹے بڑوں کی جگہ لیتے ہیں یہ دستور ہے۔

(۲) اس نمبر کا ضمیمہ پہلے ہی ۵۔ اگست ۱۹۳۵ء کے پرچے کے ساتھ شائع کر دیا گیا۔ تاکہ پرچہ کسی طرح وقت پر شائع ہونے لگے۔ "منیجر"

فال

جب آپ کی نظر اودھ پنچ کے ملاحظہ کے وقت اس عنوان پر پہونچے تو فوراً اپنا خریداری نمبر اپنے اسم مبارک کی چٹی پر دیکھیے اور ذیل کے نمبروں سے مطابق فرمائیے اگر آپ کی چٹی کا نمبر اس فہرست میں ہو تو انشاء اللہ اپنا فرض آپ کو یاد آجائے گا۔ اور آپ قیمت ادا کر کے دنیا میں سبکدوش ہو جائیں گے۔

نمبر خریداری	مقام	نمبر خریداری	مقام
۵۲۰۷	ناندیڑ دکن	[illegible]	احمد آباد دکن
۵۲۲۳	فیض آباد	۴۷۱۷	کراچی
۵۳۷۷	رنگون	۴۴۷۱	رنگون
۵۲۰۴	ہوشیارپور	۴۴۵۷	فیض آباد
۵۱۳۳	بنارس سٹی	۴۴۰۱	اکولا برار
۵۰۷۹	آگرہ	۵۴۴۹	حیدرآباد دکن
۵۲۸	بنانہ سٹی	۳۴۰۷ (۳ سال)	بمبئی
۴۹۰۳	ٹونک	۱۶۳۱	گلبرگہ دکن
۴۹۰۴	شاہجہانپور	۱۴۲۵	کلکتہ
۲۸۷۸	آگرہ		

مسلم گزٹ کلکتہ

ایک روزانہ پرچہ ہے ۲۰ کولوٹولا اسٹریٹ سے شائع ہوتا ہے۔

ملا محمد اسحاق صاحب امرت سری کو جو اس روزنامے کے فاضل اڈیٹر ہیں کون نہیں جانتا۔ آپ ہی کے اہتمام سے یہ پرچہ نکلتا ہے۔ سیرۃ اور صورۃ بہت خوب ہے۔ اسلامی حقوق کا نگہبان اور نگہدار ہے۔ مضامین کی ترتیب کہنہ مشقی اور سلیقے پر دلالت کرتی ہے۔ نمونہ منگا کے دیکھیے۔

روز نامہ "ماڈریٹ" گجرات

یہ بھی ایک جدید الحدوث روزنامہ ہے مدن لال لت صاحب بنباسی اس کے چیف اڈیٹر اور احسان اللہ خاں صاحب زیبا اسسٹنٹ اڈیٹر ہیں۔ سوا ہوا اور معتدل پرچہ ایک ہی ورق پر مختصر ضروری اور مفید خبریں شائع کرتا ہے سالانہ پانچ روپیہ میں اور کیا لیجیے گا۔ شاید اخبار کے خزانے محصول دینے کے بعد تین چار آنے پیسے سال بھر میں بچیں گے۔

خاتون۔ بمبئی

بہ نگرانی فاطمہ بیگم صاحبہ منشی فاضل بنت حاجی مولوی

محبوب عالم مرحوم سابق مالک پیسہ اخبار لاہور بمبئی سے یہ ہفتہ واری پرچہ نہایت زیبائش و آرائش کے ساتھ نکلتا ہے اور فاطمہ بیگم صاحبہ ایک مشہور اخبار نویس کی صاحبزادی ہیں لہذا فن اخبار نویسی اُن کے گھر کا غلام ہے۔ اور جنس نسواں سے متعلق ہونے کے باعث ظاہری سنگار اس کا حلقہ بگوش۔ اسلامی طبقۂ نسواں کی نہایت مفید خدمات اس سے وابستہ ہیں۔ اس کا میراث نمبر نہایت خوبیوں کا حامل اور افادات پر مشتمل ہو کر نکلا تھا۔ سر ورق پر تصویر بھی ہوتی ہے جلد ۲ نمبر ۳۲ کی تصویر ہمیں پسند نہیں آئی۔ اس میں لڑکیوں کی ٹانگ اُٹھانے کی ایک مشق دکھائی گئی ہے۔ سالانہ قیمت پانچ روپیہ۔

۳۸ منتخب افسانے

فاضل ملیح آبادی نے ان افسانوں کا ترجمہ اُردو میں کیا ہے۔ کتاب کافی ضخیم ہے یعنی ۴۰۰ صفحے کی قیمت ایک روپیہ ۸ آنے جو دفتر ... کلکتہ سے مل سکتی ہے۔ افسانے تمام دلچسپ و مختصر ہیں بعض غیر ضروری بھی مثلاً سلیم لطفی مصری کا ایک قصہ بعنوان "ابلیس کی جنت سے جلا وطنی" جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا نے شیطان کو سجدۂ آدم کا حکم دے کے شرک کی تعلیم دی گروا رہے شیطان۔ کافر ہوا۔ نافرمان ہوا لیکن اس نے شرک قبول نہ کیا۔ گویا جن فرشتوں نے سجدہ کیا وہ مشرک ہو کے رہ گئے۔ جو لوگ اسے بُرا سمجھتے ہیں وہ شرک کے مؤید ہیں۔ اور جو لوگ موحد رہ کے خدا کی نافرمانی کرتے ہیں وہ کچھ بُرا نہیں کرتے اگرچہ شیطان اُن کا رہبر ہو۔ مصری صاحب نے یہ بسری کی ڈلی ایک صوفی نقاد کے خوان نعمت سے چُنی ہے جس نے شیطان کو "امرت باللہ" کا لقب دیا ہے۔ یہ نقش ثانی ہے اول نہیں۔ فقط

بکثرت اخباری کاغذ اور رسالے بغرض تبصرہ آئے مگر جب دل ٹھکانے ہو تو سب کچھ ہو سکے۔

جلد ششم
۱۱
ارمان
کون سی شادی شدہ خاتون ہوگی جسے بچہ کھلانے
کا ارمان نہ ہو۔ اولاد کی خاطر لوگ سارے جتن کرتے
ہیں۔ درگاہوں پر جاتے ہیں۔ منتیں مانتے ہیں۔ فقیروں۔ اور
پیراگیوں کی سیوا کرتے ہیں۔ عاملوں، رمالوں، پنڈتوں، نجومیوں کے دروں کی
ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ طبیبوں۔ ویدوں اور ڈاکٹروں کو ہزاروں روپیہ کھلاتے ہیں۔ ہمارا تو یہ بھی تجربہ ہے
کہ ہندو، مسلمان، عیسائی، پارسی یہودی اولاد کی تمنا میں اپنا مذہب تک ترک کرنے پر آمادہ ہوجاتے
ہیں۔ جس گھر میں اولاد نہیں وہ بے چراغ کہلاتا ہے۔ جو عورت بے اولاد ہے وہ ہندوستان میں منحوس
سمجھی جاتی ہے۔ اور اکثر وہمی عورتیں تو اس کا منھ دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتیں۔ لیکن اب
بے اولادوں کو مژدہ
ہو کہ ہماری دوا ارمان سے سیکڑوں بے چراغ گھر روشن ہوگئے ہیں۔ سیکڑوں کی امیدیں برآئی ہیں۔
خوبی اسمیں یہ ہے کہ یہ دوا مہینے میں صرف تین روز عورت مرد دونوں کو کھانا پڑتی ہے۔ ۸۰ فیصدی
تو ایسا ہوتا ہے کہ پہلے ہی مہینے حمل رہ جاتا ہے لیکن دوسرے اور تیسرے مہینے تو ضرور ہی مراد
بر آتی ہے۔ پھر اس دوا میں دوسری عجیب و غریب اور حیرت انگیز خوبی یہ ہے کہ فرزند نرینہ
ہی پیدا ہوتا ہے۔ اس دوا کی اگر ہزاروں روپیہ بھی قیمت لگی جائے تو بھی امیر
غریب بخوشی اسے لینے کو تیار ہو جائینگے لیکن ہماری خواہش ہے کہ
اسکا فائدہ عام ہو اسلیے اسکی قیمت بھی نہایت مناسب
رکھی گئی ہے یعنی ۳ ماہ کی دوا عہ علاوہ محصول
ترکیب استعمال دوا کے ساتھ روانہ کیجائے گی
پتہ
کارخانہ ضامن الصحت
وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

انمول لعل جواہر

منتخبات مضامین اودھ پنچ

سن ابتدائے ۱۹۱۶ء و انتہائے ۱۹۲۳ء

چارحصوں میں ادبی اصلاحی اخلاقی سیاسی مضامین بے نظیر علمی اور عقلی فوائد رکھتے ہیں جن کی نظیر آپ کو اردو کے خزانے میں نہ ملے گی۔ یہ انسان کو مضمون لکھنا سکھا دیتے ہیں۔ اب تک چار حصے تیار ہوئے ہیں۔ قیمت فی حصہ ایک روپیہ آٹھ آنے۔

یہ مضامین بطور ضمیمہ چار سال سے اودھ پنچ کے ساتھ ہفتہ وار شائع ہو رہے ہیں سالانہ جلد کے خریدار کو ایک حصہ مفت ملتا ہے سائز ۲۰×۲۶/۴ مجموعی قیمت ان منتخبات کی پانچ روپیہ علاوہ محصول۔

منیجر اودھ پنچ

کتب خانوں کی زینت

مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ ۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالامال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد ۶ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی ۸ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ ۳۱ و ۳۲ء کی

قیمت فی جلد ۶ محصول ڈاک عہ بذمہ خریدار۔ جلد ۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی ۸ اور جلد ۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی ۸ مفت ملیں گے۔

امپائر بکس سپلائی ایجنسی

بارہا شکایت سنی گئی ہے کہ حضرات بیرونجات جو کتابیں طلب فرماتے ہیں ان کو ناقص کتابیں ملتی ہیں۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ جو کتاب وہ طلب کرتے ہیں اسکے بجائے دوسری کتاب انکو مل جاتی ہے نیز یہ بھی شکایت ہے کہ کتاب پر صرف دکھانے کے لیے بہت زیادہ قیمت لکھدی جاتی ہے اور شہر میں وہ لکھی ہوئی قیمت سے بہت کم قیمت پر ملتی ہے وغیرہ

لیکن اگر آپ ہمارے ذریعے سے کوئی کتاب طلب فرمائیں گے تو ہرگز یہ شکایت پیدا نہ ہوگی اور ہم اپنی نگرانی میں ہر کتاب روانہ کرینگے اس حالت میں اگر کتاب ناقص پہنچی یا ایک کے بجائے دوسری پہنچ گئی یا قیمت بازار سے زیادہ ہو تو اسکے ہم ذمہ دار ہیں۔ لہذا لکھنؤ کے جس مطبع کی کتابوں کی آپکو ضرورت ہو ہمیں تحریر فرمائیے اور اطمینان رکھیے کہ آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں ملیگا۔ دریافت طلب امور کے لیے جوابی پوسٹ کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے۔

پتہ:۔ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

ہفتہ وار انگریزی اخبار "خیبر میل" پشاور

ضرور ملاحظہ کیجیے۔ یہ انگریزی کا واحد اخبار ہے جو صوبۂ سرحد سے شائع ہوتا ہے

سالانہ چندہ پانچ روپیہ ہے "منیجر"

ہفتہ وار انگریزی اخبار "سنٹینل" رانچی

جسمیں نہایت پرلطف مضامین اور مقامی خبریں ہوتی ہیں۔ ضرور ملاحظہ فرمائیے سالانہ چندہ ۶ ششماہی ۳ سہ ماہی ۲ فی پرچہ ۱

منیجر "سنٹینل" رانچی

REGISTERD No. A 763
LUCKNOW
OUDH PUNCH
اودھ پنچ
۱۹۳۵
قیمت پیشگی اندرون ممالک
سالانہ
ششماہی
سہ ماہی
قیمت فی پرچہ
دو آنے
(۲/)
DOGAWAN LUCKNOW

یہی سب بے وقوف ہیں۔ مولویوں کا وعظ سنا کہ قوم کو
اُن کا شکرگزار ہونا چاہیے بالکل بے محل ہے ؎

اے مولوی درست گفت و شنید
کار تو کمالات بہر عالم رسید
چشم تو گر نگار سپید است و سیاہ
کار دیدن کاش آنچہ باید دید

وکیلوں کا قول ہے کہ قوم کو شکرانہ محنتانہ نقد النقد اور
زبانی تعریف کا چندہ امداد کے نعرہ ادا کرنا چاہیے۔
مگر یہ بھی بھنگ مار گئے ہیں۔ اسپیشل ایڈیٹر صاحب
کی لن ترانی بھی قابل سماعت نہیں اور پولیس تو
جھوٹ بولنے کے عادی مجرم ہیں ان کا ذکر ہی کیا ہے
رہے اخبار نویس صاحب ہاں ان کے کارنامے
ضرور۔ ایک حد تک لحاظ کے قابل ہیں۔ مگر ہیہات
پینے صوفی بیتو شاہ کی جوتی کی گرد کو بھی نہیں پہنچے
یاحق یاحق!! بھائی جو کچھ کر اللہ کے واسطے کر۔ اللہ
ہی اللہ ہے۔ یارو تم لوگ میرے نام سے متعجب
ہوگے کہ یہ کیسا نام ہے مگر تعجب کی ضرورت نہیں
بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ بندہ کھانا کھا رہا تھا حضرت
مرشدنا نے آواز دی صوفی شاہ یہاں آؤ "منہ میں
اتنا بڑا نوالہ ٹھونسا تھا کہ بول نہ سکا۔ آپ جانتے
فقیر کی موج تو ہی ہی۔ حضرت تھے وجد میں فرمایا
"او بیتو بولتا نہیں ہے۔ جاؤ: بولو۔ اب تیرا
پیٹ کبھوں نہ بھرے" (بولتا نہیں ہے اب تیرا
پیٹ کبھی نہ بھرے گا) اُس وقت سے پیٹ میں
خدا جانے کون سا جن گھس گیا ہے کہ کسی طرح
نہیں بھرتا۔ ربیع الاول اور رجب کے مہینے میں
تو الحمد للہ بہت سامان کر دیتا ہے دعوتیں
اُڑاتا ہوں خوب تن کے کھاتا ہوں۔ باقی دس
مہینے مشکل سے کٹتے ہیں۔ اس دنیا میں جو کچھ ہے
وہ خدا ہی کا ہے ؎

چُن چُن کنکر محل بنایا لوگ کہیں گھر میرا ہے
نا گھر میرا نا گھر تیرا چڑیا رین بسیرا ہے

مال دولت گھر بار باغ زمین کسی کی ملک نہیں۔
میں جو دعوتیں اُڑاتا پھرتا ہوں تو کسی کے باپ
کا اجارہ نہیں۔ سب کچھ اللہ کا ہے۔ ماں بہن
جورو بچے بھی اپنے نہیں ہیں۔ مرید کو یہ زیبا نہیں کہ
پیر سے کوئی چیز عزیز رکھے۔ اللہ کے بعد جو کچھ ہے
وہ پیر کا حق ہے مگر اب مرید کمبختوں کو انگریزی تعلیم
نے "تبرا" کرنے کی عادت ڈال دی ہے اب
وہ سیانے ہو گئے ہیں لہٰذا پیٹ بھرنے کی ایک
ہی ترکیب رہ گئی ہے۔ یا حق یا حق یا معبود الا اللہ"
فقیروں کی بات فقیر ہی جانے۔ تو کیا جانے
کہ فقیر جھولی میں کیا ڈالتا ہے کیا نکالتا ہے۔
اسے اب پیٹ کی جھولی میں قوم کا غم بھر گیا ہے
اس غمخواری کے عوض روز زیادہ نیا پانی ملتا ہے۔
"اللہ ہو"

بھائیو دیکھو دنیا کی ناقدری ہم تو خلوت
چھوڑ کر جلوت میں آئے ریاضت چھوڑ دی دنیا
کے لوگوں میں گھسے مگر دنیا کے بھاؤ میں نہیں۔
یہ دنیادار لوگ وہ دن بھول گئے جب ہم سمندر پر
تہمد باندھ کے بیٹھتے آنکھیں بند کر کے مراقبے کی حالت
میں اللہ میاں سے راز و نیاز کی باتیں کرتے
مرید آتے اور سجدہ کرتے تھے۔ ہم جھوم جھوم کے
نیے کی صدائیں لگاتے تھے۔ لینا لینا وہ گیا؟۔
باقر شاہ تمہارے طویلے میں چوہیا گھسی جاتی ہے
گھبراؤ نہیں مٹھائی کے ٹوکرے آتے ہیں۔ کفر کی
دُم میں ڈنکا بجا ہی چاہتا ہے۔ جا بابا خیر ہے۔
"معتقدانِ خاص ان بے تکی باتوں کے معنی
سمجھاتے تھے" کچھ سنا بھی حضور کیا ارشاد فرماتے
ہیں۔ باقر شاہ سے مراد ہے فرانکو یا شاید ترکی
انقلاب کی خبر ہے۔ مٹھائی کے ٹوکرے سے مراد
ہے فدائی انگک۔ یار اس وقت حضور قسطنطنیہ میں
ہیں۔ لے ہمارے تمہارے شرط رہی جو ترک فتحیاب
نہ ہوں تو ناک کاٹ بدتے ہیں۔ اس وقت اور
تاریخ کو یاد رکھنا کل پرسوں تک ترکی فتح کا تار
اخباروں میں شائع ہو جائے گا۔ جو شخص سجدے
میں گرا ہوا تھا بالکل بندۂ بے دام ہو گیا وہ
مسخرا اپنے دل میں سمجھا کہ حضرت کی نظر ہو گئی
"جا بابا خیر ہے بھلا ہوگا" حضرت نے مجھ ہی سے
کہا ہے۔ اس خوشی میں نقد جنس مٹھائی کھٹائی چل
ترکاری کا اٹم لگ گیا۔ یارو گھر پر ٹھٹھ لگا رہتا ہے۔
ہر چیز بے طلب حاضر۔ مگر واے ناکامی اس قوم کے
چلتوں سچ تو یہ ہے کہ ہم نے تخت خدائی پر لات
ماری۔

مرد تو خیر لیکن خوش اعتقاد عورتیں جب اردگرد
اس طرح سے جھرمٹ کر لیتی ہیں جیسے ریت رسم
کے وقت نوشاہ کو سسرال والیاں گھیرتی ہیں
اس وقت تخت شاہی اور بوریائے گدائی میں
کوئی فرق نہیں رہتا۔ ایک اپنے خاوند سے لڑتی
ہے اور شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کے
عرض کرتی ہے میاں! اب اسی لڑائی بھڑائی میں
زندگی بسر ہوگی یا کوئی وقت ایسا بھی آئے گا کہ
چین سے ہنسی خوشی عمر کٹے۔ آپ دعا کیجیے" دوسری
کا خاوند نکارہ رفتہ ہے یا وہ خود بانجھ ہے ہزارہا
منتیں مرادیں لیے ہوئے آتی ہے اور کہتی ہے
"میاں بچہ دو۔" "گود خالی ہے تمہارے دروازے
پہ آئی ہوں بھری لے کے جاؤں گی" تیسری سوت
کے جلاپے میں گرفتار آتے ہی شاہ صاحب کی
پھیلے ہوئے بوسہ طلب قدموں کی گٹھڑی پہ بکھرتی
ہے اُس کی مردمک چشم طفلِ اشک کو اس گٹھڑی
پہ پیشی کرانے لگتی ہے وہ رو رو کے کہتی ہے
میاں اس نگوڑی کے ایسے کلیجے میں پیپ پڑ گئی
اس موئی سے کسی طرح چھٹکارا کروا دو۔ کوئی ایسا
تعویذ دو کہ نگاختی ڈائن کو خون کے دست آنے لگیں۔
ہینگ لگ کے مرے۔ چڑیل کی کھٹیا بچھ جاتی
جائے۔ تو میرے دل کو چین آئے۔ میرے میاں
تمہاری زبان میں اللہ نے تاثیر دی ہے کچھ ایسا
کرو کہ اُن کا دل پھر جائے"

شاہ صاحب کا یہ حال کہ سنتے سب کی ہیں
جواب ایک کا نہیں دیتے کسی کی طرف نگاہ غلط
انداز سے دیکھا کسی کو خالی مسکراہٹ پر ٹالا کسی کی
طرف کنکھیوں سے دیکھ کے کہہ دیا "اللہ ہو جا فقیروں
کو حلوہ کھلا۔ میٹھی میٹھی مراد پائے گی۔ سیر بھر شکر
من بھر زعفران بیس قرابے کیوڑے گلاب کے۔
دشت تہامہ (نجد) میں قیس عامری کے شکار ہوئے ہو

نیا مذہب ایجاد کیا جس کی بنیو سیاسیات حال پر رکھی گئی تو بندے نے فوراً اپنی دعا کا رُخ بدلا اور قرآن کی تمام آیتوں کے مضائر حال کی پولیٹکل جد و جہد کی جانب پھیر دیے ترک موالات کی کئی ورسودہ آیت جسے کبھی قرآن والوں نے نگاہ بھر کے نہ دیکھا تھا ۔

پہلے پہل بندے ہی کی زبان سے سنی گئی یہ بات کوئی نئی نہیں ہے قرآن کے ساتھ اس قسم کا تمسخر اکثر ہوا ہے اُس کی آیتیں لوگوں نے فواحش میں بھی چسپاں کی ہیں مثلاً ابو نواس عربی شاعر کی ایک حکایت مشہور ہے کہ وہ ایک روز مکتب کی طرف سے گزرا ایک خوبصورت لڑکا دیکھا تو آپ نے فرمایا "تبارک اللہ احسن الخالقین" اس کے بعد لونڈے میں اور شاعر صاحب میں سوال جواب شروع ہوگیا [عہ] ۔ ابو نواس نے کہا "ہم اُس میں سے کچھ کھانے کا ارادہ رکھتے ہیں" لڑکے نے کہا "جب تک من الطاقی چیزیں (روپیہ) صرف نہ کرو اس وقت تک یہ تکو کا ری رسائی مشکل ہے۔"

یہاں ابو نواس کے پلّے ڈبل پیسہ نہ تھا جیب ٹٹول کے کہنے لگے "ہمارے اور تمہارے درمیان وعدہ رہا جس کی مخالفت نہ ہم کریں نہ تم کرو۔" لڑکے نے کہا "یوم الزینۃ (جمعہ) صبح کے وقت کا وعدہ ہے"۔ ابو نواس نے جمعہ تک صبر کیا۔ جمعے کے دن جو پہونچے لڑکا کھیل رہا تھا انھوں نے کہا "عہد کے پورا کرنے والے" غرض یہ کہ جلوت سے خلوت تک ایک امر ناجائز کے ارتکاب میں آیتیں صرف ہوتی رہیں۔ اور سوا آیت کے کوئی بُری بات زبان سے نہ نکلی فعل کا ذکر نہیں تم بندے کو بھی تھوڑی دیر کے لیے ابو نواس سمجھو اگر میں چاہوں تو اسی قسم کے واقعات بادشاہوں کے خلوت خانوں کے تمھیں سنا سکتا ہوں۔ میں نے پہلے ہی دفع دخل کر دیا ہے تاکہ معترضین تیغ زبان کو طعن و تشنیع کی سان نہ چڑھائیں۔ یا رو! ابو نواس کے فعل سے پولیٹکل امور زیادہ شنیع نہیں ہیں قرآن کی آیت کا محل ہماری نوک زبان ہے اور نوک زبان کی حرکت ہمارے اختیار میں ہے جس معاملہ میں چاہیں ہلائیں۔ کسی کے باپ کا اجارہ نہیں ۔ رہ گیا اپنے جائز کے سے پر جن میں ہزاروں فواحش بھرے ہوئے ہیں عارض کی آیتیں کسے سمجھ ہیں اُن کے فعل پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا تو بندہ کی اس حرکت پر آنکھیں کیوں نکلیں۔

آیات تو خیر رسُول اور اصحابؓ رسول کی سیرت و حدیث سے بھی بندے نے خوب کام نکالا۔ جس لیڈر سے خواہ وہ کیسا ہی فاسق و فاجر ہو کوئی فعل سرزد ہوا بندے نے فوراً اس فعل کی لو (معاذ اللہ) رسولؐ اللہ کے افعال سے ملادی۔ کسی لیڈر نے کوئی پولیٹکل مشورہ دیا اور اینجانب نے جھٹ حدیث سے اس کی تطبیق کردی۔ یہ دیکھ کے کہ آجکل امیر نجد کی طرف دنیائے اسلام کی رجحان رکھتی ہے بندے نے امیر نجد کی ذات مجموعۂ صفات کے چند مناظر وخصائل اپنی تقریروں تحریروں میں اس طرح (مجموعۂ صفات نہیں) واضح کر دکھلائے کہ دنیا اس کا کلمہ پڑھنے لگی مثلاً میں نے کہا ۔

"حضرت "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" خداوند عالم کا فرمان ہے کہ تمھارے خدا کے نزدیک وہی ذات زیادہ گرامی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یہ میں نے کیوں کہا؟ اس وجہ سے کہ پابندی شریعت تقوے کی دلیل ہے۔ ملک گیری کی ہوس میں غازی ابن سعود سے جو کچھ رطب و یابس جائز و ناجائز افعال سرزد ہوں وہ تمام حمایت شریعت مطہرہ کے ٹاپے کی آڑ میں چھپائے جاسکتے ہیں۔ ایسی حالت میں بندہ اس کی خس برابر پروا نہیں کرتا کہ اصل شریعت یا شارع علیہ السلام پر کوئی اعتراض وارد ہوتا ہے یا نہیں۔ میں اپنے مقصود کو نہایت شاندار مختصر الفاظ میں بیان کرتا ہوں کہ سننے والے پر وجد کی حالت طاری ہوجاتی ہے اور وہ جھومنے لگتا ہے اُس کے دماغ پر ایک کابوس کی حالت چھا جاتی ہے وہ ہرگز ان الفاظ کو بہ نظر تنقید نہیں دیکھ سکتا جو میری زبان سے نکلتے ہیں۔ پہلی نازیبا حرکت جو کسی فاتح کی جانب سے ظاہر ہوتی ہے اُس کا نام خونریزی ہے۔ قرآن پاک میں خون بہانے کی مذمت بہت کی گئی ہے۔ خلافت ارضی جب حضرت آدمؑ کے بارے نام کی گئی تو فرشتوں نے چھوٹتے ہی خدا سے دریافت کیا کہ کیا تو روے زمین پر اس شخص کو خلیفہ بنانے والا ہے جو فساد پھیلائے اور خون بہائے گا۔ یہی خونریزی ہے جو عرب کے آزاد ملک میں نہایت فیاضی کے ساتھ ہوتی رہتی ہے۔

طرفہ ماجرا یہ ہے کہ عرب میں غیر مسلم کا وجود نہیں۔ ایک مسلم کی تلوار ہمیشہ دوسرے مسلم کی گردن پر چلتی ہے ہمارا کام صرف نا ئل قاتح کی ثنا خوانی ہے مقتول اگر کلمہ گو ہے تو بلا سے مظلوم ہے تو بلا سے ہم کوئی قاضی نہیں ہیں مظلوم کے ساتھ ہمدردی بزدلوں کو ہونی چاہیے وہ عورتوں کی طرح آنسوے کھلائیں ہاے واے کریں اور خواہ مخواہ اپنا دل کُڑھائیں ایسا پھر اگیں ہم یہی کہیں گے۔ قربان قربان تھا رنثار اس تیغ عالم کش کے جس نے دشمنوں کے خون کا ایک قطرہ نہ چھوڑا۔ اے غازی ابن سعود تو آپنے شکست خوردہ دشمنوں کے ساتھ سختی ہے۔ اے طائف کے رہنے والو مبارک ہو! تمھارے دودھ پیتے بچوں کی گردنیں نہایت نرمی کے ساتھ تن سے جدا کی گئیں۔ انھیں اتنی بھی تکلیف نہیں ہوئی جتنی دودھ چھڑائی جانے میں ہوتی ہے۔ اے اہل طائف تمھارے کھڑے نابینا دست و پا شکستہ بڈھے اب کبھی وبال دوش نہ ہوں گے اب وہ جنت میں حوروں کے کندھوں پر چڑھے چڑھے گھومتے اور کھلی بازی کرتے ہونگے۔ وہ سرتا پا کٹر مسلمان وہ قرآن کریم کا مخلص علم بردار جس نے اپنی شجاعت و دلاوری کے ثبوت اُن شبخونوں میں جو کاروانوں پر کیے جاتے اور اُن قبائل کی جنگوں میں دیے جو شریف عرب کی زندگی کا خون حیات ہیں۔ تمھارا والی وارث حاکم علی الاطلاق ہوگیا ہے۔

عہ سوال [illegible] جواب عربی زبان میں ہوئے۔

عہ یہ عبارتیں منقول ہیں۔

جلد ۲۰ نمبر ۲۵

مضامین

(مورخہ ۵ اگست ۱۹۳۵ء)

علامہ تقطیع فہامہ

جناب مولانا پنچ!

آپ نے اس مادہ گور بافہ (مینڈکی) کی حکایت سُنی ہے جس نے گھوڑے کے نعل ٹھکتے دیکھ کر نعلبند کے سامنے پاؤں پھیلا دیئے تھے کہ میرے بھی نعل جڑ دے۔ بعینہ یہی حال ہمارے اکبر آبادی علامہ و فہامہ حضرت آ؟ کا ہے جو ؎

اس زعم میں کہ ہم ہیں کثیر التلامذہ
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

علاوہ شاعری کی تپ دق لاحق ہونے کے اب ہمارے علامہ صاحب کو تنقید کا مہلک مرض بھی ہوا ہے اور جہاں تک قرائن سے پتا لگتا ہے اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اودھ پنچ میں ڈاکٹر اقبال کے کلام پر جو عالمانہ تنقید ہو رہی ہے وہ ہمارے علامہ کے تلامذہ کی نظر سے گزری، اُنھوں نے اپنے اُستاد کو مجبور کیا کہ آپ بھی کلام اقبال پر تنقید کر کے استادی کی بانگی دکھائیں۔ لہذا شاگردوں نے جو اس طرح چنگ پر چڑھایا تو علامہ سیاب توپ گئے۔ غالبًا شاگردوں پر رعب جمانے کے لیے آپ نے ضرور کہا ہوگا کہ اجی تنقید اور اودھ پنچ؟ بھلا وہ تنقید کیا جانے لاؤ تو بال جبریل اد؟ دیکھنا کیسی قینچی تیز کرتا ہوں کہ سر دش سخن لنڈورا نہ ہو جائے جب ہی کہنا۔

غرض حضرت نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ پکڑ کے بال جبریل نوچ کھسوٹ شروع کر دی بال اکھڑا جائیں یا طرین جائیں۔ اقبال کا شعر ہے ؎

یوں داد سخن مجھ کو دیتے ہیں عراق و پارس
یہ کافرِ ہندی ہے بے تیغ و سناں خونریز

علامہ سیاب (بحوالہ احسان لاہور) فرماتے ہیں کہ "دوسرا مصرع قید وزن و بحر سے خارج ہے اور کچھ ایسا مبہم و مہمل ہے کہ باوجود کوشش اسے صحیح بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یعنی عراق و پارس کسی طرح بھی اس مصرع میں نظم نہیں کیے جا سکتے"۔

(۱) ہمارے علامہ صاحب کی پہلی بوکھلاہٹ تو یہ ہے کہ وہ "عراق و پارس" کو دوسرے مصرع میں دیکھتے ہیں حالانکہ وہ ہر دو لفظ پہلے ہی مصرع میں ہیں۔ خیر یہ تو اپنی اپنی نگاہ کی قوت ہے۔ آگے بڑھیے

(۲) معلوم نہیں کہ ہمارے علامہ فہامہ یہ کیا فرماتے ہیں کہ جو شعر مبہم و مہمل ہوتا ہے وہ "قید وزن و بحر" سے بھی خارج ہوتا ہے۔ اگر یہی بات ہے تو ہم چند مہمل مصرعے پیش کرتے ہیں اور سیاب صاحب کو یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ وہ قید وزن و بحر سے خارج ہیں ع

جام مے مزرع سیاب نے عمر نے سندیا
علم کفت زار دل سیاب بنا لوحے سرخ
فاطر فا تر سیاب تراوش کن گل

اب سیاب صاحب ہی فرمائیں کہ آیا مصرعہائے بالا باوجود مہملیت موزوں ہیں یا نہیں؟ تقطیع کر لیجیے۔

(۳) جب شعر اقبال کے موزوں ہونے کی سند میں خواجہ حافظ کا یہ شعر ؎

عراق و پارس گرفتی زشعر خود حافظ
بیا کہ نوبت فیرا ز و وقت تبریز است

پیش کیا جاتا ہے تو فرماتے کیا ہیں کہ "خواجہ حافظ کے شعر میں پارس کی ر اور س ساکن ہو کر وزن اور تلفظ میں آجاتا ہے اور ڈاکٹر اقبال کے مصرعے میں باوجود ساکن ہونے کے تقطیع سے قطعًا گر جاتا ہے"۔

اس عدیم المثال عروض دانی کی داد شاگردان سیاب کے علاوہ شاید ہی دوسرا دے سکے۔ یعنے ایک ہی لفظ ایک ہی طرح جب حافظ کے شعر میں پڑھا جاتا ہے تو وہ صحیح ہوتا ہے لیکن جب غریب اقبال کے شعر میں موزوں ہوتا ہے تو ناموزوں بن جاتا ہے۔ اب علامہ سیاب ایک شعر لگے ہاتھوں سعدیؒ کا بھی سن لیں جو گلستاں کے دیباچے میں ہے ؎

یارب ز باد فتنہ نگہ دار خاک پارس
چنداں کہ آب را بود و خاک را بقا

یہ شعر بحر مضارع میں ہے اور پہلے مصرعے میں اگر اس کی تقطیع "مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن" سے کی جائے تو "ر اور س" ہر دو حرف خارج از تقطیع ہوں گے اور علامہ سیاب اس شعر کو بھی غلط اور قید وزن اور بحر سے خارج کر دیں گے۔ اب حافظ کا یہ شعر علامہ پڑھیں ؎

بدہ ساقی مے باقی کہ در جنت نخواہی یافت
کنار آب رکنا باد و گلگشت مصلےٰ را

یہ شعر بحر ہزج میں ہے اور ہر مصرعے میں چار مرتبہ "مفاعیلن" ہے لیکن اس وزن سے مصرعۂ اول کے چاروں "مفاعیلن" (بدہ ساقی) (مے باقی) (کہ در جنت) (نخواہی یا) پر ختم ہو جائیں گے اور "فت" اس تقطیع میں نہ سما سکے گا۔ پس کہہ دیں گے علامہ سیاب کہ یہ بھی قید وزن و بحر سے آزاد ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اب مولانا اودھ پنچ سے دست بستہ ہو کر یہ پوچھا جاتا ہے کہ ایسے شخص کو کس جہت میں کس طرف سے علامہ کہیں جو عروض کے مبادی سے بھی واقف نہ ہو۔ ایسوں سے کہا گیا اور بار بار کہا گیا کہ آپ کو ایسا ہی شعر و سخن پر تنقید کا شوق ہے تو چند سال اودھ پنچ کو بغور مطالعہ فرمائیے اور دیکھیے کہ تنقید کیونکر ہوتی ہے اس کے بعد انشاء اللہ آپ کو وہ شرمندگی نہ اٹھانی پڑے گی جس کے شکار علامہ سیاب کے سے نقاد ہوتے ہیں۔ مگر اس میں ایک بڑی قباحت یہ ہے کہ استادی میں بٹا لگتا ہے۔ اور خود ساختہ علامہ ہونے کی دستار کے پیچ ڈھیلے ہوئے جاتے ہیں۔ فقط

عارف

بمبئی والا

مقراضِ دبارئہ بالِ جبریل

نمبر ۱

ارشاد ہوتا ہے ؎

بے حضوری ہے تیری موت کا راز
زندہ ہو تو تو بے حضور نہیں

اس میں "تو تو" کا پاس ہونا بہت لطف دیتا ہے یوں کہہ سکتے تھے "کہ ہو زندہ تو بے حضور نہیں"۔ مگر شاید فارسی کی مشہور مثل یاد آگئی "بہ سگ حضور بیہ از بیاد بر دوطہ" اور "تو تو" کرنے لگے۔

حضرتِ شاعر ہمیشہ "خود شناسی" کی جگہ "خودی" کا غیر معقول لفظ استعمال کرتے ہیں۔ جو اس مشہور قول سے "یعنی انسان اعرف نفسک فقد عرف ربک" ماخوذ ہے یعنے اگر انسان اپنے نفس کو پہچان لے تو خدا کو بھی پہچان لے گا۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں ؎

خودی میں گم ہے خدائی تلاش کر غافل الخ۔ بہرحال اصطلاح شعرا کو ستیاناس فرمانے میں باک نہیں۔ فرماتے ہیں ؎

تو ہما کا ہے شکاری ابھی ابتدا ہے تیری
نہیں مصلحت سے خالی یہ جہانِ مرغ و ماہی

عجب گڑ بڑ شعر ہے۔ دوسرا مصرع پہلے مصرعے سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتا۔ فرض کیجیے "جہانِ مرغ و ماہی" سے خشک و تر عالم کا مقصود ہے تو پھر مصلحت اور شکار ہما کے مدرسے کا مبتدی ہونا اس سے کیا تعلق رکھتا ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے ؎

تو عرب ہو یا عجم ہو ترا لا الٰہ الا
لغتِ غریب جب تک ترا دل نہ دے گواہی

دوسرے مصرعے میں "غریب" کے بعد "سے" ہے، شکار ہما کے ساتھ شکار یعقاب کی مشق کرنی روا نہ ہوگیا۔ ایسی غلطیاں صد ہا جگہ سرزد ہوئی ہیں مثلاً نا زیبا فکِ اضافت اس شعر میں ؎

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ

چاہیے تھا صدائے "لا الٰہ الا اللہ"۔ یہ ہر زبان کہلاتا۔ فرماتے ہیں ؎

فلک نے اُن کو عطا کی ہے خواجگی کہ جنہیں
خبر نہیں روشِ بندہ پروری کیا ہے

یہ شعر برا نہیں مگر قافیہ کے خیال سے دوسرا مصرعہ ماخوذ ہے "کہ خواجہ خود روشِ بندہ پروری داند" اور پورا خیال غالباً قاآنی کی پریشان کی ایک حکایت ہے۔ ایک گدائے خدا پرست اتفاقاً شاہی خزانے کی طرف سے ہو کے گزرا کیا دیکھتا ہے کہ شاہی فوج کے چند سپاہی زرق برق وردی پہنے چرمرکرتے آئے اور تھیلیوں میں اشرفیاں بھر کے لے گئے۔ دربان سے پوچھا "یہ کون لوگ ہیں" اس نے جواب دیا۔ "بندگانِ شاہی" سائیں نے یہ سنتے ہی آسمان کی جانب منہ اٹھایا اور فرمانے لگے "خدایا تو روشِ بندہ پروری نہیں جانتا۔ اس بادشاہ سے سیکھ لے"۔ حکایت بھی مشہور ہے لہٰذا شعر دل سے اتر گیا۔ اسی نظم میں ایک غیر مطابق للواقع شعر بھی ہے ؎

سمن بنابر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۱۵ سنہ ۱۹۳۵ء

بعدالت منصفی بحکم جناب ٹھاکر بریش چندر سنگھ صاحب بہادر بی۔ اے ایل ایل۔ بی منصف پیلی بھیت ضلع پیلی بھیت

لالہ بینی رام ولد الہجن لال قوم ویش ساکن قصبہ سہور ضلع پیلی بھیت۔ رام لال ولد لالہ بینی رام قوم ویش ساکن قصبہ سہور ضلع پیلی بھیت

بنام

امکار سنگھ ولد گو رویل قوم ٹھاکر ساکن موضع رسولا منظور کلی پرگنہ پوایاں ضلع شاہجہان پور مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت ادعا رکے دائر کی ہے لہٰذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۲۰ ماہ اگست ۱۹۳۵ء وقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جواب دہی دعوے کی کریں۔ اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ اپنی جواب دہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش کریں۔ آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۳ ماہ جولائی ۱۹۳۵ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سمن بنابر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۱۵ سنہ ۱۹۳۵ء

بعدالت منصفی بحکم جناب ٹھاکر بریش چندر سنگھ صاحب بہادر بی۔ اے ایل ایل۔ بی منصف پیلی بھیت ضلع پیلی بھیت

لالہ بینی رام ولد لہجن لال و رام لال ولد بینی رام قوم ویش ساکنان قصبہ سہور ضلع پیلی بھیت مدعیان

بنام

کنور گرام سنگھ ولد جگ بیغی سنگھ قوم ٹھاکر ساکن موضع گوری تحصیل محمدی ضلع کھیری پور کھیری مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت ادعا رکے دائر کی ہے لہٰذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۲۰ ماہ اگست ۱۹۳۵ء وقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جواب دہی دعوے کی کریں۔ اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے۔ پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ اپنی جواب دہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش کریں۔ آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۳ ماہ جولائی ۱۹۳۵ء جاری کیا گیا

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

حکم قرار دیے جانے دیوالیہ

(دفعہ ۲۷۔ ایکٹ ۵ سنہ ۱۹۲۰ء)

بعدالت جناب مولوی احمد کریم صاحب بہادر جج خفیفہ لکھنؤ

درخواست دیوالیہ نمبر ۷ سنہ ۱۹۳۵ء

بمقدمہ قرار دیے جانے دیوالیہ مسمی (۲) ۔ ایس۔ ڈکروز ولد میجر اے۔ ڈکروز نمبر ۲ لوکو کوارٹرس چار باغ لکھنؤ دی سائیس۔ ڈکروز کی درخواست دیوالیہ مورخہ ۹۔ اپریل ۱۹۳۵ء کو پڑھنے اور فریقین کے بیانات کو سننے کے بعد یہ حکم دیا جاتا ہے کہ مدیون مذکور دیوالیہ قرار دیا گیا اور وہ ۶ ماہ کے اندر اپنی درخواست بریت گزرانے۔

المرقوم ۲۴۔ جولائی ۱۹۳۵ء

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

نغمۂ روغن قاز

میاں چیتے ہیں۔ بھیا چیتے ہیں۔ تم بہادر۔ تمھارے باپ بہادر۔ رے گا نا سنو۔

مورے دولے کی ترچھی نجریا کجریا بن تاہیں دیکھوں رَسے"

اسی خطا سے عتاب ملوک ہے مجھ پر
کہ جانتا ہوں مآل سکندری کیا ہے

اُن ملوک سے تو ہم واقف نہیں جن کا عتاب ہمارے شاعر پر ہے۔ ہاں جانتے ہیں کہ عتاب نہیں عنایت اس حکومت کی شاعر صاحب پر آج تک ہوتی رہی۔ ایک شاعر کا "سر" ہو جانا یا وصف کیجئے یوان حکومت میں زبان کھول کے اُس نے کوئی عمدہ نمونہ فصاحت و بلاغت کا بھی نہیں دکھایا یہ تھوڑی عنایت نہیں۔ اب اور کیا درکار ہے جسے کا شکایت ہو رہی ہے۔

ایک شعر میں حضرت میر کارواں کے لیئے رخت سفر تجویز فرماتے ہیں ؎

نگہ بلند، سخن دل نواز، جان پرسوز،
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

"رختِ سفر بستن"، ایک فارسی محاورہ ہے جس کے معنے ہیں سفر کے لیے "بستر باندھنا" یا تیار ہونا یہ بستر ہے کن چیزوں سے مرتب ہے جو پہلے مصرعے میں مذکور ہیں۔ یعنی اونچی نگاہ۔ دل موہ لینے والی باتیں۔ جلی جلسی جان۔ یہ چیزیں رخت سفر تو ہو نہیں سکتیں اس کے علاوہ صرف میر کارواں ہی کے واسطے یہ سامان درکار نہیں لہٰذا تخصیص بیکار ہوئی۔ ہائے قافیہ کی خوشامد میں شاعر کو بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔ پھر بھی ناکامی ہوتی ہے تو گردن نیچی کرنی پڑتی ہے۔ رختِ سفر سے زادِ سفر پھر کسی قدر (نہ بالکلیہ) غنیمت تھا۔ اس کے آگے کا شعر بھی عجب معلق شعر ہے نہ زمین کا نہ آسمان کا۔ گونگے کا اشارہ ہے کہتے ہیں ؎

ذرا سی بات تھی اندیشۂ عجم نے اسے
بڑھا دیا ہے فقط زیبِ داستاں کے لیے

واہ کیا تاگھانی آفت ٹپک پڑی ہے۔ پوچھیے اندیشۂ عجم نے کسے بڑھایا؟ اضمار قبل الذکر اسی کا نام ہے۔ بے جوڑ فقرے جو کہ اگر اپنی معنوی خدا رسیدگی کی نمائش میں بکتے اور رجال مرید اُس کے معنی پہنانے میں ایسے ہی ہو سکتے ہیں۔ "گھنڈ گھمٹ میں پرگھٹ لگ رہی ہے۔" کچھ کہتے ہیں۔ کچھ کہدیں گے چھپکلی کے پیٹ سے رات

[illegible]

تو ہوتے بھی ہیں۔ اروی آسمان پر کھروا تالج رہی ہے"

ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ شعر اپنے سابق شعر سے لاحق ہے ورنہ سوچئے کہ "نگہ بلند" کوئی چھوٹی سی بات تھی جسے اندیشۂ عجم رائی سے پہاڑ بنا دیا۔ یا سخن دل نواز یا جانِ پرسوز۔ بہرحال عجموں پر عجیب و غریب الزام ہے یا شاید "شاہنامہ" مرکز خاطر جناب شاعر ہو جس میں ہفت خوان کا قصہ رستم کی داستان۔ افراسیاب کی لڑائیاں۔ اکوان دیو کی کشتی۔ منیژہ اور بیژن کی آشنائی سب ہی کچھ ہے۔

ایسے اشعار جو سمجھنے والے کے رحم پر زندہ رہیں "شعر" کے لقب سے یاد کیے جانے کے قابل نہیں۔ نہ ایسی شاعری جس میں "اتنا اتنا انڈا کا بچہ" پوچھا جائے اور جواب ملے "آل کا بچہ" شاعری سے علاقہ رکھتی ہے۔ شاعر دام اقبالہ واقعی جبریل ہی سے گفتگو فرما رہے ہیں۔ ما و شما کو حق اس میں دخل دینے کا نہیں۔ (باقی آئندہ)

راقم

ادبار الشعرا

اصلاحی پھندا اور افیون کی چڑیا

ابی آغا پنچ!

آپ نے ایک حکایت سنی ہوگی کہ ایک صاحب نے جال تہِ خاک نہاں کیا اور پر سے دانہ بکھرا بیچاری چڑیا دانہ دیکھ کے گری دو چار دانے جو پنچ سے اٹھائے اور جال سے پوچھا کہ بھائی یہ خاکساری کیسی جال نے کہا تواضع اور انکسار عبادت گزاروں کا شیوہ ہے پھر استفسار کیا کہ یہ دانہ کیوں بکھرا ہے وہ بولا یہ وظیفہ اللہ کے فقرا کے واسطے ہے۔ اتنے میں شکاری نے ڈوری کھینچی بی چڑیا کی ہنڈیا بعنیسی دم خفا ہوا آواز حزیں فریاد کرنے لگیں کہ اے میاں جال اگر عابد و زاہد اسی طرح بیچارے جانوروں کا گلا گھونٹتے ہیں تو سلام ہے ایسی عبادت کو۔

سنتے ہیں کہ ہمارے صوبے میں افیم کے متعلق نیا قانون جاری ہونے والا ہے۔ اس قانون کا جملہ اخباری کالموں میں جب سے پڑھا ہے آغا (اُفیفا) کی جان کی قسم دل اس طرح تڑپ رہا ہے جیسے بن پانی کے مچھلی تڑپتی ہے یا بغیر افیم کے افیمی۔ غضب خدا اول تو افیم کے لیے قید لگائی گئی کہ اس مقدس کالے دھن کی سوداگری عام طور پر نہیں ہو سکتی اسے بیچ کے ہم ہی ثواب کمائیں گے اور چینیوں کو جنت اعلیٰ کی سیر کرائیں گے۔ پھر جب انھوں نے اس کالی ہائی کے وصل سے انکار کر دیا تو محکمہ کو ہوا خسارہ اور خسارے کی خانہ پُری کرنے لگے بڑھتے دام بڑھا گئے۔ بارہ سے سولہ ہوئے سولہ سے بیس بیس سے چوبیس۔ اب سنتے ہیں اسّی بلکہ شاید نوّے روپیہ سیر بھاؤ ہوگا۔ عام ٹھیکے توڑے گئے سرکاری ٹھیکہ دار مقرر ہوئے۔ جس نے حاکم ضلع کی خوشامد کی اسے ٹھیکہ مل گیا۔ خیر یہ بھی ہوگا۔ سرکار کو اختیار ہے۔

بھاؤ بڑھنے سے یہ تو ہوا نہیں کہ لوگوں نے افیم کھانی چھوڑ دی ہو۔ مگر بیچارے افیمی غریب تو یوں ہی تھے اب فقیر ہوگئے۔ دنیا پر خدا جانے کیا سڑی پن سوار ہے کہ مارے اخلاقی اصلاح کی ماتا کے مری جاتی ہے۔ ہائے ہائے ستم ہوگیا۔ افیم کی عادت بُری ہوتی ہے۔ جرأت و مردانگی جاتی رہتی ہے بھوک نہیں لگتی۔ آدمی بیکار ہو جاتا ہے اونگھنے لگتا ہے —

صاف نہیں رہتا۔ بات ننی ہو جاتا ہے۔ اسے موقوف
کرو۔ اس کی تجارت پر قیدیں بڑھاؤ یہ کرو وہ کرو۔
اس وقت ہر ایک شخص کی زبان کو کوسنے لگی کوئی
انگریزوں سے پوچھے منھ نہ بولا کہ افیم وہ ہے جو زبان
رہنا سکھاتی ہے۔ جو آپس میں ہمدردی کا سبق پڑھاتی
ہے۔ جو لڑائی بھڑائی دنگے فساد سے دور رکھتی ہے۔
یہی ہے جو زندگی بڑھاتی ہے۔ نزلہ کی بیماری
سے بچاتی ہے۔ ڈھن کا پکا بناتی ہے۔ ریح دفع کرتی
ہے۔ طاقت اور بلاغت پیدا کرتی ہے دو ہزار
بیماریوں میں سے انیس سو بیماریوں کا علاج ہے۔
جی نہیں وہ اخلاقی عبادت کا جال جو خاکساری
و انکسار کا وعظ کہہ رہا تھا بھلا اس کے آگے کس کی
مجال تھی کہ چوں چرا کھولتا۔ غرضکہ ماجرا یہ کہ اب افیم کے
خریدار نہ ایرانی ہیں نہ چینی۔ جو ہندوستانی عادۃً
کھاتے تھے وہ بھی کچھ مر کھپ گئے کچھ اللہ رکھے
رہتی دنیا تک بچ گئے ہیں تو اب اُن کے بچنے کی بھی
کوئی امید نہیں۔ کیا معنی کہ نیا قانون جو خدا نہ کرے
جاری ہوا تو ان بیچاری غریب پردہ نشینوں کا بھی ناک
میں دم کر دے گا جو افیم ہی کے بھروسے پر زندہ ہیں
[illegible]
اتاری باسی روٹی چٹنی سے کھائی۔ ڈلی تمباکو کھائی تھی
سوئی ہاتھ میں پکڑ کے چکن کا تھان کاڑھنے لگیں تمام
تک چار آنے کی مزدوری کر لی۔ بھلا نعیم افیم کے سہارے
کے یوں دن بھر کی آنکھیں گڑو کے سے تو سہی جو
چار دن میں دیدے پٹم نہ ہو جائیں تو ہم جھک کے
سلام کریں۔ افیم کھانے والا آنکھوں کی بیماری سے
تو سو فی صدی محفوظ رہتا ہے میری جان آنکھیاں
بڑی نعمت ہیں۔ بھلا ان بیچاریوں کا کون ہے جو
کچہری میں درخواست دے کے اُن کا نام افیم
کھانے والیوں میں لکھوائے گا اور سرٹیفکیٹ یا سند
مانگے گا۔ اور ایک تہ کسی کی منت خوشامد کر کے
سند افیم کی خریداری کی حاصل بھی کر لی تو اُس کاغذ کے
پرزے کی حفاظت کس طرح ممکن ہوگی۔ اُن کی جان
ابھی تو افیم کی ڈبیا میں اٹکی رہتی ہے پھر اس کاغذ میں
لٹکی رہے گی۔ یک نہ شد دو شد۔ اللہ ورغن کیجیے کہ
وہ کاغذ کھو گیا۔ اب انگڑائیوں پہ انگڑائیاں جمائیوں
پہ جمائیاں آ رہی ہیں۔ آنسو بہہ رہے ہیں۔ ہاتھ پاؤں
ٹوٹ رہے ہیں۔ دست آ رہے ہیں جب تک دوسرے
کاغذ کا بندوبست ہو اس وقت تک اُن کی جان تو
خدا نخواستہ سدھارے گی۔

کہو آنغا نیچ یہ کوئی اچھا قانون ہے؟۔

جانے دو بڑھیوں ٹھڑیوں کو۔ ایک غریب ماما کو لو
جس نے سال پیچھے ایک بچہ جننے کا معمول کر لیا ہے وہ
کرتی یہ ہے کہ بچے کو خوش مزاج رکھنے کے لیے چٹکی برابر
افیم کھلا دیتی ہے اور دن بھر اپنے کام کاج میں لگی رہتی
ہے۔ اس غریب کا نباہ کیونکر ہو گا۔ وہ تو بغیر بھیک
مانگنے کے دوسرا کام کر ہی نہیں سکتی۔ بیوہ بھی ہے۔
لاوارث بھی ہے۔ پھر گداگری پر بھی سنا ہے کہ پہرا
بیٹھنے والا ہے۔ اب کہو وہ کیا کرے گی۔

یہ بھی نہ سہی۔ فرض کرو کسی کی آنکھیں آئی ہیں تا
ابلی آئیں سب جانتے ہیں کہ افیم، سوت، زعفران

سمن واسطے قرار داد امور تنقیح طلب

نمبر مقدمہ ۹

بعدالت جناب بابو ترجن لال صاحب ٹنڈن آنریری اسسٹنٹ کلکٹر بہادر
درجہ اول ضلع کھیری لکھیم پور

بابا سنت سرن داس چیلہ بابا ہری داس فقیر نانک شاہی ساکن بارو
حال قصبہ کھیری پرگنہ و ضلع کھیری مدعی

بنام

بابا سرنگ داس چیلہ بابا ہری داس فقیر نانک شاہی ساکن حال
شہر لکھنؤ محلہ چوپٹیاں سنگت نانک شاہی متصل مندر [illegible]
لکھنؤ پرگنہ و ضلع لکھنؤ مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت دعوے [illegible]
[illegible] دفعہ ۱۰۰ (۱۵) ایکٹ لگان اودھ کے دائر کی ہے
لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۳۔ ماہ اگست ۱۹۳۵ء
بوقت ۱۰ بجے دن کے بمقام لکھیم پور اصالتاً یا معرفت وکیل
کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو
اور کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے
ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے
حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور تم کو لازم ہے کہ
اسی روز جملہ دستاویزات پیش کرو جن پر تم بتائید اپنی
جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو۔
تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے
تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔
بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۵۔
ماہ جولائی ۱۹۳۵ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت　　　دستخط حاکم بخط انگریزی

پھٹکنے چھوٹی بڑی کا لیب ایک ہے ۔ بیچ کی ماں غریب آدمی رات کو افیم کیونکر پیدا کر سکتی ہے ۔ ڈپٹی کمشنر کے بنگلے پر بھیک مانگے بھی افیم نہیں مل سکتی ٹھیکے رات دن کھلے نہیں رہتے ۔ سارٹیفکٹ اُس کے پاس نہیں اس لیے کہ وہ افیم کھانے کی عادی نہیں ۔ اسپتال بھی بند اور کھلے بھی ہوں تو بچے کا لے جانے والا کون ہے ۔ لے جانے والا بھی میسر ہو تو ایک دن دو دن آخر کب تک ۔ یہ بھی ممکن ہو تو اسپتال کی دواؤں پر اعتبار کسے ہے ۔ بس اک ذرا سی قید لگا دینے سے بچہ رات بھر پھڑکے گا ۔ اور چار آنے کھار لو کو دست کے تھانے پر یا ڈپٹی کمشنر کی کوٹھی پر بھیجیے کی افیم کا پروانہ لینے جانا پڑے اسے ولد رست خاکی حابر کیا خوب گلا گھونٹا ۔

اس پر بھی جال کی طرح خاک ڈالو اب خیال کرو کہ راستے میں کسی مسافر کے پاؤں میں چوٹ آجائے اپنا بلدی چونا اور افیم کا مرکب چوٹ میں تسکین کے لیے ٹھنکر آئی وین کا باپ ہے ۔ مگر افیم تو سرخ گندھک کی طرح نایاب ہے کہاں ملے ۔

اسے بھی جانے دو یونانی طبیبوں کی سیکڑوں معجونوں اور نسخہ دوں میں افیم ہوتی ہے جیسے برشعثا وغیرہ ۔ ان بیچاروں نے کون سا اخلاقی جرم کیا ہے جو دوا میں ڈالنے کے لیے افیم کی بھیک مانگیں اور افیمیوں میں اپنا نام لکھا کے سارٹیفکٹ لیں تب مرتے ہوئے مریض کے حلق میں دوا پہونچے ۔ ضعف معدہ کے اکثر مریض ۔ نوازل کے جملہ مریض خصوصاً وہ جن کا مرض دائمی ہوتا ہے افیم سے اچھے ہوتے ہیں اور اور ہرگز انھیں عادت نہیں پڑتی نہ افیمی ہو جاتے ہیں نہ اونگھتے ہیں ۔

کیا ایک عالی پایہ حکیم کچہری میں یا تھانے پر ہاتھ میں اس مضمون کی درخواست لیے ہوئے حاضر ہوتا اور حضور صاحب کی خدمت میں التماس کرنا گوارا کرے گا ؟ (یہ بات مشہور ہے کہ تھانے پر اگر زمیندار کی کے پیے بھی کوئی جائے اور پوچھے کہیے منشی جی مزاج کیسا ہے تو آنکھیں نکال کے فرماتے ہیں " کچھ لائے ہو پابند کروں حوالات میں) ۔

" خداوند نعمت (یا جناب عالی) گزارش فدوی کی یہ ہے کہ دو ماشے افیم کی سائل کو بغرض علاج بشدت ضرورت ہے مبلغ ایک روپیہ حاضر خدمت ہے ، براہ نوازش خاوندانہ ، ازخزانہ افیون کو اجازت دی جائے کہ وہ افیون مذکور عنایت کرے ۔ فدوی بحلف شرعی و قانونی اقرار کرتا ہے کہ عادی افیونی ہونے کے جرم سے بری ہے "

درخواست پر ٹکٹ آٹھ آنے کا چسپاں ہے ۔

فدوی ستو انجما

عبارت تصدیق آنریری مجسٹریٹ ۔

میں تصدیق کرتا ہوں کہ سائل کی ہفتاد پشت میں کوئی افیم کا عادی نہ تھا نہ ہے اور نہ ہوگا ۔

سرخ دستخط بینک بہادر آنریری مجسٹریٹ

فرض کیجیے کہ تھانیدار یا مجسٹریٹ صاحب نے لکھ دیا " سررشتہ سے کیفیت طلب ہو ۔ اور پھر یہ درخواست بغرض تحقیقات ضروری ایک سی آئی ڈی کے گرگے کے سپرد کی جائے وہ حکیم صاحب کے پاس آئے اور کہے ۔ کیوں جناب ! آپ ہی نے دو ماشے افیم کی درخواست کی تھی ؟ ۔ اقراری جواب سننے کے بعد دھونس ڈالے کہ وہ دوا کی شیشی دکھائیے جس میں افیم ڈالی جائے گی ۔ حکیم صاحب شیشی دکھائیں اور شیشی کی طرح منہ کھول رحم طلب نگاہوں سے تفتیش کنندہ کو دیکھیں ۔ تو اس کا نتیجہ ؟ وہی ! ۔ " تریاق نہیں تا تریاک از بنگالہ حاکم آوردہ شود بیچارہ بیمار خوردہ بردہ شود "

کون ہے جو ان غریب افیمیوں کی حمایت کرے ۔ آہ کیسا مرنجان مرنج فرقہ ہے ۔ کاش پنجابی ہوا یہاں چل جاتی لوگ گولیوں پر گولیاں کھاتے مگر افیم کی گولی ہاتھ سے نہ چھوڑتے ۔

آخر اس بیکار کے اہتمام سے فائدہ ؟ جو ایسی ہی رعایا کے اخلاق کی ماما حکومت کی گھیلن میں پھڑ پھڑا رہی ہے تو نوجوانوں کو رنڈی بازی سے روکے سوزاک آتشک سے اُن کی دنیا کی جڑ بچائے تیزابوں کی فہرست بنوائے اُن پر بندلیبدی کرے ۔ ایسپرین اور فیناسیٹین جو عام طور پر بکتی ہے اور زیادہ کھا جانے پر قبر کا منہ دکھاتی ہے اس پر قرق بٹھائے ۔ گھوڑدوڑ میں آگ لگائے سینما اور تھیٹر میں بم نکا ڈالے ۔ رشوت کی مصیبت سے غریبوں کو نجات دلائے اس کے قانون کو سخت بنائے صحت کی حفاظت کی نگرانی فرمائے کہ گلیوں راستوں میں ناک نہیں دی جاتی ۔ یہی نہیں چائے کی سوداگری موقوف ہونی چاہیے اس لیے کہ ذیابیطس کی یہی جڑ ہے ۔ جب چائے کا رواج نہ تھا تو ذیابیطس کا نشان نہ تھا ۔ پیپے کا پانی موقوف کرے جب سے پیپے کا پانی نکلا ہے پیریا کی بیماری ہر گھر میں موجود ہے ۔ جس زمانے میں یہ خلقی خلقی داخلی خارجی بیماریاں نہ تھیں اُس وقت عمریں زیادہ ہوتی تھیں ۔ اللہ اللہ سو سو برس کے افیمی بغیر لاٹھی لیے کوسوں
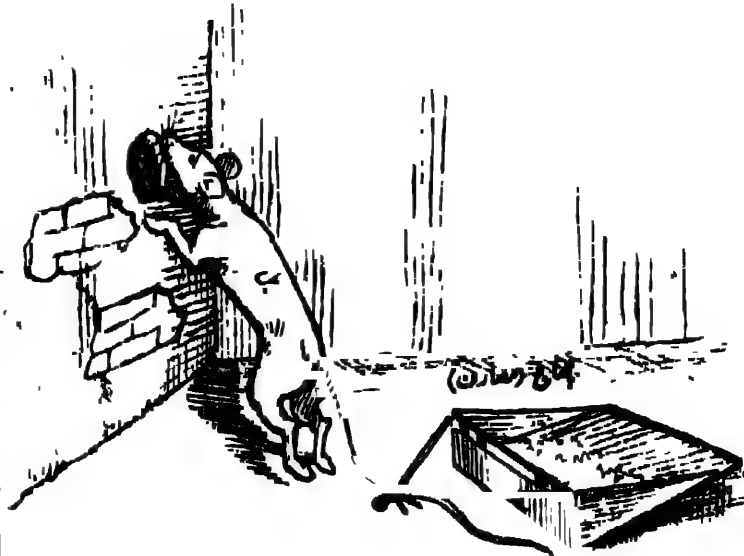
پیدل چلے جاتے تھے۔ آنکھوں میں عمر بھر روشنی رہتی تھی۔ بال سیاہ رہا۔ دانت مسوڑھوں میں چپک جاتے تھے مگر سڑنے گلنے ٹوٹتے نہ تھے۔

اب کہاں تک کسوں میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ آخر اس نئے قانون کی ابھی پیٹ ہی میں سے پیدا نہیں ہوا ضرورت ہی کیا ہے۔ جو قاعدے اب جاری ہیں ان میں کیا خرابی ہے۔ جدید قانون سے جو جینیا چھوٹے چھوٹے لڑکوں مصیبت زدہ چار دیواری میں بیٹھنے والی بے وسیلہ عورتوں یا بیماروں میں پیدا ہوگی کیا ان کی رعایت حکومت پر فرض نہیں ہے۔ اگر ہر شہر میں یا ہر ضلع میں اس قسم کے قاعدے ایجاد کرنے کا حق حاکموں کو ہے۔ تو پھر رہی بات۔ اگر رعایا کی فلاح رفاہ کے اندیشے سے حکومت دُبلی ہوئی جاتی ہے اور تمام دنیا کی خرابیاں اکیلی افیم ہی میں ہیں تو زنا کا دو کا خفتنہ کر دیا جائے آتشکیوں کے ذیل میں بچکاریاں چلا دی جائیں کہ پھر نہ رہے بانس نہ بجے بانسلی۔ اس کے بعد افیم کی کاشت موقوف ہو اور ٹھیکہ توڑ دیا جائے۔ بس ہم خوش ہمارا خدا خوش۔ مگر تجارت اور زر نقد کا معاملہ ہے بھلا حکومت ہماری کیوں سننے لگی تھی۔

مراقـــــــــــــــب

قانون جہان بیگم

المختصرات

صاف صاف

اودھ پنچ اب انھیں قدردانوں کی قوت پر چل رہا ہے جو ان کلجر ادبیات کا ذوق اور ان کی اصلاح کی ضرورت محسوس کرتے ہیں یا ظرافت میں بھی ملکی سیاسی اور اخلاقی فوائد محسوس ہیں۔ ایسے حضرات کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ عین وقت پر اگر انھوں نے اپنی مدد سے اودھ پنچ کو محروم رکھا تو ساٹھ سال کے حقوق خدمت ضائع کر دیے۔ ہر ماہ میں سو یا اس سے کچھ کم قدردانوں کی مدت خریداری ختم ہوتی ہے۔ خط کتابت میں دیر لگتی اور وی پی واپس کیا تو پھر مرے کو ماریں شاہ مدار کی مثل اصل ہو جاتی ہے۔ لہذا جب دفتر سے اطلاعی خط ختم مدت کا پہونچے اور آپ کو اودھ پنچ سے نفرت

سمن واسطے قرار داد امور تنقیح طلب

نمبر مقدمہ ۶

بعدالت مال اجلاس جناب تحصیلدار صاحب بہادر اترولہ ضلع گونڈہ

وقف علی الاولاد تولیت میاں بخش خان قوم پٹھان ساکن و زمیندار موضع چمرو پور پرگنہ و تحصیل اترولہ ضلع گونڈہ مدعی

بنام

عطاء اللہ خان وغیرہ مدعا علیہم

بنام حمید اللہ خان ولد محمد رضا خان قوم پٹھان ساکن اٹئی سیدہ پرگنہ اترولہ و مساۃ جمیل النساء و مساۃ ربیع النساء و مساۃ وکیل النساء دختران منشی عبد الحلیم صاحب وکیل و مساۃ نظام بی بی زوجہ محمد یوسف ساکنان قصبہ اترولہ خاص پرگنہ اترولہ و مساۃ اچیرن بی بی زوجہ محمود حسن خان و مساۃ بشیراً بی بی زوجہ محمد نصیر خان ساکنان موضع دھن گھٹا پرگنہ بلرامپور تحصیل اترولہ ضلع گونڈہ مدعا علیہم

ہرگاہ کہ مدعی نے تمھارے نام ایک نالش بابت بقایا مالگزاری حصہ ... محال حسین بخش خان پرگنہ اترولہ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۱ اگست ۱۹۳۵ء بوقت ۱۰ بجے دن کے بعدالت تحصیل اترولہ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی آگاہ کیا گیا ہو اور کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب اپنے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور تم کو لازم ہے کہ اسی روز جملہ دستاویزات پیش کر دو جن پر تم بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو۔

تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمھارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۳۰ ماہ جولائی ۱۹۳۵ء جاری کیا گیا۔

(دستخط حاکم بخط انگریزی)

مہر عدالت

بیدا ہوگئی ہو تو بعد ختم مدت پہلا ہی پرچہ ڈاکیے کے منھ پر مار دیجیے کہ "دفع ہو جا ... واپس" اور اسی تاریخ لکھ دیجیے کہ خبردار اب نہ بھیجنا (دستخط) اس طرح آپ ماخوذ الذمہ نہ ہوں گے اور ہم زیرباری سے بچیں گے۔ ادھر دو پرچے اڈیٹر کی بیماری کی نذر ہوئے۔ یہ دو ہفتے میعاد خریداری میں بڑھا دیے جائیں گے۔ اگر یہ نہ کیا اور سال دو سال بھلا دے میں رکھا (جیسا کہ متعدد مہربانوں کا دستور ہے) تو ..... میاں صبح ہو جائے گی اور آپ کا بھرم غائب۔ والسلام۔

سب کچھ بیماری کے حوالے

کئی روزنامے اور کئی ماہوار پرچے بغرض نقد و تبصرہ موصول ہوئے ہیں۔ عدم التفات کا موجب بیماری رنجوری ہے۔ واللہ غرور و تکبر نہیں کرتے۔ غرور ہو تو کس بنا پر۔ نہ ہر دلعزیزی حاصل ہے نہ تمول۔ چھ صد خریدار ہیں اور چند کچہریاں مہربان ہیں جو ہفتہ وار سمن بھیجا کرتی ہیں۔ بس اتنی سی بات ہے۔ اب کسی قدر مزاج بغاوت سے روگرداں ہوا ہے انشاء اللہ دیکھا جائے گا۔ فقط

دی مسلم ریویو

مسلمانوں کا واحد انگریزی تبلیغی ماہانہ رسالہ ہے جس میں مشاہیر ملک کے تحقیقی مضامین حمایت اسلام اور رد غیر اسلام کے متعلق لکھے جاتے ممالک یورپ، امریکہ، افریقہ، آسٹریلیا، ممالک الغیاح ... میں شائع ہوتے ہیں۔ فرقہ وارانہ مباحث اس میں نہیں ہوتے قدیم اسلام کی خدمت کرنا اس کا مقصد اعظم اور نصب العین ہے لہذا تمام لائبریریوں کو صرف ایک روپیہ سالانہ روانہ کرنے پر رسالہ مفت دیا جاتا ہے۔ اسکی سالانہ قیمت صرف للعہ ہے۔ تمام ہمدردان اسلام قدیم کو اسکی سرپرستی کرنی لازم ہے۔

منیجر دی مسلم ریویو لکھنؤ

اعجازی اخبار

"پٹنہ ٹائمز" پٹنہ

بہار کی جماعت ... کی زبردست آواز ہے اور ... سے خدمت کر رہا ہے۔ اگر آپ دلچسپ و مزاحیہ مضامین اور ہر طرح کی خبروں سے واقفیت رکھنا چاہتے ہیں تو آج ہی خریدار ہو جائیں اور ایک ماہ تک اپنی قابلیت کا اندازہ لگائیں۔

سالانہ قیمت صہ طلباء سے للعہ

قیمت فی پرچہ ار

منیجر

انمول ادبی جواہر

منتخبات مضامین اودھ پنچ

من ابتداء سنہ ۱۹۱۲ء لغایت سنہ ۱۹۳۲ء

چار حصوں میں ادبی اصلاحی اخلاقی سیاسی مضامین

بے نظیر علمی اور عقلی فوائد رکھتے ہیں جن کی نظیر آپ کو اردو کے خزانے میں نہ ملے گی۔ یہ انسان کو مضمون لکھنا سکھا دیتے ہیں۔ اب تک چار حصے تیار ہوئے ہیں۔ قیمت فی حصہ ایک روپیہ آٹھ آنے۔

یہ مضامین بطور ضمیمہ چار سال سے اودھ پنچ کے ساتھ ہفتہ وار شائع ہو رہے ہیں سالانہ جلد کے خریدار کو ایک حصہ مفت ملتا ہے سائز ۲۰×۲۶/۴ مجموعی قیمت ان منتخبات کی پانچ روپیہ علاوہ محصول۔

منیجر اودھ پنچ

کتب خانوں کی زینت

مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ سنہ ۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد ۶/ سنہ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ سنہ ۳۱ و ۳۲ کی۔

قیمت فی جلد ۶/ محصول ڈاک عہ بذمہ خریدار۔ جلد سنہ ۳۱ء کے خریدار کو منتخب اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی عہ۔ اور جلد سنہ ۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی عہ مفت ملیں گے۔

[illegible] کتبی

بارہا شکایت سنی گئی ہے کہ حضرات بیرونجات جو کتابیں طلب فرماتے ہیں ان کو ناقص کتابیں ملتی ہیں۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ جو کتاب وہ طلب کرتے ہیں اس کے بجائے دوسری کتاب انھیں ملتی ہے نیز یہ بھی شکایت ہے کہ کتاب پر صرف دکھانے کے لیے بہت زیادہ قیمت لکھ دی جاتی ہے اور شہر میں وہ لکھی ہوئی قیمت سے بہت کم قیمت پر ملتی ہے وغیرہ۔

لیکن اگر آپ ہمارے ذریعے کوئی کتاب طلب فرمائیں گے تو ہرگز یہ شکایت پیدا نہ ہوگی اور ہم اپنی نگرانی میں ہر کتاب روانہ کریں گے۔ جس حالت میں اگر کتاب ناقص ہو یا پھٹی ہو یا ایک کے بجائے دوسری ہو قیمت بازار سے زیادہ ہو تو اس کے ہم ذمہ دار ہیں۔ لہذا لکھنؤ کے جس مطبع کی کتابوں کی آپ کو ضرورت ہو ہمیں تحریر فرمائیے اور اطمینان رکھیے کہ آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔ دریافت طلب امور کے لیے جوابی پوسٹ کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے

پتہ:۔ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

ہفتہ وار انگریزی اخبار "خیبر میل" پشاور

ضرور ملاحظہ کیجیے۔ یہ انگریزی کا واحد اخبار ہے جو صوبۂ سرحد سے شائع ہوتا ہے سالانہ چندہ پانچ روپیہ ہے "منیجر"

ہفتہ وار انگریزی اخبار "سنٹینل" رانچی

جس میں نہایت پرلطف مضامین اور مقامی خبریں ہوتی ہیں۔ ضرور ملاحظہ فرمائیے سالانہ چندہ ۔۔۔ ششماہی ۔۔۔ سہ ماہی ۔۔۔ فی پرچہ ۔۔۔

منیجر "سنٹینل" رانچی

REGISTERD No A 763
LUCKNOW
OUDH PUNCH
قیمت فی پرچہ
دو آنے
(۲/)
۱۹۳۵
قیمت پیشگی اندرون کسانک
سالانہ
ششماہی
سہ ماہی
M.D. KHAN ARTIST
DOGAWAN LUCKNOW

ہمارے قلم نے بھی کیچلی بھا ڈی حقیقت کو ئی ہم لا مذہب تو ہتے نہیں جو اسلام پر دیا ؤ پڑتا اور خاموش ہو جاتے۔ کسی مسلمان لونڈے نے ہندو حلوائی کے تھال سے دو جلیبیاں کھسکا دیں اس نے کھجور کی سو رچل سے پانچ چار ہاتھ لگا دیئے ہم نے آرٹیکل لکھ مارا دو مغضوب ہو گیا ، مسلمانوں کی انتہائی بدبختی اور توہین۔ حکومت وقت تماشا دیکھ رہی ہے اور اُس کی عملداری میں مسلمانوں پر ظلم ہو رہے ہیں۔

پرسوں کا واقعہ ہے ! ایک معتبر نامہ نگار یوں تحریر کرتا ہے کہ جناب شیخ جیدنگا مرزا ن کے ناخلف صاحبزادے کو ایک ہندو حلوائی نے بلا وجہ اُس قدر زدوکوب کیا کہ پیٹ کے رطوبات جلیبیاں بناتے نکل پڑے ڈاکٹر کی رپورٹ ہے کہ تمام آنتیں امرتیاں ہو گئی ہیں۔ دل کے رس گلے سے شیرا ٹپک رہا ہے۔ طحال کی بالوشاہی کی تمام شکر جھڑ گئی جان شیریں کے گھان کا تاؤ بگڑ گیا ہے۔"

ابھی ہم نے اپنی قوم کی طرف سے ہر قسم کا دفاع کیا ہے ہندوؤں کے متواتر حملے ہو رہے ہیں اور ہم جواب دیتے دیتے تھک جاتے ہیں۔ ہندو اخبار نویس ادنیٰ موقع بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے زبردستی رائی کا پہاڑ سوئی کا بھالا بناتے ہیں۔ مثلاً کسی مسلمان نے گنگو اکفش دوز کی اس قصور پر مرمت کر دی کہ بھیا گنگو نے ان کی بکری کو زہر کھلا دیا تھا تو بس قلم کی ستالی کاغذ کی تلی پر ستو کی سلائی کرنے لگی "ہندو دوا اپنی خبر لو" کمبخت بزدل ہندو مسلمانوں سے جو کہ پردیسی ہیں اور جنھوں نے بیرونی مسلمانوں سے اس وقت تک قطع تعلق نہیں کیا ہے اب تک ہر موقع پر دیتے اور بزدلی دکھاتے ہیں۔ کوئی شبہہ نہیں کہ اگر چندے یہی حال رہا تو ہندوؤں کا بیر ج ناش ہو جائے گا۔ اور وہ اپنے وطن میں مسلمان ملچھوں کے غلام بن کے رہیں گے۔ ہمارا نامہ نگار موضع ستیاناسی کھیڑے سے اطلاع دیتا ہے کہ وہاں ایک مسلمان زمیندار نے ایک معزز ہندو لالہ گنگول کی بلا وجہ داہنت کی۔ لالہ صاحب ایک مشہور تاجر چرم ہیں مسلمان زمیندار نے اُن سے کہا کہ "کلمہ پڑھو" ورنہ ہمارے گاؤں سے نکل جا۔

لالہ صاحب نہایت پابند مذہب بزرگ ہیں۔ انھوں نے فرمایا "چاہے پران نکس جائے ملا یہ نہ ہوئی دجان چاہے نکل جائے مگر یہ نہ ہوگا۔ زمیندار کی یہ حرکت عالمگیری دور کی ایک نادر یادگار ہے۔

حالات بد سے بدتر ہوتے جاتے ہیں۔ بھلا آپ غور کیجیے اس ملچھ مسلمان کو ایک ہندو کے منہ میں ہر انگھ ٹھنے اور چوٹی کا تکلا بنانے کا حق کہاں سے حاصل ہو گیا ہندوؤں تمھاری غیرت کیا ہوئی۔ آخر تم بھیم اور ارجن کے نام لیوا ہو۔ آیا یہ مناسب ہے کہ تمھاری موت میں ایک معزز ہندو کی چندیا پر کیلوں کا جڑاؤ کیا جائے۔ اور پوپٹ کا مرہم لگانے کی نوبت آ لے۔ ہم بہت بڑی لمبی چوڑی شکایت مسلمان سب انسپکٹر سے ہے جس نے اپنے فرائض سے چشم پوشی کی۔ ہم مونٹ بھینچ دانت کٹکٹا کے نہایت زور سے گورنمنٹ کو اس جانب ملتفت ہونے کی درخواست کرتے ہیں۔

(مفسد ہندو اخبار نویسوں کا طرز تحریر)۔

الغرض آپ ان تمام حق پوشیوں ناحق کوشیوں کا صلہ ملاحظہ فرمایئے کہ قوم نے کیا قدر فرمائی ہے۔ سال تمام ہوا وی۔ پی گئے مگر دھڑا دھڑ واپس اور تو خیر ابھی اس خلافت کمیٹی کو دیکھیے اس نے خس برابر پروا نہیں کی۔ گویا ہم نے اس کا خزانہ بھرنے میں کوئی محنت نہیں کی یاروں کو مرغ پلاؤ کھلوائے دھوم دھامی استقبال کروائے۔ پھندیت بن کے فٹ فٹ بولے۔ موٹے اسامی پھانسے کسی نے دو پیسے دیئے تو سو لائن کالم میں اس کی تعریف توصیف چھاپی "صدقۃ السر" (پوشیدہ خیرات) کی بیخ بنیاد اکھاڑ پھینکی اپنے پرچے کی پالیسی کبھی مقرر نہ کی۔ جدھر لیڈر صاحب ڈھلے اُدھر ہم بھی جھکے کسی صاحب کی انگلی دکھی تو چیختے چیختے اپنا گلا اور سننے والوں کا مغز دکھا دیا۔ ان کی طرف سے سرکاری حکام کو گالیاں دیں اور معافیاں مانگیں لیجیے صاحب پھر موت کا جلو ہاتھ میں۔ بھاڑ لیپا کا لیپا پھر ہاتھ کالے کے کالے۔ نہ اِلّی لِذی نہ اِلّی لِذی۔ جس سے شکایت کرو وہ الٹی دھونس ڈالتا ہے کہ شوکت علی صاحب نے چار پانچ سال کا ایک مشت حساب دکھایا چھپن لاکھ کا سرمایہ انگلیوں پر گن کے بتایا ہے اُس میں ایک مد اخبار والوں کے نام کی بھی ہے۔ سکھا کے کرنا تمھارا ہی کام ہے ابھی ہم خوب جانتے ہیں واللہ رقمیں اُڑاتے ہو تمھیں اپنے اخبار کے واسطے تردد کی ضرورت نہیں بعض خریدار تو ایسے منہ پھٹ ہیں کہ جب اُن سے ناقدردانی کی شکایت کرو اور اپنے خدمات یاد دلاؤ تو کہتے ہیں "پھر حضرت! قوم پر احسان ؟ آپ نے تجارت کی تھی۔ آپ کے پرچے میں ہوتا ہی کیا تھا۔ فلاں مولوی کی صدارتی تقریر ڈھکے مقدمے کی کارروائی۔ مولانا عبدالقدوس کے ختنہ کا تہنیت نامہ۔ حکیم اسطوخودوس کی بی بی کا زچا خانہ حضرت بیٹھو شاہ کی لقمہ توڑی کا افسانہ۔ یہ سب مضامین آپ نے اپنی ذاتی منفعت کی خاطر تحریر فرمائے تھے۔ غالباً مولانا صدر نشین نے اپنی بیہودہ تقریر کی ستائش میں انعام دیا ہوگا۔ مسلمانی کا پلاؤ اب تک پیٹ میں ہوگا۔ مقدمہ کی کارروائی فریقین نے یادداشت کے لیے مول لی ہوگی۔ حکیم اسطوخودوس نے شربت دینار کی بوتل اور جوانی سٹھورے کی پیالی بھیجی ہوگی۔ بیٹھو شاہ کے مریدوں نے خریداروں کے رجسٹر میں نام لکھوایا ہوگا۔ یہی فوائد کافی ہیں۔ اس کے علاوہ تمام خدائی خواروں کو آپ نے خطاب بھی دیئے ہیں کیا وہ ایسے گاؤدی ہیں کہ اپنے پھندیتوں کے دانہ پانی کی خبر بھی نہ لیتے؛

او ناسپاس۔ حق ناشناس۔ بے اساس بڑائی ساس۔ دشمن احساس۔ خناس قوم! یہ ہیں تیرے کارنامے جن کے قلم نے تجھکو خاک سے پاک کیا جو فی الحقیقۃ تیرے آقا ہیں سر سہلاتے ہیں پیا کھاتے ہیں اُن کے ساتھ تیرا یہ برتاؤ ہے۔ ہا تجھ پر نفاق وشقاق کی مار!...........—

نمبر ۴ "اللہ ہی اللہ ہے اور کچھ نہیں۔ یا حق! جسکو دیکھو خودی و خود پرستی پر مائل ہے۔ اللہ ہو اللہ کرامات الاولیا رحق" کا دھیان کس کو۔ یہ سب من و با کی اضافی صفت کو حقیقی صفت سمجھتے ہیں ——

آپ نہیں جانتے "یجوز لھم ما لا یجوز لغیرھم" "الوتر فبھت الذی کفر" کافر مبہوت ہو گیا۔ "کات التفسہ المجود" گویا اُس نے پتھر نگلا۔ اور جو قومی مشاغل (مشغل کی جمع) خامد و افسردہ نظر آتی ہیں تو اُن کی وجہ موجہ یہ ہے کہ علماے کرام، فقہاے عظام و اولیاے انام کو اس نے ترک کر دیا ہے۔ تمرد و صداقت میں کوتاہی کرتی ہے۔ اور یہ اُس کی ناسپاسی ہے۔ اگر آج ہماری پالیسی کو فرض عین سمجھے اور تمام لیڈر ہمارے سامنے دست بستہ ایستادہ ہوں تو پھر وہی ہنگامہ کارزار ہو پھر وہی بیوپار ہو بار ہو پھر وہی اُچاپت ہو پھر وہی دکان کھلے پھر خیاط و مرداد مرغ گرے۔ ہم کو تم ہی لوگوں سے ساری شکایت ہے کہ تم نے اپنی بازار گرم ہوتے دیکھی تو مغرور ہو گئے۔ ابھی آج یاروں کو معتقد اپنا ڈ یوٹے ترک کراؤ تو ترک تعاون کیا ہم تو ترک حیات کروا دینے کا دم داعیہ رکھتے ہیں۔ ہمارے ہونٹ ہلانے پر یاد ہے لوگ گھر بار چھوڑ کے کوہستان میں جا بسے تھے۔ تم بھی ناشکرے تمھاری قوم بھی ناشکری اعوذ باللہ۔

نمبر ۵: "ہاں ہاں۔ یہ لاف زنی ہمارے منہ پر؟ وکیل صاحب جتنے پانی میں تھے ہم ہی خوب جانتے ہیں اور پولیس آفسر صاحب بھی جیسے اللہ کے نیک مسلم دوست اسلام پرست تھے اس کا حال بھی ہم سے پوشیدہ نہیں۔ اسی طرح بیرسٹر صاحب کی برزخ بھی اچھی طرح معلوم ہے اور مولانا کا حلقہ اثر بھی دیکھا پڑا ہے۔ اجی یوں کہیے کہ اخبار نویسوں کا پاؤں چومنا چاہیے جن کے قلم کی روانی نے آج ہر ایک کو جھنڈے پر چڑھا۔ ایک چوہیا کا بچہ بھی جیلخانے گیا تو ہم نے موٹے قلم سے سرنامہ لکھا "علامۂ فہامہ نادرۃ الدوران موش زمین و زمان جناب مولانا ابو الکتری مولوی لقمۃ السنور صاحب برگزیدۂ شہدا جام کا حال" گورنمنٹ کا ظلم حد سے تجاوز کر گیا، اب تاب ضبط نہیں ہے۔ کل ہمارے نامہ نگار نے جناب مرزا ناکسی بیگ صاحب صدر آل انڈیا ہیچکارسو سائٹی سے ملاقات کی آپ نے فرمایا کہ حکومت اپنے حق میں کانٹے بو رہی ہے وہ اپنے دن گنتی سمجھتی ہے کہ اُس کی قانونی کمان فولادی ہے حالانکہ وہ چاؤ بانس کی ہے۔ وہ ابھی دندان موش کی تیزی سے واقف نہیں ہے جس نے سیکڑوں پنجرے بسکٹ کی طرح کتر ڈالے۔ بڑی بڑی بلیوں کو بیاؤں گہتے بن پڑی۔ اُسے معلوم رہنا چاہیے کہ مولانا ابو الکتری صاحب قاضی اسلام کے گھر کے چوہے ہیں معمولی نہیں ہیں۔ سنا گیا ہے کہ مولانا پر جیل میں نہایت سختی کا برتاؤ ہوتا ہے۔ مولانا کے مریدان خاص بخوبی آگاہ ہیں کہ مولانا سواے عنبر کی شمع کے اور کچھ نوش نہیں فرماتے مگر مولانا کو وہاں صرف ردی کاغذ کھانے کے لیے دیا گیا ہے۔ روئی سے بنولے نکالنے کی ناقابل برداشت خدمت لی جاتی ہے۔ مگر اللہ رے صبر آپ جیں نہیں بولتے۔ آپ نے پیام دیا ہے کہ بھائیو دم پر چاہے جو کچھ بن جائے لیکن نہایت مستعدی سے بل کھودتے رہو۔ خبردار ہوٹلوں اور بنگلوں میں نہ جاؤ نہ وہاں سے کوئی پنیر کا ٹکڑا لاؤ وہ نجس ہے اور جس پیٹ میں جائیگا وہ منجنیق (گوبھن) ہو جائے گا آگ کی منگنیاں قیامت کے دن اُس سے نکلیں گی۔ ہاں اپنے گھروں میں جتنے بل کھود سکو کھود و اس لیے کہ ؎

اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

علیٰ ہذا القیاس اگر کوئی خانساماں بھی کسی صاحب بہادر کے گھر سے مکھن توس پر تصرف بیجا کی علت میں نکالا گیا تو ہم نے فوراً اعلان کیا، "ترک تعاون کے برکات" عالیجناب شیخ پیرا صاحب اُن حیا و غیرت ایمانی رکھنے والے حضرات میں سے ایک معزز ہستی ہیں جنھوں نے احکام اسلام کو لبیک کہتے ہوے ایک اعلیٰ عہدے سے حال ہی میں علیحدگی اختیار کی۔ جزاہ اللہ عنا و عن الاسلام خیراً۔ ترک ملازمت کے وقت آقا و ملازم میں جو گفتگو ہوئی وہ شیخ صاحب کی قوت ایمانی کی ایک مضبوط دلیل ہے۔ جب صاحب نے آپ کو سامنے طلب کیا تو آپ نہایت جرأت و بسالت کے ساتھ تشریف لے گئے اور تن کے کھڑے ہو رہے۔

صاحب: "ول کھانساماں ٹوم ٹوس مکھن کا چوری کرنا مانگٹا؟"

شیخ: "صاحب جری جان (ذری) زبان سنبھال کے بات کرو۔ ہم مسلمان ہیں چوری چکاری کیسی ہم مجیبہ (حجریہ) لیتے ہیں۔ تم کافر ہو۔ کافر کا مال مسلمان کو حلال ہے۔"

صاحب: "ول ٹوم بڑرٹ (بیطرف)۔"

شیخ: "اچھا صاحب بیطرف۔"

صاحب: "او ٹوم گوستاکی (گستاخی) کرٹا۔"

شیخ: "اسے کسم کران (قسم قرآن) کی جو لام کاف منھ سے نکالا تو بُری ہوگی۔ ہم سیکھ (شیخ) لوگ ہیں۔ وہ پھینک دیں گے کہ یاد ہی تو کرو گے ہاتھ بچا ہے جات (ذات) نہیں بھی۔"

صاحب: "او ہام سمجھا ٹوم باگی ہو گیا۔ ٹرک موالاٹ کیا۔"

ہماری دعا ہے کہ شیخ پیرا صاحب کی تقلید وہ حضرات بھی فرمائیں جو اس وقت بیش قرار تنخواہیں پاتے اور اپنی شکم اسلامی کو جہنم کا طبقۂ اسفل بناتے ہیں۔ سنا ہے کہ شیخ صاحب نے اپنی تین انچ زمین اونے پونے فروخت کر دی ہے اور وہ عنقریب دار الحرب ہندوستان سے چینگی پوٹوں سمیت ہجرت کرنے والے ہیں۔ اللہ اکبر۔

یہ اُس زمانے کے آرٹیکل ہیں جب کہ ہندو مسلم اتحاد کی سخت ضرورت تھی۔ ہم نے اپنے قلم کی قوت ہندوؤں کی خوشامد میں صرف کی اور اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لیڈر اپنی تحریکات میں کامیاب ہوتے چلے گئے اگر کسی دور اندیش نے اندھا دھند اتحاد کے نتائج پر توجہ بھی دلائی یا معتدل اور باشرائط اتحاد کی خوبیاں ظاہر کیں۔ تو ہم نے اس خوف سے اس کی تردید نہ کی کہ شاید نیا اس لٹس سے بدظن ہو جائے۔ اس طرح پی گئے جیسے افیمی چنیا بیگم کا گھونٹ پی جاتا ہے۔ دفعتہً ہوا بدلی سنگھٹن اور تبلیغ کا بول بالا ہوا ہندو مسلمان رُک رُک کے ملنے لگے۔ آپ جانیے ہم تو ہوا کے رُخ پر چلنے والے ہیں کوئی پنڈت مدن موہن مالوی تو ہیں نہیں کہ اپنی بات پیچھے رہیں اور ایسی چالیں کھیلیں کہ اپنے پانسے کی بدی بھی حریف پہ بھاری ہو۔۔۔

ہوتا ہے۔ ایک حد تک یہ ظن صحیح ہے۔ پس لکھنؤ کے علاوہ دیگر مقامات کے شعرا کی جانب ہماری امیدیں بچشم انتظار نگراں تھیں کہ وہ اس عیب کا جان بوجھ کے ارتکاب نہ کریں گے لیکن ثابت یہ ہوا کہ اس حمام میں سب ہی ننگے ہیں۔ بھلا حضرت اقبال سے زیادہ مالک شہرت اس وقت ہندوستان میں کون شاعر ہے؟ مگر انھیں بھی قافیے کے آگے ہر جگہ نزاکت کی ضرورت ہوئی۔ بلکہ قافیہ مردود اگر کسی طرح کھپ نہ سکا تو حضرت نے زبردستی اس کی دم توڑ مروڑ کے اپنے کام کا بنا لیا ملاحظہ ہو ؎

خودی وہ بحر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں
تو آب جو اسے سمجھا اگر تو چارہ نہیں
طلسم گنبد گردوں کو توڑ سکتے ہیں
زجاج کی یہ عمارت ہے سنگ خارہ نہیں

بحر یہ مناسب کنارہ ہے۔ اور خارہ براے توافق "زجاج" (آبگینہ) "خارا" کا املا کسی فارسی داں سے پوچھ لیجیے ہ الف ہے نہ ہاے مختفی۔ اردو شعرا تصرف کا اختیار رکھتے ہیں یعنی ہاے مختفی کو الف سے دبشرطیکہ فارسی ترکیب نہ ہو) بدل سکتے ہیں لیکن یہ نہیں دیکھا کہ الف کے بیکجز بحالت ترکیب فارسی کمان یا حلقہ بنا دیں یہ "سنگ خارہ" بالکل غلط ہے۔ اقبال صاحب مصنف رموز بیخودی و اسرار خودی و پیام مشرق ہی نہیں ہیں بلکہ اب تو ایران و افغانستان سے پر ملانے کی کوشش فرما رہے ہیں بایں ہمہ حضرت فارسی زبان کے خصوصیات سے ایسے واقف ہیں۔ کہ "خارا" کا املا تک نہیں جانتے ؎

گو شیخ میں ظاہر ہیں کمال ملکوتی کے
حضرت کا فرشتوں سے ابھی پر نہیں ملتا

پھر فرماتے ہیں ؎

یہیں بہشت بھی ہے حور و جبرئیل بھی ہے
تری نگاہ میں ابھی شوخی نظارہ نہیں

اب کون پوچھے کہ بہشت میں حور تو خیر ہونی چاہیے۔ مگر جبرئیل کا کیا کام ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ لفظ "فاعلان" کے وزن پر نہ ملا تو براے بیت جبرئیل ہی کو بلا لیا۔ کس غضب کی دوستی حضرت جبرئیل سے ہمارے شاعر صاحب سے ہے۔ بال نرچ کے دیوان کا نام رکھ لیتے ہیں۔ جنت میں حوروں کے ساتھ جبرئیل کی نوکری بھی معین فرما دیتے ہیں۔ عالم ملکوت میں ضرور حضرت کے شاعرانہ اختیارات کے بیجا استعمال سے اودھم برپا ہوگا۔ اگر عالم ملکوت میں نہ سہی تہذیب و معاشرت کی دنیا میں تو ایسی گستاخیوں سے ماتم ضرور برپا ہے۔ یہ بے ادب شخص ان غلطیوں کے باوجود مسلمانوں کا روحانی پیشوا سمجھا جاتا ہے۔ خدا کی شان!۔

(باقی آیندہ)

خاکسار ادبا و الشعرا

تبصرۂ لغات

(نمبر ۴)

"جامع اللغات"

ارشاد ہوتا ہے "بال تو نہیں آئے (عف) اس کو کہتے ہیں جو اپنی حیثیت سے زیادہ چاہے" واہ واہ۔ اس محاورے کا نظم میں کہیں نشان ملتا ہے نہ نثر میں۔ اس جامع کتاب پر شیطانی وحی نازل ہوتی ہے۔ محاورے کی شرح بھی کیا خوب ہے "جو اپنی حیثیت سے زیادہ چاہے" کے معنی یہ سمجھ لیجیے کہ خواستگار ہو یا یہ کہ "مانگے" اور طلب کرے۔ بھلا اسے کسی جملے میں کھپا کے تو دیکھیے۔ سیاق عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سوالیہ جملہ ہے۔ لاکھ جتن کیجیے کہ کسی طرح یہ جملہ عبارت میں کھپے مگر نہ کھپے گا "عف" سے مراد ہے "غیر فصیح اور بازاری" کوئی مازاروالا بھی اگر کسی چیز کا نرخ حیثیت سے زیادہ بڑھائے تو اُس کی نسبت بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ "اس کے بال تو نہیں آئے"۔ ممکن ہے کہ اس کتاب کی قیمت (جس کا نام جامع اللغات رکھا گیا ہے) کسی کتاب فروش نے زیادہ مانگی ہو اور خریدار نے کہا ہو کہ تیرے "بال تو نہیں آئے" مگر بغیر دوحی شیطانی امید نہیں کہ تاجر مطلب قائل سمجھ گیا ہو۔

اہتمام سرسری اطلاع نامہ بنام دائنان

(دفعہ ۴۷ ایکٹ نمبر ۵ سنہ ۱۹۲۰ء)

بعدالت جناب مولوی احمد کریم صاحب بہادر جج خفیفہ لکھنؤ

درخواست دیوالیہ نمبر ۱۷ سنہ ۱۹۳۵ء

بغرض قرار دیے جانے دیوالیہ مسمی محمد یعقوب ولد امام الدین قوم شیخ ساکن محلہ بشیرت گنج تھانہ وزیر گنج شہر لکھنؤ

بنام

۱- سری کرشن عمر تخمیناً ۰ سال ولد نامعلوم ٹھیکہ دار مالک فرم کرشنا ساکن گولہ گنج شہر لکھنؤ ۲- فرم متھرا داس دیوی دین ساکنان گنیش گنج شہر لکھنؤ ۳- فرم رتی رام جگن ناتھ کمار ساکن امین آباد چار باغ شہر لکھنؤ۔ ۴- فرم بھیرو لال رام چرن قوم تیلی ساکن فتح گنج شہر لکھنؤ۔ ۵- فرم رام چندر رگھو ناتھ پرشاد مارواڑی ساکن فتح گنج شہر لکھنؤ ۶- بیہاری لال ولد نامعلوم عمر تخمیناً ۰ سال ساکن فتح گنج فرم مارواڑی شہر لکھنؤ ۷- محبوب علی ولد نامعلوم ساکن امین آباد متصل رائل سینما شہر لکھنؤ۔ ۸- بابو عبد الغفور خاں ولد نامعلوم ساکن محلہ بشیرت گنج شہر لکھنؤ۔

اطلاع دی جاتی ہے کہ بتاریخ ۲۰-۱۰ مئی ۱۹۳۵ء مدیون مذکور الصدر نے ایک قطعہ درخواست اس عدالت میں بدیں غرض پیش کی ہے کہ وہ دیوالیہ قرار دیا جاوے اور یہ کہ بتاریخ ۳۰-۱۰ مئی ۱۹۳۵ء عدالت ہذا نے اس امر کا اطمینان کر کے کہ مدیون کی جائداد غالباً پانچ سو روپیہ سے زائد نہ ہوگی ہدایت کی ہے کہ مدیون کی جائداد کا اہتمام سرسری طریقہ پر کیا جاوے اور تاریخ ۲-۱۰ اگست ۱۹۳۵ء بنا بر مزید سماعت درخواست و اظہار مدیون مذکور مقرر کی ہے۔ اس امر کی بذریعہ اطلاع دی جاتی ہے کہ عدالت تاریخ مذکور الصدر پر تصفیہ و تقسیم جائداد مدیون مذکور کی فوری کارروائی شروع کر سکتی ہے۔ تم کو اختیار ہے کہ تم حاضر ہو کر اس تاریخ پر ثبوت دو۔ ثبوت کسی دعوے کا جو تم کرنا چاہو تاریخ مذکور پر یا اس کے قبل داخل عدالت کرنا لازمی ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۴ ماہ جولائی ۱۹۳۵ء جاری کیا گیا۔

بحکم عدالت دستخط منصرم بال مفرم عدالت جج خفیفہ لکھنؤ

مہر عدالت

۱۲ جولائی ۱۹۳۵ء

ارشاد ہوتا ہے۔ ماہر درع۔ صفت ہے نہایت اعلے
من افضل۔ اتم۔ ظاہر۔ روشن۔ آشکارا۔ عیاں (ہبر
زیر کرنا)۔

عربی میں "بہر" تونگری۔ دوری۔ دوستی۔ اندوہ
نگوں ساری۔ بہتان۔ تہمت۔ تکلیف مالایطاق۔
تعجب۔ روشنی۔ غلبہ۔ کے معانی میں استعمال ہوتا
ہے۔ اُردو میں جب ظاہر کے ساتھ ملا کے بولتے ہیں
تو اس کے معنی روشن اور آشکار کے لیے جاتے ہیں
اس معنی میں تنہا نہیں آتا یعنی اگر کوئی شخص کہے کہ
فلاں شئے باہر ہے تو سننے والا یہی سمجھے گا کہ گھر میں نہیں
ہے۔ افضل اور اتم صرف مؤلف صاحب ہی باہر
نہیں۔

بہر بالتحریک ماضی ہے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے
مؤلف صاحب کی عادت ہے کہ وہ اپنی عربی دانی کی
بیماری ہمیشہ ظاہر و باہر کرتے رہتے ہیں۔ کبھی صحت کی
پروا نہیں کرتے۔ لکھتے وقت انھیں شاید یہ خیال
نہیں آیا کہ عربی زبان کا ماہر اسے دیکھے گا تو کیا کہیگا۔
غلطی پر شرمانے کی ضرورت محسوس ہوتی تو کسی ماہر
زبان سے پوچھ لیتے۔ ظاہر ہے کہ جب بہر کے معنے
روشن ہونے کے موجود ہیں تو "بہر زیر کرنا" لکھنے یا
لکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے جس کو ان معانی سے
کوئی علاقہ نہیں جو بیان کیے گئے۔ یہی لکھ دیا ہوتا
"بہر روشن ہونا" "زیر کرنے" میں اور "غلبہ" میں بہت

فرق ہے۔

خیر یہ تو عربی ہے اور عربی الفاظ بطور ماخذ لغت
جتنے اس ناہنجار کتاب میں لکھے گئے ہیں سب کے
سب غلط ہیں۔ ماضی لکھا ہوگا اور معنی ہوں گے
مصدر کے۔ مگر یہ کیا ستم ہے کہ جس بات کو آٹھ دس
برس کا بچہ بھی جانتا ہے۔ اُس میں بھی جامع اللغات
یا جاہل اللغات کوتاہ و ناتمام و بیہودہ ثابت ہوتی ہے۔

غضب خدا کا ساری دُنیا داہنے ہاتھ سے
کھانا کھاتی ہے (بشرطیکہ داہنا ہاتھ موجود ہو) ہیں سمجھے
کی سند نہیں وہ مستثنٰی ہے۔ مگر ہماری جامع اللغات
اتنا بھی نہیں جانتیں وہ لکھتی ہیں "بائیں ہاتھ
کا کھانا حرام۔ ایک قسم کی قسم۔ کہتے ہیں کہ
ہندوستان کے ایک راجہ کے خاندان میں یہ قسم تب تک
جاری رہے گی جب تک وہ دہلی فتح نہ کرلے"۔

ایک مثل از راہ طعن "بنی ہوئی بے وقوت" عورت
کے بارے میں کہی جاتی ہے۔ "روٹی کو لوتی پانی کو
بُلّا خصم کو ابا"۔ یعنے: روٹی کو تتلا کے لوتی کہتی ہے پانی
کو بُلّا اور میاں کو باپ۔ یہی مثل ہم اگر جامع اللغات
کے بارے میں کہیں تو بیجا نہیں بایں معنی کہ بائیں ہاتھ
سے کھانا کون کھاتا ہے؟ قسم اگر کھائی بھی
جاتی ہے تو یوں کہ "داہنے ہاتھ کا کھانا حرام ہے
اگر میں فلاں بات نہ کروں"۔

جو داہنے ہاتھ کو بائیں سے تمیز نہ کرسکے وہ بھی
کوئی لغت ہے؟ - یہ لغت نہیں ایک لعنت ہے
جس کے شر سے خدا دُنیا کو بچالے۔ بات یہ ہے
کہ "بائیں" کے متعلق کوئی مثل ملتی نہ تھی تو جھٹ
گڑھ لی۔

ایک یہی مثل نہیں اور بھی اسی طرح بگڑ کر
جامع اللغات کی جنی ہوئی ہیں۔ مثلاً فرماتے ہیں
بھبھرے رذالے (کمینے) اور بھو کے
شریف سے ڈرنا چاہیے۔
دنیا جانتی ہے کہ بھو کے مقابل "پیٹ بھرا" ہے۔
اور وہ ایسی بے تکی نہیں جو "بھبھرے" اور "بھو کے"
کے لایعنی تقابل سے زبان اور فصاحت کو
بگاڑے۔

مثل ساری دنیا بولتی ہے "بھوکے شریف اور
پیٹ بھرے پاجی سے ڈرنا چاہیے"۔

اہل انصاف اگر آج ان بیہودہ کتابوں پر
توجہ نہ کی تو آخر اور کون سا زمانہ آئے گا کیا جب
زبان ایسے عالم فاضل مؤلفوں کے ہاتھوں مسخ
ہوچکے گی؟ -

افسوس کہ ہم ہندی زبان میں کمال مہارت نہیں رکھتے اور
نہ اتنی مہلت ہے کہ کتابوں سے مدد لے کے ان ہندی الفاظ
کی تحقیق کرتے جو جا بجا۔ بیہودگی و عبارت غیر معقول جامع
میں درج ہوتے ہیں اور یقیناً پچیس فی صدی الفاظ ایسے
سے غلط ہوں گے۔ بلکہ الفاظ گڑھ لینے اور ہندی کے
سر منڈھ دینے کا اندیشہ بھی ہے۔ چنانچہ بھنجتے ایک
لفظ فارسی زبان کے سر منڈھا گیا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے "بھنجتے (ف مذکر) بھون کر دیے
ہوئے چنے جن کا چھلکا نکال دیا گیا ہو۔ بھنے ہوئے
چنوں کی دال۔ عوام ستّے کہتے ہیں"۔

فارسی کی تمام متداول کتابیں اُلٹ ڈالیے اس لفظ
کا وجود ڈھونڈھے نہ ملے گا۔ ہمارا بس چلتا تو ہم ایرانیوں
کو حکم دیتے کہ جھک کے سلام کرو اپنی خیاص بوا جامع اللغات
کو جو عنایت انھوں نے تمھاری زبان پر کی ہے وہ
قابل شکر ہے۔ افعل صرف اُردو بولنے والوں سے
مخصوص ہیں کہ وہ اپنی چھوچھو جامع اللغات کی ٹانگوں
کے نیچے ہی سے نکل جائیں کیا معنی اس جملے میں بھی
انھوں نے نئے انداز کا ایک ٹکڑا لگا دیا۔ "بھون کر دیے
ہوئے چنے" یا "بریاں کردہ وادہ شدہ نخود"۔ زہے
فصاحت زہے بلاغت۔ بارک اللہ۔ چنے گئے بھاڑ
میں جواہر سے ان کا منھ اور معدہ بھرنا چاہیے۔

اس کے بعد بوا "خدا کی مار اللغات" نے اپنی
روحانی اور نور اللغات کی نقل متعلق "بجرہ" فرمائی ہے
اس بحث کو ہم پہلے لکھ چکے۔

(باقی آئندہ)

ادبار اللغات

سوال: کیوں حضرت کیا اخبار کی غذا کی قیمت کچھ کی حلال غذا ہی

نمی دانم حدیث نامہ چون ست

سوال :۔ ”ابی کس فکر میں ہو؟ ۔ دوست“

جواب :۔ ”اس پر غور کر رہا ہوں کہ آپ سے مشورہ طلب کروں یا نہیں۔ معاف کیجیے گا آپ ہوتی کون ہیں؟“

ٹیلیفون نمبر ۱۳۹

جاری شدہ سنہ ۱۸۳۹ء

لکھنؤ

تار کا پتہ

"حنا" لکھنؤ

شاخ

قنوج　　حیدرآباد دکن

دہلی

اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ

اس شعر میں مسلمانی کا زور دیکھنے کے قابل ہے۔ عقلمند راہرو کو شاعر متوجہ کرتا ہے کہ مسلمانی کی کشش کے بغیر راہ عمل پیدا نہیں ہوتی اور شاخ یقین نمناک نہیں ہو سکتی۔ راہرو کو راہ کی ضرورت ہوتی ہے لیکن شاخ کی ضرورت ہرگز مسلم نہیں۔ نیم کی ٹہنی ہلاتا ہوا مسافر ہم نے تو دیکھا نہیں۔ وہ چیز جو غور و فکر سے وابستہ ہے وہ شاخ کی صفت "نمناک" ہے۔ سرسبز ہونا تو مروج ہے مگر شاخ نمناک آج تک کسی کو نہیں سوجھی۔ شاداب تک مضائقہ نہیں۔ شاعرانہ "مسلمانی" شاید اس نمی کو بڑھاپے کی وجہ سے جذب نہ کر سکی۔ جذب کر لیتی تو اچھا تھا۔ دامن شاعری پاک رہتا۔

اس شعر میں جو پہلو بڑے نکلتے ہیں ان پر نہایت لطیف مضحک مضمون لکھا جا سکتا ہے۔ زیادہ روانی مسافر عرصہ قرطاس نے مناسب نہیں خیال کی۔

آخری شعر اس نظم کا سنیے :-

فارغ تو نہ بیٹھے گا محشر میں جنوں میرا
یا اپنا گریباں چاک یا دامن یزداں چاک

جو خرافات اس گستاخ شعر میں ہے وہ عیاں ہے۔ شاعر صاحب مسلمانوں کو اللہ میاں سے "میر جی گرمی" کھیلنے کا سبق دے رہے ہیں۔ نہ خدا سے ڈرتے ہیں نہ اخلاق و ناموس شریعت کی پروا کرتے ہیں۔ ایک شعبدہ جی ہے اور معاذ اللہ ذات یگانۂ خداوندی! - فاعتبروا یا اولی الابصار۔ ہاں صاحب دامن شرم چاک ہو تو سب کچھ ممکن ہے۔ آج "دامن" ہے کل ہمسائی کی باری آئے گی۔

ہم نے قبل ازیں عرض کیا تھا کہ محترمی ڈاکٹر سر اقبال نے اس مرتبہ عالم خیال میں جبریل کے بال اکھاڑے (حالانکہ اکثر ڈاکٹر ایک بھی نہیں) وہ بہ نسبت ان متوفات کے جن کا تعلق زمانہ ماضی سے ہے غنیمت ہیں۔ اور یہ کہ جن بالوں کی ژولیدگی سے ہمارا قلم تعرض نہ کرے ان کے بارے میں خیال کر لینا چاہیے کہ عیب سے پاک ہیں۔ مگر اب ان اقوال سے مراجعت لازم ہو گئی تمام متوفات پر اگر نکتہ چینی کی جائے تو ممکن ہے کہ ناظرین اکتا جائیں۔ لہذا مجبوراً عرض کرنا پڑتا ہے کہ تا حد صبر ہم دل سے پرہیز کریں گے۔ اس پردل کی مورچل میں نکمے بالوں کی انتہا نہیں بعض نظمیں سر سے پاؤں تک بے حاصل، بے سواد، بے معنی، بے لطف غیر تام الاجزا ہیں۔

لکھنؤ کے اکثر شعرا پر باہر والے معترض ہیں کہ یہ جو کچھ کہتے ہیں قافیہ کی رعایت سے کہتے ہیں یعنے باصطلاح شعر ان کا کلام قافیے کا غلام (دستہ ماۃ القافیہ)

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۴۲۵

بعدالت جناب سید عبدالصمد صاحب بہادر اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم مقام تحصیل کنڈہ ضلع پرتاب گڑھ

ہنت بلی دہیوا قوام کاستھ ساکنان موضع پرگنہ رام پور ضلع پرتاب گڑھ مدعیا

بنام

پھول بخش سنگھ مدعا علیہ

بنام پھول بخش سنگھ ولد ادھو جہانگر قوم چھتری ساکن موضع الگنی پرگنہ ضلع پرتاب گڑھ مدعا علیہ

واضح ہو کہ مدعیان نے تمہارے نام ایک نالش بابت بقایا لگان مبلغ ... کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۰ ماہ اگست ۱۹۳۵ء بوقت ۱۰ بجے بمقام تحصیل کنڈہ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعوے کی کرو اور چونکہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم تائید اپنے جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۱ ماہ جولائی ۱۹۳۵ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۲۹۷

بعدالت جناب تحصیلدار صاحب بہادر مقام تحصیل سلطانپور ضلع سلطانپور

علی شیر خان عرف ... خان ولد جہانگیر خان ساکن اشرف پور ... پرگنہ اسولی تحصیل ... ضلع سلطان پور مدعی

بنام

بابو جگد بخش سنگھ وغیرہ ساکنان موضع ... پرگنہ اسولی تحصیل ... ضلع سلطانپور مدعا علیہم

بنام ۱- بابو جگد بخش سنگھ ولد بابو گنیش بخش سنگھ ۲- بابو ... بخش سنگھ ولد بابو ... سنگھ ساکنان ... پرگنہ اسولی تحصیل ... ضلع سلطانپور مدعا علیہم

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت ... کے بقایا لگان کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۵ ماہ اگست ۱۹۳۵ء بوقت ۱۰ بجے بمقام کچہری تحصیل ... اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعوی کی کرو اور چونکہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات پر جن پر تم تائید اپنے جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔ بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۲ ماہ جولائی ۱۹۳۵ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سمن بنا بر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵۔ قاعدہ ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۱۲۲۱ سنہ ۱۹۳۵ء

بعدالت خفیفہ

ایودھیا پرشاد ولد منشی نند لال قوم کایستھ ساکن ... لکھنؤ

بنام

ترلوکی ناتھ گورنمنٹ ٹھیکہ دار ساکن ... گنج لکھنؤ مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت ... کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۱۲ ماہ اگست ۱۹۳۵ء وقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جوابدہی دعوے کی کریں اور چونکہ وہی تاریخ جو آپ کے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ اپنی جوابدہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش کریں۔

آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۲ ماہ جولائی ۱۹۳۵ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

جلد ۲۰ نمبر ۲۴

مضامین

مورخہ ۱۹/۲۴ جولائی ۱۹۳۵ء

مقراض دبابیل بربال جبریل

(نمبر ۹)

ہمارے شاعر دام اقبالہ نے خدا جانے کس مصلحت سے بعض نظموں کے قبل اس طرح کی یادداشتیں بھی لکھی ہیں۔ جن کی مصلحت ہماری سمجھ میں نہیں آتی "قرطبہ میں لکھی گئی"۔ "انگلستان میں لکھے گئے"۔ "کابل میں لکھے گئے"۔ "یورپ میں لکھے گئے"۔ اگر اس سے یہ مقصد ہے کہ بال جبریل سفرنامہ بھی ہے اور دیوان یا مجموعہ نظم بھی۔ تو ایسے ابہام سے ناظر مستفید نہیں ہو سکتا اور اگر یہ مطلب ہے کہ نظم کو ان مقامات سے کوئی علاقہ ہے تو یہ مطلب بھی پورا نہیں ہوتا۔ اسے تو اتراپن کہتے ہیں یعنی بندہ صرف شاعر ہی نہیں۔ جہاندیدہ سیاح بھی ہے۔

جو نظم قرطبہ میں لکھی گئی اُس کا مطلع ہے ؎

> یہ حوریان فرنگی دل و نظر کا حجاب
> بہشت مغربیاں جلوہائے پا بہ رکاب

مطلع بلحاظ انبار ہمک ہے اور اس محل پر حرف خبر کا ساقط کر دینا خلاف فصاحت ہے۔ دوسرے یہ کہ فرنگی حوریں کمبخت قرطبہ میں کہاں گھس آئیں۔ جو حضرت نے اُن کے تذکرے سے اپنی نظم کی ابتدا فرمائی۔ تیسرے یہ کہ پہلے مصرعے کو دوسرے سے دو جہ ربط کیا ہے۔ الفاظ شعر سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرنگی حوریں دل و نظر کا حجاب ہیں۔ بہشت مغربیاں ہیں۔ جلوہائے پا بہ رکاب ہیں۔ یعنی اُن میں یہ تین وصف پائے جاتے ہیں۔ بھلا حوریان فرنگی ہی سے مخصوص نہیں۔ ہندوستان کی چڑیلوں اور پیرس کی بھتنیوں میں بھی موجود ہے یعنی ان کا چہرہ بھی چشم حقیقت میں اور دل حق آگاہ کے واسطے ہیئت کی جھلک دیکھنے کا حجاب ہے۔

علی ہذا القیاس دل موہ لینے والی اور آنکھوں پر اندھیری ڈال دینے والی چڑیلیں ہر جگہ کو بہشت بنائے ہوئے ہیں۔ رہے جلوہائے پا بہ رکاب تو اس وصف کا وجود دنیا کی ہر چیز میں ہے جاندار بے جان انسان حیوان ہر موجود پا بہ رکاب ہے۔ آج ہے کل نہ ہوگا۔ پس جو کچھ حضرت نے فرمایا وہ خواہ مخواہ کہے ہیں۔ اور گستاخی معاف زیادہ سے زیادہ یہی تعریف ان کی ہو سکتی ہے کہ یہ پڑھے لکھے آدمی کی یاوہ گوئی یا بیہودہ سرائی سے زیادہ وقیع نہیں۔ جاہلوں کی بڑ اور عالموں کی بڑ میں اتنا فرق ہونا ہی چاہیے۔ لفظوں کی ترکیب سے تو معلوم ہوا کہ معنی دار اور برمحل ہوں گی غور جو کیا تو واہ۔ تائید اس کی مطلع کے بعد کا دوسرا شعر بھی کرتا ہے ؎

> دل و نظر کا سفینہ سنبھال کر لے جا
> مہ و ستارہ ہیں بحر وجود میں گرداب

بھلا خیال تو کیجیے گرداب (بھنور) کن چیزوں سے مرکب ہے۔ اور گرداب کس دریا میں پیدا کیا گیا ہے آیا یہ تشبیہ ہے یا استعارہ۔ اگر محض گردش سے گرداب اخذ کیا گیا ہے تو دو دو چیزوں کی ضرورت کیا ہے۔ خالی ماہ اس مصیبت میں پھنسا دیا جائے کہ شاعری کی بلا مل جائے۔ مہ و ستاروں کی تو ندی میں بہا چلا کے بھنور تیار کرنا کہاں کی شاعری ہے۔

اس نظم کے ہر شعر میں الفاظ بے محل کا صرف ایسا برمحل کیا ہے کہ یہ بے معنی معلوم ہوتے ہیں اور اگر جگہ کو قرطبہ فرض کر لیجیے تو پھر اعتراض کا محل ہی نہیں رہتا۔ یہ وصف غیر معمولی ہے خدا اپنے خاص بندوں ہی کو دیتا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

> جہان صوت و صدا میں سما نہیں سکتی
> لطیفۂ ازلی ہے فغان چنگ و رباب

چنگ و رباب دو باجے ہیں یہ ملعون روتے اور فریاد کرتے ہیں ان کی فغاں صوت و صدا میں سما نہیں سکتی کیونکہ یہ فریاد و فغاں لطیفۂ ازلی ہے۔ اب کوئی صاحب جنوں نے خود یہ پھیرے یا باجے بجائے ہوں آ کے سمجھائیں کہ صوت و صدا کی دنیا میں ان کی فغاں کیوں نہیں سما سکتی۔ اور بہشت پھیلنے یا حلول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ بجا لطیفۂ ازلی فغان چنگ تو صدا و صوت ہے بلا مطلب بجنے سے کیا غرض یہ صوت و صدا سے علاقہ نہیں رکھتا؟

ازل انہیں زمانے کو کہتے ہیں جس کا جانب ماضی میں خاتمہ ہی نہ ہو۔ اور لطیفہ ہر ایسے دقیق المعنی اشارے کو کہتے ہیں جو عبارت و الفاظ یا صدا و صوت میں سما نہ سکے۔ علاوہ چنگ و رباب کس مرض کی دوا ہوا کرتے جن کو صدا و صوت سے علاقہ نہ ہو؟ یہ دونوں ساز بجانے کے لیے ایجاد ہوئے ہیں جب صدا سے خالی ہیں تو لطف ہی کیا رہا۔

> اشاروں ہی میں ڈھولک بجائی تو کیا

لالہ رام چرن جب ہنگام سفر ہر فرد (سائیس) کو ساتھ لیکے چلے اور کنوئیں کی جگت پر گلگلوں اور پھلکیوں کا ناشتہ کرنے لگے تو بہ موقع عزت سے فرمایا "تو ہوں تن چھن کر کے دل ہی دل میں کچھ کھالے یہ موجلاتے بیلا ہم کا تن چھن کرے کا ہوئی تو کیم کھاب اور گرنہ کھاب؟ گلگلا اور پھلکی کھانے کے مرجات گٹاب گارت کرب۔

حضرت شاعر! آپ کے بے صدا و صوت چنگ و رباب اور بدھو کے خیالی گلگلے اور گرہ میں کیا فرق ہے!

قرطبہ کو دیکھ کے جناب والا کو حوریان فرنگ یاد آئیں مہ و ستارہ کی گردابی کی تو ندی (زہ مت) چکھلا دی بے صدا کے چنگ و رباب کی تن تن چھن چھن سنائی دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرطبہ کوئی نہایت نامعقول پاگل خانہ ہے جس کی ہوا لگتے ہی دماغ غیر معتدل ہو جاتا ہے۔ خدا محفوظ رکھے۔

آخری شعر ملاحظہ ہو ؎

> ہوائے قرطبہ شاید یہ ہے اثر تیرا
> مری نوا میں ہے سوز و سرور عہد شباب

دیکھا آپ نے جو مقام پڑھتے کو جوانوں کی طرح کلیل کروائے۔ اس کی ہوا سے بچنا چاہیے یا نہیں؟

اس قصے کو ختم ہونا چاہیے۔ اب ایک اور نظم کا یہ لطیف شعر پڑھیے ؎

> اے راہرو فرزانہ بے جذب مسلمانی
> نے راہ عمل پیدا نے شاخ یقیں نمناک

مولانا پنچ کی نوٹ بک

"پدمنی ہیر آئل اور ہیر واش"

سنتے ہیں کہ ایک مشہور عقلمند قصبے کے کسی رئیس نے اپنے معزز دوست کی دعوت کی۔ اتفاق سے پکانے والی مردار گرم مسالا ڈالنا سالن میں بھول گئی۔ اور اس فروگذاشت کا علم صاحب خانہ کو اس وقت ہوا جب مہمان رخصت ہو کر باہر نکلے۔

ہائے بڑا غضب ہو گیا۔ گرم مسالے کی چرچا طاق پر دھری کی دھری رہی۔ مہمان اپنے دل میں کیا کہتا ہوگا یہی کہ ان کمبختوں کو گرم مسالا تک میسر نہیں۔ لاحول ولاقوۃ۔ ذرا جی کھٹا تو وہ ابھی ہیں یا گئے۔ اچھا تھوڑی دور گئے ہیں تو بلانا چاہیے۔ ارے جمانیک جا کہنا ایک پانچ منٹ کی زحمت اور دوں گا۔ بات سن لیجیے۔" جما دوڑا۔ مہمان کو بلالایا۔ کیوں جناب خیر باشد!۔ کچھ نہیں۔ کیا عرض کروں۔ نا اتنگ حرام سالن میں گرم مسالا ڈالنا بھول گئی۔ یہ پڑیا حاضر ہے۔ میرے سر کی قسم ذرا سا چکھ لیجیے۔

قبل ازیں ہم نے مذکور الصدر دو دواؤں کا تبصرہ کیا۔ یہ تو محسوس ہوا کہ قیمت کا گرم مسالا تبصرے کے سالن میں رہا جاتا ہے مگر شیشی بس پر قیمت چھپی ہوئی تھی نہ ملی۔ دواؤں کے موجد شریمتی اِرا رائے جرنلسٹ مطلع فرماتے ہیں کہ بال دھونے کا سفوف اور تیل (بغیر محصول) دو روپیہ میں ملے گا۔ شکر ہے کہ گرم مسالے کی پڑیا مل گئی۔ جن حضرات نے ریویو ملاحظہ کیا اور دوائیں منگوانا چاہتے ہیں وہ گرم مسالا چکھ لیں یعنے دوائیں منگائیں اس لیے کہ مفید ہیں ہم تجربہ کر چکے۔

موصوف نے ایک شیشی مقوی شربت کی جس کا نام یا جسدر "نروٹانک" ہے اور ایک ڈبیا منجن کی بھی عنایت کی ہے۔

یہ شربت دماغی کام کرنے والوں کے واسطے ہے اور منجن دانتوں کے بیماروں کے لیے۔ تجربے کے بعد حال عرض کیا جائے گا۔ دانت بفضل خدا اب کسی منجن کے محتاج نہیں لہذا منجن کا حال تو کوئی دانتوں والا بتلائے گا ہاں شربت کے فوائد ہم سنائیں گے۔ آپ جانیے پہلی فروگذاشت اور اُس کی ندامت ہیں بھولی نہیں لہذا قیمت کا گرم مسالا پیشگی چکھ لیجیے۔ شربت کی قیمت ۱ر اور منجن کی ۸؍ علاوہ محصول ہے۔ ملنے کا پتا۔ پدمنی ٹائلیٹری گوالمنڈی۔ لاہور۔

مرد ؟ الملک

"ہے ابے دوت دوت۔ معلوم نہیں کمبخت کہاں چھپا بیٹھا تھا۔"

پگڑی اُچھلی

خدا سلامت رکھے ایران کو۔ ایک زمانہ تھا کہ ایران اور صرف ایران ہی تمدن کا ماسٹر معلم اور اتالیق تھا۔ یعنی جب دنیا جانوران مردہ کی کھالوں کی لنگوٹی باندھے پھرتی پہاڑوں کے غاروں میں بستی اور شکاری جانوروں کا بسا ہند ادھ کچرا یا کچا گوشت کھاتی تھی۔ اس وقت ایرانی قاقم و سنجاب پر دیبا و حریر کی عبائیں قبائیں جیسے نیم تنے شلواریں پہنتے اونچے اونچے محلوں میں قالینوں پر بیٹھتے اٹھتے اور مزعفر بریانی پلاؤ نوش جان فرماتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ سادہ وزیبا کو غیروں کی نظر بد کی بلا سے بچانے کے لیے نقاب انھوں ہی نے ایجاد کیا۔ چنانچہ جب اسلام نے ایران پر قبضہ کیا اور شہزادیاں بندی ہوئیں تو زر بافت نقابیں ان کے منہ پر تھیں۔ گویا اسلامی شریعت میں نگاہ نیچی رکھنے یا منہ چھپانے کا حکم جب نازل ہوا تو ایران پہلے ہی سے اس حکم کا پابند تھا۔ مگر اب ورق الٹا اور اچھی طرح الٹا۔ دو تازہ حکم وہاں کی حکومت نے جاری کیے ہیں جن سے سنگین تغیرات رونما ہوئے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ "مُلّا اوبی بی کہنا" ممنوع مگر منہ الاّ ما شاء اللہ

۱۱
ارمان
کون سی شادی شدہ خاتون ہوگی جسے بچہ کھلانے
کا ارمان نہ ہو۔ اولاد کی خاطر لوگ سارے جتن کرتے
ہیں۔ درگاہوں پر جاتے ہیں۔ منتیں مانتے ہیں۔ فقیروں۔ اور
بیراگیوں کی سیوا کرتے ہیں۔ عاملوں، رمالوں، پنڈتوں، نجومیوں کے دروں کی
ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ طبیبوں۔ ویدوں اور ڈاکٹروں کو ہزاروں روپیہ کھلاتے ہیں۔ ہمارا تو یہ بھی تجربہ ہے
کہ ہندو، مسلمان، عیسائی، پارسی یہودی اولاد کی تمنا میں اپنا مذہب تک ترک کرنے پر آمادہ ہو جاتے
ہیں۔ جس گھر میں اولاد نہیں وہ بے چراغ کہلاتا ہے۔ جو عورت بے اولاد ہے وہ ہندوستان میں منحوس
سمجھی جاتی ہے۔ اور اکثر وہمی عورتیں تو اس کا منہ دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتیں۔ لیکن اب
(بے اولادوں کو مژدہ)
ہو کہ ہماری دوا ارمان سے سیکڑوں بے چراغ گھر روشن ہوگئے ہیں۔ سیکڑوں کی امیدیں برآئی ہیں۔
خوبی اسمیں یہ ہے کہ یہ دوا مہینے میں صرف تین روز عورت مرد دونوں کو کھانا پڑتی ہے۔ ۸۰ فیصدی
تو ایسا ہوتا ہے کہ پہلے ہی مہینے حمل رہ جاتا ہے لیکن دوسرے اور تیسرے مہینے تو ضرور ہی مراد
برآتی ہے پھر اس دوا میں دوسری عجیب و غریب اور حیرت انگیز خوبی یہ ہے کہ فرزند نرینہ
ہی پیدا ہوتا ہے بس دوا کی اگر ہزاروں روپیہ بھی قیمت لگی جائے تو بھی امیر
غرض مند بخوشی اسے لینے کو تیار ہو جائینگے۔ لیکن ہماری خواہش ہے کہ
اسکا فائدہ عام ہو اسلیے اسکی قیمت بھی نہایت مناسب
رکھی گئی ہے یعنی ۱۰ ماہ کی دوا عہ علاوہ محصول
ترکیب استعمال دوا کے
ساتھ روانہ کیجائے
گی
کارخانہ ضامن الصحت
وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

اودھ پنچ لکھنؤ
وکٹوریا اسٹریٹ
رجسٹرڈ نمبر ل ۷۳۴

انمول ادبی جواہر

منتخبات مضامین اودھ پنچ

من ابتداے سنہ ۱۹۲۰ء تا نہایت سنہ ۱۹۲۳ء

چار حصوں میں ادبی اصلاحی اخلاقی سیاسی مضامین بے نظیر علمی اور عملی فوائد رکھتے ہیں جن کی نظیر آپ کو اردو کے خزانے میں نہ ملے گی۔ یہ انسان کو مضمون لکھنا سکھا دیتے ہیں — اب تک چار حصے تیار ہوئے ہیں۔ قیمت فی حصہ ایک روپیہ آٹھ آنے۔

یہ مضامین بطور ضمیمہ چار سال سے اودھ پنچ کے ساتھ ہفتہ وار شائع ہو رہے ہیں سالانہ جلد کے خریدار کو ایک حصہ مفت ملتا ہے سائز ۲۰×۲۶/۱۶ مجموعی قیمت ان منتخبات کی پانچ روپیہ علاوہ محصول۔

المشتہر

منیجر اودھ پنچ

امتیاز بکس سپلائی ایجنسی

بارہا شکایت سنی گئی ہے کہ حضرات بیرونجات جو کتابیں طلب فرماتے ہیں ان کو ناقص کتابیں ملتی ہیں۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ جو کتاب وہ طلب کرتے ہیں اسکے بجاے دوسری کتاب بھیج دی جاتی ہے نیز یہ بھی شکایت ہے کہ کتاب پر صرف دکھانے کے لیے بہت زیادہ قیمت لکھ دی جاتی ہے اور شہر میں وہ لکھی ہوئی قیمت سے بہت کم قیمت پر ملتی ہے وغیرہ۔

لیکن اگر آپ ہمارے ذریعہ سے کوئی کتاب طلب فرمائیں گے تو ہرگز یہ شکایت پیدا نہ ہوگی اور ہم اپنی نگرانی میں ہر کتاب روانہ کرینگے۔ اس حالت میں اگر کتاب ناقص ہو یا پھٹی ہو یا ایک کے بجاے دوسری ہو قیمت بازار سے زیادہ ہو تو اسکے ہم ذمہ دار ہیں۔ لہذا لکھنؤ کے جس مطبع کی کتابوں کی آپکو ضرورت ہو ہمیں تحریر فرمایئے اور اطمینان رکھیے کہ آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں ملیگا در یافت طلب امور کے لیے جوابی پوسٹ کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے

پتہ:- وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

کتب خانوں کی زینت

مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ سنہ ۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد ۶ روپے سنہ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی ۱۲ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ سنہ ۳۱ و ۳۲ء کی

قیمت فی جلد ۶ روپے محصول ڈاک ۱۲ بذمہ خریدار۔ جلد سنہ ۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی ۱۲ اور جلد سنہ ۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی ۱۲ مفت ملیں گے۔

ہفتہ وار انگریزی اخبار خیبر میل پشاور

ضرور ملاحظہ کیجیے۔ یہ انگریزی کا واحد اخبار ہے جو صوبہ سرحد سے شائع ہوتا ہے

سالانہ چندہ پانچ روپیہ ہے "منیجر"

ہفتہ وار انگریزی اخبار "سنٹینل" رانچی

جسمیں نہایت پر لطف مضامین اور مقامی خبریں ہوتی ہیں۔ ضرور ملاحظہ فرمایئے سالانہ چندہ ۶ ششماہی ۳ سہ ماہی ۲ فی پرچہ ۱

منیجر "سنٹینل" رانچی

REGISTERD No A 763
LUCKNOW.
OUDH PUNCH

جلد ۲ نمبر ۲۲

مضامینِ پنچ

(مورخہ ۲۶ جون ۱۹۳۵ء)

دہ درویش

(بسلسلہ ۱۲ جون ۱۹۳۵ء)

ملاقات ختم کرکے اسی روز میں نے سفر کی تیاری کی اور معرضِ خطر رئیس کی دار الحکومت میں پہونچ کر اُس سے ملا۔ اِسے چند شرائط کا پابند کرکے دم کا تعویذ دُنسل بائیں کان میں ڈال دیں اور اُن کا تو ڑ بھی بتلا دیا۔ رئیس بڑا بیدار مغز تھا میری ہدایت پر اسنے عمل کیا اور چٹکی بجاتے اُن خطرات سے نکل گیا جن میں گھرا ہوا تھا۔ چلہ اسی خدمت کا تھا مگر مشہور یہ ہوا کہ دریا مل رئیس نے شاہی خاندان کے ایک لائق ترین فرد کو مبتلائے آلام دیکھنا گوارا نہیں کیا اور برادرانہ تعلقات کی وجہ سے تین سو روپیہ ماہوار میں جاتی نواب مضرت رساں خاں صاحب کا مقرر کردیا جس کو نواب صاحب نے بادلِ ناخواستہ محض بھائی کی مروت میں اپنا منظور کرلیا بسر اوقات کا معقول انتظام کرکے اینجانب نے حکام ریلوے کی رپورٹ شروع کی اور انتظامی خرابیوں کی تصویر ایسا رنگ دے کر پیش کی کہ وہ لوگ بھی حیران رہ گئے اور عام نگرانی اور واقعات کی اطلاع دہی کی خواہش میں میری خدمات بطور اعزازی وزٹنگ آفیسر کے قبول کرلینے کے لیے خوشی سے تیار ہوگئے۔ ایک آل انڈیا فرسٹ کلاس فری پاس ہمیشہ کے لیے عطا فرما دیا اب کیا تھا جب چاہوں جہاں چاہوں رئیسانہ ٹھاٹھ سے سفر کروں گرہ سے کوڑی نہ خرچ کرنا پڑے۔ ہر اسٹیشن پر ہندوستانی اور بڑے بڑے یوروپین ملازمین بھائی الگ ہیں۔

اس طریقہ پر سرکارِ انگلشیہ کا مخبرِ صادق والیانِ ملک اور رؤسا کے برے وقت پر قدمے سخنے آڑے آنے والا۔ قوم اور ملک کا خادم۔ مولوی طبقہ کا مرجع مرزا نواب مضرت رساں خاں ہر طبقہ میں دخل در معقولات کرنے اور سب کو انگلیوں پر نچانے لگا۔ یہ شہرت اور یہ اقتدار حاصل کرنے کے بعد میں نے "طبل غازی" نام ایک اخبار اپنے مطبع طبع زاد میں چھپوا کر شائع کرنا شروع کردیا۔ میرے فرضی باپ کا دوستِ صادق اور میری ماں کا آشنائے راز نواب لایعنی بے دال کا بودم "ہاتھی لاکھ لٹا تب بھی سوا لاکھ کا" آدمی تھا۔ بٹیر بازی کی لت تھی۔ نواب کا "آتش پرا" نامی بٹیر کلکتہ بھر میں مشہور تھا۔ راویانِ صادق القول کا چشم دید لطیفہ بیان ہے کہ شاہی فیلخانے کا بہادر خاں جب مستی میں آکر بگڑ کھڑا ہوا۔ ہتھکڑیاں بیڑیاں تڑا کر تیرے لیے باعثِ زحمت ہونے لگا اور کسی طرح قابو میں نہیں آیا تو چوبیس گھنٹے کی بھوک دے کر یہی آتش پرا اس کے سامنے چھوڑ دیا گیا۔ اُدھر سے ہاتھی سونڈ ٹیکتا چلا اور ادھر سے نواب کا آتش پرا بڑھا۔ بیچ میدان میں مڈبھیڑ ہوئی۔ ایک عالم تماشائی تھا۔ جہاں پناہ بھی جھروکے سے تماشا دیکھ رہے تھے بہادر خاں نے اس مشتِ پر کی طرف سونڈ بڑھائی کہ پہلے ہی ہاتھ میں چٹنی کر جاؤں مگر قربان جائیے اس ذرا سے جانور کی ہمت کے کندے تول کر جو جھپٹا ہے تو پہلی ہی اڑان میں مستک پر پنجے جما دیے۔ دو تین چونچیں ایسی دیں کہ داہنی آنکھ پھوٹ گئی اور خار دار ناخن ایسے گڑو دیے کہ بہادر خاں کی ساری مستی نکل گئی۔ پلک مارتے نواب کا آتش پرا فیلبانی کی خدمت انجام دیتا بہادر خاں کو تھان پر لیے چلا گیا۔ بڑے بڑے اس "ادھی کی بھوں چوں" کا لوہا مان گئے۔ "کجا بود مرکب کجا تاختم" ہاں میں کہہ رہا تھا کہ نواب لایعنی ایک سیدھا سادھا سپاٹ آدمی تھا۔ پچاس ساٹھ کے لگ بھگ سن تھا۔ اولاد کوئی تھی نہیں بیاہتا بی بی مر چکی تھی۔ اماں جان سے

جو شغلِ دلچسپی تھا وہ بھی ختم ہوچکا تھا۔ نفسانی خواہشیں ہنوز باقی تھیں۔ بڑھاپے میں کچھ اُن کا زور ہو ہی جاتا ہے۔ انگشت نما ہونے کے خیال سے دل بالچھیں کرتا تھا مگر نفس پروری کی باگ ڈور آگے کو کھینچتی تھی۔ ہمیشہ نفس ہی غالب رہتا تھا اس مرتبہ بھی یہی ہوا۔ گونا گوں خاندان کی ایک غنچۂ ناشگفتہ پر چہیم لکھنؤ کی تڑاق پڑاق نازنین سے پیام سلام ہو رہے تھے۔ دولت کے سامنے بڑھاپا اکثر ایسے موقع پر نظر انداز کردیا جاتا ہے۔ ضرورت مجبور کردیتی ہے۔ لڑکی والے راضی ہوگئے اور نواب لایعنی مغضب دولہا بن گئے لڑکی کا رنگ روپ ناک نقشہ صورت شکل سب ہی تو اچھے تھے۔ غضب کی جامہ زیب تھی۔ ہنس مکھ۔ خوش مزاج منھ سے پھول جھڑتے تھے جس سے دو باتیں کیں وہ کلمہ پڑھنے لگا۔ میں ہمیشہ سے نواب کا بھتیجا تھا اب دو آتشہ ہوگیا۔ چچی مجھ سے بہت مانوس ہوگئیں۔ میں نے بھی کسی خدمت سے منھ نہیں موڑا۔ نواب ناکارہ نہ تھے باوجود اس سن و سال کے اس بیت بازی میں بڑے بڑے کہنہ مشق نوجوانوں کو چنے چبوا دیتے تھے مگر چچی کی افتادِ طبیعت کچھ ایسی تھی کہ تھوڑے ہی عرصے میں نواب صاحب گھر کی مرغی دال برابر ہو گئے۔ اصلی نواب وہی شخص ہوا کرتا ہے جو اپنے گھر کے لوگوں یعنی بیگم صاحبہ سے اتنا ڈرتا ہو جتنا گائے قصائی سے ڈرتی ہے۔ نواب لایعنی یقینی نواب تھا۔ چچی اماں جب تک نئی نویلی دلھن بنی رہیں تب تک تو نواب سرتاج نیاز رہا مگر جب حجاب کے پردے اُٹھ گئے اور چچی اماں شمشیرِ برہنہ ہوگئیں تو خاک کیا ہے انام نواب اُن کے پیروں کی جوتی ہو گیا۔ چچی اماں کے کسی معاملے میں مجال سرزدنی نہیں رہی۔ جہاں پناہ اب تنگی ترشی سے سخت برداشتہ خاطر تھے ایک دن بیٹھے بیٹھے یہی جی میں آگئی بغیر کسی لاؤ لشکر یا ہمراہی مراتب کے عالمِ بالا کی طرف ہجرت فرما گئے۔ زمردین محل بجا بسایا۔ یہاں کا شیرازہ انھیں کے دم سے بندھا تھا۔

اُن کے ہجرت کرتے ہی بکھر گیا۔ سب کو اپنی اپنی پڑ گئی۔ بچی اماں نواب کو بھتیجے یار بنا کر سارا زر و جواہر پہلے ہی اپنے قبضے میں کر چکی تھیں اس آبادی میں خانہ داری کا سا پاکر کر ہی تھا نہ لے دے کر میرے مکان پر آ بیٹھ گئیں۔ اسباب کچھ ایسے پیش آئے کہ نواب یا بچی اماں کی مفت خوری کے لیے کوئی رقم مقرر نہ ہو سکی کیونکہ کوئی تحریری شہادت ایسی نہیں مہیا ہو سکی کہ نواب لا یعنی جہاں پناہ کی صحیح النطفہ اولاد میں سے ہیں۔ نواب کے پاس کچھ رہا تو تھا نہیں اب ان کی گزر بسر بچی اماں کی فیاضی اور میری ہمدردی پر تھی۔ والدہ کے مرنے کے بعد جو کج ادائی نواب نے میرے ساتھ کی تھی اس کا بدلا لینے کا موقع اس سے بہتر کہاں مل سکتا تھا اس لیے میں نے بہت سی پابندیاں نواب پر عائد کر دیں اور اُن کی حیثیت میرے مکان میں صرف ایک معزز دربان کی رہ گئی۔ بچی اماں سے میرے تعلقات اب اس پیارے نام منھ بولے رشتے کے نہیں رہے تھے بلکہ اب وہ بطور میری منھ بولی بی بی کے کام میں آتی تھیں۔ نواب یہ تماشا کھلی آنکھوں سے دیکھتے اور دل ہی دل میں جلتے تھے آخر اسی صدمہ میں ایک دن ایسے سوئے کہ پھر نہ جاگے۔ شہدے بلوا کر لاش اٹھوا دی اور سیوم کے دن بجائے کسی فاتحہ درود کے میں نے بچی اماں کے ساتھ عقد کر لیا۔ یہ عقد کسی محبت کا نتیجہ نہ تھا بلکہ وہ بڑی بنی گھات میں جو اپنی گھات میں کا مضمون تھا۔ میری سابق بچی اماں حال کی اہلیہ ماہرو بیگم مجھے دولتمند سمجھتی تھیں کیونکہ مختلف طریقوں سے میں نے اُن کو یہی باور کرا دیا تھا۔ میرے ساتھ ناجائز تعلقات تو نفسانی اشارات کی تمثیل تھا اور آگ پھوس کی یکجائی سے ہو گئے تھے ممکن ہے کہ اُن جذبات میں کوئی چنگاری محبت کی بھی رہی ہو مگر اب وہ بالکل فنا ہو چکی تھی اب

طرفین اپنے اپنے مطلب اور اپنی اپنی گھات میں تھے۔ ماہرو بیگم نواب کی طرح مجھے بھی کنگال کر کے اپنا کیسہ پُر کرنے کی فکر میں تھیں اور میں اس تاک میں تھا کہ اس چڑیا کے سونے چاندی کے پر نوچ کر خانگیوں میں نام لکھا دوں اور کسی سر بر آوردہ خاندان میں کسی اچھوتی نازنین سے رشتہ جوڑ کر نئے سر سے سہرا باندھوں۔

بقیہ

زار ہند لکھنوی

معترضین بال جبریل

(نمبر)

حکیم سنائی کی قبر دیکھ کے حضرت شاعر کو اپنی شاعری یاد آئی۔ اودھ پنچ کے بار بار ٹوکنے سے کسی قدر بانداز بیاں سنبھلا تھا مگر اس قبر کا خدا بھلا کرے کہ اس نے پھر بے اختیار کر دیا۔ مطلع ہے اور کسی قدر معنی بھی رکھتا ہے ؎

سما سکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا
غلط تھا اے جنوں شاید ترا اندازۂ صحرا

مگر غور سے دیکھیے تو بے ڈھنگا سا ہے یعنی وہی انکار نگ پھر جوش میں پھوٹ نکلا۔ "پہنائے فطرت" میں سودا ٹھونسنے کی سعی تو خود شاعر صاحب فرماتے ہیں اور الزام رکھتے ہیں "جنوں" کے سر کہ تو بے اٹکل ہے جو میرے سودے کے واسطے تو نے "پہنائے فطرت" کو منتخب کیا۔ جنوں کو گھر ڈھونڈھنے کی خدمت سپرد کرنا کس کا فعل ہے؟ اور اس کا نتیجہ کیا؟ دوسرے اگر پہنائے فطرت میں سودا نہیں سما سکا تو "درازی فطرت" میں سمانے کی کوشش فرمائی تھی۔ تھوڑی سی عقل کی صلاح مان لیجیے سے مشکل حل ہو جاتی۔

فطرت جبلت خلقت سودے مردود کی گردی یاد ہے یا ایمان تھی کا بھیلا نہیں۔ خدا جانے آپ

فرمائے کیا ہیں اور کس زبان میں فرماتے ہیں۔

دوسرا شعر ہے ؎

خودی سے اس طلسم رنگ و بو کو توڑ سکتے ہیں
یہی توحید تھی جس کو نہ تو سمجھا نہ میں سمجھا

یہاں غالباً جنوں سے تخاطب ہے۔ جنون اگر اس توحید کو نہ سمجھا تو بالکل واجبی بات ہے جنون سمجھنے سے کوئی علاقہ نہیں رکھتا مگر حضرت آپ نے پہلے مصرعے میں رنگ طلسم شکنی رنگ و بو کی ٹٹول لی ہے اور وہ خودی ہے کہ پھر دوسرے مصرعے میں اپنے قصور فہم کا اعتراف بے معنی ہوا یا نہیں؟ خودی کی مجال ہے کہ خدا کی توحید کو سمجھ سکے؟ خودی کو فنا کر دینے سے مطلب حاصل ہوتا ہے نہ کہ خودی کو ذریعہ بنانے سے۔ ذری صوفیہ کرام کے افادات پر نظر فرمائیے۔

تیسرا شعر ہے ؎

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۰ - قاعدہ ۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۳۰۰ [illegible]

بعدالت جناب تحصیلدار صاحب بہادر بمقام [illegible] ضلع سلطانپور

روپ نرائن سنگھ وغیرہ مدعیان

بنام

رام لوٹن سنگھ وغیرہ مدعا علیہم

بنام [illegible] عرف [illegible] ولد [illegible] سنگھ ساکن سرائں پرگنہ [illegible] تحصیل [illegible] ضلع سلطانپور مدعا علیہم

واضح ہو کہ مدعیان نے تمہارے نام ایک نالش بابت [illegible] [illegible] دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۰ - ماہ جولائی ۱۹۴۱ء وقت [illegible] بجے بمقام [illegible] اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے کماحقہ واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کر جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعوے کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم تائید اپنی جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔ اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔ بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۹ - ماہ جون ۱۹۴۱ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

ساٹھ برس سے انجام دے رہا ہے اس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ علماء وفضلاء ادباء اس کی امداد پر آمادہ ہوتے لیکن افسوس ہے کہ حامیان اُردو کو باوجود برادران وطن کی شدید مخالفت وحملہ آوری کے اپنی ملکی زبان کا خیال تک نہیں۔ بہرحال میں تمام ناظرین اودھ پنچ سے التجا کروں گا کہ یہی امتحان کا وقت ہے اگر وہ اس کی بقا چاہتے ہیں تو ایک سال کی قیمت پیشگی اپنی طرف سے اس کے علاوہ اپنے ایک ایک دوست کو خریدار بنا کر اس کی قیمت بھی پیشگی روانہ کریں۔ یہ کوئی اہم بات نہیں۔ نہ سخاوت مفت کی استدعا ہے۔

(ڈاکٹر) ایم۔ ایس۔ مہر۔ ایچ۔ ایم۔ بی بمبئی

جواب:۔ اے جناب! اودھ پنچ میں کئی عیب ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا اڈیٹر قید نہیں ہوا۔ دوسرے یہ کہ مذہبی مناقشات نہ اس نے پیدا کیے اور نہ مادر حلولمنا قشات جو زبردستی تولد ہوئے اُن کے پالنے پوسنے کی خدمت ہی اپنے ذمہ لی۔ تیسرے یہ کہ دل لگی دل لگی میں بھی اور مفید باتیں بتائیں۔ چوتھے یہ کہ عوام کو بداخلاقی سکھانے والی دلچسپیوں سے روکا۔ پانچویں یہ کہ غلط مدح کر کے اُلّو نہیں پھانسے۔ چھٹے یہ کہ اپنے گھر کی عورتوں یا اپنے دوستوں کے گھر کی عورتوں کو اخوکہ نہیں بنایا اور پڑھنے والوں سے اُن کے افعال عزیز کرتے رہے۔ ساتویں یہ کہ تحریر مضامین میں اخلاقی یا ادبی یا ملکی فائدہ مدنظر رکھا آٹھویں یہ کہ ڈینگ نہیں ہانکی یعنی اپنا مول آپ ہی نہیں بڑھایا۔ نویں یہ کہ ہجو و مدح میں اتصال بالجبر ملحوظ نہیں رکھا۔ دسویں یہ کہ مظلوم حق کے استعانت کی آواز بلند نہیں کی۔ الغرض پنچ عیب شرعی ہوتے ہیں گھوڑے میں۔ یہاں نچاوہ عیب رضی اور مصنوعی ہیں۔ دنیا کو اہل علم نے عادت ہی ایسی ڈال کر وہ مفید غیر مفید بات میں امتیاز کر سکے۔ خریدار اکثر کوڑی کوڑی کا حساب لینے والے ہیں اور جو صحیح وسقیم میں بفضل خدا تمیز کر سکتے ہیں اُن کی تعداد اقل قلیل ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہی تو کہا تھا "مانگو تو دیے جاؤ گا" یہ کب کہا تھا کہ جو نہ مانگے اُسے دو۔ یہ تو آخری پیغمبر نے فرمایا ہے جس کے تمام نصائح صرف سن لیے جاتے ہیں۔ عمل کرتے ہیں اُس پر غیر مسلم صاحبان اقبال۔ ہم نے کہہ دیا تھا کہ جب تک سو خریدار باقی ہیں اُس وقت تک ہم سے نہ مفرد نہ کریں گے چاہے سال میں ایک ہی نمبر نکال سکیں ابھی تک اس کی پابندی کی ہے۔ پہ تعمیل ارشاد آپ کا خط شائع کر دیا ہے۔ اس ہمدردی کا شکریہ قبول فرمایئے۔ فقط۔

پنچ۔

تبصرۂ لغات

(نمبر ۷)

"نور اللغات"

بگلیانا کے معنی لکھتے ہیں "ناامید ہونا۔ لڑھکنا۔ بھاگنا۔ فسخ ہونا۔"

حالانکہ ان میں سے کوئی معنی مستعمل نہیں بچکنے کے معنے عموماً ڈرنے اور متوحش ہونے کے ہیں۔

علی ہذا القیاس بچلنا۔ خدا جانے کب مروج تھا آج کل تو عورت مرد کوئی بھی بچلنا بمعنی "لغزش کرنا۔ بھٹکنا۔ چوکنا۔ خطا ہونا" نہیں بولتا۔ نور اللغات کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہت ہی کثیر المعانی لفظ ہے۔ "ناکامیاب ہونا۔ بے سُرا ہو جانا۔ پاگل ہو جانا۔ کام خراب ہو جانا" یہ سب ایک ہی لفظ کے اندر سمیٹے ہیں۔ ممکن ہے پُرانے وقتوں میں کہیں مستعمل ہو یا کسی شاعر نے نظم کیا ہو۔ ایسا غریب لفظ ہے کہ ہم نے فصحا کی زبان سے نکلتے نہیں سنا۔

دہان کے جو اسکول مسلم ہیں ان میں ترک و اختیار کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ اطراف و نواحی میں بے خبری کے باعث متروک الفاظ مستعمل ہوتے رہتے ہیں لکھنؤ بھی انھیں مقامات میں سے ایک ہے جس کا کوئی جامع اللغات یا لغات الکاکوریہ میں سے ایک لفظ اسے بھی خیال فرمایئے۔

فرماتے ہیں "بچے کا ہاتھ سے کھیل جانا۔ لازم عو۔ بچے کا مر جانا۔"

بشرح سابق یہ محاورہ بھی لغات الکاکوریہ کے باقیات غیر صالحات میں سے ہے۔

لفظ بحل کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے "بکسر اول و دوم و سکون لام بعض لغات نے اس کو عربی قرار دے کر جرم بخشنے گناہ معاف کرنے کے معانی لکھے ہیں۔"

اس لفظ میں مصنف یا مؤلف صاحب نے کسی قدر داد تحقیق دی ہے مگر وہ بھی غلطی سے خالی نہیں یا یں معنی کہ آگے چل کے لکھتے ہیں "معلوم ہوتا ہے یہ لفظ بحل تھا بفتح اول و کسر ہائے ہوز صیغہ صفت مشبہ بمعنی متروک اور مراد ہے چھوڑا ہوا۔ حالانکہ وہاں ہائے ہوز مفتوح ہے" پھر فرماتے ہیں کہ "بحل بفتح اول و دوم و تشدید لام اس صورت میں ہائے موحدہ مفتوحہ ظرفیت اور معیت کے معنے دیتی ہے اور (حل حلال ہونا) یہ بھی غلط ہے اس وجہ سے کہ بائے مفتوحہ یعنی مع کا عربی میں وجود نہیں اور حل کا بفتح حائے حطی بمعنی حلال کہنا زبردستی عربی کا گلا گھونٹنا ہے یوں کہہ سکتے تھے کہ یہ لفظ ہندوستانی عربی ہے اور مرکب ہے بائے مکسورہ جارہ اور حل مکسور الحائے بمعنی حلال و بضم لام اس کا عربی میں مشدد ہے مگر ہندوستانیوں نے سب کچھ مباح کر لیا ہے وہ عام طور پر بحِل اور بحُل کہتے ہیں۔

بداہت کے معنی تحریر فرمائے ہیں "بے سمجھے بات کہنا۔ ناگہانی۔ یقینی ہونا۔ صریحی ہونا۔"

سیکڑوں شاعروں نے بداہۃً شعر کہے تھا لیکن بالی نور اللغات کے ارشاد کے بموجب بے سمجھے کہے ہوں گے۔ بے سمجھے بات کہنے والا بے وقوف ہوتا ہے لہذا یہ سب بالبداہۃ کلام کہنے اور جواب دینے والے بے وقوف اور ناسمجھ ہونے چاہییں۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ حیف ہے کہ بغیر فکر و نظر بھیجے بات کہنے والے ہیں۔

کبوتر باز

"تو۔ دھات۔ آؤ بیٹا۔ آؤ۔"

تماشائی:۔ "نئے دانے نئے پانی کا تماشا یا شعبدہ ہم بھی دیکھیں گے۔"
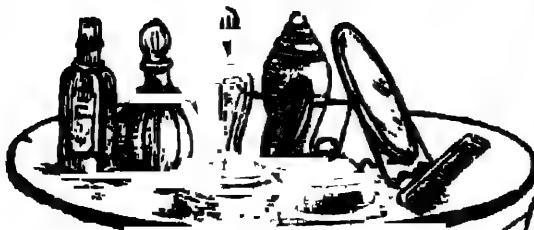
اور بے سمجھے بات کہنے والے میں بھی نور اللغات کو فرق نہیں معلوم۔ اصل معنی بکنا بکنا کے "ناگاہ" ہیں اسی سے بداہت اور بدیہی کی اصطلاح اخذ ہے جو کسب و نظر پر موقوف نہ ہو وہ بدیہی کہلاتا ہے۔ ہاں مدرس یا تجربہ پر مشتمل ہو تو ہو۔ سے بے سمجھے بات کہنے کی ایک ہی کہی اگر یہ صحیح ہو تو پھر تمام نور اللغات "بداہت" کی صفت سے متصف سمجھیے اس لیے کہ سمجھ کے بات کہنے کی عادت نور اللغات کو نہیں۔ گویا بداہت کے ذیل میں نور اللغات نے اپنی تعریف کی ہے۔ اگر "بے سمجھے" کی جگہ "بے سوچے" "ناگاہ" بھی ہوتا تو شاید ان محل اعتراض نہ تھا۔

ایک لفظ نیا ایجاد فرمایا ہے "بُدرق" جسے قانون عربی کے باوجود آپ "دیوناگری" قرار دیتی ہیں۔ یہ آج معلوم ہوا کہ عین و قاف وغیرہ دیوناگری میں بھی ہیں۔

ایک وصف اور بھی نور اللغات خاص میں قابل توجہ ہے یعنی آپ املا بھی خوب جانتی ہیں "جائیگا اور جائیےگا" آپ کے یہاں ایک ہی طرح لکھا جاتا ہے۔ ابتدائی اسکول کی اولاد بھی ہجے لگا کے دونوں کا فرق معلوم کر سکتی ہے۔ آپ نے امیر مینائی کا ایک شعر لکھا ہے ؎

ہو چکا وعدہ کہ کل آئیگا
دیکھیے اب نہ بدل جائیگا

بدل کے تیسرے معنی فرماتی ہیں "رنگ کا متغیر ہونا" شاید "متغیر ہونا" کی خرابی ہے کاتب بھی ویسا ہی قابل ملا۔ خدا تن دیکھ کے جامہ بیونتا ہے۔ بدل کے دو ایک معنی ہیں جن کے بیان کر دینے کے بعد جتنے مرکبات بدل کے ذیل میں آتے ہیں وہ سب بے بتائے سمجھ میں آ جاتے ہیں۔

تیز کے ساتویں معنی یوں لکھے ہیں "بغل۔ کنار آغوش" اور مثال یا سند میں یہ شعر پیش کیا ہے (محسن) ؎

اسرار گنبد آسمان نظر میں
ڈوبے ہوئے ہفت بحور میں

اب معنی شعر کے کہیے۔ بعید لو آسمانوں کے نگاہ میں۔ ڈوبے ہوئے ساتوں دریا کنار یا بغل یا آغوش میں۔ لیاقت کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ برجستہ کے معنی "تحفہ" بھی آپ کے نزدیک ہیں۔

"براعت الاستہلال" کے بارے میں کیا خوب ارشاد ہوتا ہے۔

گفشت و دید میں خلل ہے تری قدرت نمائی کا

"(براعۃ درع)۔ روشنی فصاحت فضیلت۔ ہنر مند کامل ہونا۔ دوسروں سے عقل میں سبقت لے جانا۔ استہلال (عربی) بچے کا پیدائش کے وقت رونا۔ سا بانگ کرنا۔ اس آواز سے لڑکا لڑکی کی شناخت ہو جاتی ہے۔ مؤنث علم ادب کی ایک صنعت کا نام جو ایسے الفاظ یا مضامین تمہید میں لاتے ہیں جن سے اصل مقصود کا پتا چلتا ہو۔"

معلوم ہوتا ہے کہ بلی غیاث اللغات نے ان کو بہکا دیا۔ براعۃ کے معنی روشنی کے کسی لغت میں نہیں۔ استہلال کے معنی بہت سے ہیں منجملہ اُن کے گریہ وقت پیدائش کے بھی ہیں مگر یہ نور اللغات کی بر اعت فن دایگی ہے کہ وہ لڑکی اور لڑکے کے رونے سے اُس کی جنس کا پتا لگاتی ہیں۔ درحقیقت "براعۃ استہلال" ایک صنعت ہے یعنی دیباچہ یا تمہید میں یا ابتدائے کلام میں مناسب مقصود الفاظ کا لانا اس طرح کہ جس فن یا واقعے یا چیز کے متعلق کلام ترتیب دیا گیا ہو وہ مسائل اجمالاً ابتدا میں مذکور ہو جائیں۔

رہا یہ کہ اصطلاحی معانی کو لغوی معانی سے کیا لگاؤ ہے تو جو معنی بی نور اللغات نے بیان فرمائے ہیں وہ اس مطلب کو پورا نہیں کرتے۔

استہلال کے معنی نئے چاند نکلنے کے بھی ہیں نیا چاند دیکھنے کے لیے ایک شخص دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتا ہے کہ پہلے ہم دیکھیں اور پہلے دیکھنے والا انگلی سے اشارہ بھی کرتا ہے کہ وہ چاند نکلا ممکن ہے کہ اسی خیال کو ملحوظ رکھ کے واضع نے اصطلاح وضع کر لی ہو۔ ایسی تمہید جس میں "مرتبہ علیہ" مسائل اجمالاً مذکور ہوں استہلال سے ملتی جلتی ہے۔ (باقی آئندہ)

راقم
خاکسار ادبار اللغات

ضرورت ہے

(۱) توسیع اشاعت کی (۲) خطوط اور منی آرڈر بھیجنے والوں کو نمبر خریداری کی (۳) وی۔پی طلب کرنے والوں کو تضییع اوقات اور اسراف سے بچنے کی۔

"منیجر اودھ پنچ لکھنؤ"

مولانا پنچ کی نوٹ بک

"ہائے اجان بگڑ گئی"

ہندوستانی مسلمان چاہتے تھے کہ فرقہ وار انتخاب قائم رہے اور کسی حال میں بھی مرجی و امتزاجی انتخاب ممکن نہ ہو مگر افسوس کہ میاں سرسموئل ہور چلتے چلاتے گورنمنٹ آف انڈیا بل میں ایک ایسی پخ نکال گئے جس سے بغیر پالیمنٹ کی رضامندی کے صرف صوبہ کی کونسل یا اسمبلی میں رزولیوشن پاس ہو جانے پر کمیونل ایوارڈ میں تبدل کا امکان ظاہر ہوتا ہے جب سے یہ خبر مشہور ہوئی ویسا ہی ہلڑ مچ گیا جیسا کہ جلاہوں کی مسجد میں مچا تھا۔

سنتے ہیں کہ جلاہوں کی مسجد میں ایک نو وارد رافضی مسافر نے "خلیفہ بلافصل" کہدیا۔ کسی جلاہے نے جو یہ کلمہ سنا تو محلے میں بایں الفاظ گہار مچائی — ارے ٹوٹے والو چلیو اجان (اذان) بگڑ گئی " منادی کی نمائش کے سومن بھائی دوڑے لاٹھیاں ہاتھ میں لیں مسجد کا محاصرہ کر کے مؤذن سے باز پرس شروع کر دی "کاہے رے سارے اجان بگاڑ دیہس!" سرسموئل ہور تو ہیں اب اُتر سے نکھٹے! دیکھنا یہ ہے کہ ارکوئیس زیٹ لینڈ سے کن الفاظ میں "پولیٹیکل اجان" بگاڑ دینے کی باز پرس ہوتی ہے ؟ —

"پدمنی ہیر آئل اور سیر واش"

اس روغن کی ایک شیشی اور سفوف کا ایک ڈبا موجد نے ہمارے یہاں آزمائش اوصاف کے لیے بھیجا۔ بڑھاپے میں بناؤ سنگار سے ہمیں کیا سروکار ہمیشہ اُن چیزوں کا امتحان دوسروں پر کرنا چاہیے جن کا حال معلوم نہ ہو۔ ایک تجربہ کار ڈپٹی کلکٹر کے تجربے سے ہمیں یہی نصیحت ملی۔ یہ بیچارے خضاب لگایا کرتے تھے۔ دورے کا زمانہ تھا اتفاقاً ایک گاؤں میں گزر ہوا۔ نائی کو بلایا کہ حجامت بنائے اُس نے دیکھا کہ ملعوب سے ہرا ہوا بادیا خضاب کا رکھا ہے۔ عرض کی کہ حضور میرے پاس نہایت عمدہ خضاب ہے۔ حکم ہو تو حاضر کروں۔ ڈپٹی صاحب راضی ہو گئے اُس نے اپنی دوا سر و ریش و بروت میں تھوپ دی اور خود الوپ ہو گیا تین گھنٹے تک ڈپٹی صاحب ڈھاٹا باندھے نہایت اجلال و تمکنت سے چوکی پر بیٹھے رہے بعد ازاں سر اور ڈاڑھی میں کھجلی شروع ہوئی۔ بیتاب ہو کے ڈھاٹا جو کھولا۔ تو نور علیٰ نور۔ منہ نہ تھا گھی کے کُپّے کی ڈھانٹ کیسے سنگ ساق کا کھرل سمجھیے۔ وہ چکنی جھل جھلاتی بقول بکمئی ہنتوں کے جیا اللچاؤں پھوڑی نکل آئی کہ ہاتھ پڑے اور پھسل جائے بیچارے اٹھے اور سیلانشاہ کے اس شعر کی تمثیل پیش فرمائی ؎

> شیخ جی صاحب بچی کے اوپر شک سے بیٹھے نہاتے ہیں
>
> منڈی کھنڈی چندیا پر کیا خوب تبّے پڑتے ہیں

کچہری دربار موقوف۔ بلاؤ تو ہر دو دِنائی کو بھلا خلیفہ کا پتا اب کہاں۔ تیسرے روز جو ڈپٹی صاحب نے آئینہ ملاحظہ فرمایا تو کھونٹیاں سیاہ نکلی تھیں دل خوش ہو گیا۔

الغرض جس نے یہ ماجری دیکھا ہو وہ بھلا تجربہ کے لیے اپنی چندیا کیونکر پیش کرتا شیشی اور سفوف دونوں پڑوسن زادی کے حوالے کر دیے اس بیچاری کے بالوں کی جڑوں میں چھوٹے چھوٹے دانے پڑتے اور دانوں میں سے بہت ہی چپ چپی پیپ نکلتی تھی۔ بال کمزور ہو گئے اور کچھ دنوں بعد گر جاتے تھے دوا نے یہ تمام امراض دور کر دیے ایک ہفتے کے بعد جتنا خشکی بالا زم ادھ ہو گئے وہ جیسا بیان ہے کہ جو بال کسی بیماری کے باعث وقت سے پہلے سفید ہو جاتے ہیں وہ دوا کے اثر سے دوبارہ دروئیدگی میں سیاہ نکلتے ہیں۔ ہمیں اس خوبی پر بھی اعتماد ہے۔ ایجاد نہایت مفید ہے۔ مسٹر جے آر راے جرنلسٹ ڈائرکٹر پدمنی ٹائلیٹری گوال منڈی لاہور سے منگائیے۔ قیمت کچھ بہت نہیں ہے مگر یاد نہیں رہی۔ اس لیے کہ شیشی و ڈبا پڑوسن کے پاس ہے۔

خالی تھیلی دیکھنے کا انتظار ہے

نزہۃ الربیع میں نہایت وثوق کے ساتھ یہ حکایت درج ہے کہ ایک تھیلی چوہیا اور ایک تھے میاں مولوی۔ چوہیا نے مولوی کو عاجز کر دیا تھا۔ سبھی کے کھانے گھر میں لائے تو غائب کتابیں رکھیں تو مقرض۔ مولوی نے بہت مشکل سے چوہیا پکڑی۔ دُم میں دھاگا باندھ کے لٹکا دیا۔ بیچاری چوہیا لگی ترپنے پھڑکنے مگر چارہ ہی کیا تھا۔ یہ حالت اپنی بےکسی کی چوہے نے دیکھی گئی وہ بل میں گیا ایک اشرفی لایا۔ دوسری لایا تیسری لایا۔ ملا صاحب چپکے دیکھا کیے آخر اس غریب نے خالی تھیلی دکھا دی ملا صاحب سمجھ گئے کہ اب کچھ ملنے والا نہیں۔ بعض اخباری کاغذ وں کا بھی یہی حال ہے مگر یہ نہیں معلوم کہ مولویوں کی دُم ان کے ہاتھ لگی ہے یا اُنکی دُم میں مولویوں نے دھاگا باندھا ہے۔ خالی تھیلی کا انتظار طرفین کو ہے۔

اودھ پنچ لکھنؤ جلد ۵۰ نمبر ۲۳ صفحہ ۳

جلد ۵ نمبر ۲۳

مضامینِ وحید

(مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۳۵ء)

تبصرۂ لغات

(نمبر ۳)

"نور اللغات"

کوئی کہاں تک غلطیاں نکالنے نگاہ بے کار ہوگئی۔ نور اللغات پر کب دیکھئے سرسری نظر ڈالی تھی کہ ایک صاحب آ گئے اور انھوں نے پوچھا۔ کیوں جناب! "بُخاری بضم اول موحدہ فارسی میں اس کوٹھری کو کہتے ہیں جو غلہ رکھنے کی غرض سے بنائی جاتی ہے؟"

جواب دیا کہ حضرت ان معانی میں تو یہ فارسی ہے نہ عربی۔ البتہ بکھاری بفتح یا اُس کوٹھری کو دیہاتی کہتے ہیں جس میں غلہ ذخیرہ کیا جاتا ہے۔

پھر انھوں نے سوال کیا اور یہ "بجرہ" بھی فارسی ہے جو حصہ کے ساتھ بولا جاتا ہے؟ سوال سُن کے حیرت ہوئی۔ بجرہ بھی نہ عربی ہے نہ فارسی غالباً یہ "بہرہ" تھا جس کے معنی "حصے" کے ہیں اور جواب بطور تابع مہمل حصے کے ساتھ زبانوں پر جاری ہے۔

خدا ایسی کتاب کو دنیا سے ناپید کرے خیال تو کیجیے اگر کوئی شخص اس کتاب پر بھروسا کر کے لکھ دے کہ "بجرۂ شما حاضر است" اور اہل علم کی نگاہ اس عبارت پر جا پڑے یا کوئی طالب علم بیچارہ اس کتاب پر اعتماد کر کے جواب میں سوال کے یہ لفظ لکھ جائے تو کیسی ہنسی ہو اور طالب علم بیچارہ کیسا نادم و ناکام ہو۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

کاش ادبار کو خدا آٹھ آٹھ آنکھیں دیتا جو اس ظلمت اللغات کے اندھیر کو اچھی طرح دیکھ سکتا۔ یہ دونوں سوال ختم ہوئے تھے کہ پھر سائل نے ٹوکا۔

"یہ تو ارشاد ہو کہ "بُرادہ" فارسی ہے؟"

"ارے۔ کون مسخرا کہتا ہے کہ بُرادہ فارسی ہے؟"۔

سائل نے کہا جناب زبان سنبھالیے۔ اسی لغت میں ہے کہ بُرادہ فارسی ہے۔ شک ہو تو بچشم خود معائنہ فرمالیجیے۔

ہم نے اُسے سمجھایا کہ بھائی فارسی میں "براده" کو سوفش بروزن سوزش کہتے ہیں۔ بُرادہ عربی لفظ ہے۔ وہ ریزے جو "برد" یعنی سوہان کی رگڑ سے جدا ہوں بُرادہ کہلاتے ہیں۔ ان تینوں لفظوں میں سے کوئی فارسی نہیں۔

محترم مؤلف صاحب کے سوہان طبع نے غالباً "بریدن" کو رگڑ کے یہ بُرادہ نکالا ہے خیال فرمایا ہوگا کہ "بریدن" بمعنے برادہ کرنا بھی شاید کہیں آیا ہو اور وہ بہ کثرت استعمال ریزہ ریزہ ہو کے "بریدن" ہو گیا ہو بریدن کا نتیجہ ہو "برادہ"۔

صاحب موصوف فرماتے ہیں:۔

"براق (ع۔ برق۔ بجلی) مذکر۔ بہشت کا گھوڑا (مجازاً) گھوڑا (اردو) وہ تعزیہ جس کا دھڑ گھوڑے کی شکل کا اور چہرہ انسان کا سا بناتے ہیں"

اول تو بہشت میں کوئی طویلہ یا اصطبل آج تک نہیں سنا۔ نہ ایسا کوئی کھیت حدیث میں مروی ہے کہ کانپور کی طرح سرکاری فارم ہو اور اُس میں سانڈ گھوڑیوں پر چھوڑے جاتے ہوں۔ لہٰذا بہشت کے گھوڑے کے معنی تو سمجھ میں آ نہیں سکتے۔ رہا "مجازاً گھوڑا" تو ممکن ہے کہ حقیقت" کوئی گھوڑی ہو جس کا مجازی خدا گھوڑا ہو جائے۔ ہمارے سے معمولی لیاقت کے آدمی صرف قیاسی گھوڑے لگا سکتے ہیں۔ قابو کی بات نہیں۔ سُنا تو ہم نے یہ ہے کہ ایک جسم متجلی نورانی پیمبر کے گھر میں شب معراج اُترا تھا جس کے گیسو بھی تھے دُم بھی تھی۔ دستار سے ذوذوائب بھی ہوتے ہیں۔ ذوات الاذناب بھی ہوتے ہیں (علماء ہیأۃ اس سے بخوبی واقف ہیں) اُسے ہم نے اسی وجہ سے گھوڑا خیال کیا کہ اس کی پشت پر سوار ہو کے پیمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے عالم علوی کی سیر کی۔ اس کا نام بُراق تھا۔ غور سے دیکھیے تو یہ مسئلہ استبعاد عقلی سے بالکل خالی نظر آتا ہے۔ بایں معنی کہ آج لوگ مریخ تک سفر کرنے پر آمادہ ہیں "راکٹ" بناتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ زیادہ دور نہیں تو کم از کم اس چھوٹے سے چاند تک ضرور پہنچ جائیں گے جس میں ایک بڑھیا شبانہ روز گاندھی جی کی طرح چرخا کاتا کرتی ہے۔ پھر قادر مطلق کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ اس نے اپنے خاص بندے کے لیے کسی مصلحت سے ایک چھوٹا سا برقی "فلکی جرم" حرکت و مزاج کردی کو معتدل و معادل کر کے بھیج دیا ہو۔

سورۂ "والنجم اذا ھوی" یہی گواہی دیتا ہے کہ براق ایک ستارہ تھا۔ جو ظاہر بظاہر اُترا۔ جس کے واسطے اُتار آگیا وہ (روحی لہ الفداء) اپنی خواہش نفس سے بات چیت نہ کرتا تھا اُس نے دعوےٰ کیا وحی والہام نے اُس کی تائید کی فاستویٰ وھو بالافق الاعلیٰ (وہ ایک دم کے دم ٹھہر اپنی سنبھالا یا درست بیٹھا بس اتنی ہی دیر میں وہ اوپر اُڑ کے کنارے پر تھا) واقعہ یہ ہے کہ آج کل کے مسلمان کچھ پُرانی دھرانی باتوں سے بے دل ہو گئے ہیں یہاں تک کہ انھیں بیان کرتے شرماتے ہیں۔ خدا جانے یہ طفلانہ شرم انھیں کیوں آتی ہے۔ دین اُن کا مضبوط اور پیمبر اُن کا صادق ہے۔ مرحوم سرسید احمد خاں کے عہد سے یہ شرم اتنی بڑھ گئی کہ اگلے زمانے کی کنواری دلھنیں اُن کے آگے ہیچ نظر آتی ہیں۔ یہ کمزور علم و عقیدہ رکھنے والے مسلمان جن چیزوں سے اپنے جہل کا اقرار کرنے والے مادیین کے سامنے شرماتے ہیں اُن میں سے ایک معراج جسمانی کا مسئلہ بھی ہے۔ جس زمانے میں سرسید احمد خاں نے ولایت کا سفر کیا تھا اُس زمانے میں اہل مادہ اور طبیعیہ کا یورپ میں دور دورہ تھا۔ اور یہ طبیعیین صرف متشکک تھے محقق نہ تھے اسی وجہ سے ان مطالب کو غیر ممکن خیال کرتے تھے۔ اب وہ بات نہیں رہی ۔۔۔ آج کل واضح لفظوں میں اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ سائنس ایک گرگٹ ہے جو ہر سیٹے رنگ بدلتا رہتا ہے ایسی حالت میں ہمیں یقین ہے کہ حق گھوم پھر کے اصلی مرکز پر آ جائے گا جسے قرآن پاک نے تجویز کیا ہے۔

وہ بھی اُسے گوڑا نہیں سمجھے۔ بلکہ ڈر گئے۔"

پھر ارشاد ہوتا ہے "بُر بُرانا۔ (ص) چھڑکنا کسی خشک پسی ہوئی چیز کا کسی دوسری چیز پر چھڑکنا۔ ۲ چھینٹا ڈالنا۔"

پہلے معنی تو صحیح ہیں مگر معانی کا جوع البقر لیے ہو کا نور اللغات کا پرانا مرض ہے۔ لہذا انھوں نے رطب و یابس میں فرق گوارا نہ فرمایا۔ ایک معنے سوکھے کے تھے تو دوسرے گیلے بھی کھڑا دیے تاکہ اس مجہولی کتاب میں خشک و تر سب ہی کچھ آجائے کوئی پوچھنے جانچنے والا تو ہے نہیں۔ اُردو جرنل کے حاشیہ زبانی سب ہی ہیں دلی ایک آدھ ہوا بھی تو کتاب کا حجم دیکھ کے سہم جائے گا۔ منہ آنے کی مجال نہ ہوگی۔ بہرکیف "چھینٹا دینا" اور "بُربُرانا" ایک نہیں۔ چھینٹا صرف سیال چیز کا دیا جاتا ہے "بُر بُرانا" آہستہ آہستہ کسی سفوف کے چھڑکنے کو کہتے ہیں۔ اس کے مقابل میں اگر دفعۃً واحدۃً کوئی چیز کثیر مقدار میں دوسری چیز پر ڈالی جائے تو اُسے بکٹا بھرنا بکٹا ڈالنا بکٹا جھونکنا بکٹا پڑنا بکٹا مارنا بکٹا چلنا بکٹا پھینکنا (حسب محل) بولتے ہیں۔ مثلاً "تنور مہتابوں پر عود کے بکٹے چلتے تھے۔"

افادہ فرماتے ہیں "بربری خانہ" بکریوں کے رہنے کا مکان۔ اور یہ لغت بالکل من تصنیف مؤلف ہے۔

ارشاد ہوتا ہے "برس کا برس دن"۔ یہ محاورہ آج تک ہم نے کیا شاید کسی نے نہ سنا ہوگا۔ "برس برس کا دن" بیشک زنانی زبان میں "عید کا دن" ہے مثلاً "برس برس کے دن بچے کو نہ مارو"۔ مگر کوئی یہ نہیں کہتا کہ "برس کے برس دن"۔

پھر ارشاد ہوتا ہے "برسانا (ف) متعدی ۱ اناج کو گرا کر صاف کرنا" یہ بھی غلط ہے دیہاتی زبان میں اسے "اُسانا" کہتے ہیں۔

مشکل پسندی ملاحظہ فرمائیے کہ مؤلف صاحب برسی، بروسی کے سے غیر مانوس الفاظ جو کبھی اُردو میں شامل نہیں کیے گئے وہ تو مارے بمہ دانی سے لکھتے ہیں اور عام الفاظ چھوڑ دیتے ہیں مثلاً "برسولہ" جو کہ فارسی الاصل ہے اور عموماً عرس یا شادی میں تقسیم ہوتا ہے۔ عام گیتوں میں بھی موجود ہے۔

"نخترکے برسولے بٹے چوڑن لاگ گیا"

"یہ ہریالی کو ہونہ لیسے ترسنے کا جیا"

افادات کا عجیب و غریب دفتر نور اللغات نے کھولا ہے۔ برف اور یخ میں فرق اس طرح بیان فرماتے ہیں۔ "بخارات جو ہوا میں ملے ہوئے ہیں سخت سردی کی وجہ سے جب تک منجمد ہو کر چھوٹی چھوٹی سوئیاں سی بن کر زمین پر گرتے ہیں برف کے نام سے موسوم ہوتے ہیں اور جب پانی کے قطرے بن کر سردی کی شدت سے جم جائیں تو یخ کہلاتے ہیں۔"

سوئی دھاگا تو شاید کسی نے دیکھا نہ ہوگا۔ ہاں برف کے ریزے ناریل کے چھلکے کی صورت سے گرتے ہیں اور جم کے سخت ہو جاتے ہیں۔ اتنا ہمیں بھی معلوم ہے۔ مگر عبارت کی فصاحت دیکھنے کے قابل ہے۔

نئے نئے محاورے بھی تصنیف ہوتے ہیں مثلاً "بُرقع میں بھیجوا سے کھانا" اور استناد بھی ایسے غیر معروف مصنفات سے کیا جاتا ہے جن کا نام شاید ہی کسی نے سنا ہو۔ خدا جانے جادہ تسخیر کیا بلا ہے جس سے یہ محاورہ نقل کیا گیا ہے۔ اور خدا معلوم کون سی گنواریاں بولتی ہیں۔

(باقی آئندہ)

خاکسار ادبار اللغات عفی عنہ

ادبی استفسار

ایک صاحب پوچھتے ہیں:—

"انھیں تلوں تیل نکلے گا" کی مثل صحیح ہے یا نہیں اگر صحیح ہے تو اس کا منشا کیا ہے۔ بذریعہ اودھ پنچ مطلع کیجیے"

جواب۔ جی ہاں صحیح ہے۔ محل استعمال اسکا خیانت کا خیانت سے معاوضہ ہے۔ اس کے متعلق حکایت یہ ہے کہ ایک صاحب اپنے تلوں کا تیل نکلوانے تیلی کے یہاں گئے گھڑا ساتھ لیتے گئے۔ تیلی کا تیل بھی ایک کپے میں رکھا ہوا تھا انھوں نے اپنا خالی گھڑا اُس کپے کے قریب رکھ دیا۔ تیلی نے ان کے تھوڑے تل

کولھو میں ڈالے اور جتنا تیں ایک مرتبہ کے دباؤ میں نکلا ان کے سپرد کیا انھوں نے آنکھ بچا کے تھوڑا تیل تیلی کے کپّے سے اپنے تیل میں ملا لیا تیلی تھا ہوشیار اب اُس نے یہ کیا۔ کہ پیلے ہوئے تلوں میں بے پیلے تل ملانے شروع کیے اور دباؤ اتنا کم ڈالا کہ سارے کے سارے (مسلم) تل کھلی میں رہ گئے جس کی خبر صاحب مال کو نہ ہوئی کیونکہ وہ تو ہمہ تن پرائے تیل کی بدولت اپنے تیل کا وزن بڑھانے میں مصروف تھے۔ ایک تیسرا گاہک آیا اُس نے ان کی چوری دیکھ لی۔ اور ٹوک دیا کہ اماں یہ کیا کرتے ہو۔ تیلی نے کہا۔ کچھ مضائقہ نہیں انھیں تلوں (جو میں پیل رہا ہوں) (مسروقہ) تیل نکل آئے گا۔

اسی طرح کی ایک مثل عربی میں بھی ہے "یاکل من دھن سراجہ" فلاں شخص اپنے ہی چراغ کا تیل کھا رہا ہے جس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک صاحب چراغ کا تیل لینے گئے۔ دکان پر کھجوروں سے بھرا ٹوکرا رکھا تھا۔ دکاندار تیل کا وزن کرنے لگا۔ خریدار صاحب نے کھجوروں کی ٹنگار شروع کر دی۔ کنکھیوں سے دکاندار نے دیکھا اور چپکے چپکے وزن کے بٹے کم کرنے لگا۔ کسی تیسرے نے ٹوکا تو دکاندار بولا لا باس بہ یاکل دھن سراجہ کچھ مضائقہ نہیں وہ اپنے چراغ ہی کا تیل کھا رہے ہیں کھانے دیجیے۔

(پنچ)

کچھ گیہوں گیلے کچھ جاگر ڈھیلے

ایک طرف دنیا بلیس شکر کی مٹھاس نے حواس میں کیڑے ڈالے معاون کوئی عنقا کب؟ جو کام میں ہاتھ بٹا لیتا۔ دوسری جانب بعض خریداروں نے وقت پر قیمت بھیجنے میں تساہل فرمایا۔ عجب عجب عذر کیے۔ جن کا سلسلہ سال کے اس ساتویں مہینے تک جاری ہے:—

(۱) اہلیہ نے انتقال فرمایا۔

یعنی کھانا پینا نوکروں کی تنخواہ۔ تھیٹر سینما یہ سب مصارف بجائے خود مجرب ہیں۔ صرف غریب اودھ پنچ کا پانچ چھ آنے مہینے کا بار زوجین مہر کی طرح وبال جان ہے۔

(۲) اس وقت خاکسار تبدیل آب و ہوا کے واسطے پہاڑ پر جا رہا ہے انشاء اللہ موسم کے خاتمے پر جب واپس آئے گا تو وی پی بھیج دیجیے گا۔

(۳) آپ سے گزشتہ ماہ میں ملاقات ہوئی تھی اور آپ نے اُس عمارت کو بھی دیکھا تھا جس کی تعمیر شروع کر دی ہے بعد اختتام تعمیر خدا نے چاہا تو حکم کی تعمیل کی جائے گی۔

اس قسم کے عذر اُن حضرات نے پیش کیے جو بفضل خدا معاش کی جانب سے مطمئن ہیں۔ جو غریب ہماری طرح غیر مطمئن ہیں انھوں نے اول تو عذر نہیں کیا اور کیا بھی تو دوسرے مہینے قیمت بھیج دی۔

اہل دولت میں بعض ایسے بھی ہیں جو بالکل یورپین تہذیب سے محلّی و مخلع ہیں لیکن خط یا درخواست کا جواب دینا داخل تہذیب نہیں سمجھتے۔ ان میں سے کئی صاحب حیدرآباد دکن کے اعیان میں سے ہیں یہ وہی دکن جس کے تاجدار نے زبان اُردو پر ابدی احسان کیا۔ اودھ پنچ اُن کے سر منڈھا نہیں گیا تھا اُنھوں نے براہ نوازش خود ہی جاری کرنے کا حکم دیا تھا پھر بھی چھ چھ سات سات برس پرچہ ملاحظہ فرمانے کے بعد لائق خطاب جواب نہیں سمجھتے۔ یعنی "ہندوستان صرف بُری ہی باتوں میں یورپ کا مقلد ہے۔ پابندی عہد و وقت و فرض شناسی میں نہیں۔"

بہرکیف جب حال یہ ہے اور اسی وجہ سے پرچہ وقت پر نہ نکلا یا ایک دو نمبر ناغہ ہو گئے تو اس میں خاکسار اڈیٹر کا قصور ہی کیا ہے۔ قدرت مطلقہ بھی اپنے معمولات کبھی کبھی چھوڑ دیتی ہے۔ اچھی خاصی آبادی زلزلے سیلاب۔ آتش۔ طوفان ہوا کے نذر ہو جاتی ہے۔ اکثر برسات کا موسم بجائے دیسے کی طرح پر اصاف اور خشک گزر جاتا ہے۔ گرمیوں میں بے سر منڈائے اولے برستے ہیں اور جاڑوں میں پسینے کے مارے پنکھا جھلنا پڑتا ہے۔

تیس برس ہم نے اتنی پابندی وقت کے ساتھ پرچہ نکالا کہ شکایت کا موقع نہیں دیا لیکن کبھی ہمیں سب خریداروں نے (باستثنائے بعض کہ خدا انھیں اجر دے) وقت پر قیمت عنایت نہیں فرمائی۔

بیماری کے عالم میں یہ تلخ معذرت قلم سے نکل گئی۔ اس تیس برس میں تین ہزار سے زیادہ ایسے خوش معاملہ خریدار اور مشتہروں کے نام (نواب۔ رئیس۔ تعلقدار وکیل۔ والی ملک۔ اڈیٹر مہاجن عظیم الشان تاجر بیرسٹر) ہیں دکھائے جا سکتے ہیں جنھوں نے اودھ پنچ کی قیمت اور اجرت ہضم فرمائی۔ خدا اجر و بدل کرے۔

دو تین پرچے اور تعویق و تاخیر کے ساتھ نکلیں گے شکایت نہ فرمایئے۔ اس لیے کہ ٹرین لیٹ ہو گئی ہے لیکن سال کے تمام نمبر پورے کر دیے جائیں گے یا خریداری کی مدت بڑھا دی جائے گی۔

حضرات مشتہرین بھی یقین فرمائیں کہ تکرار اشاعت میں کمی نہ ہوگی۔ صاف گوئی ہمارا شعار ہے۔

جان بل
فرانس
ITA
GERMANY

بے وفا تماشبین

"خالی دکھاوے کی محبت"

"چلو ہٹو بھی ———— باتیں نہ بناؤ"

اپنے خطوط کے قصیدے پڑھ سکے دنیا کا دل نرم کر لیا
اسلامی بھی باوجی واسطے دعا کے مانگنا ہمارا خصیدہ نہیں۔
اس کے ساتھ ہی شان استغنا سے کسی کا یہ سمجھ لینا
کہ ہمیں دست غیب کا حل آتا ہے سمجھنے والے کی
غلطی ہے۔ اس وقت کارخانے کو روپیہ کی شدید ضرورت
ہے جن لوگوں کے ذمے اودھ پنچ کی قیمت ہے اگر وہ
چڑھی ہوئی رقم جلدی عنایت کر دیں تو ہمارا قرض بھی
ادا ہو جائے اور لوگوں کا قرض بھی۔ والسلام فقط

(خاکسار اڈیٹر)

معترض اور بال جبریل

(نمبر ۲)

اسی نظم کا ایک شعر ہے ؎

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آ رہی ہے دمادم صدائے کن فیکون

یہ "دمادم" کانوں پر ستم توڑتی ہے "برابر" کہتے تو فصاحت کی جان بچ جاتی۔ اسکے بعد عناصر سے "تو تو میں میں" پر ایک نظم ہے لیکن گردن جھکا کے کہنا پڑتا ہے کہ "یونہی سی ہے" حاصل کچھ نہیں سچ ہے تو تو میں میں کا حاصل ہی کیا۔ پہلا شعر ہے ؎

عالم آب و خاک و باد! سر عیاں ہے تو کہ میں؟
وہ جو نظر سے ہے نہاں اس کا جہاں ہے تو کہ میں؟

آخری شعر ہے ؎

تو کف خاک و بے بصر میں کف خاک و خود نگر
کشت وجود کے لیے آب رواں ہے تو کہ میں؟

بظاہر تو یہی مطلب معلوم ہوتا ہے کہ ادعا عالم خاکی اور باد لا آدم خاکی دونوں میں سے کوئی بھی کشت وجود کا سینچنے والا نہیں۔ پھر؟ مطلب تو جب نکلتا کہ دونوں میں سے کوئی "آب رواں" ثابت ہو جاتا۔ اس لیے کہ یہ تقابل صرف ترجیحی پہلو ذہن کرنے سے لطیف ہو سکتا ہے نہ دونوں کے لغو ثابت کرنے سے۔ ایک اور نظم میں فرماتے ہیں ؎

وہ شے کچھ اور ہے کہتے ہیں جان پاک جسے
یہ رنگ و نم یہ لہو آب و نان کی ہے مستی

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ "نم" کیا بلا ہے؟ رنگ و نم کوئی متلازم کیفیتیں نہیں جو ساتھ ساتھ بولی جاتی ہوں۔ یوں خاطر سے کہیے تو مان لیں کہ "نم" یا مطلع کی قافیہ بندی بڑا اوصعت ہے ورنہ بظاہر تو صرف ایک "بکن" وزن شعری میں کم پڑتا تھا تو نس ٹھانس کو خدا سلامت رکھے۔ مصرعہ موزوں کر دیا۔ اوچھی کرن کا بھیکا پن ان میں بک جاتا ہے۔ تمام نظم بے ڈھنگی ہے۔

فحوائے کلام سے بازبردستی قصد شاعر یہ معلوم ہوتا ہے کہ "زندگی کچھ اور شے ہے۔ رنگ روپ خون کی زیادتی یا نضارت اس وجہ سے ہے کہ کھانے کو بے فکری سے ملتا ہے۔ اس "نم" کی دم میں اجنت کئی جگہ طہر متخلل بنا ہے۔ خدا خشک کرے۔

فرماتے ہیں ؎

دل سوز سے خالی ہے نظر پاک نہیں ہے
پھر اس میں عجب کیا کہ تو بیباک نہیں ہے

یعنے کسی میں باکی یا در شرم ہونا عیب ہے؟ اگر دل سوز سے مملو ہوتا اور نظر تحسین ہوتی تو ضرور بیباک ہوتا۔ لاحول ولاقوۃ۔ الٹو انسی اسی کا نام۔ اگر "باک" کو یعنے "ترس" قرار دیں تب بھی کوئی عمدہ مطلب نہیں نکلتا۔ اسی نظم کا دوسرا شعر ہے ؎

ہے ذوق تجلی بھی اسی خاک میں پنہاں
غافل تو "نرا" صاحب ادراک نہیں ہے

ملاحظہ فرمائیے اس "نرا" نے کیا لطف دیا ہے۔ "نرا" کہتے ہیں خالص اور بے غش کو۔ غالباً مطلب حضرت شاعر دام اقبالہ کا تو یہ ہوگا کہ صرف صاحب ادراک ہونے کی نعمت ہی تجھے نہیں دی گئی ہے بلکہ تیری خاک میں ذوق تجلی کی خاصیت بھی ودیعت ہے۔ مگر "نہیں" نفی کرتی ہے "نرے صاحب ادراک" ہونے کی لہٰذا مطلب خبط ہوا جاتا ہے اور تبادر ذہن کا اس طرف ہوتا ہے کہ سرے سے تجھے ادراک ہی نہیں۔ "نرا" کی جگہ "مگر" کہتے تو پھر معنی صاف ہو جاتے۔ بطرز سوال یا بطور اظہار واقعہ "مگر" نہایت مناسب ہوتا "نرا" ہے بھی عامیانہ لفظ۔ وہی مثل ہے کہ افیمی کی پگڑی چیل لے گئی اور بالی گئی

ٹوپی دودھ میں گر گئی جسے وہ چائے میں سخت بالائی سمجھ کے پی گئے۔ صبح کو بی بی نے بیت الخلا میں دینے سے نکالی تو کہنے لگے ٹوپی ہی نہیں بی بی پگڑی بھی لگے ہاتھوں نکال لو۔

مقطع یا آخری شعر نہایت لغو ہے ؎

عالم ہے فقط مومن جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے

ہر عامی و خاصی تاجدار لولاک لما خلقت الافلاک کا ہم پایہ نہیں ہو سکتا۔ یہ گستاخی ہے ایمان کے درجے ہیں اور یہ تمام درجے بھی اگر کسی کو حاصل ہوں تو جو خصوصیت باری تعالےٰ نے ہمارے حضرت کو دی ہے وہ انھیں کا حق ہے۔ دیگر انبیا میں سے بھی تو کسی سے خدا نے نہیں کہا کہ اگر خدا رہتا کہاں ہے اس وقت تو افلاک کی خلقت ہمارے شاعر صاحب کی مٹھی میں ہے، جس کے واسطے خلق کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

راف

ادبار الشعرا

مولانا پنچ کی نوٹ بک

"کوتاہئ عمر کا اصلی سبب"

بال کی کھال نکالنے والوں نے قبل از وقت مرنے کے سیکڑوں سبب بیان کیے ہیں۔ کوئی کہتا ہے ادھ کچری عمر میں شادی کردی بی بی جھول نکالتے نکالتے گھس پس کے بچوں پر قربان ہوگئیں۔ میاں لون تیل لکڑی اور جورو کی نخرہ برداری یا اولاد کی فکر تعلیم میں گھل گھل کے تحلیل ہوگئے۔ کوئی کہتا ہے اناج مہنگا ہے اگلے زمانے میں دمڑی کا ڈیڑھ سیر گھی ملتا تھا کھاتے تھے اینڈتے تھے۔ کسی کا ارشاد ہے خدا کو بھلنے کا یہی نتیجہ ہے ہر وقت حرص و آز میں دنیا مبتلا ہے بدن کے پنجرے کی تیلیاں کھوکھلی اور رکھ دیا کے طائر روح فٹ فٹ بولتا عالم بالا کو سدھار جاتا ہے۔

ہم سے پوچھیے تو یہ کچھ بھی نہیں آج کل اخباری کاغذوں کی کثرت نے دنیا کی عمر کی رسی چھوٹی کردی یہ کمبخت بے مروت اپنی روزی میں ترقی کی خاطر "سنسنی خیز" (باصطلاح حال) یعنے دل دہلانے یا بوکھلا دینے والی خبروں کی تلاش میں یا ل زخم کی جستجو میں۔

منشا تو باری تعالیٰ کا یہ ہے کہ انسان مثل دیگر حیوانات کے موت کو بھولا رہے۔ دوسرے کو مرتے دیکھے اور خیال بھی نہ کرے کہ مرنا ہمیں بھی ہے یا خیال کرے تو گھڑی دو گھڑی۔ جو زندہ رہ کے مرنے آئے ہیں وہ کیوں خواہ مخواہ قبل از وقت موت کے تصور میں بیکار گھلیں۔ دوست یا عزیز مرتے ہیں تو ہر روز نہیں مگر اخباری کاغذ تو ہر روز خبریں مرگ کو سنا کے دل دہلاتے رہتے ہیں۔ فلاں جگہ زلزلہ آیا دو لاکھ مکان اور دس لاکھ آدمی سے

زمیں زم ہے آسماں دور ہے

کتنے افتاد و رفتن کا سبق رٹتے لقمۂ اجل ہوئے۔ فلاں جگہ سیلاب آیا نفوس انسانی چھپر کے پھوس کی طرح بہ گئے۔ غرض بجلی گری۔ کان بیٹھی۔ آندھی آئی۔ ٹرین لڑی۔ سو بادھاپلی۔ جنگ ہوئی۔ بم پھٹا۔ پہیا پھرا بائسکلوں کی بھیڑیوں میں ٹکر چلی۔ لاٹھی پونگا قتل آگ ہزاروں واقعات مرگ یہ خدا ناترس فرقہ روز سناتا رہتا ہے۔ اب فرض کیجیے کہ آپ کی نظر کے نیچے پانچ اخبار مختلف اوقات میں آتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے پڑھنے میں آپ دو گھنٹا صرف کرتے ہیں بس چوبیس گھنٹے کا دن بھر تانسے سانسے دھونس تو نس میں گزر گیا زندگی تھی کم ہوئی اور زندگی کی جو نیم بیمار خصت طرفہ ماجرا یہ کہ کسی عمروں سے زیادہ بوڑھی یعنی بالکل کرکی کا جالا ان اخبارں کی بدولت کی زندگانی ہے کیا سمجھی کہ پریس ایک کا عزرائیل ہر وقت اُن کی جان پر مسلط رہتا ہے بے ناگی اگت ناگ کھائی حل کی طرح تاک میں رہتی ہے گو یہ اپنی دونوں ہوتوں کو بھولے ہوئے ہیں آپ خیال تو کیجیے جب نکو اور کوئی گڑمی پالن گڑمی خبر نہیں ملتی تو کہانیاں اسی طرح کی تصنیف کرکے شائع کرتے ہیں سب سے زیادہ کامیاب قصہ نویس وہ ہے جو دکھ بھری کہانی میں سیارہ جینا کا روگ ہر بے۔ بیٹھے تھے دل بہلانے غم غلط کرنے دیکھتے کیا ہیں بول رانی چتا میں جل گئیں یکلا دیوی کساری میں آگ لگائی گنگا دیئی دب مریں مسماۃ رضیہ خانم مٹی کا تیل پی کے مرگئیں جا ہتی بیگم نے کنویں میں ڈبکی لگائی اور زیادہ مصیبت انھیں پر وارد کی جاتی ہے جن کا عشق جائز ہوتا ہے۔ یار دیسے دھڑتے چلتے ہیں یا موت یا موت کی گھڑی جینے اور دل گرمانے کی ضرورت نہیں

سمن واسطے قرار داد امور تنقیح طلب

(آرڈر ۵۔ قاعدہ ۵)

نمبر مقدمہ ۵۶ سنہ ۱۹۳۵ء

عدالت جناب حاکم تحصیل صاحب بہادر صفی پور ضلع اُناؤ

بابو رام کمار وغیرہ ساکن شہر لکھنؤ محلہ حضرت گنج مدعی

بنام

جنگی سنگھ وغیرہ مدعا علیہم

بنام ۱۔ جنگی سنگھ ۲۔ شہان سنگھ } پسران بلدیو سنگھ اقوام ٹھاکر ساکنان لالپور تحصیل کماناسو پرگنہ بانگرمئو

تحصیل صفی پور ضلع اُناؤ مدعا علیہم

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت سید خلی دفعہ ۸۶ منصفی کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۲۹ ماہ جولائی ۱۹۳۵ء بوقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جوابدہی دعوی کی کریں اور آپ کو لازم ہے کہ اسی روز جملہ دستاویزات پیش کریں جن پر آپ بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہوں۔

آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۳ ماہ جولائی ۱۹۳۵ء کو جاری کیا گیا۔

| مہر عدالت |

دستخط حاکم بخط انگریزی

سمن واسطے قرار داد امور تنقیح طلب

نمبر مقدمہ ۵

عدالت جناب حاکم تحصیل صاحب بہادر صفی پور ضلع اُناؤ

مسماۃ پھول کنور مدعیہ

بنام

رگھوراج سنگھ وغیرہ مدعا علیہم

بنام ۱۔ رگھوراج سنگھ ولد بابکر سنگھ اقوام ٹھاکر ساکنان علاء الدین پور پرگنہ فتحپور چوراسی تحصیل صفی پور

۲۔ بو سنگھ ۳۔ بہادر سنگھ ۴۔ سیتلا سنگھ } پسران پدم سنگھ

ضلع اُناؤ مدعا علیہم

ہرگاہ مدعیہ نے تمھارے نام ایک نالش بابت منافع کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۴ ماہ جولائی ۱۹۳۵ء بوقت ۱۰ بجے دن کے بمقام اُناؤ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور کل امورات اہم متعلقہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور تم کو لازم ہے کہ اسی روز جملہ دستاویزات پیش کرو جن پر تم بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو۔

تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمھارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۰ ماہ جولائی ۱۹۳۵ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

| مہر عدالت |

سمن واسطے قرار داد امور تنقیح طلب

نمبر مقدمہ ۴

عدالت جناب حاکم تحصیل صاحب بہادر صفی پور ضلع اناؤ

مسماۃ پھول کنور مدعیہ

بنام

بو سنگھ وغیرہ مدعا علیہم

بنام ۱۔ بو سنگھ ۲۔ بہادر سنگھ ۳۔ سیتلا سنگھ } پسران پدم سنگھ ۴۔ رگھوراج سنگھ ولد بابکر سنگھ } اقوام ٹھاکر ساکنان علاء الدین پور پرگنہ فتحپور چوراسی تحصیل صفی پور ضلع اناؤ مدعا علیہم

ہرگاہ کہ مدعیہ نے تمھارے نام ایک نالش بابت منافع کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۴ ماہ جولائی ۱۹۳۵ء بوقت ۱۰ بجے دن کے بمقام اناؤ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور تم کو لازم ہے کہ اسی روز جملہ دستاویزات پیش کرو جن پر تم بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو۔

تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمھارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۰ ماہ جولائی ۱۹۳۵ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

| مہر عدالت |

کارخانہ ہے جو ہلالِ احمر کی نذر ہوگا۔ ۱۶ اور ۲۵ اکتالیس ہوئے۔ رہ گئے ۱۶ لاکھ ان سولہ لاکھ کے مصارف کے جو مدات ہیں وہ ٹھیک اسی طرح سمجھا دیے گئے ہیں جس طرح ایک دیہاتی بھائی گھوڑی پر سوار ہو کے شادی میں شریک ہوئے جب میزبان نے کھانے کی نسبت دریافت کیا کہ کتنے کھانے آپکو درکار ہیں تو کہنے لگے آٹھ کھانے۔ حساب سنو۔

"میں اور میں خود اپنا بھائی تیسرے حجام چوتھے نائی پانچویں گھوڑی چھٹے بچھیرا ساتویں جا رجامہ آٹھویں چارپائی"۔

ان مصارف میں پانچویں مد ہے "ہندوستان میں انگریزی اور اردو اخبارات کی امداد" سب تو خیر مگر یہ پانچویں مد ذری کھٹکتی ہے۔ جو اخبار کاغذ اس خوانِ نعمت کے نمک خوار ہیں اُن سے امید ہے کہ وہ بذریعۂ اعلان اس مد کی صحت ثابت کردینگے۔

اس حساب میں سندیسوں کے ساتھ ایک نثر بھی ہے جس میں سیٹھ چھوٹانی کی نااہلی کا مرثیہ اپنی قدیم امیرانہ زندگی اور جدید فقیرانہ قومی زندگی کا تقابل مصائب سفر۔ دعوتوں کے لذیذ کھانوں کی ایذا ہندوستان کی بزدلی اور نامردی کا رونا بعض خودغرض کام کرنے والوں کی مخالفت۔ مایوسیوں کا ہجوم اور دیگر آلام کی فہرست ہے اور خاتمہ پر یہ جملہ ہے کہ:۔

"ان سب کی موجودگی ہوتے ہوئے بھی بفضلہ تعالیٰ خلافت کا جھنڈا ہوا میں بلند ہے اور لہرا رہا ہے اور جب تک سانس چلتی ہے انشاء اللہ ایسے ہی لہراتا رہے گا"۔

ہاں جناب آپ کے منھ میں گھی شکر۔ مگر جھنڈے کا ہوا میں لہرانا نہ خلافت کے لیے مفید ہے نہ خلیفہ کے لیے خصوصاً ہندوستان کی ہوا میں لہرانا۔ پہلے خلیفہ تجویز کیجیے پھر خلافت کا جھنڈا لہرایئے تو دل خوش ہو واقعی آپ کے دانت اور معدے کو ضرور دعوتوں کی غذا سے تکلیف ہوئی ہم سب آپ کے شکر گزار ہیں۔ مگر آپ کی نثر میں ایک کمی رہ گئی ہے یعنی اب "پیری کی داڑھی" (خلافت فنڈ) میں کتنے بال باقی ہیں؟۔ آیا ان کے ازسرِ نو اُگنے کی امید بھی ہے یا نہیں؟۔

میں اور میں خود اپنا بھائی۔ حجام اور نائی گھوڑی اور اس کا بچھیرا زین پوش اور چارپائی یہ سب کتنے دن تک باقی ہونگی یہ گزارہ کرسکتے ہیں ہمیں بڑی فکر اسی بات کی ہے!۔

آقایانِ قوم

نمبر ۱: اے حضرت اب تو قوم کا اکلوتا وارث صرف بندہ ہی بندہ نظر آتا ہے۔ اگر قوم کو خدا صلاحیت دے اور وہ میرے ذاتی صفات یعنی علائی حقوق پر نظر فرمائے تو بن داموں کی لونڈی بن جائے۔ یہ احسان کوئی معمولی احسان نہیں ہے آپ خیال تو کیجیے۔ بندہ ایک اچھا خاصا کامیاب وکیل تھا۔ موکلوں کا ہجوم ہر وقت دروازے پر اتنا رہتا تھا کہ کسی عامل علوی و سفلی کے گھر میں اتنے فرمانبردار موکل یا خبیث ارواح نہ ہوں گے وکالت کا سب کو دست غیب تھا۔ دست غیب۔ واللہ جس موکل سے کہدیا کہ ہری لونگیں اور کچی کالی مرچیں اسی وقت لاؤ تو تمھارے مقدمے کے کوفتے مسالے دار ہوجائیں بس اس نے جان بھی سر سے پہاڑ کھود اگر فرمائش پوری کردی۔ تسخیر کا یہ عالم کہ جس موکل سے کہدیا رات بھر در بانی کرنے پر مستعد ہوگیا۔ بندے نے علی رؤس الاشہاد کہدیا تھا کہ "مایوس موکلوں کو مژدہ" تمام دنیا کے وکیل بیرسٹر مختار جس مقدمہ کو کمزور سمجھیں میرے پاس لاؤ خدا نے چاہا تو ایسا شہزور ہوجائے جس کا جواب نہیں۔ وہ تو خدا سمجھے ان کوڑھ مغز حاکموں سے جن کو وکیل کی بحث سننے اور سمجھنے کی تمیز نہیں ورنہ آج مردہ مقدمات کے حق میں میری مسیحائی کے ڈنکے بجے ہوتے۔ خصوصاً فوجداری مقدمات میں میری کارگزاریاں آجتک لوگوں کو یاد ہیں۔ واللہ فوجداری مقدمات آجتک مجھ کو ڈھونڈھتے پھرتے ہیں اور حاکم کو تو میں ایسا قابو میں رکھتا تھا کہ کبھی اس نے میری شکایت نہیں کی اسی شہر میں بعض حاکم ایسے بوسیدہ یا ڈھیلے دیوانے آئے کہ تمام وکلا نے اُن کے اجلاس پر آنا جانا ترک کردیا۔ ایسے غصہ ور کہ خدا کی پناہ وکیل نے بات کہی اور انھوں نے جھٹ دی جھنجھوڑ کھایا کاٹنے کو دوڑے مگر مجھ سے ایک نہ چلی۔ انھوں نے کہا "او یہ سؤر کا بچہ" میں نے کہا بجا ارشاد ہوا والد مرحوم بھی یہی فرماتے تھے۔ میں کس قابل ہوں حضور یہ سب اپنی تعریف فرماتے ہیں انھوں نے میرے موکل کو سال بھر کی سزا دی تو میں نے فوراً درخواست دلوا دی کہ سزا کم ہے میرا موکل نہایت بے ایمان ہے وہ نہیں چاہتا کہ اس کے ساتھ کوئی رعایت کی جائے اس جرم کی سزا قانون میں عمر قید حبس دوام ہے لہٰذا سزا بڑھانی چاہیے۔۔۔

اخبار نویسوں کے پاس دوڑا گیا اُن سے آرٹیکل لکھوائے کہ فلاں حاکم صاحب بہت رحمدل ہیں۔ مجرم نے کھیت سے ککڑی چرائی تھی اُس کی سزا صرف عبور دریائے شور تجویز فرمائی پھانسی نہیں دی۔ مزا یہ ہے کہ پولیس نے رپورٹ کمزور لکھی اور استغاثہ کے ثبوت میں عمداً غیر قابل اعتبار گواہیاں پیش کیں کسی نے کہا کہ چوری شام کو ہوئی کسی نے کہا دوپہر کو کسی نے کہا کہ مجرم دس روز سے غیر حاضر تھا وقوعہ کے پانچ دن بعد گرفتار ہوا کسی نے کہا چوری کرتے پکڑا گیا۔ صفائی کے لائق وکیل..... نے اپنی بحث میں گواہانِ استغاثہ کا اختلاف دکھاتے ہوئے عدالت کو توجہ دلائی کہ استغاثہ صحیح ہے میں اس کی تردید نہیں کرسکتا البتہ پولیس نے جو گواہیاں دی ہیں وہ نہایت بیہودہ ہیں انصاف کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ملزم کو سزا دی جائے۔ میرا موکل بظاہر چور اُٹھائی گیرا معلوم ہوتا ہے اور ایسا بدمعاش ہے کہ کمبخت نے آٹھ آنے فیس کے آج تک ادا نہیں کیے۔ الغرض ہر مہینے پندرہ بیس روپیہ کما لیتا تھا اور مزے سے زندگی کے دن کاٹتا تھا۔ اتفاق کی بات کہ مولویوں نے فتوے دیدیا وکالت کی کمائی قطعاً ناجائز ہے واللہ میں نے شکر کیا کہ آٹھ دس آنے روز بھر مٹھی حرام کے پیٹ میں جاتے تھے اور رہا ضمیر کمبخت حرام ہی اچھا تھا

جن کی چھوٹی سی یادگار تاج محل کا مقبرہ موجود ہے۔ تم تاجر بھی تھے صناع بھی تھے شجاع بھی تھے عابد بھی زاہد بھی مرتاض بھی مرتاح بھی۔ تم میں حقد و حسد نہ تھا۔ تم میں تعصب نہ تھا تم میں جہالت نہ تھی۔ دفعۃً نئے درویش صاحب سے تمہاری شناسائی ہوئی انھوں نے زندگی کے عجیب و غریب دفینے تمہارے سامنے پیش کیے میں نے تو آدم سے لیکر معاملہ کیا تھا لیکن تم نے کوئی معاہدہ نہ کیا تم اندھے بگلوں کی طرح گردن اٹھا کے مصنوعی معدلت کے سبز باغ۔ غارتگرانہ تجارت کے سراب۔ مذہبی آزادی کے کوہ ندا کی طرف چل نکلے تمہاری وہی ہائی ہے ؎

اے درد بہت کیا ہے کیا ہم نے
دیکھا یہ ہی جہان کا لیکھا ہم نے
بینائی نہ تھی تو دیکھتے تھے سب کچھ
جب آنکھ کھلی تو کچھ نہ دیکھا ہم نے

بے ڈھنگی تعلیم کا یہی نتیجہ ہونا چاہیے یہ ہرگز سیاسی یا اقتصادی بیداری یا تنازع للبقا کا مسئلہ نہیں ہے یار و یہ وہی سلائی ہے جس نے مجھے اندھا کیا۔ یہ خزانہ تمہارا نہیں۔ ابھی تک بائیں آنکھ محفوظ ہے۔ تم خود دیکھ سکتے ہو کہ معدلت کا الماس مذہبی آزادی کا گوہر یکدانہ تجارت و اقتصاد کا نقد خالص تمہیں میرے سے حاصل تھا۔ کب تعزیہ داری نہیں ہوئی کب ام ڈول نہیں اٹھا۔ کب اذان نہیں دی گئی کب سنکھ نہیں پھونکا۔ کب کوئی ذی حق اپنے حق سے محروم رہا۔ تجارت و زراعت میں ایک دوسرے کا صیدی بنا۔ آخر مدتہائے دراز سے تمام معاملات ہنستے کھیلتے پورے ہوتے تھے یا نہیں۔

اگر چھوٹی چھوٹی باتوں پر بڑے بڑے ہنگامے برپا کروگے تو میں سمجھتا ہوں کہ درویش صاحب اپنی کحالی کا تماشا ضرور دکھائیں گے۔ بائیں آنکھ میں سلائی گھسی تو پھر بھیروں ناچتا دکھائی دے گا۔ تمہاری چندیا میں اور میری چندیا میں کوئی فرق نہ رہے گا انصاف بے بھاؤ کی لگانے گا۔ اس بہانے میں اصلیت ضرور ہے کہ ابھی ایک ہی قسط کی سلائی پھری ہے جب اس نے اختلاف ہیکا گشتی خون چھپکے خزانے کا دہانہ کھول دیا تو آئندہ سوائے دیسے ہی تم ہونے کے امن و امان قائم ہونے کی دوسری کوئی سبیل نظر نہیں آتی۔ اس کا جواب تم دونوں کے پاس کچھ نہیں سوائے اس کے کہ تم دونوں بھیک مانگو اور کوئی کچھ دے یا نہ دے مگر اس کا یہ فرض ہو کہ ہاتھ گرمائے اور تڑاق سے ایک دو تین چار پانچ لگا دے۔ تم چندیا سہلاؤ اور لٹھیالے کے نائی حاضری کی طرح کہتے پھرو ارے کون ہے تیرا ستیاناس جائے۔ ہائے ایسے زور سے جمائی ہے کہ بھیجا پلپلا ہو گیا۔ لوگو دوڑو دہائی ہے اسے ہم اندھوں کو مسخروں نے گھیرا ہے۔ فریاد کو پہونچو۔ الٰہی ان کی لاش بچ بچائی جائے ان کی کہاں ہے سب کیسے ان کی جان جوانی کے آگے آئے۔ ان کو چین سے سونا نصیب نہ ہو۔

یار و بچے تو خلیفہ ہارون رشید مل گئے تھے بُری بھلی نبھ گئی مگر تمہارا سامنا "ڈنڈا رسید" (پولیس) سے ہوگا وہ اس واویلا پر کان دھرنے والی نہیں۔ حرص کی پیروی میں ہاتھ کی اپنی عزت رخصت۔ بدنامی و رسوائی حاصل۔ اصلی نہیں اصولی انصاف کی چاٹ میں دونوں کو مفت کی چوٹ سے بھینٹ۔

والسّلام علیکم۔

راقم

بابا عبداللہ نابینا

پیرجی کی داڑھی اور تبرک

یہ مثل تو زبان زد ہے کہ "پیر جی کی داڑھی تبرک کے نذر" مگر جس حکایت سے یہ کہاوت وابستہ ہے اُسے بہت کم لوگ جانتے ہوں گے۔ یہ حکایت مشہور فاضل عارف ملا عبدالرحمٰن جامی اور ایک عراقی مولوی کی ہے۔ ملا عبدالرحمٰن جامی خراسان کے مضافات میں قصبہ "جام" کے رہنے والے تھے ایک زمانہ تھا کہ کوئی دوسرا شخص اتنے بڑے مدت میں مولانا جامی کا شریک نہ تھا اتفاقاً ایک عراقی صاحب گنبد کے برابر عمامہ باندھ کے جام میں تشریف لائے اور لگے اپنے علم کا علم بلند کرنے چند روز میں غریب مولانا جامی کے پیچھے نمازیوں کا ٹھٹھ ہو گیا۔ مولانا نے بار ہا کہا کہ یہ کمبخت جاہل مطلق ہے مگر شخصیت پرستی کا جو دور دورہ آج آپ دیکھتے ہیں وہی جب بھی تھا۔ ان کی کسی نے سماعت نہ کی۔ بات کا توڑ یوں ہوا کہ عراقی اور جامی علمی مباحثہ کریں جو بالا بیٹھے وہی مقتدا۔ عراقی تھا آنکھوں کا کھوٹ کیمیت اس نے دیکھا کہ مجمع مجھوں کا ہے ان میں کوئی عربی زبان سے واقف نہیں۔ ایسا سوال کرنا چاہیے کہ ملا جامی کہیں "نمیدانم" چنانچہ جب مولانا نے عربی زبان میں کہا کہ "سل" (پوچھو) تو اس نے کہا۔

"ما معنی قول العرب لا اعلم" (عرب میں جو کہتے ہیں "لا اعلم" تو اس کے کیا معنے ہیں) مولانا نے فرمایا "نمیدانم" بس "نمیدانم" (میں نہیں جانتا) کی صدا سنتے ہی جام کی خلقت لگی ناچنے کودنے اچکنے وہ مارا۔

ارے واہ رے عراقی مولوی ایک ہی سوال میں مولانا جامی کو سوائے "نمیدانم" کہنے کے کچھ نہ بن پڑی مات کر دیا۔ چلیے ہوا بگڑ گئی۔ اور مولانا ترک وطن پر مجبور ہوئے۔ مگر چلتے وقت عراقی کے پاس پیام بھیجا کہ واقعی جناب والا کے علم و فضل تقویٰ اور بزرگی میں کوئی کلام نہیں۔ مجھ سے قصور ہوا معاف کیجیے اور اپنی ریش مبارک کا ایک بال عنایت کیجیے کہ اُسے تمنا و تبرکاً گلے کا کٹھلا بناؤں۔ عراقی یہ کلمات سنتے ہی بدرنگا ہی بھولا داڑھی کا بال مولانا کے پاس بھیج دیا۔ انھوں نے چوم چاٹ کے گلے کی ہیکل میں ڈال لیا۔

آپ جانیے مولانا کا یہ اظہار عقیدت بھلا خالی جانے والا تھا۔ تین روز کے اندر قریہ کے تمام آدمی عراقی کی داڑھی پر ٹوٹ پڑے ایک بال نہ چھوڑا اور اس طرح پیر عراقی کی داڑھی تبرک کے نذر ہو گئی۔

ہمارے پیش نظر یہ حکایت ہے اور خلافت کمیٹی کا حساب بقول خود گزشتہ چار برس میں ساٹھ لاکھ روپیہ خلافت کمیٹی نے کمائے مگر پچیس لاکھ سے کم انقرہ و سمرنا روانہ کیے سولہ لاکھ عالی جناب سیٹھ چھوٹانی صاحب کے کاروبار میں [illegible] سولہ لاکھ کا صحیح قائم مقام ایک لکڑی چیرنے کا غیر مکمل

چلا مچی ہوئی اس دڑبے کو پھونک دو۔ ارے ہاں دنیا جھک رہی ہے اگر تمہارا ایثار بھی اسلام سے نہیں سیکھا یا تو تم کاہے کے مسلمان ہو اور کس منھ سے کہتے ہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ پس بندے نے فوراً انگلیاں ڈال کے حلق سے ساری اگلی پچھلی کھائی پلائی نکال ڈالی اور اسی وقت اسلامی کاموں میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ چندے کی رسید بھی بھر پہونچائی گلی کوچے میں جس مسلمان عورت کو نوکری لیے سودا لیتے جاتے دیکھا فوراً اس کے سر ہو رہا۔ ارے بوا کہاں جاتی ہو آخر تم مسلمان ہو کہ نہیں؟ بیچاری اس سوال پر سٹ پٹا گئی۔ جھٹ کلمہ پڑھنے لگی لا الہ الا اللہ ٹہیا کے بادار سول اللہ داس بیچاری کے میاں کا نام محمد خاں ہے شرم کے مارے نام کہو تک لیتی ٹہیا کے باوا کہنا پڑا) میں نے کہا دیکھو اگر خلافت اور اسلام کے نام پر تم نے ایک مہینے کی آمدنی بھی صرف نہ کی تو بھلا تم کس منھ سے مسلمان ہو بیچاری نے کہا دستوری سبکے میں چار آنے کماتے ہیں وہ لیتے جاؤ اب کی تنخواہ پر آنا پیٹ کاٹ کے جو کچھ ہو سکے گا دوں گی کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمان نہ رہوں۔ اسیطرح ایسی گمنام دیندار عورتوں سے رقمیں وصول کیں کہ بروقت حساب فہمی تحقیق کنندہ ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے مرجائے مگر دینے والے کا نشان نہ ملے۔ یہ دوسری بات ہے کہ لینے کا روپیہ آنے اور رکھوں دو آنے۔ اس کو آپ حق المحنت سمجھیے۔ کچہری میں جھوٹ بول کے روپیہ کمانے سے اسلام کا نام لے کے خیانت کرنا بہ رجہا بہتر ہے پھر کچہری کچہری ہے اسلام اسلام ہی ہے وہ دنیا کا کام یہ عاقبت کا کام۔ واللہ تبلیغ اسلام سے کشتہ ہو نا اگر یہ جرم ہے تو ارمان ہی ہو قانونی مجرم بن کے پھانسی پانے سے افضل ہے۔ بہرحال اس حلال تجارت میں صد ہا روپیہ کا نفع ہوا۔ مگر پھر میں یہی کہتا ہوں کہ قوم ناشکری ہے میرے حقوق کا لحاظ نہیں کرتی۔ چندہ دینے سے دم چرائی کنیائی کاٹتی ہے۔ فرمایئے اگر چندہ رکا تو یاروں پر کیا گزریگی۔

نمبر ۲: ابی آپ تو خیر ایک گمنام وکیل تھے آپ کو پوچھتا ہی کون تھا اگر آپ قومی کام نہ کرتے اور ترک موالات کے سلسلے میں ترک وکالت نہ کرتے تو آج آپ کا نام بھی کوئی نہ جانتا کس کھیت کی مولی اور کس کیاری کے ساگ ہیں۔ وکالت کے عہد میں تو آپ کی اہلیہ کو سوت کا چھلا بھی میسر نہ تھا۔ اب آپ کی بی بی سر سے پاؤں تک سونے میں زرد ہیں مجھ کو دیکھو کہ میں نے تمہری نقالی میں لات ماری۔ پولیس کی نوکری قسمتوں سے ملتی ہے۔ بس یوں سمجھیے کہ تمام دنیا کا وارث حقیقی پولیس آفیسر ہوتا ہے۔ ہر ایک شئی میں اپنا حصہ ہر ایک بھلائی میں اپنا حق۔ ہر شخص کی کمائی اپنے لیے مباح ہر فرد کی پونجی میں اپنا ساجھا ہو تچھوں پر تاؤ دے کے جس پر دھونس ڈالی مجال ہے کہ انکار کر جائے مستغیث اور ملزم دونوں بندۂ بے دام بن کوڑی پیسے کے غلام۔ دن دہاڑے آنکھوں میں دھول ڈالکے ہر شخص کی کلی کتھری کرنے کا اختیار پھر مزا یہ کہ کوئی پوچھ گچھ کرنے والا نہیں۔ ذرا کوئی ٹرّایا پکڑ لیا۔ کہا چل تھانے پر نام لکھا۔ کام بتا۔ کہاں رہتا ہے۔ کس لیے آوارہ گھومتا ہے ابے..... دگالی) یہ تلوار کیسی گلے میں ڈالی ہے اب لاکھ لاکھ وہ عذر کرے کہ حضرت یہ تلوار نہیں خلال ہے اس سے دانت کریدے جاتے ہیں۔ تلوار لوہے کی ہوتی ہے یہ چاندی کی ہے۔ مگر بھلا یاروں کے پنجے سے کب چھوٹتا ہے۔ ہاں! یہ خلال ہے! بیٹا رات کو اسی سے نقب لگاتے ہو۔ بہیں اُتو بتلاتے ہو۔ لکھو منشی جی رپٹ (رپورٹ) کل شب کو بوقت ۱۱ بجے شب کے کانسٹبل نمبر ۱۴ ایک آوارہ گرد شخص کو جس کا چال چلن مشتبہ ہے سنیاروں کے کوچے سے گرفتار کر کے لایا۔ اس سے نام اور پتا دریافت کیا گیا تو بتایا نہیں۔ اس کے پاس سے آلات نقب زنی برآمد ہوئے........"

اس نے زبان ہلائی کہ بھائی یہ دن کے گیارہ بجے ہیں یا رات کے ارے یارو میں نام و نشان تو بتاتا ہوں لکھو مگر ایک گالی دو چپت میں اپنے خلاف رپورٹ پر انگوٹھے کا نشان بنا دیا۔ چٹنی سے لے کے پلاؤ تک ہمیشہ مفت مہیا ہو جاتا تھا۔ آج ہم نے قوم کے حکم سے ترک موالات نہ کی ہوتی تو کیسے مزے میں رہتے خصوصاً یہ جھگڑے بکھیڑے کا زمانہ تو گویا سہاگ کا زمانہ تھا۔ ارے خاں اور پٹھے مرزا دونوں کی چندیا کو رسے استرے سے مونڈتے اور کوئی پوچھتا بھی نہیں کہ تمہارے منھ میں کے دانت ہیں مگر وہی مثل ہے کرتا ارمان نہ کرتا پشیمان۔ اب اگرچہ قومی چندے سے کسی نہ کسی طرح پیٹ بھر جاتا ہے۔ قوم بھر کے ٹکڑوا رہیں۔ مگر وہ بات کہاں وہ حکومت کہاں وہ رعب داب کہاں۔ ہم سے تو وہی مزے میں رہے جنھوں نے خفیہ طور پر حکومت سے سلسلہ قائم رکھا اور ایک سرکاری مخبر کی حیثیت سے تارک موالات بھی بنے۔ کہیے اب بھی قوم کی ناسپاسی میں کوئی شبہ ہے۔ بھلا بتایئے کہ اگر چندہ رک گیا تو آیندہ دوزخ (پیٹ) میں ایندھن کہاں سے پڑے گا؟"

نمبر ۳: ابی تم اپنی رشوت کو لیے پھرتے ہو میرے احسانات کی تفصیل سنو تو تم بھی کہنے لگو کہ قوم میری زر خرید باندی ہے۔ مگر بھائی دنیا بے احسانی ہے کون کسی کا احسان مانتا ہے۔ بندہ کو دیکھو جب ولایت سے گٹ پٹ کرتا ایک ہوٹل کی ماما کو ساتھ لے کے بیرسٹری کا ڈپلوما گلے میں لٹکائے ہندوستان میں آیا تو یہاں اسلام کو بالکل زوال میں پایا دل کو تاب نہ رہی۔ والد نے دبا ڈالا کہ کمبخت تیرے کارن ساری جائداد گرو ہوئی اب ٹکا پاس نہیں ہے کمائی کجائی کر تو کام چلے یہ پرسنل اٹیک برداشت نہ ہو سکا جھٹ بندے نے اُن پر ازالۂ حیثیت عرفی کی نالش ٹھونک دی خیر انھیں تو تعلیم دلانے کا اجورہ پانسو روپیہ جرمانہ کی صورت میں ادا کرنا پڑا ایکلی اُس ماعون نے جسے میں اپنے ساتھ ولایت سے لایا تھا ملول ہو رہنے پر مجبور کیا مگر چھوڑ جنگلے میں ہنکالیا والد پر نالش کرنے کا پھل یہ ملا کہ ڈیم انڈین کالا لوگ نفرت و حقارت سے دیکھنے لگا۔ میں ذری کم سخن ہوں بیہودہ بک بک کا عادی نہیں لوگوں نے بنیہ دہنی کا الزام گرفتہ لیا حاکم کی نالائقی دیکھیے کہ جس مقدمہ میں بندہ پیروی کرنے گیا اسی کو انھوں نے مٹا دیا مختصر یہ کہ چند روز میں پتلا حال ہوا جیتا دبال ہوا میم صاحب کی فضول خرچی اور دوست پروری نے جوتیوں میں یا تو بند ھوا دیے پتلون میں پیوند لگوائے۔ خوبی قسمت سے پرچری چھلی کٹ کٹنی میم صاحب تو ایک دوست کے سر ہو رہیں خس کم جہاں پاک۔ رہے اینجانب تو پیوند زدہ پتلون کی جیب میں چنے مرمرے ڈالے ٹوٹے گرانی کی طرح

کچہری میں شمار کرتے تھے اب یہ اسلام کا زوال گوارا نہ ہوا۔ یہ تمام نعمتیں ترک کر دیں۔ کار مداح اپنا دامن چڑھائی۔ [illegible] کا پیسں خوردہ پایا۔ قلم چھوڑ کے تارک لذات بنا۔ [illegible] زبانی موثر تقریریں کیں۔ قانون شکنی پر کمر باندھی۔ چھ مہینے جیلخانے میں کاٹے۔ گویا [illegible] اکسال اب جا کے کتا [illegible] سا [illegible] ہوا [illegible] دشمن ہوئے۔ جیلخانے کی معراج ہوتے ہی چار چاند لگ گئے۔ جب رہا ہوا تو قوم نے نہایت فراخ حوصلگی سے استقبال کیا اخبار والوں کو خدا سمجھے انہوں نے ایثار وانکسار نفس کے قصائد پڑھے۔ کام نکل گیا۔ کوئی بات کو پوچھتا نہ تھا ہزاروں کے وارے نیارے ہونے لگے۔ روپیہ روپیہ قریہ قریہ گھوما پھرا۔ قومی تجارت خوب چلی۔ آہ اس ناسپاس محسن کش قوم کو دیکھیے کہ دفعۃً پگڑی پھیر لی چندہ دینا موقوف کر دیا۔ اب نہ وہ دعوتیں ہیں نہ خاطرداریاں ہیں نہ وہ منصب داریاں ہیں۔ میں حیران ہوں کہ آخر آئندہ کام کیونکر چلے گا۔ قانونی پیشہ تو مجھے کبھی راس نہیں آیا جو سورانی بن کے اگلی گرتان [illegible] مہینوں لامحالہ قومی کاموں میں پھر سے جان ڈالنے گرما گرمی پیدا کرنے کی حاجت ہے۔ ہندو مسلمان لڑ رہے ہیں میرا ارادہ ہے کہ خالص مسلمان بن جاؤں۔ ارے ہاں یہ قوم احمق تو ہے۔ نہ لڑائی میں بھید رک سے نہ ملاپ میں دوست دشمن کو پہچانتی نہیں میری ذاتی رائے اب یہ ہو گئی ہے کہ مسلمانوں کو بالکل ہندوؤں سے جداگانہ رفتار اختیار کرنی چاہیے۔ چونکہ میں بیرسٹر ہونے کی حیثیت سے قوانین اسلام پر کافی عبور رکھتا ہوں اور جو کوئی بیرسٹر ہو آج اسی کو اسلامی پیشوا اور مقتدا بننے کا حق ہے لہٰذا کچھ کتابیں لکھنی چاہئیں جن میں خالص اسلامی انڈیا حکومت کی نسبت ظاہر کیا جائے۔ ہسٹری آف اسلام سے ظاہر ہے کہ یہ مذہب بادشاہوں کا مذہب ہے پس اب اسی مذہب کو ہندوستان پر حکومت کرنی چاہیے۔ ہندوؤں کو یہاں حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں۔ ہاں اس کے ساتھ ہی میرا خیال ہے کہ مسلمانوں میں بھی صرف وہی فرقہ حکومت کا اہل ہے جو ہمیشہ حکومت وقت کے ساتھ رہا ہو۔ باقی فرقے کوئی چیز نہیں ہیں انھیں یا تو فنا ہو جانا چاہیے یا ہمارا ہم خیال ہونا چاہیے۔ اگر باہم فرق اسلامی میں جوتی پیزار ہوئی تو وہ بھی منفعت سے خالی نہیں بندہ جس فرقے کا طرفدار ہوگا وہی خاطر تواضع سے پیش آئے گا۔ البتہ صرف یہ بات ہر وقت دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتی رہتی ہے کہ کہیں قوم کی احسان فراموشی اس ارتقی پر پل نہ چڑھنے دے۔ خیر دیکھا جائے گا۔ اگر اس ہنگامے میں انجانب کو صرف غلط شہرت اور بڑے آدمیوں سے روشناسی کا فائدہ ہوا تب بھی غنیمت ہے۔

نمبر ۴ ابھی کیا بڑ بڑا لگائی ہے۔ تم کوئی چیز ہو تم وکیل صاحب کوئی مال ہیں۔ نہ کرمی [illegible] جناب پولیس آپ کوئی شے ہیں۔ فی الحقیقۃ اگر کچھ ہیں تو انجانب ہیں جنھیں مولانا مولوی حافظ ابوالمباہات صاحب قبلہ وکعبہ۔ بارے تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان" اللہ پاک فرماتا ہے کہ نکوکاری اور پرہیزگاری کی مدد کرو اور گنہگاری وسرکشی کی مدد نہ کرو۔ یعنی اپنے حقیقی واصلی ہادیوں اور مرشدوں کو پہچانو جو بیچ اس زمانۂ کفر ونفاق کے ارادت طریق نجات میں سرگرم ہیں۔ پس اگر ہم ہادیان دین متین بیچ اس وادی کے فتوے کی شمع ہدایت نہ روشن کرتے تو تم ضال ومضل ہو جاتے۔ یہ ہمارا ہی ظہور لامع النور ہے جس نے فتاوے گوناگوں سے تم کو اسٹیج پر غلغلوں کرنے کا موقع دیا۔ تم اگر ترک تعاون وتشارک تو اتی پر مائل ہوئے تو ہم نے ویسی ہی حدیثیں اور آیتیں پیش کیں اور اب رتعاون و تشارک پر راغب ہو تو بسم اللہ ویسی ہی حدیثیں ویسی ہی توجیہیں ویسی ہی تاویلیں ہم سے سنو۔ بھلا ہم کہیں بند رہنے والے ہیں؟ ہمارا قلم درزی کی سوئی ہے کبھی گزی گاڑھے میں کبھی اطلس وکمخواب میں۔ قبا اور پتلون دونوں میں بخیہ کرنا اس کا کام ہے۔ کل کا ذکر ہے کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اس شخص کی جورو ناراض ہو گئی ہے۔ میں نے کہا کیوں؟ اس نے بیان کیا کہ اہلیہ کی ایک سہیلی ہیں جن سے میں نے پوشیدہ نکاح کر لیا ہے شب کو وہ میرے گھر میں مہمان ہوئیں ادھر بی بی کا نعرۂ خواب بلند ہوا ادھر میرا سفیر شباب بیدار۔ پہلے چراغ گل کر دیا پھر کپڑے اتار کے اس پلنگ سے اس پلنگ پر جانے کے لیے اٹھا۔ بی بی کو خبر ہو گئی میں تھا سیانا ننگ دھڑنگ نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا۔ بی بی اٹھیں انھوں نے چراغ روشن کیا اور دیکھا کہ بندہ بوضع فطری نماز پڑھ رہا ہے۔ ایک دو ہتڑ رسید کیا فرمانے لگیں ارے تجھ پر خدا کی مار برہنہ نماز پڑھتا ہے میں نے کہا پھر کیا مضائقہ ہے۔ حدیث میں یوں بھی وارد ہو گیا ہے۔ جناب مولانا شاید وہ آپ کے پاس فتوے دریافت کرنے آئے تو براہ عنایت میری تصدیق کیجیے میں نے پوچھا تمہارا نام؟ کہا کہ اشرف۔ اتنے میں وہ عورت بھی آ گئی اور آتے ہی اس نے استفتا کیا کہ آیا برہنہ نماز جائز ہے۔ میں نے کہہ دیا اگر اندھیرا ہو تو ابن ابی عثم کے نزدیک جائز ہے۔ وہ سمجھی ابن ابی عثم کوئی بڑا مفتی ہے اور بندے نے دل میں کہا کہ میں کچھ بھی جھوٹ نہیں بولا۔ چلیے دونوں میں صلح ہوئی بدگمانی جاتی رہی۔ دیکھا یوں کام چلاتے ہیں۔ مگر دنیا کمبخت اہل کمال کی دشمن ہے قوم اپنے مرشدوں کی قدر نہیں کرتی۔ سب سے بڑا غضب یہ ہے کہ ع

خطائے بزرگاں گرفتن خطا است

کے زریں مقولے پر جس کے لیے لازم ہے کہ سوزن نور سے وجنات حور پر لکھا جائے عمل نہیں کرتی۔ وا اسفاہ۔ وہ اگلے پچھلے قصوں کو دہراتی اور غیبت کی مرتکب ہوتی ہے۔ مثلاً یہ کہ مولانا شرب خمر کے مرتکب ہوتے ہیں فلاں مقام پر اتفاقاً ان کے صندوقچے سے وہسکی کی بوتلیں نکلیں مولانا مناہی وملاہی سے اجتناب نہیں کرتے حرام کے بچے جنواتے ہیں۔ میرے ایک نئے تعلیم یافتہ مرید نے خوب جواب دیا ایک کمبخت خلیق غیبت گو نے جب بہ قسم یہ واقعات بیان کیے تو اس نے کہا اول تو ع

خطائے بزرگاں گرفتن خطا است

دوسرے تم کو ان سے عداوت ہو گی تیسرے یہ کہ مولانا نے ان افعال میں ضرور جواز کی صورت نکال لی ہو گی۔ چوتھے یہ کہ مولانا علمائے باطن سے ہیں شریعت باطنی کے طور طریق اور ہیں ان کو

انمول ادبی جواہر

منتخبات مضامین اودھ پنچ

من ابتداے سنہ ۱۹۱۱ء لغایت سنہ ۱۹۳۳ء

چار حصوں میں ادبی اصلاحی اخلاقی سیاسی مضامین بے نظیر علمی اور مستقل قدر رکھتے ہیں جن کی نظیر آپ کو اُردو کے خزانے میں نہ ملے گی۔ یہ انسان کو معنوی [illegible] ہیں — اب تک چار [illegible] قیمت فی حصہ ایک [illegible] یہ مضامین بطور [illegible] اودھ پنچ کے ساتھ ہفتہ وار شائع ہو رہے ہیں سالانہ جلد کے خریدار کو ایک حصہ مفت ملتا ہے سائز ۲۰×۲۶/۴ مجموعی قیمت ان منتخبات کی پانچ روپیہ علاوہ محصول۔

المشتهر

منیجر اودھ پنچ

کتب خانوں کی زینت

مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ سنہ ۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد ۶ روپے۔ سنہ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی ۱ روپیہ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ سنہ ۳۱ و ۳۲ء کی

قیمت فی جلد ۶ روپے محصول ڈاک عہ ذمہ خریدار۔ جلد سنہ ۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی ۱ روپیہ اور جلد سنہ ۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی ۱ روپیہ مفت ملیں گے۔

امتیاز بکس سپلائی ایجنسی

بارہا شکایت سنی گئی ہے کہ حضرات بیرونجات جو کتابیں طلب فرماتے ہیں ان کو ناقص کتابیں ملتی ہیں۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ جو کتاب وہ طلب کرتے ہیں اسکے بجائے دوسری کتاب انھیں ملتی ہے نیز یہ بھی شکایت ہے کہ کتابوں پر صرف دکھانے کے لیے بہت زیادہ قیمت لکھی جاتی ہے اور شہر میں وہ لکھی ہوئی قیمت سے بہت کم قیمت پر ملتی ہے وغیرہ۔

لیکن اگر آپ ہمارے ذریعہ سے کوئی کتاب طلب فرمائیں گے تو ہرگز یہ شکایت پیدا نہ ہوگی اور ہم اپنی نگرانی میں ہر کتاب روانہ کرینگے۔ اس حالت میں اگر کتاب ناقص پہونچی ہو یا ایک کے بجاے دوسری یا قیمت بازار سے زیادہ ہو تو اسکے ہم ذمہ دار ہیں۔ لہذا لکھنؤ کے جس مطبع کی کتاب کی آپکو ضرورت ہو ہمیں تحریر فرمائیے اور اطمینان رکھیے کہ آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں ملیگا۔ دریافت طلب امور کے لیے جوابی پوسٹ کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے

پتہ:۔ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

ہفتہ وار انگریزی اخبار "خیبر میل" پشاور

ضرور ملاحظہ کیجیے۔ یہ انگریزی کا واحد اخبار ہے جو صوبہ سرحد سے شائع ہوتا ہے سالانہ چندہ پانچ روپیہ ہے "منیجر"

ہفتہ وار انگریزی اخبار "سنٹینل" رانچی

جسمیں نہایت پرلطف مضامین اور مقامی خبریں ہوتی ہیں۔ ضرور ملاحظہ فرمائیے سالانہ چندہ ششماہی ہے۔ سہ ماہی ۲ روپیہ فی پرچہ ۱ آنہ

منیجر "سنٹینل" رانچی

LUCKNOW
OUDHPUNCH
BOGAWAN LUCKNOW

مضامین

(مورخہ ۱۲ جون ۱۹۳۵ء)

غزل

(از محمد مخدوم علی صاحب سہروردی بی اے وکیل ہائیکورٹ گلبرگہ شریف دکن)

ہمارے حضرت جب کہتے ہیں تو کہتے ہیں، تو کہیں بھی نرالی ہوتی ہے، اور ناظرین کو استفادہ کے لیے ہم بھی اُسے چھاپ دیتے ہیں۔ "اودھ پنچ"

کون واں سے بچ کے آتا ہے شب جانے کے بعد — دوسری منزل وہاں ہے پرخطر جانے کے بعد
آرزوئے دید پر آئی، جب دنیا ہی میں — خاک دیکھیں گے تمہیں ہم سے گزر جانے کے بعد
ہجو میں اُنکے، ہے سبب بے چین ہر صورت سے ہم — درد دل پیدا ہوا، درد جگر جانے کے بعد
گھر سے باہر تم نہ نکلے اور یہاں قتل ہو گئے — فائدہ نکلے مرے واپس اگر جانے کے بعد
نازنینوں کی نزاکت ہے کبھی سے میاں — شاعر رہتا ہے کیا کہہ دو کمر جانے کے بعد
ظالمو فتنہ بچاؤ ظلم جی بھر کے کرو — تم سے سمجھے گا خدا پیمانہ بھر جانے کے بعد
ساری دنیا زر پرستی ہی میں جب سے لگ گئی — کون قلاشوں کو پوچھے آہ زر جانے کے بعد
عافیت عزلت ہی میں ہے ہر بندہ ہر یہ قول سچ — ہوتا ہے بےقدر انسان در بدر جانے کے بعد
جب نہ ہوا انسانیت خلق عمل سے فائدہ؟ — حاجی ہوتا ہے کہیں کیا گدھا کوئی خر جانے کے بعد

"اودھ پنچ"
عمر بھر تو موت ہی کا تاب دم بھرتے رہے
دیکھیے دکھلانے والے کیا ہیں؟ مر جانے کے بعد
کیا کہنا ! "اودھ پنچ"

غزل

قلب مجنوں کو بنا صورت لیلیٰ بن جا

شوق ہو ریختی کہنے کا تو انشا بن جا — گر قصیدے کی طرف میل ہے سودا بن جا
قلب مجنوں کو بنا صورت لیلیٰ بن جا — یہ اگر ہو نہیں سکتا تو سینما بن جا
یوسف مصر تو ہاں واقعی بننا ہے محال — مکتب عشق میں جامی کی زلیخا بن جا
قاعدہ فاعل و مفعول بنانے کا نہ پوچھ — مصدر وصل سے خود فعل تمنا بن جا
سن کے اشعار تجھے لوگ نہ سمجھیں عورت — ریختی میں نہ غزل کہنے کا شیدا بن جا
گر یہ خواہش ہو تری قدر کریں جنٹلمین — پتے رکھ بوٹ پہن میم سے لونڈا بن جا
رس ترے جسم کا چوسیں گے جو الیونی ہیں — اودھ کے کھیت میں اک موٹا سا پونڈا بن جا
سبزی منڈی ہی میں بہلا بیگے سیاہ خوں اتھ — جسم اسمٰی کی رات کو ھیرا بن جا
روز نکو اسکے کھلاؤں میں تجھے مرغ پلاؤ — قلب ماہیت اگر کر کے تو انڈا بن جا
بورڈ کے حکم سے یوں چوک میں رہنا ہے محال — ہاں اگر کایا پلٹ انڈی سے لونڈا بن جا
وضع وہ رکھ کہ تری جنس نہ پہچانی جائے — بہر عیاش نئش ایک معمّا بن جا
گھس جا اک آنکھ میں اور بہو ٹھے تو چشم قریب — کانا کہنے کے لیے چھوٹا سا ٹھنگا بن جا
جانکنی میں ترا بیمار ہے آ دیکھ تو لے — ملک الموت نہ اے رشک مسیحا بن جا
یوں تری قدر نہیں کرنے کے عیاش کبھی — یہی خواہش ہے اگر شیخ تو بھڑوا بن جا
بادہ میں دل کو مرے لیکے یہ کہتا ہے وہ شوخ — لے مرے مرغی کے انڈے یہ بیضا بن جا

کہہ نہیں سکتا تو کیوں پکتا ہے دل.....
بیٹھ اس طرح سے خاموش کہ گونگا بن جا

راقم — م - ن - الہ آبادی

مراسلہ

"بسخرہ گرفتند"

"کاش ہو لوگوں کا گمان صحیح ہوتا۔ آج کو آپ مضمون لکھتے رہتے تو کاہے کو لوگ جھوٹ بولتے" ایڈیٹر

زید مجدکم السامی

کل اودھ پنچ کے دو پرچے وصول ہوئے۔ ایک پر "نمبر ۱۸۱۴" ....
شمس آباد ضلع فتحپور" تحریر تھا اور دوسرے پر "نمبر ۱۸۴۵" ....
..... شمس آباد ضلع فتح گڑھ" لکھا ہوا تھا۔ از راہ عنایت اپنے منیجر صاحب کو سمجھا دیجیے کہ ضلع فتحپور میں کسی قصبے کا نام شمس آباد نہیں ہے اس لیے وہاں اودھ پنچ کا کوئی پرچہ
..... کے نام بھیجنا بے سود ہے۔

میں اوائل اپریل میں طاعون کی وجہ سے آناؤ چلا گیا تھا اور آخر مئی میں واپس آیا یہاں آ کر بعض حضرات سے یہ سننے میں آیا کہ ۱۹ اپریل ۱۹۳۵ء کے اودھ پنچ میں ایک صاحب نے ایک مضمون بعنوان نوکری کی شدت اور دین میں حمایت سپرد قلم کیا ہے اور اس میں ایک ایسے شیعہ کا ذکر کیا ہے جو ترکی ٹوپی پہنتا تھا۔ چونکہ میں علی گڈھ یونیورسٹی میں کچھ دن جھک مار چکا ہوں اور اسی رعایت سے اب تک ترکی ٹوپی پہنتا ہوں اس لیے میرے انکار کے باوجود بعض حضرات نے خندہ زیر لب فرما کر اپنے دل میں یہ طے کر لیا کہ وہ شیعہ بھی میں تھا اور وہ مضمون بھی میرا تھا مضمون نہایت خوب ہے اس لیے مجھے یہ گوارا نہ ہوا کہ اسے اپنے نام سے منسوب کر کے صاحب مضمون کی حق تلفی کر دوں۔ بہر حال ایک مضمون بعنوان دل جلے شیعہ کی دل سوزی روانہ بخدمت عالی کرتا ہوں راز راہ کرم اودھ پنچ کی کسی قریبی اشاعت میں شائع فرما دیجیے گا۔ ایک امر کے متعلق کچھ اور عرض کرنا ہے۔ نور اللغات کے تبصرے میں آپ نے فرمایا تھا کہ بادیہ فارسی میں بمعنی کاسہ بزرگ استعمال نہیں ہوتا اس پر بھائی..... صاحب بی۔ اے۔ ال ال بی نے آپ کو

کہ ہوا تا پنچ کے ذریعہ سے اعلان کر دیا جائے کہ جو مضمون ۱۴ اپریل ۱۹۳۵ء کے اودھ پنچ میں بعنوان ذاکری کی شہرت اور دین میں جدت شائع ہوا تھا اس سے مجھے دور کا لگاؤ بھی نہیں ہے۔ تمہید خلاف توقع طولانی ہوگئی اس لیے دل جلے شیعہ صاحب کی زیادہ دلسوزی ممکن نہیں کیونکہ دل سوزی محتاج ہے بسط و شرح کی اور اودھ پنچ کے صفحات اتنی لمبی چوڑی تطویل کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ دل جلے شیعہ صاحب کو شیعہ واعظین سے یہ شکایت ہے کہ وہ قرآن مجید اور احادیث اور اقوال علما کے خلاف روایات بیان کرتے ہیں اور اُن کا بیان تخریب مذہب کا باعث ہوتا ہے۔ دل جلے شیعہ صاحب اگر اسلام کے دوسرے فرقوں کے واعظین کا بیان سنیں تو مطمئن ہو جائیں گے کہ من مانی روایات بیان کرنا صرف شیعہ واعظین ہی کا طرۂ امتیاز نہیں ہے بلکہ

این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند   فقط

الراقم ——

"جا رج پنجم کی جے" کا نعرہ لگایا اور اپنی داستان شروع کر دی۔

برادران ملت

اس خاکسار کا نام حضرت رسال ہے۔ نام کے پہلے بجائے شیخ سید کے "نواب" کا اور نام کے بعد دنیا والوں کو مرعوب کرنے کے لیے "خان" کا اضافہ کر لیا گیا ہے ابو قلمون کنیت اور بوالعجب لقب ہے۔ پورا نام "ابو قلمون نواب حضرت رسان خاں بوالعجب" بیچارہ بنا کرتا ہے میرا سلسلہ نسب بھی کچھ یوں ہی سا ہے ماں کی طرف سے یائے معروف باپ کی طرف سے یائے مجہول۔ میرے پچھلے سات بھائیوں نے اپنی داستانوں کے ساتھ اپنے باپ دادا کی رام کہانیاں شامل کر کے خواہ مخواہ بات کا بتنگڑ بنا دیا ہے۔ آپ بیتی میں باپ دادا کا قصہ لینے چہ۔ پدرم سلطان بود۔ بود۔ مارا چہ۔ یہ بتاؤ کہ تم کیا تھے اور اب کیا ہو۔ چلو قصہ ختم ہوا۔ اپنے عالم وجود میں آنے کے لیے میں صرف اپنی ماں کا مرہون منت ہوں جو بڑی کارگزار بیوی تھیں۔ واجد علی شاہ کا زمانہ تھا۔ جدھر دیکھو توشوقتی اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی ہر چھوٹے بڑے کی زبان پر رہتا تھا۔ ہر چیز ارزاں تھی۔ ٹکوں میں لوگ سفید پوش رہکر زندگی بسر کرلے جاتے تھے۔ ہر قسم کی ٹکسالیں قائم تھیں۔ انسانوں میں نواب و گرگ زیادہ ڈھالے جاتے تھے۔ آج کل کے حکیموں و ڈاکٹروں کی طرح اس زمانے میں نواب صاحبان زیادہ تولد ہوتے تھے۔ والدہ مرحومہ خدا اُن کو جنت نصیب کرے اسی طرح کی کسی ٹکسال میں ضرب ہوئیں اور یہ ناچیز مادر زاد نواب بنا حاصل ضرب ہوا۔ میرے پیدا ہوتے ہی حکومت کے ایسی کاری ضرب لگی کہ تختہ ہی اُلٹ گیا۔ غدر مچ گیا نفسی نفسی میں باپ کو بیٹے کا اور بیٹے کو باپ کا ہوش نہیں رہا۔ میرے باپ اگر کوئی ہوں گے تو اس آپا دھاپی میں اللہ جانے کیا ہو گئے ہوں گے میں اُن سے روشناس نہیں ہوا

تام ونشانم مپرس

ده درویش

"سیر آٹھویں درویش کی"

موتیے کے چھوٹے بڑے بکھیل پھول سر شام ہی سے آسمان بھر پر چھٹکا دیے گئے گومتی کا دہانہ کھلا تھا شہر بھر میں ہوا یادلی کے ساتھ چھڑکاؤ کر دیا گیا۔ صفر علی محمد علی کی حنا لہزنگ سے خوشبو خانم ہو کے گھوڑے پر سوار کہ کے شب بھر کے لیے آزاد کر دی گئیں۔ گھر گھر طبلہ عطار ہو گیا۔ گویا لکہ بہار کا گلدستہ۔ چل گیا در و دیوار سے پھولوں کی لپٹیں آنے لگیں۔ برف میں جلی ہوئی کرسیوں کی رات گیارہ بجتے بجتے خوب ٹھنڈی ہو گئی۔ گروہ درویشاں پھولوں کی بھاری بھاری بدھیاں گلوں میں ڈالے روح خس کی پھریریاں طرہ کے بجائے دستاروں میں لگائے عطر کی ٹکیاں بطور امام ضامن بازوؤں پر باندھے چاندنی کے صاف شفاف فرش پر میر فرش ہو گیا۔ آٹھویں درویش نے سیاسی نقطہ نظر سے

مگر اماں یہ ضرور کہتی تھیں کہ وہ کوئی بڑے لوگوں میں تھے۔ بچپن کا زمانہ کس طرح گزرا یہ مجھے معلوم نہیں۔ جب ذرا سمجھ آئی تو میں نے دیکھا کہ میں ایک نستعلیق اور خوبصورت عورت کے ساتھ مٹیا برج کلکتہ میں مقیم ہوں امیری ٹھاٹھ ہیں دن رات میں کسی وقت ایک خوبصورت خوش وضع خوش لباس نواب صاحب گل مچھے کھائے پنڈلیوں میں لپٹا ہوا اہڑا پائجامہ پہنے۔ ڈھاکے کی ململ کا کرتا اس پر جامدانی کا انگرکھا زیب تن کیے۔ تیس بتیس چٹوں میں مانگ نکالے۔ چنیا پر مرتی کے کام کی دو پلڑی ٹوپی بانچا بار رکھے آلپین سے اٹکائے گلے میں گلوبند دبائے بہت لال کیے۔ بائیں ہاتھ سے ریشمی رومال کے نیچے بٹیر مٹھیاتے گھڑی دو گھڑی کے لیے تشریف لاتے۔ اماں سے دو گال ہنستے بولتے خوشبودار خمیرے کا دھواں اڑاتے چند گلوریوں کا خون کرتے اور جس طرح چپ چپاتے آتے اسی طرح واپس تشریف لے جاتے۔ کبھی کبھی دوپہر کو تخلیہ ہوجاتا اس وقت مجھے بھی جانے کی اجازت نہ ہوتی۔ اماں جان ان نواب صاحب کو بڑے حضور کہا کرتی تھیں اور مجھے یہ ہدایت تھی کہ میں بھی یہی کہوں۔ روز رات کو گانا ہوا کرتا تھا ڈومنیاں گاتی بجاتی اور ناچ کر اماں جان کا غم تنہائی رفع کر دیا کرتی تھیں۔ اسی قسم کے دن اور رات دیکھتے دیکھتے میں بہت جلد جوان ہوگیا۔ جوان بھی کیسا اچھا خاصا پڑھا لکھا ذہین حاضر جواب اور چالاک فطرتی بے حیا اور بیباک۔ یہیں مجھے معلوم ہوگیا کہ والدہ صاحبہ بائین جہان و جہینا نواب لا لعینی عرف بڑے حضور کی خفیہ جاگیر ہیں۔ جہاں پناہ کے زیر سایہ جہاں سب پرورش پاتے تھے وہاں بڑے حضور بھی "بعری" "خالی" کی مد سے مقررہ رقم ماہوار پاتے تھے علاوہ اس کے سال میں بہت کچھ اور اینٹھ لیا کرتے تھے۔ اٹھارہ برس کا سن ہوا تو اماں جان مر گئیں۔ اس جھگڑے سے بھی نجات پائی۔ بغیر باپ کا تھا اب بغیر ماں کا بھی ہوگیا۔ غالباً بڑے حضور کی فرستادہ چند تہمد نمبر اور ایک بھاڑے کا آدمی آیا اور لاوارث مال کی طرح اماں جان کی لاش اٹھا کر اپنا رستہ لیا۔ مجھے یہ نہ معلوم ہوسکا کہ وہ بیچاری کہاں ہوئی۔ اور اس کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ اماں جان کی حالت جب ذرا خراب ہونے لگی تو میں نے بہ نظر احتیاط ان کا کل زیور اور زر نقد اکٹھا کر کے اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔ مرنے کے تیسرے روز بڑے حضور تشریف لائے اور بڑی لمبی چوڑی گفتگو کے بعد مجھے ہدایت کی کہ میں شہر میں اٹھ جاؤں اور اپنی گزر بسر کے لیے کوئی روزگار کروں جس میں وہ دامے درمے میری مدد کریں گے۔ ان کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ وہ گویا میرے نامعلوم باپ کے ملنے والوں میں سے تھے اور یہ ہمدردی وہ محض حق ملاقات ادا کرنے کے خیال سے کر رہے تھے۔ میں ایسا بچہ نہ تھا کہ بڑے حضور کی بلند فریبیوں میں آجاتا مگر مصلحت یہی تھی کہ میں ان کی ہدایت پر عمل کروں اس لیے زر و زیور سے میں نے اپنی کمر مضبوط کر کے ایک معقول رقم بڑے حضور سے حاصل کی اور بادل ناخواستہ انتقال مکانی قبول کیا میں معمولی ذہنیت کا آدمی نہ تھا فطرت نے عقل و خرد میں مجھے بڑی فیاضی سے حصہ دیا تھا حسن بن صباح میرے سامنے طفل مکتب تھا۔ اگر کہیں میں نے مذہب کی طرف رخ کر دیا ہوتا تو غالباً اللہ میاں سرزمین قادیان کو ہرگز ترجیح نہ دیتے اور ان کو دیا ہوا تھا تو جدید بار امانت میرے ہی کاندھوں پر رکھتے اور مجھے پیشوا بنا کر ایک نیا مذہب نوابی سے

آوارۂ مجنوں نے رسوا سر بازار سے

مسلمانوں پر مسلط فرما دیتے۔ مگر دشمن ایمان شیطان علیہ اللعن نے باوجود عقل و دانائی مجھے صرف دنیا دکھا دی اور میں نے مجبور ہو کر اسی کو کمانا شروع کر دیا۔ شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر اگر بے حیائی اور بے غیرتی کو اپنا راہنما بنا لے تو دنیا کمانا کچھ زیادہ مشکل نہیں مگر شرط یہ ہے کہ ذرا ہوشیاری اور ہمت سے بھی کام لے۔ بڑے حضور کے ہمراہ کبھی کبھی سرکاری افسر اور سربرآوردہ لوگوں کے یہاں بھی جانے کا اتفاق ہوتا تھا اور مٹیا برج کے قیام میں تو روزانہ اس قسم کے لوگوں سے ملاقات ہوتی تھی۔ ایسے جس قدر لوگ تھے وہ مجھے شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والا سمجھتے تھے صرف اس بات سے مجھے بہت فائدہ پہنچا اور میں نے اپنی خداداد عقل سے کام لے کر دنیا کی نظروں میں اپنے کو کسی حد تک مرعوب کن ہستی بنا لیا۔ کوئی کام شروع کرنے سے پہلے میں نے یہ مناسب سمجھا کہ اپنی ہوا باندھ دوں اس لیے ڈاک خانہ کے ذریعے سے مختلف اور مناسب مضامین کے خطوط دوستانہ القاب و آداب کے ساتھ والیان ملک بڑے بڑے رؤسا ذی مقدرت اور ملک لیڈر حضرات اور حکام سرکاری از ادنیٰ تا اعلیٰ کے نام لکھتا اور روانہ کر دیتا تھا۔ واضح رہے کہ اس طرح کے خطوط کبھی اس شخص کے نام نہیں بھیجے جاتے تھے جن کے نام تحریر کیے جاتے تھے بلکہ زید کا خط بکر کے نام اور ہز اکسلنسی کے نام کا خط ہز ہائینس کے نام اور ڈپٹی کمشنر کا کمشنر کے نام اور ہز ہائینس کا ہز اکسلنسی اور کمشنر کا ڈپٹی کمشنر کے نام وغیرہ وغیرہ اس طرح سے ٹکٹوں کے خرچ میں میں نے کافی شہرت حاصل کر لی اور مہذب طبقہ مجھے یہ سمجھنے لگا کہ میں ایک تو شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والا پوتڑوں کا نواب ہوں دوسرے میرے تعلقات سرکاری سلسلے میں وائسرائے اور غیر سرکاری سلسلے میں والیان ملک تک سے دوستانہ ہیں اپنے ہر ملنے والے کو ایک نئی طرح کی گڑھی ہوئی داستان کے ساتھ میں وہ خطوط دکھا کر مرعوب کر لیا کرتا جو بڑے بڑے لوگ میرے خطوط کے جواب میں مجھے ایک دوست کی طرح مخاطب کر کے تحریر کیا کرتے تھے۔ بڑے نامی علما سے ملتا اور اظہار عقیدتمندی میں ایسی ریاکاری اختیار کرتا کہ یہ معصوم طبقہ مجھے بھی معصوم سمجھنے لگتا۔ ایسے علما اور مجتہدین جو محض نام و نمود اور کسب زر کے لیے اپنی بساط بچھائے نبی بنے بیٹھے کیا کرتے تھے ان کے لیے میں نے بوٹے ٹیک دیے اور عجیب و غریب قسم کی ریشہ دوانیاں کر کے بڑے بڑے رؤسا کے یہاں سے کچھ نہ کچھ سالانہ مقرر کرا دیا اور غیر معمولی پروپگنڈا کر کے سرکار دولتمدار انگلشیہ سے خطابات بھی دلوا دیے۔ ان علما و مجتہدین کو بھی میں نے اپنے سے برگشتہ نہیں ہونے دیا جو ان چیزوں سے بے بہرہ تھے مگر بالکل تارک الدنیا ہو کر بھی دیندار ہونا پسند نہیں کرتے تھے بلکہ یہ کڑی جھیلتے ہوئے اس مشکل سبق کو آسان کرنا چاہتے تھے۔ ایسے باخدا اور باایمان لوگ مجھے پر ہاتھ نہیں رکھنے دیتے تھے اور

قریب الوقوع مضحک منظر

راہ گیر:۔ "بائیں بائیں رُکیے۔ رُکیے"

موٹر سوار:۔ "کیونکر رُکوں لائیسنس پانے کے بعد مجھے یہ پہلا ہی اتفاق ہے مطمئن رہیے آپ کو نقصان نہیں پہنچیگا"

کسی طرح میرے مذہب میں نہیں آتے تھے مگر آپ جانتے ہیں
تو اُس معلم الملکوت کا تعلیم کردہ تھا جس نے بالائے آسمان
بابا آدم تک کو چت پٹ کر دیا پھر یہ لوگ تو زمین پر تھے
گیہوں کی روٹی اور نمک کھاتے تھے ان کو اپنے دام میں
لانا مشکل ہو تو ہو محال نہ تھا۔ دنیاوی نعمتوں میں جہاں ایک
انبساط سریع الاستحالہ میوہ ہے جسے ہر قسم کا معدہ ہر حالت
میں کسی نہ کسی طرح ضرور قبول کر لیتا ہے اسی پھل پر پنچ نے
اس گروہ کو مدعو کیا اور ایسے عنوان سے دعوت دی کہ
مہمان نہ تو دعوت رد کر سکے اور نہ اُن کو یہ علم ہونے پایا کہ
میزبان کون ہے۔ کم و بیش سب ہی نے کھایا اور ہضم بھی
کر لیا مگر بدنی یا تخیلی نے مزاج میں اعتدال نہیں قائم
رہنے دیا۔ جوتیوں میں دال بٹنے لگی جب تک یہ مولویانہ
جنگ اُس دائرے کے اندر رہی جو شرعی خطوط سے محدود
تھا اُس وقت تک کرمیں جیب سادھے خفیہ طریقے سے
گولا بارود فراہم کرتا رہا لیکن جب نوبت ہاتھا پائی جوتی پیزار
اور گالی گلوج تک آگئی اور لوگوں نے دیکھ لیا کہ ہمارے
پیشوایان دین کے یہ کرتوت ہیں تب میں بزرگانہ حیثیت سے
امریکہ کی طرح بیچ میں آگیا اور صلح کرا دی اس طریقے پر
چاریاری اور اثنا عشری دونوں اگر میرا کلمہ نہیں پڑھنے
لگے تو اتنا ضرور ہو گیا کہ حضرت رساں کو ایک غیر معمولی ہستی
سمجھنے لگے۔ والیان ملک اور دیگر بڑے بڑے لوگوں کے
تالیف بہ حالات مع ثبوت کے حکام تک پہنچانے اور
بدخواہان سرکار کی خفیہ سازشوں کا حال الم نشرح کرنے سے
سرکار کے فنانس ڈپارٹمنٹ میں درخور پیدا کر لیا ایک مرتبہ
فنانس سکریٹری سے ان کے دفتر میں ملنے گیا تھا اتفاق
سے ایک کانفیڈنشل چٹھی کھلی رکھی تھی میم صاحبہ کے ٹیلیفون
کرنے پر سکریٹری صاحب ادھر متوجہ ہوئے تھے چٹھی کا
مضمون پڑھ لیا بڑا اہم مضمون تھا اگر کہیں صیغہ راز میں
رہ جاتا تو ایک بڑی ریاست آئی گئی ہو جاتی میں نے مضمون
کو دل پر نقش کر لیا۔ واپسی پر سکریٹری صاحب کو اس کا
علم بھی نہیں ہونے پایا کہ کوئی غیر معمولی واقعہ ہوا ہے۔

(باقی آئندہ)

زار ہستہ لکھنوی

مقراض ادبار بر بال جبریل

ایک ہم مصرعے کا پہلا شعر بصورت مطلع یہ ہے ؎

وہی اصل مکان و لامکان ہے
مکان کیا شے ہے؟ انداز بیاں ہے

اس میں انکار بعد الاقرار کی صنعت ہے۔ دوسرا مصرع
یقیناً لاجواب ہے اس لیے کہ تعین مکان کا اعتباری ہے۔
بنابریں وہ کیا جا ناہی؟ وہی لامکان لیکن پہلے مصرعے میں
مکان کی اصل تو خیر معقول بھی ہے محسوس بھی۔ یہ لامکان
کی اصل اندر جڑ کسی ملی کی جڑ سے پتنگ کی طرح نکلی! تفسیر
طلب ہے۔ پھر فرماتے ہیں ؎

خضر کیونکر بتائے کیا بتائے
اگر ماہی کہے دریا کہاں ہے

خضر کا ہادی راہ ہونا مسلم! اور لامکاں کا پتا بتانا بھی اُس کے
حد بلند اختیار سے باہر ہونا یقینی لیکن جمیع موجودات میں سے
خشکی کے جانوروں کے چھوڑنے اور بحری حیوانات میں سے
خالی مچھلی کو چن لینے اور دفع دخل مقدر کرنے کی ترجیحی صورت
ذہن میں نہیں آتی۔ آپ چوتھے مصرعے کی جگہ بے تعداد
مصرعے لگا سکتے ہیں مثلاً:-

(۱) اگر موتی کہے۔ دریا کہاں ہے۔
(۲) اگر گھونگا کہے "
(۳) اگر سیپی کہے "
(۴) اگر سرطان کہے "

الی غیر ذالک۔ مثلاً اگر چڑیا کہے پنجرا کہاں ہے۔
پھر جب ہم چاروں مصرعوں کو باہم ربط دینا چاہتے
ہیں تو اب یہ تحیر کچھ اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ سرکار شاعر کا
مقصود ذہنی تو صرف اس قدر ہے کہ "وہ" لامکاں ہے مکان کا
وجود فی ذاتہ ثابت نہیں اس لیے کہ مکان ایک تعبیر معنی ہے
الخ۔ مطلب کے بعد جو کچھ نظم فرمایا ہے حشو محض ہے۔
ایک زمانہ تھا جب کہ جناب شاعر کے افادات میں عیب
عام تھا اور وہ پنچ کے بار بار ٹوکنے اور تنبیہ کرنے کا یہ نتیجہ ہوا
کہ حضرت سوچ سمجھ کے شعر کہنے لگے لیکن حد وسعت سے زیادہ
بلند پروازی کی عادت اب بھی کہیں کہیں جدت کر پڑنے
پر مجبور کرتی ہے۔ اسے کوئی کیا کرے۔
ایک نظم کے دو آخری شعر ملاحظہ ہوں فرماتے ہیں ؎

زیارت گاہ اہل عزم و ہمت ہے لحد میری
کہ خاک راہ کو میں نے بتایا راز الوندی
مری شاطگی کی کیا ضرورت حسن معنی کو
کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالے کی حنابندی

پہلے شعر میں "راز الوندی" بلا صنعت کہ شاعر صاحب نے خاک راہ
کو بتا دیا پھر بھی سننے اور پڑھنے والوں پر مخفی رہا۔ یہ تو ہم جانتے
ہیں کہ "الوند" ہمدان کا ایک پہاڑ ہے اور یہ بھی مانے لیتے ہیں
کہ خاک راہ جب عازم زیارت مقبرہ الوند شاہ ہوئی تو شاعر صاحب
نے اُس کے کان میں یہ کوئی راز کہہ دیا مگر جب تک وہ راز نہ معلوم ہو
کوئی سخن رس اس شعر کی داد نہیں دے سکتا۔ اہل عزم و ہمت
حاجی بن کے زیارت گاہ قرار دیتے ہیں شاعر کی لحد کو۔
بیچ میں کود پڑتی ہے خاک راہ اور خاک راہ بھی کون سی جسے
حضرت نے الوندی راز تعلیم کیا اور جو آپ کی شاگرد ہے۔
شعر کا سب کو صیبتاں ہے۔ راز الوندی بتایا جائے خاک راہ
کو اور زیارت گاہ بن جائے لحد۔ یہ بھی کوئی تک ہے؟
الوند سے متعلق کوئی چھپا ہوا راز تاریخ میں نہیں۔ بتاتے
ہیں کہ یہ پہاڑ ہمدان میں ہے جس پر بکثرت سرخ رنگ کے
پھول اُگتے ہیں اور ہزارہا چشمے جاری ہیں۔ یہ پہاڑ جن لوگوں
نے دیکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ زیادہ اونچا نہیں۔ راہ آسان
اور سہل ہے۔
طرز بیان و نسیج الفاظ سے یہ بھی ظاہر نہیں ہوتا کہ حضرت نے
خاک راہ کو بلند اور پر بہار رہنے کی تدبیر بتائیں یعنی
خاک سے فرمایا کہ ہو جا الوند پہاڑ کے برابر اونچی اور رہ ہو

اونچی ہوگئی۔ اس لیے اہل وہم وہمت (جو پستی سے بلندی پر پہنچنا چاہتے ہیں) میری لحد کو زیارت گاہ کا مرتبہ عنایت کرتے ہیں۔ یہ مطلب نکلتا بھی ہو تو پیچ بجا وہ بالکل امرؤالقیس کے ابیات کی طرح کا کلام ہے ؎

تحرّک الحجر فقال المعوسے
ماھذہ الضوضاء فی عسکری
قجیٔ بالحجر یجرونہٗ
فلم یزل یصفع حتیٰ خری

یہ ایک دن ہجر نے جھرجھری لی تو محبت یا عشق نے کہا "میرے لشکر میں یہ کیسا ادھم او دھڑبڑ ہے ہجر کو لوگ کھینچتے ہوئے پکڑ لائے اور لتے جانٹے رسید کیے کہ اسکا نجانہ نکل گیا"

اجی اس شاعری سے لاکھ درجے یہ غنیمت ہے
پیچ آباد میں بجا کر دو تم بیر ہو نمری

رہا دوسرا آخری شعر تو وہ مسروق المعنی ہے فارسی کے اس مصرعے سے ؎

حاجت مشاطہ نیست روئے دل آرام را

اور جو لطف اس مصرعے میں ہے وہ اردو کے سارے شعر میں نہیں بیکار زحمت اٹھائی۔

(باقی آئندہ)

راقـــــــــم

ادبار الشعرا

"اودھ پنچ قدیم خادم ملک ہے اور توسیع اشاعت کا امید وار ہے"

تلاش گم شدہ

معنوی خلافت کا تخت کھو گیا۔ اب تک سراغ نہیں ملا۔ اتنا سنا تھا کہ تخت طاؤسی کی جگہ دہلی میں جا لی تھی۔ نیان لی گئی مگر ٹھیک نہ بیٹھی۔

پوشیدہ نہ رہے کہ یہ تخت باقاعدہ رجسٹرڈ ہے مسجد کا منبر نہیں زاہد واعظ ناصح عارف کوئی اس کا حقدار نہیں۔ یہ تخت ذی روح اور متحرک بالارادہ ہے اس وجہ سے کہا نہیں جا سکتا کہ چوری ہی گیا۔ قبل گم ہونے کے اسے اپنے مالک کی داڑھی اور توند سے کسی قدر شکایت تھی۔ لہذا ممکن ہے کہ یہ دونوں چیزیں طبع نازک پر گراں گزری ہوں یہ دنیا میں گمشدگی کی دوسری مثال ہے۔

ایک مرتبہ بھینسا کھو گیا جس پر گیہوں نمک چنے اور دودھ کی شکلی لدی ہوئی تھی پانے والے مولوی نے یوں اعلان کیا۔ ارے بھئی کس کا علیم کھو گیا ہے؟ جواب نہ ملا۔ اور زندہ علیم ہضم کر لیا گیا۔

اب زندہ تخت خلافت گم ہوا ہے۔ یارو بتاؤ کس نے پایا۔ جو گوشہ نشین زاہد۔ بادیہ نشین عارف نابینا حافظ۔ اس کا نشان بتلائے گا عند اللہ سے جزائے خیر پائے گا۔ کرم دھم۔ کرم دھم۔ کرم دھم۔

جواب

ایک صاحب مستفسر ہیں کہ آج کل گاندھی جی کیا کھاتے ہیں؟ جواباً التماس ہے کہ اُن کی دو خوراکیں ہیں ایک ظاہری۔ تو وہ مرکب ہے اعلیٰ قسم کے پھل شہد اور دودھ سے۔ دوسری باطنی وہ مرکب نہیں۔ بالفعل اردو زبان کو نوش فرما رہے ہیں۔ یارو کھو گوارا مباد۔

ضبط نہ ہوئی تو روانہ ہوگی ورنہ شکایت معاف

پیشینگوئی ظہور امام مہدی آخر الزمان و نزول عیسیٰ علیہ السلام

تمام پوری ہوئیں اور یہ بھی صاف طور سے تحریر ہے کہ سوراج ہوگا یا نہ ہوگا اور امام مہدی کس دن پیدا ہوں گے اب کہاں ہیں اور کب ظاہر ہوں گے مع سنہ ولادت و ظہور مع ایک رئیس سلطنت کا اسلام قبول کرنا و چند مقامات ظہور کا دجال جانا وغیرہ و زینہ کون کون بادشاہ جنگ کے لیے تیار ہیں و کس پر چڑھائی ہوگی و مقابلہ ترک و بالشویک امام مہدی تمام سلطنتوں کا کیا انجام ہوگا سنہ ۱۳۱۲ھ سے تا ۱۹۳۵ء میں کیا کیا ہوگا کتاب المجدد پیشینگوئی سیوہ ہانی اردو ہندی انگریزی ہر زبان میں طلب فرمائیے قیمت فی جلد ایک روپیہ (عمہ)۔

سرمہ میرہ یہ سرمہ منعت بصارت تیاری چشم سرخی دھند جالا پڑوال غبار شبکور ناخونہ موتیا بند ابتدائی سختی کو کنکر لے رہے ہے خارش چشم وغیرہ کو دور کرکے آنکھوں کو سید یعنی شمل کر دا کے کر تا ہے عینک کی حاجت نہیں رہتی بچے سے بوڑھے تک یکساں مفید ہے قیمت فی تولہ جو ایک سال کو کافی ہوگا عمہ میرے کا اعلیٰ قسم للعہ فی تولہ خالص میرے کا

عہ ماشہ

آسیب جن و پری ہر قسم سحر جن و پری دیو بھوت پلید چڑیل بھوت بہت شیطان جادو دور کرنے کا فلیتہ و چراغ و تعویذ دیا جاتا ہے و ہر قسم کے مقدمات کی فتحیابی کا تعویذ دیا جاتا و دعا کی جاتی ہے اور یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ فلاں مقدمہ میں فتح کس فریق کی ہوگی دوران مقدمہ ہر قسم کا قیدی حکم اللہ تعالیٰ دعا کرنے سے رہا ہو سکتا ہے فیس مقدمہ ایک روپیہ چار آنہ۔ ملاقات کا وقت صبح تا غایت ۹ بجے شام

المشتہر عامل کامل جناب سید ماجد حسین پر نواسہ جناب مولانا فخر الدین صاحب سجادہ نشین کلیم اللہ شاہ صاحب جہان آبادی دہلی سیانزا رکھالہ نمبر ۲۹۴ لکھنؤ

انگریزی اخبار
"پٹنہ ٹائمز" پٹنہ

جو بہاری مسلمانوں کی زبردست آواز ہے اور جو ۱۹۲۴ء سے خدمت کر رہا ہے۔ اگر آپ دلچسپ و مذہبی مضامین اور ہر طرح کی خبروں سے واقفیت رکھنا چاہتے ہیں تو آج ہی خریدار ہو جائیں اور ایک بار تو اس کی قابلیت کا اندازہ لگائیں۔

سالانہ قیمت صہ، طلبا سے للعہ

قیمت فی پرچہ ۱ر

عبدل :- "ہم ہو جا کر ہیں گے"۔

رامو :- "ہم نا ز پڑھیں گے"۔

عبدل :- "ستیا ناس کا ترمی ہوتا ہے"۔

رامو :- "ابو الکلام اوتار ہے"۔

عبدل :- "مہا تما گاندھی نجات کا دینا ہے"۔

رامو :- "ابو الکلام کُتی کا ناس ہے"۔

عبدل :- "آج سے مسجد میں آپ کی مندر ہماری"۔

رامو :- "ہاں بھائی صاحب مندر آپ کے مسجد میں ہماری"۔

عبدل :- "گئو مقدس جانور ہے"۔ –

رامو :- "سور ناپاک جانور ہے"۔

عبدل :- "ابھی چاہے ترے کچھ بھی نہ ملے مگر خدا کرے اغیار غارت ہو جائیں"۔

زود لاغری

عبدل :- (شیخ چلی) "اب تو ادھر دیکھ خوش قسمتی اُدھر دیکھو خوش قسمتی ۔ ماشاء اللہ اسلام نہایت ترقی پر ہے خدا نظر بد سے بچائے ۔ افغانستان آزاد ہو گیا بھلا تھا، اب افغانستان بھی چشم بد دور اس قابل ہو گئے ہیں کہ اگر کوئی مفسد گروہ غریب مسلمین ہند پر آنکھیں نکالے تو وہ مٹھی بھر خاک اُس کے دیدوں میں جھونک سکتے ہیں دوسری طرف ایران بھی یورپ کے جھاڑ کے آزادی کے ٹھاٹھ دکھا رہا ہے۔ الغرض ہم بے والی وارث نہیں ہیں یورپ کے خبط الحواس لٹیرے بھی تو کیا ہوا۔ اسلام کی حالت کچھ سدھر ہی گئی۔ ترکوں میں جمہوریت پھیل گئی۔ ہاں ایک بات بُری ہوئی یعنی عراق کا ٹکڑا اور عرب کا ملک انگریزوں کے ہتھے چڑھ گیا۔ وہاں اسلامی حکومت برائے نام ہے۔ خیر خدا نے چاہا یہ کانٹا بھی نہ رہے گا۔ وہ دن دور نہیں جب انگریزوں کو اس سودے میں خسارہ ہو۔ اور وہ سمجھنے لگیں کہ یہ کانٹوں دار کھیت ہم نے گراں قیمت پر خریدا۔

رامو (ملبی مسر) :- "ارے باپ رے باپ — پھچھو را الٹھو تو آپے سے باہر ہو گیا گنجے کے ناخون (ناخن) ہوے۔ ہم پہلے سے بانگ پکار رہے کہہ رہے تھے " باپ پر پوت پتا پر گھوڑا بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا " یہ ترکوں عربوں کی اولاد کبھی ہماری طرف نہ جھکے گی دیدے جب جھکتے ہیں تو گھٹنوں کی طرف

ہر سال حج کرتے ہیں۔ ٹوٹا ہوا رشتہ نامہ پھر سے مل جاتا ہے بچوں کے نام رکھتے ہیں تو عربی فارسی ترکی جس میں نام سے معلوم ہو جائے کہ ہندوستانی نہیں ہیں ساورنہ اگر کسی جاہل باپ نے اپنے لڑکے کا نام چھدا، کلو، براتی، پیرا، للو رکھ دیا تو صاحبزادے شدبد پڑھتے ہی نام بدل ڈالتے ہیں اپنا بھی نام اپنے باپ کا بھی نام۔ پہلے براتی ولد ھنگا کہا کہتے تھے دو حرف پڑھے اور ابو الحسنات محی الملۃ والدین قاضی مفتی مولوی مولانا الشیخ محمد برات اللہ یمنی شافعی ابن ابو البرکات الشیخ محمد انگوز ورھینگ (صاحب بحر العلوم حجۃ الاسلام مدظلہ ہو گئے — ان کو یہاں رہتے قرن گزر گئے مگر دھوتی۔ باندھنا تھی نہ باندھی۔ ہاے بڑی چوک ہوئی جو ہم نے خلافت میں ان کا ساتھ دیا۔ کہو ہم ہندوؤں کو خلافت سلافت سے کیا علاقہ۔ اب جو یہ مونچھوں پر تاؤ پھیرتے ہیں تو سانا تھ و رہا راہے۔ جو آج ہماری قوم عقلمند ہوتی تو اتحاد اتحاد اتفاق اتفاق کا منتر جپنے والوں کی آواز پر کان نہ دھرتی سچ کہ ہندوستان ہر طرف سے مسلمانوں کے نرغے میں ہے"۔

شیخ چلی :- "کیا کہا ؟ کیا کہا ! ذری پھر تو کہنا تم نے احسان ہی کون سا کیا جو جتاتے ہو دکانیں ہم نے چھوڑیں نوکریاں ہم نے چھوڑیں۔ سرکاری خطاب ہم نے اپنے سر سے صدقہ کر کے واپس کیے۔ تم تو بڑے حسابی اور ریاضی دان بنتے ہو۔ ذری گنتی تو گنو کتنے ہندوؤں نے جنہوں نے ایثار کیا ؟ احسان کیا ہم نے اگلا کشی کی پرانی عادت چھوڑی تمہاری خاطر سے۔ شردھانند جی کو خاص الخاص جانے رسول یعنے منبر پر جگہ دی تمہاری ہر وقت میں"۔

ملبی مسر :- "دیکھو اب گائے کا نام نہ لینا نہیں تو خون ہو جائے گا ہندوستان میں پھر تمہارا پاؤں ٹک جائے تو اپنے حسابوں پنڈت نہیں چار عالمگیر شاہی اور نادر شاہی کا دور اب نہیں ہے۔ اب ہم بھی تمہیں پہچان گئے۔ بہت دھوکے کھائے"۔

شیخ چلی :- "پھر کیا بنا لوگے ؟ تم ازل کے جوتی خور ہو زور آزماتو اس (دوابھی علم جہاد ہم بلند کر دیں تو قدر عافیت معلوم ہو جائے تیغ اسلام ادھر چمکی اُدھر آنکھوں میں چکا چوند ہوئی"۔

ملبی مسر :- "تلوار کا نام بھی نہ لو۔ ایسے ہی مرد ہوتے تو آج ہتیا۔ دا اے ہوتے تمہاری تلوار دفعہ ۱۴۴ کا کچھ نہ بنا سکی تو بھلا اہنسا کرو ہندوؤں کا کیا بگاڑے گی"۔

شیخ چلی :- "تم یوں نہ مانو گے تلوار نہیں ہے تو وہی شمشیر قلم سے وہی کام لیں گے۔ ہاں یاران ظرافت پیشہ! ہوشیار باشید۔ ذری اس اصنام پرست گروہ کی خبر لینا"۔

ملبی مسر :- "تو کیا ہمیں قلم سے کام لینا نہیں آتا۔ مولوی مسارام ذری لکھوانا تو قرآن۔ میاں شیطان یہ وقت مدد ہے"۔

شیخ چلی :- "لاحول بھائی کہاں بیٹھے رہے ہو"۔

ملبی مسر :- "ارے شنگھٹنوا رہے!"۔

شیخ چلی :- "علی قول ہوت!"۔

ملبی مسر :- "مہا دیوا رے! دوڑ"۔

شیخ چلی :- "ترک موالات!"۔

ملبی مسر :- "ستیا گرہ!"۔

شیخ چلی :- "ہماری اردو"۔

ملبی مسر :- "ہماری ہندی"۔

شیخ چلی :- "تبلیغ تبلیغ"۔

ملبی مسر :- "شدھی! شدھی!!"۔

شیخ چلی :- "ابھی تمہارے مذہب میں کبھی شدھی تھی بھی جو آج شدھی شدھی پکارتے ہو"۔

ملبی مسر :- "تمہارے باپ کا اجارہ ہے ؟ جب نہیں تھی تو اب ہے۔ زیادہ بہس کرو گے تو ......"۔

شیخ چلی :- "تو ......؟ ہاں ہاں کہو ...... تو!"۔

ملبی مسر :- "تو بھی کہ سنگھ بنا دیا جائے گا"۔

شیخ چلی :- "ہم اذان دیتے ہیں۔ اللہ اکبر"۔

ملبی مسر :- "ہم سنکھ بجاتے ہیں ...... پوں پاپوں حول حول"۔

شیخ چلی :- "اب یہ ہماری عبادت کے وقت!"۔

ملبی مسر :- "اور یہ ہماری پوجا کے وقت؟"۔

شیخ چلی :- "ہمارا التعزیہ"۔

ملبی مسر :- "ہمارا پیپل"۔

شیخ چلی:- بڑا آیا ہے وہاں سے پیل پیل کرتا ہوا۔ پیل بھی کوئی چیز ہے ہر جگہ اُگتا ہے۔
ملبئی مسٹر:- اور تعزیہ کیا ہے وہی بانس کی کھپچیاں اور ابرک۔
شیخ چلی:- ہم نے سیکڑوں ہندوؤں کو پیپل کاٹتے دیکھا ہے۔
ملبئی مسٹر:- ہم نے ہزاروں مسلمانوں کو تعزیہ کی بے حرمتی کرتے دیکھا ہے۔
شیخ چلی:- ابے کچھ شامت آئی ہے۔
ملبئی مسٹر:- ابے کچھ بیدھا ہوا ہے۔

الحاصل جس طرح موٹے ہوئے تھے
اُسی طرح دُبلے فاقہ مستی ہو گئے

ان کو تو ن تیل ہی نہ تھا گویا

آپ جانیے جب تفرقہ ہوتا ہے تو برا برشاخیں جوتی چلی جاتی ہیں۔ ایک طرف دو موٹوں میں ایک دُبلا پتلا مہاتما پھنسا ہوا ہے۔ دوسری طرف کونسلوں کی نشستگاہیں بھری جا رہی ہیں۔ تیسری طرف پولیس اور سرکاری حکام کی امداد کی ضرورت آگے سے بھی سوا محسوس ہو رہی ہے چوتھی طرف مذہبیت کے چمن میں اس غضب کا پتجھا آیا ہے کہ تو بہ بھلی جبر خاص معطل۔ کچھ مسترد۔ قول سے عمل اور عمل سے قول کی جانب رجعت قہقہری جاری۔ جو میناؤ جام کا دم بھرتے تھے۔ خالص مذہبی رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اس کچی دسلے پن اور بزدلی و تنگ ظرفی کے باوجود دعوے بھی بجائے خود قائم ہے کہ انتیار کے اختیارات پر ہم قبضہ کریں گے۔ اغیار دل میں ہنستے اور کہتے ہیں۔ یار دلڑے جاؤ ہم بھی تماشا دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہماری راسے بھی یہی ہے ہر ایک پاپوش کا نقش جو تم ایک دوسرے کی چندیا پر جمانے ہو نقش اتحاد واتفاق ہے مگر تمہارے آپس کی لڑائی میں دخل دیں ہماری بلا۔ ان بھی ہم تو غیر ہیں۔ جب تک دو میں سے ایک ہمارے پاس فریاد نہ لائے اُس وقت تک ہمیں دخل دینے کا حق نہیں ہے۔ چار دن میں پھر تم دونوں ایک ہو جاؤ گے اور کیا اب ایک نہیں ہو۔ پھر بھلا دونوں کی برائی سمیٹنے کی ہم کو کیا ضرورت

— ۱۴ —

راقم

زیادہ میٹھا ہیں ہما کیڑے

جام جہاں نما

لائل پور کے منشی وائلم خاں صاحب طالب بھی عجب قابل آدمی ہیں جنھوں نے یہ ماہوار رسالہ جاری فرمایا اور بھونڈے مذاق والوں کے سر پر چڑھا ہے خود ہی نام رکھتے ہیں "جام جہاں نما" خود ہی عنوان پر یہ شعر لکھتے ہیں ؎

جمشید کا تو جام تھا جام جہاں نما
گر ساغر ہمارا ہے کون و مکاں نما

اگر جمشید کا جام "ساغر کون و مکاں" کے آگے گھٹ ہے تو پھر کون و مکاں نما ہی نام رکھا ہوتا ؎

کیوں نام تم نے رکھا تھا جام جہاں نما
گھٹ اگر تمہارا ہے کون و مکاں نما

بہر حال جس قابلیت سے یہ رسالہ تالیف ہوا ہے اگر یہی قابلیت جام جم میں صرف کی گئی تو مرزا غالب کا فرمانا بالکل قابل تسلیم ہے ؎

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
جام جم سے تو مرا جام سفال اچھا ہے

سر دست اس کاغذی جام جہاں نما کو میخانۂ اُردو کی ٹوٹی پھوٹی گجیوں کا ڈھیر کہنا زیادہ مناسب ہے۔ بایں معنی کہ سرے سے آخر تک جو شعر ہے لنگڑا لولا ہے جو نثر ہے اندھی کانی ہے۔ چاہے اساتذہ کا کلام ہو یا خود "جام جہاں نما" میں اپنی صورت دیکھنے والوں کا۔ ایسے صاحبان سلیقہ کا وجود بھی قدرت کے خوارق عادات میں سے ایک خرق عادت سمجھنا چاہیے۔ مثلاً عنوان ہی کا شعر ملاحظہ فرمائیے غالباً اس کا پہلا مصرعہ یوں ہوگا ؎

جمشید کا تو جام فقط تھا جہاں نما

اس میں دو دو جام ٹھونس دیے گئے۔ تاکہ لطف دوبالا ہو جائے۔ اسی طرح جو الفاظ پڑھے نہیں گئے وہ بھی جیوں کے تیوں نقل کر دیے گئے ؎

ببیں آں سے صحبت رماہ کو ہرگز
نخواہد دید اولی نیک بختی را

غالباً صحیح شعر کے الفاظ یہ ہوں گے ؎

ببیں آں بے حمیت را کہ ہرگز
نخواہد دید اولی نیک بختی

مقام نقل میں حسن انتخاب کے کرتوت ملاحظہ ہوں اڈیٹر صاحب اپنے مضمون نویس حضرت امجد کے تخیل کو ان کی لیاقت سے تفنن طبع کے لیے اپنے ضروری التماس کے آخر میں درج فرماتے ہیں ؎

مجھے تیری ہے صرف جب مجھ تم سے محبت ہے
یہ جان مضمحل جانے مذاق دید پہ قربان
مجھے تو تیری رعنائی نے دیوانہ بنایا ہے
نہ میں قاروں کا شیدائی نہ میں ناہید پر قرباں

پہلے مصرعے کا وزن دوسرے مصرعے کا قفل ابدالاباد ہے شعر کی معنویت پر دل لوٹ پوٹ ہوا جاتا ہے۔ یہ شاعری کے ساتھ بدفعلی ہے یا شاعری:-

چوتھے مصرعے میں "قارون" بھی رعنائی کی صفت سے متصف ہے۔ اس مردود کا نام معشوقوں کے اسکول میں حضرت شاعر نے شاید ابھی لکھوایا ہے علیٰ ہذا القیاس ناہید۔ غالباً ناہید میاں قارون کی زوجہ کا نام ہے۔

آپ کی جان کی قسم اس تخیل کو ضروری التماس سے اگر ذرا بھی لگاؤ ہو تو شاعری کی ارتھی۔ نثر کا ایک جملہ صحیح نہیں۔ نظم کا ایک مصرع سیدھا نہیں۔ التماس ضروری کے بعد "آلین محبت" کے عنوان سے کچھ اشعار ہیں۔ رسالہ صاحب کی انگلیٹ دیکھیے ہوئے کچھ اشعار بہت غنیمت ہیں یعنی موزوں تو ہیں شاعر کا مطلب تو واضح کرتے ہیں۔ بعد ازاں "سگ حضوری" کا افسانہ ہے اس میں بیوی کی بیوفائی اور کتے کی وفاداری کا تقابل ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ "سگ حضوری" میں "ی" کیسی ہے۔ فارسی کی شکل غالباً غلط ہوگی "سگ حضور بہ از برادر دور" اب یوں کہیے ؎

سگ حضوری بہ از برادر دوری
این است فارسی لنڈوری

بعد فصل برکات "میں ڈاکٹر محمد فاضل فیض قریشی ازہری عثمانی بی۔ اے علیگ امرتسری صاحب کی فصیح البیانی ہے سبحان اللہ بی۔ اے اور علیگ ہونا شعریت کی مسلم دلیل ہے۔ بہت کم بی۔ اے دنیا میں ایسا جوش عزیز ہوں آپ فرماتے ہیں ؎

منھ نہ سمجھ پانی یہ زمزم کا ہے
کیا کہوں یہ بے پا قدر کی پات ہے

اے کیوں نہ ہو خدا ایسے فاضلوں کو اردو کے سر پر سلامت رکھے ان کے دم سے دو گھڑی دل بہل جاتا ہے۔ دکن کا ایک مرثیہ گو فرماتا ہے ؎

یہ بام فلک پہ سب خدا ہے اے عاشقاں "عاشقاں"
ہاکو تیرے کی رسی میں باندھ کے دکھلا دیا بدو کو

آج اس کا جواب ڈاکٹر صاحب کی زبان سے سن لیا۔
اس کے بعد ظہوری بدایونی صاحب کی نظم ہے گر بیرنگ خیال سے منقول ہے پھر "موت" ہے خدا جانے شعرا کی کی ماتشاری کی! ہم تو کہتے ہیں دونوں کی معزز زمیندار اس پر تنقید کر چکا ہے۔

صفحہ ۱۹ پر "شعلۂ عشق" بھڑکا ہے۔ ماں گو ہر یا نواوہ بیٹی اختر بانو میں بہت بازی ہوتی ہے جو گراو رنیں نے مزمیلا رہا یا ہے (یہی اختر بانو ہیں جن کی پیلے پڑے دیدوں والی تصویر سرورق پر ہے) ایک شعر پڑھا اس کے ساتھ ہی پروفیسر ڈاکٹر اقبال کا ایک مطلع بھی سنایا ؎

قابل آنکھ سے تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

والدۂ شریفہ نے غالب کی بیت کا ٹکڑا لگایا۔ اُستاد غالب ایک بلند پایہ شاعر ضرور تھے مگر کبھی فارسی اشعار کا بعینہٖ ترجمہ اُردو میں نظم کر جاتے اور کبھی محاورات کا۔ اُن کی اس عادت کو معاصرین نے پسند نہیں کیا خصوصاً محاورات کا ترجمہ مثلاً "تماشا کروں" یعنے دیدن خالص فارسی محاورہ ہے۔ ہم سے کوئی کہے کہ فلاں شخص نے دیر تک تماشا کیا تو ہم یہی سمجھیں گے کہ وہ کوئی نٹ یا بازی گر ہوگا بھلے مانس کہیں تماشا کرتے ہیں! مگر دنیا خطا کی تقلید بھاٹی ہے اور خطا کی ترویج فرض عین سمجھتی ہے

لہٰذا پروفیسر اقبال صاحب نے یہ تقلید غالب بلبلوں کا تماشا اپنے مطلع میں دکھایا اور وہ بی اختر بانو کو پسند آگیا۔ اب کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔ اختر باز کوئی مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس کی جورو تو ہیں نہیں جو "اقلی السراج" (شمع را بکش) کے غلط اور مفرس محاورے کو سنتے ہی چراغ پا ہو جائیں ؎

بیسے محاورے تو نہ کہا کرے کوئی
کہا کہے کوئی تو نہ سنا کرے کوئی

آخری شعر بی بی اختر بانو نے والدۂ محترمہ کو سنایا ہے وہ بھی لگے ہاتھوں سن لیجئے ارے ہاں کس کی رہی اور کس کی رہ جائے گی فرماتی ہیں ؎

کرم ہائے تو مارا کرد گستاخ:
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

واللہ کس خوبی سے دونوں مصرعے جوڑے ہیں کہ واہ جی واہ فخر رازی نے ۱۳۴۶ھ کے بارہ ماہ میں بھی دونوں مصرعے تصنیف کیے ہیں۔
آگے چل کے اسی شعلۂ عشق کا دوسرا لوکا لینڈ ہوا ہے یعنے چوتھا باب کا آغاز ہے اس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ کوئی نصیر الدین خاں ہیں اُن کی مادہ کا نام عسکری خانم ہے۔ عسکری خانم کی طبیعت خیر خیرات کی طرف بہت مائل ہے مگر بچہ نہ ہونے کے باعث دل گرفتہ رہتی ہیں۔ اتفاق سے ایک مصیبت زدہ عورت اپنے خصم کا دکھڑا روتی ہے کہ وہ آشنا کے پیچھے دیوانہ ہو گیا اور جورو کو گھر سے نکال دیا عسکری خانم اُسے دس روپیہ ماہوار عنایت کرنے یا فرمانے کا وعدہ اور پردہ داری کا وعدہ فرماتی ہیں وہ دعا دیتی ہے خدا آپ کو چاند سا بیٹا دے یہ رونے لگتی ہیں۔
نصیر الدین خاں اس فیاضی پر ایسے مزے میں آتے ہیں کہ بیٹا پیدا ہونے کی بنیاد اُسی وقت ڈالنا چاہتے ہیں۔ "نقیب وصل یعنے بوسہ آواز دیتا ہے اور فیاضی صاحبزادے کی ٹی ہوں ٹی ہوں کی فال اسی فعل سے لی جاتی ہے۔ عسکری خانم گرمی کا عذر کرتی ہیں نصیر الدین خاں بجلی کے پنکھے کے نیچے لے جانے کا ارادہ کرتے ہیں عسکری خانم کہتی ہیں "مبسرو چشم آغا سے من"۔

آگے خود اڈیٹر صاحب کی مناجات ہے جس کے صرف دو شعر اگر شعلۂ عشق کا ایندھن بنتے تو زیادہ مناسب تھا مگر یہ نظم علیحدہ لکھی ہے شاعر فرماتا ہے ؎

ہوں میں مغلوب نفس بے انتہا
تو اگر چاہے تو کر دے برملا
رحم و بخشش کا تو ہی دریا بہا
چاہے پل میں پار کر دے تو صفا

عسکری خانم ان الفاظ میں دعا مانگتی تو چاند سا بیٹا جھٹ مل جاتا۔
شعلۂ عشق میں جو املا کی غلطیاں ہیں اُن کو ہم نے عمداً نہیں لکھا۔ مثلاً "مطمین" کی جگہ "کا زمین" "تعلیق"۔

بہر حال جام جہاں نما کی سیر آسان نہیں ہے ان جوہروں کے واسطے جوہری درکار ہے جن صاحب کے پاس زر معفت ہو وہ بے تکلف خریداری کر کے اپنی عقلمندی کا ثبوت دیں۔ لکھائی چھپائی کاغذ سب کچھ اچھا ہے سالانہ مبلغ تین عدد روپیہ اڈیٹر صاحب جام جہاں نما مقام لائلپور پنجاب ارسال کیجیے تو انشاء اللہ نے چاہا یہ رسالہ "بسر و چشم آغا سے من" کہتا بجلی کے پنکھے کے نیچے آجائے گا۔

راقم

خاکسار ادبار

مکتوب حاجی عبداللہ نابینا انجہانی

بنام

کورچشمانِ ہندوستانی

بھائیو۔ سلام سنت الاسلام کے بعد واضح ہو کہ میں بھی تمہاری طرح کبھی بینائی کی نعمت سے بہرہ ور تھا۔ شب تاریک میں چیونٹی کی انگلیاں اور پسلیاں گن سکتا تھا مگر اتفاق کی بات کہ یک چشم زدن بینائی اس طرح غائب ہو گئی جیسے ہندوستانیوں کے دل سے اتفاق ویک سوئی افسانۂ کورچشمی راز نہیں عاشق کی شب وصل سے زیادہ مختصر ہے لیکن قابل عبرت ضرور ہے جب سے میں تمہاری

دنیا کو چھوڑا اور بیمار ہوا۔ اُس وقت سے
کسی قدر مطمئن ہوں لیکن جب تک دنیا میں رہا
نہایت مصیبت اور تکلیف سے زندگی کٹی بھائیو۔
سنو کہ تم بھی میری طرح اس اذیت سے دوچار ہونے
سے ہوشیار رہو۔ یارو! آنکھیں بڑی نعمت ہیں ان کی قدر
کرو۔ اب میں تمہیں اپنے اندھے ہونے کی داستان
سناتا ہوں۔ سرزمین عراق میرا وطن ہے۔
جوانی میں اونٹوں پر جنگل سے لکڑیاں کاٹ کے لانا
اور بازار میں فروخت کرنا یہی میرا پیشہ تھا۔ زندگی
فراغت سے بسر ہوتی تھی۔ نہ کسی کا گلہ تھا نہ کسی کا غم۔
ایک روز میں لکڑیاں کاٹنے میں مصروف تھا ٹھیک
دوپہر گرمی کا موسم سر پر اور روئیں روئیں سے پسینہ جاری تھا۔
اتنے میں ایک شاہ صاحب تشریف لائے اور
میری شدید محنت کو دیکھتے رہے جب میں اپنے
کام سے فارغ ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ بھائی مجھے
بھی ایک کام سے شہر کی طرف جانا ہے اگر تم اپنے
ہمراہ اونٹ پر بٹھا لو تو بڑا احسان ہوگا۔ فرمائش کوئی
اہم نہ تھی میں نے فوراً اپنے ساتھ اُن کو اونٹ پر سوار
کر لیا ابھی نصف راہ طے نہ ہوئی تھی کہ شاہ صاحب نے
ایک درۂ کوہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہاں بہت
بڑا خزانہ ہے اگر تم نصف اونٹ مجھے دے دو تو میں
تمہیں وہاں لے چلوں خزانہ میں جو کچھ ہے تم اور ہم
دونوں بانٹ لیں۔ میں نے بقسم و حلف اقرار کیا
کہ ایسا ہی ہوگا۔ شاہ صاحب غار میں اُترے میں نے
اس خیال سے شاہ صاحب کو آگے رکھا کہ شاید کوئی
فریب ہو تو پشت پر سے شاہ صاحب آسانی شکار
کیے جا سکیں۔ آگے آگے شاہ صاحب پیچھے پیچھے
میں۔ تھوڑی دیر میں ایک مقفل آہنی دروازہ دکھائی دیا
شاہ صاحب نے زیر لب کوئی دعا پڑھی۔ دعا پڑھتے ہی
جھٹ سے قفل گر پڑا۔ زنجیر کھولی اور خزانے کے اندر داخل
ہو گئے۔ جواہر کی ضیا سے یہ غار مثل سینۂ اہل ایمان
روشن تھا۔ میں نے اور شاہ صاحب نے چادر پھیلائی
اور بالمناصفہ تمام ہیرا موتی سونا اونٹوں پر لادنا شروع
کیا جب اونٹ اس مال مفت سے لد پھند گئے تو
شاہ صاحب نے ایک سونے کی ڈبیا اپنی گُدڑی میں
رکھ لی اور مجھ سے کہا کہ وعدہ وفا کرو میں نے کہا
بسر و چشم تھا رہیں سے آدھے اونٹوں کی مہار شاہ
صاحب نے تھامی اور آدھے اونٹوں کی میں نے۔
آدھ میل ساتھ ہوتے ہی شاہ صاحب نے دوسرا
راستہ اختیار کیا اور میں شہر کی طرف چلا۔ مگر دل
نے کہا کہ یہ ایک فقیر مفلوک تارک الدنیا اتنی کثیر دولت
لے کے کیا کرے گا کیا تو بھی تم جوان ہو وہ بوڑھا
ہے اگر باقی مال حوالے نہ کرے تو تمہارے کام ہو۔
میں پھر پلٹا اور شاہ صاحب تو روشن ضمیر از خود
کھٹک گئے بابا یہ دھن دولت فقیر کے کام کی نہیں یہ
بھی تو ہی لے جا۔ فقیر کے واسطے یہ ڈبیا بہت ہے۔
پورا مال حاصل کرنے کے بعد طمع ہوئی کہ اس ڈبیا کے
خواص بھی معلوم کرنا چاہئیں۔ شاہ صاحب میری
طمع خاص پر ہنسے کہا! بابا یہ سرمہ کی ڈبیا ہے اگر اس کی
ایک سلائی داہنی آنکھ میں پھیر دو تو روئے زمین کے
خزانے تمہاری نگاہ کے سامنے آ جائیں۔ اور اگر
دونوں آنکھوں میں پھیر دو تو دیدے ختم ہو جائیں۔
میں نے شاہ صاحب کی منت سماجت کی تھوڑی سی
داہنی آنکھ میں سلائی پھیری واقعی جو دولت زمین میں دفن
ہو گئے جو خزانہ اونٹوں پر لدا تھا وہ حقیر معلوم ہونے لگا
مگر دل نے کہا کہ فقیر کی بات قابل تسلیم نہیں اگر دونوں
آنکھوں میں سلائی پھیر دی جائے تو شاید پریاں ناچتی
دکھائی دیں جنوں کی فوج قبضہ میں آ جائے غالباً
شاہ صاحب پریوں کا ناچ تنہا دیکھنا چاہتے ہیں اور
اس لطف میں مجھے بھی شریک کرنا پسند نہیں فرماتے
چنانچہ دوبارہ منت کرنے لگا کہ بندہ دوسری آنکھ
میں بھی سلائی پھیر دیجیے۔ ہزار خوشامد کی مگر شاہ صاحب
کسی طرح راضی نہ ہوئے پھر تو بندے نے پیش قبض پر
ہاتھ ڈالا اور کہا۔
"اے او تکر گدے۔ کچھ شامت تو نہیں آئی ہے
جان کی سلامتی چاہتا ہے تو دوسری آنکھ میں بھی
سرمہ لگا ورنہ یہیں آنتیں ڈھیر کر دوں گا۔"
غریب شاہ صاحب نے مجبوراً دوسری آنکھ
میں بھی سرمہ لگا دیا۔ ہائے ہائے دونوں آنکھوں
میں ٹیس پیدا ہوئی باقی ( ) ۔ بے بس مقام کے بیٹھ گیا۔
پیلا نیلا پانی دیکھوں سنتے ہو اب جو آنکھ کھولتا
ہوں تو دنیا آنکھوں میں اندھیر۔ شاہ صاحب کو
آواز دی مگر شاہ صاحب اب کہاں وہ اونٹوں کو
لے کے چلتے ہوئے میں دار دست اونٹ ٹٹولتا
گھر واپس آیا۔ آنکھ پھوٹی پر گئی بھیک مانگنے لگا۔
مگر جب تک زندہ رہا یہ عہد کر لیا کہ بھیک کے ہر
پیسے کے عوض چند پاپڑ ایک چپت بھی حاصل کروں گا
مدتوں یہی دستور رہا۔ ایک دن خلیفہ ہارون رشید
نے مجھے ایک اشرفی خیرات میں دی حسب معمول میں نے
اُن کے سامنے بھی چند پاپیش کی اور کہا کہ جب تک
حضور اپنے دست مبارک سے ایک ٹیپ اس منحوس
پُر طمع پر نہ لگائیں گے یہ اشرفی میرے نزدیک حرام
مردار کے برابر ہے۔ آخر امیر المومنین نے استفسار
کے بعد میرا وظیفہ مقرر کر دیا اور باقی ماندہ حصہ عمر کا خاتمہ
حضرت خلیفہ کے سایۂ عاطفت میں بسر ہوا۔

یارو تم نے میرا قصہ سن لیا اب میں ایسے عالم
میں ہوں جہاں اندھے اور دو کھیارے دونوں
برابر ہیں اگرچہ بینائی اور کور چشمی دنیاوی زندگی
تک محدود ہے مگر یہاں پہنچتے ہی سب کی
آنکھیں کھل جاتی ہیں اور دیدوں کی ضرورت نہیں
رہتی پھر بھی تم لوگ دنیا میں رہتے ہو اور آنکھوں
کے اسی طرح محتاج ہو جیسے میں تھا۔ وہ دن
یاد کرو جب تم اپنی محنت مشقت سے مثل میرے
زندگی بسر کرتے تھے۔ چرخے کا کاتا ہوا موٹا جھوٹا سوت
تمہارے لباس کا جزو اعلیٰ تھا۔ بازوؤں میں طاقت
تھی تم کو آپ اپنی حفاظت کرنے کا سلیقہ تھا ایک پیسہ
سے جو کچھ ملتا تھا صبر شکر سے اُسی پر قناعت کرتے
تھے۔ لڑائی دنگے فساد سے سروکار نہ تھا اپنوں
کے ساتھ محبت غیروں سے مروت تھی۔ ضرورت
بھر کسی مکتب میں پڑھنا لکھنا سیکھتے اور کاروبار چلاتے
تھے۔ نہ آج کا لین نہ کل کا دین اپنے راضی پرائے
خوش۔ غرضکہ جو اوصاف نیکوں کے ہیں تم اُن سب
کا مجموعہ تھے۔ کم تعلیمی کے باوجود تم میں ایسے موجد
تھے جنھوں نے دہلی میں سدا گرم رہنے والا حمام
بنایا۔ جامیٹری نہ جاننے پر تم میں ایسے مہندس پیدا ہوئے

جلد ۲۰ نمبر ۲۱

مضامین

(مورخہ ۱۹-جون ۱۹۳۵ء)

شہاب ثاقب

ایک دوست کی عنایت سے رسالہ "سخنور" دلکشی کے چند پرچے ہمیں دیکھنے کو ملے جن میں عنوان بالا سے ہی ایک مضمون کئی پرچوں میں چھپا ہے۔ پہلے تو مضمون نگار صاحب نے اپنے آپ کو پردے میں رکھا لیکن بہ خیال کر کے کہ ع

ناچنے ہی کو جو نکلے تو کہاں کا گھونگھٹ

اسٹیج پر آہی گئے تب معلوم ہوا کہ یہ عنایت ناطق صاحب گلاوٹھوی کی منشی امیر احمد امیر مینائی کے حال پر ہے۔ منشی صاحب کی شاعری اور اصلاح پر جو کچھ ناطق صاحب نے لکھا ہے اس کا جواب تو خموشی ہے! اور ان کی عبارت کی اصلاح کرنا بھی وقت ضائع کرنا ہے لیکن مضمون کے ایک حصے سے چونکہ عام غلط فہمی پھیلنے کا اندیشہ ہے لہذا مختصر طور پر ناطق صاحب کی غلط بیانی سے لوگوں کو آگاہ کر دینا چاہتا ہوں۔

ممکن ہے کہ ناطق صاحب قصبہ گلاوٹھی میں پیدا ہوئے ہوں اور کان میں اذان و اقامت وہیں کہی گئی ہو مگر آپ نے آنکھیں کھولیں تو چھتیس گڑھ دیس۔ سی۔ پی میں اور اب برسوں سے ناگپور میں براج رہے ہیں جہاں بازاری لونڈے یہ گاتے پھرتے ہیں ع

دھوبن کی آشنائی میں دل گھاٹ ہو باہر
ادھر وہ کنڈی کر بیٹھی ادھر دل گپ باہر

چودھویں صدی کے اس انقلاب کو دیکھیے کہ جناب ناطق گلاوٹھی صاحب حضرت امیر مینائی کے اہل زبان نہ ہونے کا فیصلہ کر رہے ہیں چنانچہ اپریل ۱۹۳۵ء کے "سخنور" میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت امیر جہاں ذہنی شاعر نہیں تھے وہاں اہل زبان بھی نہیں تھے۔" اگر اہل زبان ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ جس شخص کو اہل زبان کہا جائے اُس کی مادری زبان اُردو ہی ہو تو ہم وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ منشی صاحب کی زبان اردو نہیں تھی پھر بھی اگر انھوں نے حاصل کی تو دیگر علوم کی طرح کسبی طور پر۔

اس امر واقعہ سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ آپ شرفائے اودھ سے تھے اور آپ کے آبا و اجداد کے وطن ہونے کا فخر قصبہ امیٹھی کو حاصل ہے۔ امیٹھی۔ کاکوری۔ سندیلہ۔ بانسہ۔ کرسی۔ خیرآباد وغیرہ قصبات کے شرفا کے آداب اخلاق نیز رسم و رواج کو جاننے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ اب تک وہاں کی شریف زادیوں میں اُردو کا موجودہ حیثیت سے بولا جانا معیوب سمجھا جاتا تھا اور ہنوز بڑی بوڑھیاں پوربی ہی بولنا زیادہ پسند کرتی ہیں۔ خان بہادر مولوی سید محمد حسین صاحب کاکوروی مرحوم سابق اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مالک متوسط و دیوان ریاست کھیراگڑھ منشی امیر احمد صاحب کے دوہرے سمدھی (مولوی صاحب کی لڑکی منشی صاحب کے چھوٹے صاحبزادے مسعود احمد صاحب سے منسوب تھیں اور منشی صاحب کی صاحبزادی مولوی صاحب کے صاحبزادے محسن حسین صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر سی۔ پی سے منسوب ہیں)۔ راقم الحروف کے بڑے عنایت فرما تھے خدا انھیں غریق رحمت کرے بڑے خلیق اور محبت والے لوگ تھے جب کبھی ملاقات ہوتی تھی گھنٹوں علمی چرچے رہتے تھے۔ مجھ سے ہمیشہ میرا کلام سنتے تھے اور داد سے ہمت افزائی فرماتے تھے۔ مرحوم کو میرے اس خیال سے بالکل اتفاق تھا کہ اُردو اب کہیں کی خاص زبان نہیں اور ہندوستان کا کوئی شہر مرکزیت کا دعویدار نہیں ہو سکتا کیونکہ کہیں ایسی زبان نہیں بولی جاتی جس میں متروک نامطبوع مخترعات مقامی در فارسی عربی کے مستند الفاظ غلط نہ بولے جاتے ہوں اور کسی شہر کی زبان کو چھوٹوں بڑوں اور عورتوں مردوں اور نئے پرانے امیر غریب تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ لوگوں سے دو چار روز سننے کے بعد آپ یوں نہیں کہہ سکتے کہ یہی وہ زبان ہے جس کا نام اُردو رکھا گیا ہے مرحوم نے کئی مرتبہ فرمایا کہ اودھ کے شریف گھرانوں میں پوربی بولی جاتی ہے وہاں کی عموماً شریف زادیاں خصوصاً قصبات میں نہ صرف یہ کہ خود اُردو بولنا پسند نہیں کرتیں بلکہ اگر کوئی تعلیم یافتہ لڑکی بولتی ہے تو اُسے اچھا نہیں سمجھتیں۔ ان محترم خواتین نے اُردو زبان کا نام کھڑی بولی رکھا ہے ہمیں خصوصیت سے اس کا بھی علم ہے کہ خود منشی امیر احمد صاحب کے گھر میں وہی شریف زادیوں کی مایۂ ناز زبان بولی جاتی تھی۔ آنجناب کی اہلیہ محترمہ کے وقتاً فوقتاً کہے ہوئے جملے جو ان کے اعزا سے سنے ہیں ہمارے دماغ میں محفوظ ہیں لیکن آج بھی جب کہ ہم شاگردان امیر کی چیرہ دستیوں سے تنگ آ کر یہ مضمون سپرد قلم کر رہے ہیں خود امیر کا پاس ادب حضرت آہ امیٹھوی کی ذاتی دوستی اور امیر کے بعض عزیزوں کے مراسم اس سے مانع ہیں کہ ان جملوں کو لکھ دیں۔ جب امیر صاحب کی اہلیہ محترمہ کی زبان پوربی تھی تو آپ کی والدہ ماجدہ کی کیا زبان ہو سکتی ہے اس کا آسانی سے اندازہ ہو سکتا ہے اور یہ بھی سمجھ میں آ سکتا ہے کہ ایسے گھروں میں پیدا ہونے والے بچوں کی کیا زبان ہونا چاہیے"۔

یہ ثابت کرنے کو کہ امیر مینائی اہل زبان نہ تھے آپ نے معدے کی جڑ سے بہت کام لیا۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنؤ کے قطب تھے اور اسی انتساب سے منشی صاحب مینائی تھے۔ مخدوم صاحبؒ کے زمانے (نویں صدی ہجری) سے غدر تک مینائیوں کا ایک محلے کا محلہ لکھنؤ میں آباد رہا اور اس خاندان کے بعض حضرات کی بود و باش اب تک لکھنؤ ہی میں ہے۔ غدر کے بعد حسب طلب نواب یوسف علی خاں ناظم والی ریاست رام پور منشی صاحب رام پور چلے گئے اور وہیں رہنے لگے۔ جہاں تک ہم کو علم ہے اور دریافت کرنے پر بھی یہی معلوم ہوا کہ منشی صاحب نے کبھی امیٹھی میں قدم بھی نہیں رکھا۔ ع

ٹوٹی گرہ تڑاق سے بند نقاب کی

ناطق صاحب کی اخلاقی حالت کا اسی سے اندازہ کر لیجیے کہ علم ادب کے جھگڑے میں آپ عورتوں کو درمیان میں لاتے ہیں اور پھر بھی آہ۔ وغیرہ پر احسان کا چھپر رکھا ہے۔ آپ کی اس مہربانی کا آہ صاحب شکریہ ادا کریں یا منہ بنا کر صلواتیں سنائیں اور امیر کے عزیز شاید "چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد" کہیں لیکن اتنا تو ہم بھی کہیں گے ... حافظہ نہ باشد۔ کیا معنی کہ جن مولوی محمد حسین مرحوم سے آپ نے اپنے خصوصیات ظاہر کیے ہیں ان کو بھی آپ نے کاکوردی لکھا ہے حالانکہ دریافت کرنے سے یہ تحقیق ہوا کہ خان بہادر مرحوم کا مکان بعد میں تھا جو لکھنؤ کا ایک محلہ ہے ؎

ہوتے ہیں ایک بات کی تہ میں ہزار جھوٹ
تصدیق کیجیے تو بس انجام کار جھوٹ

سی پی میں مولوی صاحب مرحوم کے صاحبزادے ابھی موجود ہیں دیکھیے وہ کن نگاہوں سے آپ کو دیکھ رہے ہیں۔ مہربان آپ کی خفت میرے سر آنکھوں پر۔

اب لگے ہاتھوں شاگردان ناطق (بقول ناطق "دس بیس لونڈوں کو گھیر کر شاگرد بنالینا ہے") اپنے استاد جی کی اس عقل پر بھی ماتم کریں "جب امیر صاحب کی اہلیہ محترمہ کی زبان پوربی تھی تو آپ کی والدہ کی کیا زبان ہو سکتی ہے" واہ رے اسرار الٰہی! اللہ رے تعصب کا نشہ!!

سراف

چشم ازرق ہوئے میگوں رنگ زرد
ایں چنیں کس با کسے نیکی نہ کرد

سی-پی

اگر اودھ پنچ کا زر قیمت واجب الادا ہو تو جلد اس بار سے سبکدوش ہو جائیے۔

معترض دیباچۂ بال جبریل

(نمبر ۲)

گیارھویں نظم کا مطلع ہے ؎

مجھے بتا کیا نہیں ہے مرے دل کا وہ زمانہ
وہ ادب گہ محبت وہ نگہ کا تازیانہ

کر عجب ترکیب کا مطلع ہے۔ خدا جانے مخاطب کس سے ہے۔ پہلے مصرعے میں دل کے ایک مجہول زمانے کے متعلق سوال کیا گیا ہے۔ قدرتی طور پر خیال ہوتا ہے کہ دوسرے مصرعے میں اس زمانے کی تفصیل ہوگی مگر وہاں کچھ اور ہی نظر آتا ہے۔ زمانہ وانہ تو گیا چولھے میں دو چیزیں زبردستی مہر تغافل کی طرح نازل ہو گئیں۔ ایک ادب گاہ محبت دوسرے تازیانۂ نگاہ۔ یہ کون سا تک ہے کیا ادب گاہ محبت اور تازیانۂ نگاہ ظرف زمان سے متعلق ہیں؟۔

یہ مطلب بھی اس شعر سے واضح نہیں ہوتا کہ دل صاحب کسی زمانے میں طفل مکتب تھے محبت کے مدرسے میں کوئی خرانٹ مولوی کڑی نگاہوں کی قمچیوں یا کوڑوں سے ان کی خبر لے رہا تھا۔ اور بغیر کسی قصور کے خبر لے رہا تھا۔ ادبستان محبت میں طویلہ کی بلا بندر کے سر کی طرح "سزا ہیں بے گناہی" کا دستور بھی عجیب ہے یعنی قصور اگر واضح کر دیا جائے تو سزا کی تجویز کی صحت و سقم پر بحث ہو۔ بہرحال مطلع ناقص اور بے ڈھنگا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

یہ بتان عصر حاضر کہ بنے ہیں مدرسے میں
نہ ادائے کافرانہ نہ تراش آذرانہ

یہ شعر بھی اول جلول ہے۔ پہلے مصرعے کو دوسرے مصرعے سے مرتبط کرنے کے لیے کئی لفظوں کی ضرورت ہے۔ اس کی نثر بنا کے دیکھیے تو معلوم ہو:۔

"عصر حاضر یا زمانہ حال کے یہ بُت جو مدرسے میں گڑھے گئے ہیں۔ ان میں نہ تو کافرانہ ادا ہے نہ آذری تراش و صنعت کی صداقت"

ضروری ربط کے فقدان سے شعر کا بُت بھی بے ڈھنگا اور بے سلیقہ ہو گیا۔ گویا اسی مدرسے کا بنا ہے جس میں عصر حاضر کے بت بنائے گئے۔ جو نکات شاعر کو ان مدرسوں کی ناقص تعلیم کے بارے میں ہے وہی ہمیں جناب اقبال کے تخیل سے۔

اس نظم میں دوسرے شعر بھی ڈھیلے ڈھالے ہیں۔ جن پر اعتراض چسپ ہو سکتا تھا مگر درگزر کی جاتی ہے۔

بارھویں نظم کا مطلع ہے ؎

ضمیر لالہ مئے لعل سے ہوا لبریز
اشارہ پاتے ہی صوفی نے توڑ دی پرہیز

ملاحظہ فرمائیے "مئے لعل" کی ترکیب۔ لعل ایک پتھر ہے۔ جس کی شراب نہیں بنتی۔ یہاں "لال" کا محل تھا جو یعنی سرخ ہے نہ لعل کا۔ اگر سرخی یا قوت مراد ہے تو لعلین کہنا چاہیے تھا نہ "مئے لعل"۔ "پرہیز" زبان فصحا میں

کمیونکے

پیشگاہ اقدس و اعلیٰ سے نواب ولی الدولہ مرحوم کی وجہ سے خالیہ جائداد صدر المہامی پر راجہ شام راج بہادر فرزند کلاں راجہ رائے رایان کا تقرر بہ ایں صراحت ایک سال کے لیے منظور فرمایا گیا ہے کہ جتنے محکمہ جات ولی الدولہ مرحوم کے سپرد تھے بجز محکمہ تعلیمات کے نواب عقیل جنگ بہادر کے سپرد کیے جائیں اور جتنے محکمہ جات نواب عقیل جنگ بہادر کے سپرد ہیں ان کو راجہ شام راج بہادر کے سپرد کیا جائے۔

محکمہ تعلیمات تا حکم ثانی نواب مہدی یار جنگ بہادر کے سپرد رہے اور یہ جدید انتظام پہلے ہفتہ جون سے عمل میں آئے۔

دستخط ناظم
محکمہ معلومات عامہ سرکار عالی

ضرورت نہیں ۔ یہ لفظی غلطیاں ہوئیں اب معنویت پر غور فرمائیے کہ "لالے کے ساغر میں سرخ شراب چھلکی اور صوفی نے پرہیز توڑ دی" اشارہ پاکے ۔ مگر نہ معلوم کس کا اشارہ ۔ کیا اشارہ ؟ ۔ ہم نے مابعد کے اشعار سے اشارے کا کھوج لگانا چاہا تو وہاں سے بھی کورا جواب ملا ۔ الغرض شعر کچھ یوں ہی سا ہے ۔ تو سمجھ میں ٹپکتا ہے ۔ شراب دیکھ کے صوفی کی رال ٹپکنا شعرا کا بہت مرغوب ہے ۔ سب نے بہار کی تعریف میں صوفی یا زاہد کی طمع کا ذکر کیا ہے مگر اس بے ڈھنگے طور قسم شدانس سے نہیں ۔ ادبیت کے ساتھ ۔

تیسری نظم کا آخری شعر ہے ؎

کوئی کار، واں سے ٹوٹا کوئی بدگماں حرم سے
کہ امیر کارواں میں نہیں خوئے دل نوازی

غالباً شاعر کا قصد یہ ہے کہ امیر کارواں بھلا اکل کھرا بدماغ بد لگام ہے اس وجہ سے کوئی شخص تو کارواں سے علیحدہ ہو گیا اور کوئی حرم ہی سے بدگمان ہو گیا ۔ "ٹوٹا" کے بعد "ہو گیا" یا "ہوا" محذوف ہے اس وجہ سے "ٹوٹا" دونوں جملوں سے متعلق سمجھا جاتا ہے ۔ اور یہ خلاف دستور فصحا ہے ۔

شاعر دام اقبال کی یہ بھی ایک دھج ہے کہ نظم لکھتے ہیں بطرز غزل جس میں مطلع ہوتا ہے ۔ مابعد کے شعر کہیں تو قطعہ کی طرح ایک دوسرے کے تمام معانی میں موقوف و محتمل نظر آتے ہیں ۔ کبھی جداگانہ اور مخاطب ہوتے ہیں تو ایک ہی لکڑی سے فانی اور غیر فانی کو ہنکا دیتے ہیں ۔ غرضکہ المانوجیت کی کوئی حد نہیں چنانچہ فرماتے ہیں ؎

اک دانش نورانی، اک دانش برہانی
ہے دانش برہانی ۔ حیرت کی فراوانی

پہلا شعر ہے جس میں عقل کی تقسیم فرمائی ہے حالانکہ برہان بھی ایک نور ہے انوار الٰہیہ میں سے ۔ مگر خیر شاعر صاحب برہان کو نور سے علیحدہ کرتے ہیں تو پھر کوئی عذر نہیں ۔ باوصفیکہ اس نام دانش میں کہیں لیفاد کا ذکر ونہیں ۔ نہ یہ شعر ہی دونوں کا فرق بتاتا ہے کہ نورانی کیا شے ہے اور برہانی کیا چیز ۔ اگر یہ مراد ہے کہ انسانی عقل برہان منطقی و فلسفی کی قائل ہے تو اس میں کیا خرابی ہے ۔ برہان اور حقیقی برہان جس کی قرآن نے صریحہ تنبیہ کی ہے اور جس پر اعمال کی بنا رکھی ہے درحقیقت نور الٰہی ہے ۔ اس کے برعکس جو گمراہ کرنے والی یا حیرت بڑھانے والی عقل ہے اسے عقل سے تعبیر کرنا ہی بیہودگی ہے ۔ عقل وہی ہے جو ہادی راہ بن کے منزل مقصود تک پہونچا دے ۔ اس شعر میں کوئی مخاطب کسی سے نہیں ایک بات جو تمہیداً شاعر صاحب نے فرما دی مگر دوسرے میں مخاطب ہے ؎

اس پیکر خاکی میں اک شے ہے سو وہ تیری
میرے لئے مشکل ہے اس شے کی نگہبانی

"شے" ایک مبہم شے ۔ بالکل چھپانے کے قابل عضا کی طرح زیر رخت پنہاں ۔ ممکن ہے کہ وہ کوئی اچھی چیز ہو لیکن مخاطب کی تصریح ہوتی یا قرینے سے مخاطب کا اندازہ کیا جا سکتا تو اس شے کے حسن و قبح کا کوئی حکم لگایا جاتا ۔ اچھا مان لیجیے کہ مخاطب ذات باری ہے ۔ اور حضرت شاعر اس وقت مشاہدے کا لطف اٹھا رہے ہیں ۔ جیسا کہ تیسرے اور چوتھے شعر سے پتا لگتا ہے ؎

اب کیا جو فغاں میری پہونچی ہے ستاروں تک
تو نے ہی سکھائی تھی مجھ کو یہ غزل خوانی
ہو نقش اگر باطل تکرار سے کیا حاصل
کیا تجھ کو خوش آتی ہے آدم کی یہ ارزانی

یعنی معلوم ہوتا ہے کہ شاعر بنی آدم سے مخاطب نہیں ہے کچھ شکوہ خالق سے کر رہا ہے اور کسی قدر اعتراضیہ شکوہ یہ ہے فغاں کی نارسائی کا جو ستاروں تک پہونچ کے رہ گئی ۔ اعتراض یہ ہے کہ باطل کو مٹ جانا چاہیے یا طل اس کا حق نہیں رکھتا کہ "مکرر" اس کی تکوین ہو ۔

پانچواں شعر ہے ؎

مجھ کو تو سکھا دی ہے افرنگ نے زندیقی
اس دور کے ملا ہیں کیوں ننگ مسلمانی

یہ ایک سوال ہے اور ویسا ہی سوال جیسا کسی غلط گو شاعر نے مشرق سے کیا ہے ؎

بجرم عشق اگر کشتی مرا نمون احسانم
گناہ زاہد بیچارہ آخر چیست بہ حیرانم

لیکن پچھلے شعر میں پھر پہلے شعر کی طرح بیان واقعہ ہے ؎

تقدیر شکن قوت باقی ہے ابھی اس میں
ناداں جسے کہتے ہیں تقدیر کا زندانی

مگر اس شعر کو دیگر اشعار سے کوئی علاقہ نہیں ۔ اس طرح معلق ہے جیسے مداری کا گولا ۔

آخری شعر سنیے اور ذری تکتے گھر لگائیے کہ حال تمام اشعار کا کیا ہوا ۔ فرماتے ہیں ؎

تیرے بھی صنم خانے میرے بھی صنم خانے
دونوں کے صنم خاکی دونوں کے صنم فانی

کیا یہ شعر بھی عالم مشاہدہ و مراقبہ سے تعلق رکھتا ہے ؟ یعنی اللہ میاں بھی صنم خانے اور صنم کے پجاری ہیں یا جو "ذالک بتلک" اور عوض معاوضہ گلہ ندارد کے چھپیٹے میں پھنس گئے ۔ یا یہاں التفات کسی صنم پرست کی طرف دفعۃً ہو گیا ۔

آخر ان خیالات کو ضرورت جمعیت کی بھی ہے یا نہیں ! شاعر نے اللہ میاں پر اعتراض جمانے کا پہلو ہر نظم میں اختیار کیا ہے اسے ہرگز علو خیال سے لگاؤ نہیں بلکہ یہ بیہودگی اور گستاخی کی تعلیم ہے ۔ یہ تعلیم کسی مذہب میں جائز نہیں جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ۔

سولھویں نظم میں شاعر صاحب خدا سے سوال کرتے ہیں ؎

یارب یہ جہاں گزراں خوب ہے لیکن
کیوں خوار ہیں مردان صفا کیش و ہنرمند !

سوال ہی دون ہمت پر دلالت کرتا ہے ۔ مردان صفا کیش و ہنرمند کبھی ذلیل و خوار نہیں ہوتے اور بظاہر جو ایذائیں اور ذلتیں انھیں دنیا پرستوں سے پہونچتی ہیں وہ ان کی عزت بڑھا دیتی ہیں ۔ مردان صفا کیش و خردمند اس راز سے آگاہ ہیں لہذا وہ اس تذلیل پر جو اہل دنیا کے ہاتھوں ظاہر ہوتی ہے اپنے خالق کا شکر ادا کرتے ہیں ۔ شاعر نے اعتراض کر دیا اور اسے کسی شعر میں رد نہیں کیا ۔ جو انسانی دوا چوٹیں سہنے کا حوصلہ پیدا کرتا ۔

تیسرا شعر فارسی ہے ؎

تو رہ گیا ہے بندی اہل خرد را

او گشت گل لالہ پر نشہ بیچے چند

دوسرے شعر میں زنگی خدا کا اپنے خدا سے تقابل فرمایا ہے۔ اس پر مجھے بعض عرب کے رندوں کی ایک حکایت یاد آگئی۔ کہتے ہیں کہ ایک صاحب جو مسجد میں رہتے تھے نفقاً فاسو ہضم اور دھنیاس ریاح کی بیماری میں مبتلا ہوئے رات بھر تڑپے کبھی کہتے "یا اللہ فرمائیے اللہ ایک دھڑلے کا گرز عنایت کر (بندہ مترجم ہے اور بصحت ترجمہ کا ذمہ دار۔ تہذیب کی ضرورت کی ہم نے) کبھی "یا ارتم قسوۃ" اے اللہ! ایک چسکی ہی سہی آخر صبح تک آفتاب عمر قریب غروب ہوا اور آہستہ سے فرمایا "خدایا مجھے جنت میں حور عین عطا فرمانا۔ ایک نمازی بھی وہاں تھا جھلا کے بولا کہ ابے (معاذ اللہ) حسین خدا نے ایک چسکی بھی نہ دی اُس سے حور عین کا سوال کرتا ہے عجب احمق ہے۔"

عرب کا ایک شاعر اسی مضمون کو یوں ادا کرتا ہے

کم عالم عالم اعیت مذاهبه الخ

یعنی بہت سے عالم ہیں کہ جن کے لیے ہیں اور جاہل اینڈتے پھرتے ہیں مگر یہاں تخاطب کی گستاخی جناب باری کی بارگاہ میں نہیں بلکہ بیان واقعہ ہے۔

ہمارے شاعر صاحب نے اسی عرب شاعر کا نقل قول کیا ہے مگر نہ اُس لطف سے۔ علی ہذا القیاس ایک شعر اور بھی مسروق ہے ؎

حاضر ہیں کلیسا میں کباب و مے گلگون

مسجد میں دھرا کیا ہے بجز موعظہ و پند

اگلے شاعروں میں سے کوئی بڑے مزے سے کہہ گیا ہے

"معمور شرابوں سے کبابوں سے ہے سب دیر

مسجد میں ہے کیا شیخ؟ نہ پیالہ نہ نوالہ

اس نظم میں اور بھی غلطیاں ہیں۔ عارف شاعر کے نزدیک مؤنث ہے باقی نظم باعتبار شستہ الفاظ خوب ہے۔ ایک دلچسپ سلسلہ رکھتی ہے۔ جو ہمارے شاعر صاحب کو نگاہ ہے اسے نصیب ہوتا ہے۔

(باقی آئندہ)

عارف

ادبار الشعرا

تبصرۂ لغات

(نمبر ۷)

"جامع اللغات"

فرماتے ہیں جناب جامع اللغات:۔

"بارک (ع۔ دعا) برکت دے تجھے۔ بارک اللہ (ع) اللہ تجھے برکت دے۔ بارک اللہ یوم السبت و الخمیس (دعا) اللہ تجھے برکت دے سنیچر اور جمعرات کو۔ مطلب یہ ہے کہ سنیچر اور جمعرات کا سفر مبارک ہے"

ملاحظہ فرمائیے حضرت جامع لغت خانم کی عربی دانی۔ بارک صیغہ ہے ماضی کا۔ ماضی بمحل دعا میں مضارع کے معنی دیتا ہے اور کاف اس میں اصلی ہے الحاقی نہیں۔ مصدر اس کا "برکت"۔ مگر جامع صاحب کو شاید کہیں سے اتنی سُن گن مل گئی تھی کہ عربی میں "ک" خطاب کے معنی "تجھے" کے لیے جاتے ہیں لہٰذا "بارک" میں بھی آپ نے خیال فرمایا کہ خطاب کا کاف ہے اور ترجمہ فرمایا "برکت دے تجھے" پھر یہ غلطی لطف و راجعاتی ہی چلی گئی کہیں پر نہ تھمی۔

معلوم نہیں اس لغت چڑیل کو عربی دانی کی آنکھ کیونکر لگی۔ بیچارے طالب علم اس کی طرف رجوع کرنے کے بعد یقیناً نیکا لگوانے پر مجبور ہوں گے ورنہ نیم کی ٹہنی ہاتھ میں ہوگی۔

فساد کی بنیاد ہونا ہے عاقبت تیری بگڑی یا کسی نے ڈرا کا نہیں۔ یہاں تک کہ حدیث نبوی بھی ترجمہ کے اعتبار سے غلط کر دی گئی۔ اہل عرب جانتے ہیں کہ جاہلیت میں عموماً پنجشنبہ منحوس خیال کیا جاتا تھا اور یہودی خصوصاً سنیچر کو دنیاوی کاموں سے اجتناب کرتے تھے۔ پیغمبر (بابی ہو امی) نے فرمایا کہ خدا برکت دے پنجشنبہ اور شنبہ یعنی دونوں دن مبارک ہیں جمعرات اور ہفتے کو جو کام کیا جائے بہتر راست ہوگا۔

"سفر" کی خصوصیت اس منحوس سنیچری نے کی جنی ہوئی ہے۔

زنی! اور خیالی تکلّے بغیر کسی ثبوت کے جامع صاحب گھڑتی چلی جاتی ہیں مثلاً:۔

"بارہ پتھر: کسی چھاؤنی کے حدود جس پر عموماً بارہ پتھر لگے ہوتے ہیں"

سیکڑوں چھاؤنیاں اس وقت موجود ہیں کسی کی حد پر آج تک بارہ پتھر لگے ہوئے نہیں دیکھے گئے حقیقت یہ ہے کہ پتھر مسافت کا پیمانہ ہوتا ہے۔ آج کل بھی میل

سوتی جاگتی وزارت

بیدار — پیر حکومت کا شجر یاد آیا — اچھل کود —
نائم — اور ہمیں وقت سفر یاد آیا — واماندگی —

ارمان
کون سی شادی شدہ خاتون ہوگی جسے بچہ کھلانے
کا ارمان نہ ہو۔ اولاد کی خاطر لوگ سارے جتن کرتے
ہیں۔ درگاہوں پر جاتے ہیں۔ منتیں مانتے ہیں۔ فقیروں۔ اور
بیراگیوں کی سیوا کرتے ہیں۔ عاملوں، رمالوں، پنڈتوں، نجومیوں کے دروں کی
ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ طبیبوں۔ ویدوں اور ڈاکٹروں کو ہزاروں روپیہ کھلاتے ہیں۔ ہمارا تو یہ بھی تجربہ ہے کہ
ہندو، مسلمان، عیسائی، پارسی یہودی اولاد کی تمنا میں اپنا مذہب تک ترک کرنے پر آمادہ ہو جاتے
ہیں۔ جس گھر میں اولاد نہیں وہ بے چراغ کہلاتا ہے۔ جو عورت بے اولاد ہے وہ ہندوستان میں
سمجھی جاتی ہے۔ اور اکثر وہمی عورتیں تو اس کا منہ دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتیں۔ لیکن اب
(بے اولادوں کو مژدہ)
ہو کہ ہماری دوا ارمان سے سیکڑوں بے چراغ گھر روشن ہو گئے ہیں۔ سیکڑوں کی امیدیں بر آئی ہیں۔
خوبی اسمیں یہ ہے کہ یہ دوا مہینے میں صرف تین روز عورت مرد دونوں کو کھانا پڑتی ہے۔ ۸۰ فیصدی
تو ایسا ہوتا ہے کہ پہلے ہی مہینے حمل رہ جاتا ہے لیکن دوسرے اور تیسرے مہینے تو ضرور ہی مراد
بر آتی ہے پھر اس دوا میں دوسری عجیب و غریب و حیرت انگیز خوبی یہ ہے کہ فرزند نرینہ
ہی پیدا ہوتا ہے بس دوا کی اگر ہزاروں روپیہ بھی قیمت رکھی جائے تو بھی امیر
غرض مند خوشی سے لینے کو تیار ہو جائینگے لیکن ہماری خواہش ہے کہ
اسکا فائدہ عام ہو اسلئے اسکی قیمت بھی نہایت مناسب
رکھی گئی ہے یعنی ۱۰ روپیہ کی دوا علاوہ محصول
ترکیب استعمال دوا کے
ساتھ روانہ کیجائے
گی
کارخانہ ضامن الصحت
وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

LUCKNOW'S
OUDH PUNCH
M.S. Khan Artist

فطرت کے خصائص و خواص کا اظہار ہے۔

سنتے ہیں کہ ایک بادشاہ نے کسی فقیرنی کا محل بنایا تھا ایک شب کو بادشاہ آرام کر رہا تھا سوتے سوتے آنکھ کھل دیکھا کہ فقیر بیگم سے پہلو خالی ہے۔ اور قریب کے کمرے میں چلنے پھرنے کی آہٹ سنائی دے رہی ہے۔ بادشاہ نے دبے پاؤں کمرے میں جا کر جھانکا تو کیا دیکھتا ہے کہ فقیر بیگم ایک طاق کے پاس جاتی ہیں اور کہتی ہیں "اللہ بھلا کرے کوئی ٹکڑا روٹی مل جائے" دوسرے طاق سے فرماتی ہیں "الٰہی بچے جئیں نتھی ہی سو آئے۔ تیسرے طاق کو سناتی ہیں "دودھوں نہاؤ پوتوں پھلو آئے آلے (اعلیٰ اعلیٰ) مراتب ہوں۔ سہاگن رہو رانڈ بیوہ ہوں مائی کچھ صدقہ خیرات دے ڈالو۔"

یہ ماجرا دیکھتے ہی بادشاہ سلامت کمرے میں گھس پڑے پوچھا بیگم یہ کیا؟ بیگم شرمائیں لجائیں مسکرائیں اور کہنے لگیں سلطان عالم کھانا ہضم نہیں ہوتا بلکہ پیٹ ہی نہیں بھرتا جب تک میں دو چار گھر مانگ نہیں لیتی۔ دیکھیے طاقوں پر روٹی کے ٹکڑے رکھ دیے ہیں ہر ایک طاق سے ٹکڑا مانگ کے کھاتی ہوں جب پیٹ بھرتا ہے"۔ بھلا کون انکار کر سکتا ہے کہ بھیک مانگنا داخل فطرت نہیں ہے۔

گداگران چوک۔ آہ وہ للچائی ہوئی نظریں۔ وہ پٹا کھیلتی ہوئی جوتیں۔ وہ گول دروازے سے اکبری دروازے تک جانا اور پھر پلٹنا۔ پھیری کے فقیروں کا چکر نہیں تو کیا ہے۔ صورت دیکھیے تو امیرانہ نسل پوچھیے تو شریفانہ۔ سن و سال کچھ نہیں جمعہ جمعہ آٹھ دن کی عمر۔ اس پر جوانی خواہشوں کا بھیک منگوانا۔ کس نے نہیں دیکھا ہے۔ نگاہ کام نہیں کرتی تو نواب صاحب "عینک" کا طلسمی طلا لگا کے راستہ چلتے چلتے نیچے کی دنیا اوپر پہونچاتے اور سسکیوں کی کٹنیاں دوڑاتے ہیں پھر گردن جھکاتے شتر غمزے کھاتے اپنی راہ لیتے ہیں۔

اسی طرح کمرے والیاں چاہے صورت شکل یعنے بھیک کا ٹھیکرا دکھانے کے قابل ہو یا نہ ہو۔ مگر زیور لباس سے آراستہ۔ بنگلہ چوٹی سے درست تیل پانی سے لیس۔ بعد حسرت و یاس نیچے نگراں ہیں کہ راہ تکوں میں کون سا مرد میدان ہے جو اوپر چڑھتا اور جیب خالی کرتا ہے۔

حکمران گداگر یا نقصان مفلس کا تماشا کچہریوں میں دیکھو تو معلوم ہوگا کہ بھک منگوں کے گروہ میں گزر ہو گیا۔

این گریباں گرفت وآں دامن

طلبانہ۔ محنتانہ۔ شکرانہ۔ نذرانہ۔ احمقانہ غرض کہ صد ہا انہ و یک بندہ بیگانہ۔ جان چڑیا نوچن میں پھنس گئی۔ حاکم صاحب میز کے کشکول پر کوڑیاں کی رقم مانگ رہے ہیں وکیل صاحب پیشی کی رقم چکا رہے ہیں۔ سررشتہ دار صاحب فرماتے ہیں غلط عرضی لکھوا لائے۔ چار مرتبہ درخواست تبدیل کروائی پھر بھی قانونی نقص رہ گئے ہیں۔ مطلب یہ کہ سارا نقص نذرانہ نہ پیش کرنے کا ہے کچھ دلواؤ تو سب ٹھیک ہے۔ ورنہ ایک ایک عیب ہر مرتبہ نکلے گا۔ عمریوں ہی تمام ہو جائے گی۔ ہر کوری (چپراسی) اپنا حق مدعی و مدعا علیہ سے ہر پیشی پر لینے کا مستحق اگر کسی متوفی کی درخواست کا دعوے ہے تو سمجھ لیجیے کہ متوفی نے علاوہ مدعی و مدعا علیہ کے اور بھی کئی ورثائے حقیقی طبقۂ ادنے کے چھوڑے ہیں جن کا نام ہے کورٹ فیس وکیل۔ چپراسی۔ سررشتہ دار۔ اسٹامپ فروش۔ عرائض نویس۔ نقل نویس۔ چاہے ورثائے نسبی و سببی کو ملے یا نہ ملے مگر ان کا دوزخ ضرور بھرے گا اور اتنا بھرے گا کہ:۔

جیتا سو ہارا۔ ہارا سو مرا

گداگران وفا پیشہ۔ امن سبھا کے ممبر امیروں کے مصاحب۔ حکام کے دربارداری۔ اسی عنوان کے تحت میں ہیں بلبل ہند کی طرح اوصاف دھامد کا بیان کرنا۔ خود ہی خواب دیکھنا خود ہی تعبیر دینا۔ بوٹ چاٹنا۔ میم صاحب کے سامنے ڈالی لگانا۔ بابا لوگ کے واسطے شرارت کے اسباب مہیا کرنا۔ جھوٹے واقعات بنانا۔ سیمے واردات کی تاویل کرنا۔ بیگم صاحب کی ستم آزمائی کے واسطے خیرات خانہ سے چھوکریاں لانا۔ نواب صاحب کے واسطے معروضات مہیا کرنا صاحبزادے کی کنکیا کی کتی باندھنا۔ الغرض کرسی اور خطاب عہدہ یا انعام و اکرام کی خواہش سب کچھ کراتی ہے۔ انصاف سے کہیے بھیک مانگنا فطرت کا مقتضے ہے یا نہیں۔

گداگران فنون لطیفہ۔ آپ کو دیکھیے! آپ کون ہیں! آپ نامِ خدا شاعر ہیں۔ آج آٹھ روز ہوئے ہیں کہ آپ کی پلک سے پلک نہیں جھپکی "جھونجھ" کا قافیہ تلاش کر رہے ہیں مگر نہیں ملتا۔ ہاتف غیبی سے مدد مانگی وہاں سے بھی سوکھا جواب ملا "۔ ایں بھیک مانگو"۔ اساتذہ کے دیوان الٹ ڈالے انھوں نے بھی کہا "برکت ہے"۔ خدا نخواستہ آپ کو عشق کی بیماری نہیں ہے کوشش کر رہے ہیں کہ عاشقوں میں نام لکھ جائے تو فرضی معشوق کے حسن کی زکوٰۃ کبھی نہ کبھی مل ہی جائے گی۔ اللہ نے تمام نعمتیں دی ہیں مگر عشق کی کمی ہے۔

دل تھا مگر گمنام معشوق چرا لے گیا حسن کی بازار میں گھر بیٹھے ڈھونڈھ رہے ہیں جنبوں کی خیالی محفل جمع ہے ہر ایک سے کہتے پھرتے ہیں "برا نہ مانیے تو ایک بات عرض کروں۔ یہاں مجھ غریب کا دل پڑا تھا۔ آپ نے تو نہیں دیکھا؀

تمھاری مانگ نے تو دل لیا مانگ

یہ چوٹی کس لیے پیچھے پڑی ہے

تمام کد و کاوش کا حاصل یہ ہے کہ کسی طرح "داد" مل جائے تو پیٹ بھرے۔ ایک شاعر صاحب طبیب کے پاس گئے۔ شکایت کی کہ آج کئی روز سے دل گرفتہ ہوں سبب نہیں معلوم۔ حکیم صاحب نے فرمایا شاید آپ نے کوئی نیا شعر کہا ہے۔ انھوں نے اقرار کیا۔ حکیم صاحب نے سنانے کی فرمائش کی۔ انھوں نے سنایا۔ حکیم صاحب نے ایک گھنٹہ کا آج کل تعریف کے پل باندھے اس کے بعد کہنے لگے شاید اب جناب کا دل بشاش ہو گیا گرفتگی باقی نہیں رہی شاعر صاحب نے جواب دیا خدا کے فضل سے اس وقت تو وہ کیفیت نہیں ہے مگر آپ نسخہ ضرور لکھ دیجیے۔ حکیم صاحب نے فرمایا جناب نسخہ کی ضرورت نہیں آپ کے دل میں یہی شعر اٹک گیا تھا جب آپ اس بیماری میں

مبتلا ہوں تو کسی دوست کے پاس تشریف لے جائیں اُسے اپنا کلام سنائیں۔ مرض دفع ہو جائے گا۔

سچ ہے تعریف کے بھوکوں کا پیٹ یوں ہی بھرتا ہے۔ کسی دوست کے گھر پہونچے۔ آداب عرض کرتا ہوں۔ مزاج شریف کیسے خیریت تو ہے۔ چناں چنیں کے بعد کرسی پر بیٹھے اب انتظار ہے کہ شعر و شاعری کا تذکرہ چھیڑے تو "جوع الثنا" اور دل کی بھوک تعریف کے ٹکڑوں سے بھرے گر دوست کسی دوسری فکر میں خاموش بیٹھا ہے۔ آخر خود ہی گُن گُنانے لگے۔ اگر اُس نے دریافت کیا کہ کس کا شعر ہے؟ تو مراد بر آئی۔ گردن جھکائی انکسار ظاہر فرمایا مسکرا کے عرض کی جی!۔ خاکسار ہی نے راہ میں یہ دو مصرعے نظم کیے تھے۔ چلیے متاع سخن کا بازار کھل گیا۔ اب دادر جوا ہر عرض بازار ہونے لگے۔ اور اگر خاموشی کا طلسم یوں بھی نہ ٹوٹا تو فکر ہوئی کہ کس طرح داد حاصل کروں۔ تغیر کی بد اسنی اور جھٹ دوست کی جانب متوجہ ہوئے۔ جناب منشی صاحب اسی طرح میں بندے نے بھی دو چار شعر کہے ہیں ملاحظہ ہوں......"

الغرض طرّاح۔ مصوّر۔ نقاش۔ مغنّی۔ ان سب کا یہی حال ہے۔ بھیک سرشت میں داخل ہے۔ لوگ پیٹ پر پتھر باندھے پھرتے ہیں۔

آج حضرت تمام پیٹ بھرنے والی چیزوں میں سے ایک نرالی چیز تو رہ گئی یعنی **ووٹ** یہ وزن روٹ کوئی بھیک منگا آپ کے دروازے پر آئے تو اس کی یاس آمیز صورت دیکھیے۔ ہائے ہائے وہ اپنے منہ میاں مٹھو بننا وہ اپنی کارگزاریاں گنوانا وہ مطلب کی بات پر جھکائیاں۔ وہ اڑن گھائیاں بھلا فراموشی کے قابل ہیں۔ گویا تمام قوم کو بندۂ احسان آپ نے ہی بنایا ہے.........

.. اگر آپ نہ ہوتے تو کارخانۂ خدائی بالکل معطل ہو جاتا۔

علیٰ ہذا القیاس **گداگران سیاسی** ہیں۔ پہلے میموریل اور سپاسنامہ پیش کر کے بھیک مانگتے تھے اس بھیک کی صدا میں ایسے ایسے الفاظ ہوتے تھے کہ پہاڑوں کا دل پسیجتا تھا سوال خالی جاتے دیکھ کے اب صرف تقریروں سے پیٹ بھرتے اور رزولیوشن پاس کرنے پر قناعت فرماتے ہیں۔ امید ہے کہ شکم پُری میں کسر نہ رہتی ہو۔

اخبار نویس گداگر۔ ان کی صدا بلند کرتے رہتے ہیں اور ان ہی کے تصدق میں زندہ ہیں ورنہ انھیں مانگے بھیک نہ ملے۔ **موروثی پیشہ ور گداگر**۔ مسٹنڈے **فقیر**۔ مزارات اولیا و مقامات مقدسہ پر جمع ہونے والی عورتوں کے محتاج بھک منگے گرسنگان حُسن ان پر صدقے واللہ خوب پیٹ بھرتے ہیں۔ چندے کی تحصیل برابر جاری ہے ہر ایک جیب کا مال ان کی ملکیت ہے۔ اللھم احفظنا۔

زود فربہ و زود لاغر

"زود فربہی"

عبدل:۔ بھئی واللہ یہ آپس کی شکر بجی تو بہت بُری اخبار پڑھتے ہیں اور ہنس ہنس کے بیوہ سڑکا مال اُڑاتے ہیں۔ ہم لوگ ترستے ہیں اور لڑ لڑ مر کے نقصان اُٹھاتے ہیں۔ یہ ہر وقت کی دانتا کلکل اچھی نہیں۔ بندہ مسلمان ہے مگر آج ہی سے چوٹی سر پر رکھے لیتا ہے"

رامو:۔ تو یہاں کب عذر ہے آج ہی سے آپکے ساتھ ہم نوالہ ہم پیالہ ہوئے جاتے ہیں۔ چھوت چھات کا جھگڑا اسب الغت۔ شادی بیاہ میں بھی کوئی عذر نہیں۔ باپ علیٰحدہ ہیں تو ہوا کریں ماں تو ایک ہے۔ یہ سارا جھگڑا مسٹر بڑ بونگ کا ڈالا ہوا ہے ورنہ ہمارا آپ کا خون ترت ہو کے مل گیا۔ ایسی ایسی تاریخ کی کتابیں لکھیں کہ خواہ مخواہ خون کھولنے اور غصہ آنے لگے۔ مسٹر بڑ بونگ سے کوئی پوچھے کہ آپ نے کون سا ظلم اُٹھا رکھا جو دوسرے کو نام دھرتے ہیں۔ ابھی آپ تو پرسے سرے کے فسادی ہیں۔ ہم آپس میں لڑتے تھے تو پھر ایک دوسرے کی رعایت کر جاتے تھے۔ آپ دونوں کی جان کے عذاب ہیں۔ چلے تو سال پیچھے اتا دُکا فساد ہوتا تھا اب ہر ہفتے جوتی پیزار ہوتی ہے"

مسلم:۔ جی ہاں بھلا آپ نے کبھی غور فرمایا کہ فساد کی جڑ کیا ہے۔ اے حضرت کچھ بھی نہیں خالی خولی جھگڑا ہے۔ واللہ میں آپس کے اتفاق کو منہ کا نوالہ سمجھتا ہوں۔ بس کا تا اور لے دوڑی یعنے ہاتھ بڑھایا گردن بڑھائی اور جھٹ پٹ ننگا تنگ لپٹ ہی تو گئے۔ اب دشمن بیری آپس میں لڑا کر دانے والے جلیں۔ بچھڑے مل گئے۔ اختوں بختوں بھی یوں ہی ملتی ہیں۔ صاحب لاٹھی مارے کہیں پانی جدا ہوتا ہے۔ آخر ہم بھائی بھائی ہیں"

رامو:۔ واقعی بھائی صاحب ناخن سے گوشت جدا کرنے والے کی سزا یہی ہے کہ ہم آپ مل بیٹھیں اور ان کمبختوں کو جلائیں۔ جلا جلا کے رُلائیں۔ چار دن میں دیکھ لیجیے گا جو ان کو بھاگتے راستہ ملے تو اپنے حساب برہمن نہیں چمار کہیے گا"

عبدل:۔ اے حضرت لڑنا بھڑنا شرافت کے خلاف ہے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمسایہ کے ساتھ حسن معاشرت کے احکام ایسے سخت دیے ہیں کہ اگر انسان اُن پر عمل کرے تو تمام عالم سے فساد کا تخم جل جائے۔ بس ایک میراث کا حق تو نہیں دیا باقی کل حقوق دیدیے"

رامو:۔ بیشک بیشک ہمسایہ کیسا ہمارے مذہب کا جزو اعلیٰ "جیو رکھشا" ہے انسان تو انسان حیوان کی مدد بھی فرض ہے۔ شاستروں کو اُٹھا کے دیکھیے"

عبدل:۔ جی! میں تو روزانہ بعد نماز شاستر پڑھتا ہوں"

رامو:۔ علیٰ ہذا القیاس بندہ حافظ قرآن ہے پوجا کے بعد قرآن خوانی ہوتی ہے"

عبدل:۔ پُران کی تعریف نہیں ہو سکتی حکمت اخلاق کے دریا بہائے ہیں ایک ایک حرف سے محبت کی سوت جاری ہے"

رامو:۔ قرآن بھی لاجواب ہے۔ کوئی قانون دنیا میں سوائے قرآن کے دین و دنیا کا جامع نہیں ہے"

عبدل:۔ ہمارا پُران"

ہندو۔ ہمارا قرآن"

جلد ۲۰ نمبر ۱۹

مضامین

(مورخہ ۵-جون ۱۹۳۵ء)

وہ درویش

«سیر ساتویں درویش کی»

(تتمہ ۲۶-مئی ۱۹۳۵ء)

دادا ہائیکورٹ تک گئے مگر عدالت ابتدائی نے جو فیصلہ کر دیا تھا وہی بحال رہا۔ اس کبر سنی میں جیل کی تکلیفیں برداشت کرنا عیش و عشرت کے عادی دادا کے لیے بڑا مشکل کام تھا اس لیے دادا نے سوم رس کے ایک گلاس میں سفوف مرگ گھول کر پی لیا اور قید خانہ نرکھ باتے بچ گئے۔ مال اسباب روپیہ پیسہ جو کچھ تھا وہ:۔

مال حرام بود بجائے حرام رفت

بہت کچھ تو عدالت میں خرچ ہوا بقیہ سب لفنگے لوٹ لے گئے۔ دادا کا یہ حشر دیکھ کر مجھ کو بڑی عبرت ہوئی۔ دنیا اور اس کی دلچسپیاں مجھے ہیچ نظر آنے لگیں۔ دل نے کہا کہ مذہبی مکاری کے بھیس میں مایا اور مایا کے بکھیڑوں میں پھنس کر جو زندگی گزر رہی ہے وہ پرماتما سے رشتہ توڑنے والی ہے اور جب پرماتما سے رشتہ ٹوٹ جائیگا تو ہمارے پدارتھ ہم سے ضرور چھن جائیں گے اور اس سے وہی برا نتیجہ ہوگا جو دادا کا ہوا۔ میرے ان خیالات میں پختہ ہوتا گیا اور میں نے طے کر لیا کہ آیندہ مذہب اور مذہبی لباس کا نہ تو ناجائز استعمال کروں گا اور نہ ایک دیانتدار ایماندار دھارمک سنیاسی کی حیثیت سے مذہب کی آڑ میں پالیٹکس کا پرچار کروں گا۔ بلکہ جہاں تک ہو سکے گا اپنی آتما سنتشٹ کرنے کی کوشش کروں گا۔ دو ہفتے گزر گئے اور میں نے کوئی برا کام نہیں کیا۔ گھر کے معمولی کام کاج اور حوائج ضروری رفع کرنے کے بعد جس قدر وقت مجھ کو ملتا تھا وہ میں بھگوان کے دھیان میں صرف کرتا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ مجھے اس میں بڑا آنند ملتا تھا۔ میرے دوست احباب اور میرے چیلے نیز میری استری میری اس کایا پلٹ سے خوش نہ تھے مگر میں نے کچھ پروا نہ کی اور ہمہ تن اسی طرف متوجہ رہا۔ بالاخانہ پر جاتے ہوئے ایک دن اتفاق سے میرا پیر پھسلا اور میں نیچے آ رہا۔ سر اور سینے میں بڑی چوٹ آئی۔ فی زمانہ کالج اور یونیورسٹی ساختہ نیز خود ساختہ حکیموں اور ڈاکٹروں کی کہیں کمی نہیں ہے اور لاہور تو آپ جانیے اس کی کان ہی ہو رہا ہے۔ میرے علاج کے لیے ایک ہندو ڈاکٹر بلائے گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے میرا عضو عضو ٹھونک بجا کر دیکھا۔ میرے نزدیک تبھی خاک نہیں حال سن کر کچھ دوائیں لکھ دیں فیس لی اور یہ ہدایت کر کے چلتے ہوئے کہ دو دو گھنٹے کے بعد برانڈی ملا ملا کر برابر دوا پلائی جائے اور چوبیس گھنٹے کے بعد حال بھیجا جائے۔ میرے تیمار داروں نے رات بھر میں مجھے تین بوتلیں برانڈی کی پلا دیں اس ام الخبائث کے استعمال سے اچھا تو میں دوسرے ہی دن ہو گیا مگر دل پھر بدل گیا۔ پرانی چوٹ ابھر آئی۔ ڈاکٹر صاحب ہٹے لنڈھا دھند پینے والوں میں سے گرمفت کی تلاش کرتے تھے اس سلسلے میں روز بلافیس آنے لگے اور خوب پلائی ہونے لگی۔ میرے دادا کی منکوحہ سرلا دیوی اور میری استری کامنی میں باوجود رقابت بڑا یارانہ ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب کی بیوی اور تالیف ابھین کے اضافہ سے یہ چوکڑی شہر بھر میں اُدھم جوتنے لگی۔ ڈاکٹر صاحب کی صلاح سے میں نے ویدک دواؤں کی ایک دکان کھول دی مشین کے ذریعہ سے گھاس پتوں کا منوں سفوف بوروں میں بھروا کر رکھ لیا۔ بڑی بڑی الماریاں دکان میں رکھوا دیں اور ان میں نازک خوبصورت اور خوش وضع شیشیاں سج دیں۔ ہر شیشی میں وہی خشتی سفوف بھر دیا اور دکھانے والا انگریزی رنگ ملا کر ہر شیشی کے سفوف کا رنگ ایک دوسرے سے مختلف کر دیا۔ پیپرمنٹ۔ ست اجوائن۔ کالی مرچ۔ ہڑ ہینگ وغیرہ وغیرہ کے اضافہ سے ہر شیشی کے سفوف کا مزا بھی بدل دیا۔ دواؤں کے نام بڑے عجیب و غریب اور دلچسپ رکھ دیے۔ اخباروں میں بڑی دھوم کے ساتھ اشتہار نکلوا دیے۔ چند کمسن خوبصورت بہروپیے نوکر رکھ لیے جو بانکی ترچھی عورتوں کے بھیس میں ڈھول ڈھماکے کے ساتھ روزانہ ہر گلی کوچے میں ناچتے گاتے جاتے عوام کو دواؤں کی تعریفوں کے بھجن سے رجھاتے اور خریدار پھانستے تھے۔ خواص کو پھانسنے کے لیے چار ون شیٹ بالا ہینڈ بلس بہت مفید ثابت ہوئے ان کے ذریعہ سے ہم دونوں کی خوب شہرت ہوئی۔ بڑے بڑے گھرانوں کے فیملی ڈاکٹر قرار پا گئے۔ میری (!) ضابطہ شہر کی زندگی کافی تو بیاس ہی سے حاملہ آئی تھی اس کی دیکھا دیکھی سرلا دیوی ڈاکٹر کی بیوی سرستی اور ان کی دوشیزہ بہن کملا دیوی بھی حاملہ ہو گئیں۔ ڈاکٹر نے ابھی سے یہ جھول رہا انا مناسب نہ سمجھا اور مناسب دوائیں دے کر سب کو سبکدوش کر دیا۔ سب کلور ہو گئیں اور چند گنتی کے دنوں کی تعطیل منا کر اپنی ڈفلی بجانے لگیں۔ آمدنی خوب ہو رہی تھی۔ دھرم کرم یا مذہبی اصول کو بالائے طاق رکھتے ہوئے خوب داد عیش دیے رہے تھے کہ یکایک فلک کج رفتار نے پاؤں کے نیچے سے زمین نکال دی۔ ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے ہکا بکا رہ گئے سانس لینے تک کا موقع نہ ملا اور یکایک بے نشان گمان میرے اور ڈاکٹر دونوں کے ہاتھوں میں باوجود ڈبل فائنبل جنٹلمین ہونے کے ہتھکڑیاں پڑ گئیں۔ ڈاکٹر پر تو یہ الزام تھا کہ اس نے کہیں زمینداری کے جھگڑے میں مدعی سے سازباز کر کے مدعا علیہ کو سنکھیا کا انجکشن دے دیا جس سے وہ بیچارا ختم ہو گیا۔ اور مجھ پر یہ الزام تھا کہ میں نے اپنے دادا کا آلۂ کار بن کر ایک بنارسی دلہن کے چند طلائی زیورات اڑا کر فروخت کر ڈالے اور روپیہ تصرف کر ڈالا (مشتری) جب اردب میں آیا تو اس نے میرا نام لے کر نشاندہی کی اور اس طرح میری گرفتاری عمل میں آئی۔ دونوں مقدمے عدالتوں میں پہونچے اور پیروی ہونے لگی۔ لاہور کی پولیس بامروت تھی مقتول کی طرف سے پیروی بھی کچھ یوں ہی سی ہو رہی تھی علاوہ اس کے عدالت بھی ذرا حلیم تھی اس لیے مقدمہ میں کچھ جان نہیں پڑی ڈاکٹر کا روپیہ پانی کی طرح بہا اگر الزام سے صاف بری ہو گئے۔ میرا معاملہ بڑا ٹیڑھا تھا اول تو کوتوال بلائے بے درماں۔ دوسرے جن ڈپٹی صاحب کے اجلاس پر مقدمہ تھا وہ ایسے سیر اور ضمیر فروش تھے کہ پولیس کا کوئی چالانی مقدمہ چھوڑتے ہی نہ تھے اگر ثبوت میں کوئی کسر رہ جاتی تھی تو گواہان فروش اور صفائی کے بیانوں میں

او ظلمت ابھی ایسی نہیں ملی تھی کہ وہ نگاہوں سے گر سکتے ہوں۔ یہ طریقہ کار بہت کارگر ثابت ہوا اور حالت بہت بڑھ گئی۔

سبز پری سرخ پری نیلم پری اور پکھراج پری یہ چاروں پریاں ہم لوگوں کے قبضے میں ایسی نادر و نایاب تھیں کہ جن کا جواب نہ تھا۔ ابجد کا عقل غیر حرف شناس ملا اور کمل گئیں۔ اندر و مرضیوں کی زرنگ ایسی محبت سے کرتی تھیں کہ وہ صحت پاکو بھی مدتوں پہ انگشت بدنداں کھلایا کرتے تھے۔ جانے کا نام مشکل سے لیتے تھے۔ اسی گردش جام میں برسوں گزر گئے چین چلان امن امان سے زندگی بسر ہو رہی تھی۔ یہ طبقہ اپنی آنکھوں پر بٹھاتا تھا۔ بنگلہ پہلے سے بڑا ہو گیا تھا دو تین موٹریں بھی تھیں کار زمین رانکو ساختی موجود تھیں کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ فلک کج رفتار کو ہم لوگوں کا یہ عروج معلوم نہیں کیوں ناگوار ہوا اور اس نے بلا کسی قسم کا نوٹس دیئے نہایت نامہذب طریقے سے ہم سب کو اپنے چلتے میں لے کر چکر دینا شروع کر دیا۔ کئی ٹھوکریں کھائیں مگر سنبھل گئے گھسنے نہیں پائے آخری ٹھوکر بڑی زبردست لگی چاروں شانے چت ہو گئے۔

اتفاق سے میرے سسر دوبے جی مہاراج مع اپنی تینوں ناکتخدا لڑکیوں اور رانی اوڑھی اور جسیت ماں کے بالکس کے سوتن حکمت عملی کے فرزیشن مشہور وقت ڈاکٹر انصاری کے علاج کی غرض سے دہلی آ گئے تھے اتفاقیہ میری بیوی ان سب کو ہوٹل سے اپنے گھر اٹھا لائی۔ یہاں امیری کارخانہ تھا مال علیہ کسی نے غور نہیں کیا مزے سے کھانے پینے اور مفت کا علاج کرنے لگے یہ اور ہی کا پاس کر کے ڈاکٹر انصاری بھی اپنی فیس سے دست بردار ہو گئے۔ مفت خوری نے بہت جلد اچھا نہیں ہونے دیا۔ دوبے جی اور رانی کی بوڑھیا کا ٹمپریچر نارمل ہونا ہی تھا۔ تینوں لڑکیاں شباب میں مست و مخمور رہی تھیں عاشق کی تلاش تھی۔ قرار داد لیبن کے جھگڑوں نے ابھی کسی کا پابند نہیں ہونے دیا تھا۔ میں نے ان تینوں کو اپنی کسوٹی پر کسا ڈاکٹر نے آ کر لگا کر دل جگر دیکھا جب ہم لوگوں کے امتحان میں پوری اتریں تو سنیما دکھانے کے بہانے سے ایک پکچر پیلس میں سے جا کر سکھوں کے ہاتھ تینوں کو فروخت کر ڈالا۔ ایک مرکب دوا کے انجکشن سے حواس پہلے ہی سے معطل کر دیئے تھے اس لیے تینوں لڑکیاں

بے چون و چرا سکھوں کی آغوش میں فرنٹیر میل سے کہیں سے کہیں پہونچ گئیں۔

لڑکیوں کو جب ہوش آیا تو ان کے سامنے دنیا ہی پھرا تھی مگر سکھوں کی قید و بند ایسی تھی کہ خانۂ صیاد میں بیٹھے کے سوا کوئی دوسرا چارہ کار نظر نہ آیا۔ خوب "چھرا چھو" ہوتی رہی جب سکھوں کے ہاتھ پیر شل ہو گئے تو انھوں نے مسلمانوں کے ہاتھ ان لڑکیوں کو فروخت کر ڈالا۔ آریہ بھائیوں نے سن گن پائی صورتیں دیکھتے ہی ان سب کی بھی رال ٹپک پڑی۔ یہ مذہبی کمشن گوارا نہ ہوا فطری بات تھی مگر دل میں اپنے آشرم کی زینت کا بھی خیال تھا۔ پولیس میں رپورٹ ہوئی۔ سہارنپور میں اتفاق سے وہی بنارس والا کوتوال برسرکار تھا۔ قصہ سن سنا کر اس نے معاملہ اپنے ہاتھ میں لیا اور تحقیقات کامل کے بعد دہلی پہونچ کر میرے اور ڈاکٹر کے ہتھکڑیاں ڈال دیں۔ اعانت جرم میں چاروں پریاں بھی حوالات ہو گئیں۔ دل ناتواں نے مقابلہ خوب کیا۔ بیرسٹروں وکیلوں کے بڑے بڑے جوڑ پھیڑ کے حرام کی کمائی سب لٹا کر نصیب دشمناں ہو گئی مگر نتیجہ امید کے خلاف ہی ہوا۔ کوتوال ایسا جانو نگو ثابت ہوا کہ سارا کچا چٹھا مع ثبوت کے پیش کر دیا معلوم نہیں کتنے الزامات لگائے گئے۔ اور سب جرموں میں سزا ہوئی۔ دس برس کی سزا ڈاکٹر کو اور دو دو برس کی سزا چاروں پریوں کو اور سات برس کی اس آپ کے ادھا مہاراج کو ہوئی جیل جانے سے مرنا مجھے بہتر معلوم ہوا اس لیے موقع پا کر ریل سے دریا میں پھاند پڑا اتنے تک پہونچ گیا۔ ابھرتا جو ہوں تو دور پر ریل کھڑی نظر آئی اور پولیس کے کانسٹبلوں کے ساتھ چند آدمیوں کو دریا کی طرف دوڑتے ہوئے آتے پایا۔ گنگا جی میں ہاتھ پیر مارتے مارتے پیرنے میں مشاق ہو گیا تھا دم سادھ کے جو ڈبکی ماری تو چھ میل پر سر نکالا رات کا وقت تھا ہانپتا کانپتا کنارے پر آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لکھنؤ کا سول سروس کلب جگمگا رہا ہے ڈانس ہو رہا ہے باجا بج رہا ہے سب عیش میں مشغول ہیں رات بھر ایک کشتی میں بسر کی صبح ہوتے ایک لیڈی صاحبہ نے خواب میں آ کر آپ لوگوں کا پتا دیا اُسی پتے پر پولیس والوں سے بچتا

یہاں تک پہونچا ہوں آگے پرمیشر جانے کیا ہو۔

بسمل

زار ہند لکھنوی

معترض اور بال جبریل

(نمبر ۴)

چوتھی نظم جس کا مطلع ہے ؎

اثر کرے نہ کرے سن تو لے مری فریاد

اچھی نظم ہے اگرچہ مقصد فریاد کچھ بھی نہیں۔ بعض جگہ بھرتی کے الفاظ ہیں مثلاً ؎

یہ مشت خاک یہ صرصر یہ وسعت افلاک
کرم ہے یا کہ ستم تیری "لذت" ایجاد

مصرع ثانیہ میں لفظ "لذت" بے فائدہ اور غیر ضروری ہے

پانچویں نظم بہت خوب ہے خدا سے لاز وال زندگی مانگتے ہیں۔ آمین۔

چھٹی نظم چھ شعروں پر مشتمل ہے خلاصہ مطلب اس کا چوتھے شعر تک یہ ہے کہ شاعر اپنی خاک کے بارے میں کسی قدر ڈر گیا ہے وہ خدا سے پوچھتا ہے ؎

پریشان ہو کے میری خاک آخر دل نہ ہو جائے
جو مشکل اب ہے یارب پھر وہی مشکل نہ ہو جائے

بعد ازاں کہتا ہے کہ فردوس کی حوریں کہیں پھر مجھ کو "نوا" پر مجبور نہ کر دیں باطن کی دبی ہوئی آگ پھر سبب گرمی محفل نہ بن جائے۔ چھوڑی ہوئی منزل بھی کبھی کبھی مسافر کو یاد آ جاتی ہے الخ۔ مگر پانچویں شعر میں ایک تلمیح سی ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آئی فرماتا ہے ؎

کہیں اس عالم بے رنگ و بو میں بھی طلب میری
وہی افسانۂ دنبالۂ محمل نہ بن جائے

اور کسی محمل کا افسانہ تو ہمیں یاد نہیں۔ ہاں ایک محمل بی لیلیٰ کی ذہن میں ہے سنا ہے کہ اس کے پیچھے میاں مجنوں لنگوٹی باندھے پھرا کرتے تھے۔ اگر یہی افسانہ ہے تو اس عالم میں جو رنگ و بو سے بالکل خالی ہے نہ کوئی لیلیٰ ہوگی نہ جناب شاعر کو لنگوٹی باندھ کے "اے او ساربان روک لے ناقہ" کہنا پڑے گا نہ زیر طلب بعد عالم کو بے رنگ و بو فرض کر لینے کے افسانہ بن سکیگی

دم میں کھٹکھٹا

برطانیہ عظمیٰ لے بی بنتی ہو- یہ لو تحفہ- پوری کا خیال رہے- یہ آزادی کی یادگار ہے- ایسا نہ ہو کہ مجھے پچھتانا پڑے دوسری قسط اس سے بھی بھاری ہو گی بالفعل اسی پر قناعت کرو۔

اب ہندوستانیوں کے بھلے دن آگئے۔ یہ جو آپس کا بیر بھی مٹ جائے گا اور ہندو مسلمان مل جل کے جو باتیں دشمنی یا بیر بڑھانے والی ہیں اُنھیں یا تو چھوڑ دیں گے یا اگر مذہب نے چھوڑنے کی اجازت نہ دی تو ایسی راہیں سوچیں گے کہ نباہ کا ڈھب نکل آئے مگر تمھارے ہی چلتوں ہوا پلٹ گئی۔ یہ تمھارے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا کہ ادھر تم نے کوئی ایسی چال کھیلی جو اچھی طرح جم نہ پڑی۔ اُدھر جھٹ کوئی نہ کوئی ایسا اشتعال چھوڑا کہ سرکار نے تمھیں دڑبے دڑبے خلاف خانے کیلئے مگر بڑی جیل میں ٹھونس دیا چھوٹی چھوٹی ہوئی ساری دنیا نے دیکھ لیا کہ مہینہ بھر یا سال بھر میں کیا سوراج مل تو جاتا مگر کیا کیجے ؎

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے

تم جتنی مرتبہ جیلخانے گئے اتنی ہی مرتبہ تنے ہو کے نکلے اور ہر مرتبہ جب تم تنے ہو کے نکلے تو تم لڑنے ملنے والے تم سے بھڑک گئے۔ بعضے تو بہٹک کے الگ ہو رہے اور بعضوں کو دنیا ہی سوجھا ہی نہیں آخر میں حسرت رسائی کے ساتھ سب ہی ساتھی گھر بیٹھ رہے۔ مسلمانوں میں دو طرح کے آدمی تھے ایک وہ جو تمھارے مسلمان ساتھیوں کو بے وقوف اور ان آپس کے میل جول کو اپنے مذہب کے خلاف سمجھتے تھے دوسرے وہ جو تمھیں مذہب کی ہا ہا نہ تمھیں دھرم تعصب سے بالکل پاک سمجھے تھے۔ اللہ نے تمھیں دل تو دوسری بڑا دیا ہے مگر ہے وہ زنانیا اپنی گھات سے چوکتا نہیں۔ اجمال یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان تمھیں کانٹیاں خیال کرنے لگا دو چار مسلمان ساتھی ہیں بھی تو وہ کس شمار قطار میں ہیں) تمھارے دل میں سمائی ہوتی تو اتنی جلدی خضاب نہ کھلتا غرض کھونٹیاں نکلیں اور سب دل میں یا بر ملا کہنے لگے یعنی کا دنیا یار اُس کو دشمن کیا درکار۔ بات یہاں تک بڑھ گئی تو تم نے دوسری کروٹ لی۔ سودیشی بدیشی کا جھگڑا چھوڑ چھاڑ کے ہر یجنوں کے گرد ہو بیٹھے۔ تم خوب جانتے تھے کہ مسلمانوں سے اُردو زبان چھوڑ دینے کی فرمائش نشتر سے زیادہ دل میں چبھنے والی ہے جب تک مسلمانوں سے آمنا سامنا ہوتا رہا تم نے یہی کہا کہ اُردو ہی سارے

ہندوستان کی زبان ہونے کے قابل ہے۔ مسلمان اس پر خوش ہو گئے کہ ہاں ابھی منصف ہنوز ایسا۔ مگر جھٹ سے کہ زبان تمھی پھسل گئی اور تمھارے متعصب ہندو ساتھیوں نے تمھارا اگلا دیا یا سچ ہے مروت کے آگے انصاف کی ایک نہیں چلتی۔ تمھارا نفیس دل ایک ہی دھمکی میں ہل گیا دبے جھکے اور گھٹنوں ہی کے آگے جھکے۔ تم نے بار ہا یہی کہا کہ اُردو سے میری مراد ہندوستانی زبان ہے جو ہندی حرفوں میں لکھی جائے گی۔ لے لو۔ وہ رہا سہا بھرم بھی کا دھو کے نالے میں گیا۔ اور اسی طرح گیا جیسے سوراج کا خیال یا سودیشی کا پرچار۔ یا چرخے کی گھوں گھوں۔ یا بائیکاٹ کا سودا۔ یا ستیاگرہ کا منڈچڑا پن۔ یا نمک بنانے کا خبط۔ یا بچوں کو اسکولوں سے نکالنے کا آسیب وا دیں ؎

جفائیں دیکھ لیاں بے وفائیاں دیکھیں
بھلا ہو کہ تری سب بُرائیاں دیکھیں

لیگ آف نیشن

LEAGUE OF NATIONS

زوال حُسن ہے عاشق کنارہ کرتے جاتے ہیں

"اب کون ہے جس کے منھ پر قلعی کردوں۔؟ منھ ہے تو اپنا"

دنیا لاکھ کہلائے کہ اُردو زبان برج بھاشا کے پیٹ سے نکلی ہے تو اس سے کیا ہوتا ہے اس کا باپ تو عرب یا مغل ہے تم کیا ایسے ننھے ہو کیا تم نے یہ مثل نہیں سنی "دکھائیں گے نانا کے ٹکڑے کھائیں گے دادا کے پوتے" میری آج کی بات گرہ میں باندھ رکھو اب وہ زمانہ ہرگز نہیں جب لوگ اپنی بیٹیوں کو ماں کی کھیلن سے نکلنے کے بعد ہی گلا گھونٹ کے قبر کی کھیلن میں زبردستی ٹھونس دیتے تھے۔ اس پر طرہ یہ مونچھوں پر تاؤ بھی دیتے تھے۔ گویا بڑے بہادر ہیں۔ اُردو زبان کے والی وارث ابھی موجود ہیں۔ تم اپنا حوصلہ اچھی طرح نکالو۔ ہندی کے درسے کھلواؤ۔ چندا تو تمھارا روز کا دھندا ہے خوب روپیہ بٹورو۔ خدا تمھیں مبارک کرے۔ اُردو غریب کا بھی خدا ہے۔ دیکھ لینا اس کا بال بیکا نہ ہوگا اس لیے کہ آج سے نہیں ہمیشہ سے اُردو کی صورت موہنی ہے۔ وہ راج رہے گی۔ برج بھاشا مر گئی تو کمل ہوا کیا بن ماں کے بچے زندہ نہیں رہتے۔ اور اب تو لوگوں نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا کہ تم دو ملکی لڑکیوں میں سے (اُردو و ہندی) صرف ایک ہی کے طرفدار ہو یا دوسری کے جانی دشمن ہو۔ تم جھوٹ کہتے تھے کہ مجھے مسلمانوں سے بھی اُتنا ہی پریم ہے جتنا ہندوؤں سے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ تم نے جیل میں اُردو لکھنی سیکھی تھی تمھارے خط کا چربہ اخباری کاغذوں میں چھپا تھا جس کے یہ معنی ہیں کہ اُردو نہایت آسان چیز ہے تمھارے سے بوڑھے طوطوں کو بھی اتنی جلدی آگئی۔ نہ استادوں کی قمچیاں کھانی پڑیں نہ مکتب میں اُٹھا بیٹھی کرنی پڑی۔ تھوڑی سی مشکل اس کے سیکھنے میں ہے بھی تو وہ بڑی بات نہیں۔ دو چار مہینوں میں یہ مشکل آسان ہو جاتی ہے اور اس کا نفع انسان عمر بھر اُٹھاتا ہے۔ جلدی سے خط لکھ سکتا ہے کاغذ زیادہ خرچ نہیں ہوتا۔ لفظ بڑی جگہ نہیں گھیرتے۔ شین قاف درست رہتا ہے۔ ہندی کی طرح الک اٹک کے اور گاگا کے پڑھنے سے نجات مل جاتی ہے۔ یہ کچھ کم نفع ہے؟ اے خدا اُردو کے وارثوں کو بھی توفیق دے کہ وہ بھی اسکے پھولنے پھلنے کا بندوبست کریں۔ آمین۔

راقمہ:۔ بوا نصیبن

مسلم ریویو لکھنؤ محرم نمبر

انگریزی زبان کا اسلامی رسالہ دو سال سے جاری ہے اور مدرسۃ الواعظین لکھنؤ سے ماہوار شائع ہوتا ہے۔ مولوی سید عابد حسین صاحب بی اے۔ بی ال ساکن بھوا ضلع سارن نے اسکی ادارت کا بار سنبھالا ہے اس نے صوری و معنوی خوبیوں میں بہت ترقی کی ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ شیعہ سنی جھگڑوں کا اکھاڑا نہیں بلکہ اسلام کا مبلغ رسالہ ہے۔ اسکے مضمون نگار شیعہ بھی ہیں اور سنی بھی۔ اسکے محرم نمبر میں امام حسین کی شہادت پر بے نظیر انگریزی مضامین مسلمانوں نے لکھے ہیں اور بقول بوالعیسین سکے یہ نمبر اعتراض کی لعنت سے بالکل خالی ہے۔ فاضل اڈیٹر صاحب ہر طرح قابل تبریک و تحسین ہیں۔ کیا کیسے رسالہ کو کہا جائے قیمت اور حجم کیونکر لکھا جائے۔ آپ ہی پاس پتہ نوٹ کر کے تمام سوال حل کر لیجیے۔

(اڈیٹر صاحب مسلم ریویو نمبر ۲ کیننگ اسٹریٹ لکھنؤ)

ہوا کی ڈالی تھی ابھی ایسی میں ایک ہی پٹنگ میں تھی اور ترکی سے افغانستان پھر افغانستان سے ہندوستان کی افغانی سرحد تک بسٹ کردی۔ کوئٹہ کے چالیس ہزار مرد و زن پڑا الٹھی نی-

دو سکھی جھولیں دوری جھلا میں دو ڈالیں

گلے بیچ بہیاں۔

جھولا کین ڈالو رے امریاں۔

گاتے ہوئے رہ ہو دار بقا ہوئے۔ سنتے ہیں کہ قند معار کی آبادی بھی منتشر دیکھے ہوئے آثار کی صورت فرسودہ ہو گئی اسباب و علل کی جستجو کرنے والے جو چاہیں کہیں ہم تو اپنے افیمی بھائیوں کی چھیتی ہوئی باتوں کو ذرا غور سے سنتے ہیں:۔

وہ اماں کچھ سنا بھی۔ دلی میں صاعقہ گراں۔ افغانی جان کی قسم وہ دھماکا ہوا کہ میرے ہاتھ سے پیالی چھوٹ گئی گر پڑی ہے تو سلامت ہیں تمہاری بھابھی جنھوں نے ہاتھ پکڑ لیا ورنہ میں تو منہ کے بل افیم کی پیالی پر گر پڑتا۔ پیاں (واللہ) وہ نیلی روشنی ہوئی کہ دن ہو گیا۔ ہو نہ ہو یہ حضرت مردود کا کچھ جوگ ہے کمبخت نے اپنا راکٹ جس پر چڑھ کے چاند پر دھاوا کرنے والا ہے

کہ آزما لے گا۔ اور شیطان کے بیٹے ہیں وہ نمرود کا ہونہار ہے یا کہ اللہ کرے اور بندہ لے۔ یہ بھی اسی ظالم کی چوٹ ہے اپنے حریف آزمانا ہے۔ اللہ کرے اس مردود کا نشہ جتنا کی تباہی ہو۔ نصیب کو بھائیوں پر چھائیاں آئیں بہر قیمت ہاتھ پاؤں تو سالار یہ کیسی گیس ایجاد کی ہے۔

سنو یارو ایک تھا اونٹ اور ایک تھا گیدڑ دونوں کی دوستی تھی دونوں چلے چرنے جگہ پہونچے ایک باغ میں جہاں اونٹ نے ایک درخت پر تھوتھن بڑھایا تو گیدڑ صاحب کہنے لگے ہمکو تو ہکاس لگی ہے۔ اونٹ نے منت سماجت کی مگر گیدڑ کسکی سنتا ہے ہکا ہوا ہکا ہوا کی ہانک جو لگائی تو مالی دوڑا گیدڑ صاحب تو نکل بھاگے میاں اونٹ پٹ گئے خیر پٹ پٹا کے باہر نکلے تو گیدڑ سے شکایت کی اس نے کہہ دیا میں کیا کروں مجھے تو ہکاس لگی تھی۔

اب دونوں چلے راستے میں ندی پڑتی تھی میاں گیدڑ اونٹ کی پیٹھ پر اچک کے بیٹھ گئے۔ اونٹ جب منجدھار میں پہونچا تو کہنے لگا ابے گیدڑ مجھے تو لٹاس لگی ہے گیدڑ نے ہاتھ جوڑے کہ خدا رحم کرو بھائی اونٹ۔ بیٹھنا نہیں ورنہ بری ہوگی اونٹ نے ایک بھی نہ سنی لوٹ لگا ہی دی۔ گیدڑ صاحب غریق رحمت ہوئے۔

دی ہولی وڈ پارک لال باغ لکھنؤ

ہفتہ میں تین دن — شام سے رات کو

دل فریب تماشوں میں سے بعض حسب ذیل ہیں

انسانی توپ کا گولہ بھی اس پارک میں یکم جون سے مفت دکھایا جائے گا جس میں دنیا کا مشہور ترین دانٹریلا ۷۰ فٹ کی اونچائی سے توپ کے اندر کودتا ہے۔

ایک سکتے کا بلندی پر سے آگ کے شعلوں میں پھاندنا یہ تماشا لکھنؤ میں پہلی مرتبہ دکھایا جا رہا ہے اور زمانہ حال کے عجائبات میں ایک ہے۔ ایک جانور کتا۔ ۷۰ فٹ بلند سیڑھی پر خود چڑھتا ہے اور پھر شعلوں کے ایک تالاب میں چھلانگ مارتا ہے یہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ مشہور تیز رفتاروں کا بادشاہ۔ ہیلی فی گھنٹہ کی رفتار سے جان لیوا کنوئیں میں ہو چکا ہے بمبئی کی فلم اسٹار کملا کماری۔ لکھنؤ میں پہلی مرتبہ اپنے دلفریب گانے اور رقص سے محو حیرت بنائیں گی۔ نئی آٹو اسکوٹر زمانہ حال کی سنسنی خیز پر مذاق سواری ۱۲ ڈج کاروں کا مثل ٹریم کاروں کے بجلی سے چلنا۔ یہ بھی تماشا لکھنؤ میں پہلی مرتبہ دکھایا جائے گا۔ علاوہ ان تماشوں کے دیگر میکینکل سواریاں اور دلفریب کاموں کے وہپ جائنٹ وہیل جھولے میری گو راؤنڈ وغیرہ دکھلائے جائیں گے۔

ناچ دو مرتبہ — **بار اور ریفریشمنٹ کا بھی انتظام کر دیا گیا ہے!** — ناچ دو مرتبہ

ٹکٹ داخلہ ۲ر — ٹکٹ داخلہ پر دو سو روپیہ روزانہ انعام دیا جاتا ہے۔

مولانا پنچ کی نوٹ بک

ہکاس اور لٹاس

سچ ہے بالا لاالہ بوڑھا ہرا ہے۔ باوجود بڑھیا دعا ہو جانے کے ادرگیتی کو چندروز سے پالنے پر جھولنے کا بھولا ہوا سبق یاد آگیا ہے۔ زلزلے کے جھولے میں جھول رہی ہیں نہ ساون کا انتظار ہے نہ دھانی چوڑیوں اور پکوان کی حاجت!!

REGISTERD No A 783
LUCKNOW,
OUDH PUNCH
قیمت فی پرچہ
دو آنے
(۲)
۱۹۳۵
اودھ پنچ
سالانہ
شش ماہی
سہ ماہی
M.B. KHAN ARTIST
UDGAWAN LUCKNOW

قواعد و ضوابط ادارۂ ہذا

(۱) بفضل خدا ہر ہفتے کی ۵-۱۲-۱۹-۲۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے ۔ (۲) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں ۔ مذہبی جھگڑے اور بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے ۔ یہ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور سنوالات سے بے نیاز ہو ۔ (۳) قیمت کی زیادتی پر منہ نہ بنائیے ۔ مہنگی کی پر تیوریاں چڑھائیے اس لیے کہ گو یہ مضمون میں فرق ہو بلکہ افادات کی جدت رائے کی صحابت بعد و رعایت نکتہ چینی صحیح نتائج واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی و سیاسی ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر ملجائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔ (۴) اجرت اشتہارات و قیمت اودھ پنچ پیشگی لیجاتی ہے ۔ (۵) کم مایہ شاگردان مدارس بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر سالانہ قیمت صرف للعہ لیجائیگی ۔ (۶) پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع ۵ دن کے اندر بھیجئے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جاسکے ۔ (۷) جو مضامین اودھ پنچ کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہوں گے وہ شائع نہ ہونگے اور ان کی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں ۔ (۸) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں مذہبی و ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص نہیں ہوگی ۔ (۹) فحش اور خلاف قانون اشتہارات شائع نہونگے (۱۰) وی۔پی خاص مجبوری کے علاوہ یہاں سے روانہ نہیں ہوتا قیمت بذریعہ منی آرڈر آنا چاہیے ۔ (۱۱) گمنام مضامین شائع ہو سکتے ہیں بشرطیکہ اڈیٹر پر ان کے مضمون نگار صاحب اپنا اسم مبارک ضرور ظاہر فرما دیں ۔

المشتہر
مینیجر اودھ پنچ

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱) روپیہ نقد جمع کرنا ہوگا ، (۲) رقم جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر مزید بلغ روپیہ جمع کر دینا چاہیے ورنہ پرچے کی روانگی موقوف کر دی جائے گی ۔ (۳) ۵ روپیہ فی ہفتہ سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائے گی (۴) بحساب ۲ آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائیگا ۔ بہالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہونگے

نئی تصنیف

رسالہ

اٹھتی ہوئی جوانی

گمراہ نوجوانوں کو راہ راست پر لانے کے لیے بچوں کی صحیح طریق پر پرورش کرنے کے لیے اٹھتی ہوئی جوانی کی حفاظت کرنے کے لیے گئی ہوئی جوانی واپس لانے کے لیے قبیح عادات کا دیوالہ نکالنے کے لیے آج ہی ایک کارڈ تحریر کرکے رسالہ اٹھتی ہوئی جوانی بالکل مفت طلب فرما کر ملاحظہ فرمائیں ۔

وید شاستری منی شنکر گووند جی
جام نگر کاٹھیاوار

دواخانہ

معدن الادویہ

وکٹوریہ اسٹریٹ

لکھنؤ سے خاص مفردات اور نادر مرکبات بکفایت منگائیے

فہرست مفت طلب فرمائیے اور نامور و حاذق اطبا کے مشورہ سے بلا اُجرت بیش فائدہ اٹھائیے

مینیجر اودھ پنچ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

اب خضاب چھوڑو

اس تیل سے بال ہمیشہ کے لیے کالا پیدا ہوتا ہے لیکن اگر سال برس تک کالا رہے تو دو نا دام واپس کی شرط لکھا لیں ۔ ایک آنہ بال پکا ہو تو ۳ روپیہ اس سے زیادہ پکا ہو تو ۵ روپیہ نصف سے زیادہ پکا ہو تو للعہ کا تیل منگا لیں ۔ بال کالا اسٹور پوسٹ گنسی مگری (دربھنگہ)

خوشنما بلاک

تجارتی اشتہاروں میں تصاویر بغیر زیادہ دل کش اور نظر فریب بناتی ہیں اور وہ ضرور ہی پڑھے جاتے ہیں جس سے مشتہرین کا مقصد حاصل ہوتا ہے ۔ ہمارے ذریعے آپ ہر قسم کے "ہاف ٹون" اور "لائن" بلاکس بنوا سکتے ہیں ۔ ہم آپ کو موجودہ نرخ بازار سے کچھ کم ہی پر تیار کر دیں گے ۔ اشتہاری بلاکوں کے علاوہ آپ کی تصویر کے بلاکس بھی نہایت ہی خوبصورتی کے ساتھ ہماری معرفت تیار ہو سکتے ہیں ۔ ایک مرتبہ کی آزمائش کے بعد آپ کو خود اس کا تجربہ ہو جائے گا ۔

مینیجر اودھ پنچ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

دوامی خوشی

جلد نمبر ۱۹ سنہ ۱۹۳۴ء کے مکمل فائل

اگر آپ کو صحیح اردو لکھنی مرغوب ہے اور آپ اردو مدارس سے تعلق رکھتے ہیں تو شاگردوں کو صحیح زبان سکھائیے اور اودھ پنچ کی مجلد ۱۸ و ۱۹ طلب فرما کے کتب متداولہ لغات اردو کی غلطیوں پر اطلاع حاصل کیجیے قیمت علاوہ محصول فی جلد چھ روپیہ محصول ڈاک بذمہ خریدار

نوٹ

حضرات خریدار ہمیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُنکے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے ۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے ۔ مینیجر اودھ پنچ لکھنؤ

یاد رہے کہ تبصرۂ لغات کا کام ابھی ختم نہیں ہوا اور صرف اودھ پنچ کیلیے مخصوص ہے ۔ اور سنہ ۱۹۳۵ء میں بھی یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا ۔ (مینیجر اودھ پنچ ۔ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ)

جلد ۲۰ نمبر ۱۷

مضامین

(مورخہ ۱۹ - مئی ۱۹۳۵ء)

دہ درویش

"سیر ساتویں درویش کی"

آفتاب لب بام آگیا ساری گرماگرمی تشریف لے گئی کالے کالے بادلوں نے تاروں کے اکا دکا دانوں سمیت اس مرغ زریں کو تاپے میں بند کر دیا۔ شام ہوتے ہی رات ہو گئی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی روح پرور ہوا چلنے لگی۔ بڑی بڑی بوندیاں پڑ گئیں۔ تھوڑی بھی بست ہو گئیں۔ اچھا خاصہ چھڑکاؤ ہو گیا۔ زمین کی پیاس بجھ گئی۔ ہر گلی کوچہ سوندھی تولہ بن گیا۔ کھاتے پیتے دس بج گئے۔ مطلع ابر صاف تھا مگر ماہتاب صاحب اپنے حواریوں کے ساتھ سلور جبلی کی کسی تقریب میں ضیا پاشی کے لیے بیگار میں پکڑے گئے تھے۔ آسمان بھر پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ البتہ پہرہ دار ستارے شیطان علیہ اللعن کو دور باش کرنے کے لیے اپنی ڈیوٹی بجا رہے تھے۔ گیارہ بجنے میں ہنوز دیر تھی۔ ساتویں درویش نے عالمگیر جشن مسرت میں چندہ دے کر نہ سہی ستار بجا کر شامل ہونا اور عم حسینؑ سے متاثر اور تازہ واقعہ کراچی سے ستاسے خونیں فضا کو بدلنا اور طبیعت میں سرور پیدا کرنا چاہا۔ یہ دردا۔ دردا۔ دردارا۔ تراد یم سے شروع کیا اور چند بول گت کے بجا کر اور تو ڑے کو خوب پھیلاؤ دے کر اس خوبی سے پھر گت میں ملا دیا کہ طبیعت پھڑک گئی۔ بین کے توڑے ستار میں بھر دیے۔ دون کی لے کر روانی کے ساتھ گت کے برابر آجاتا اور کیا مجال کہ تال میں بال برابر کا فرق ہونے پاتا۔ برادران ملت تصویر حیرت بن گئے۔ تارے بھی بلبلا کر نکل آئے۔ گیارہ کا گھنٹہ آپ ہی آپ بجنے لگا۔ گھنٹا گھر سے آواز آئی کہ

میرا سے بیوپاری سوداگر آیا

کسی نے لادی لونگ سپاری۔ کسی نے لادی کیسر کیاری۔ ہم نے لادی بڑھیا ساری۔ دیکھی بپت ہماری۔

خیال ٹا۔ ٹھاٹھ بگڑ گیا۔ مضراب اٹکی۔ ہاتھ رکا۔ ساز بند ہوا۔ داستان چھڑ گئی۔

بھائیو! مجھ کو سب بندرابن یا ادھا مہراج کہتے ہیں۔ کشمیر کا رہنے والا اور قوم کا برہمن ہوں۔ میرے مورث اعلیٰ گوکل پنڈت کے نام سے مشہور تھے۔ میرے دادا گوکل شاستری مہاراج بڑے گنی آدمی تھے۔ بن کار لیسے کہ اس زمانے کے بڑے بڑے استاد ان کا نام بغیر کان چھوئے نہیں لیتے تھے۔ جوتش میں ایسا کمال حاصل کیا تھا کہ عالم لاہوت۔ عالم ناسوت اور عالم معنی کی چھوٹی بڑی تمام باتیں ذرا سے غور و خوض میں پیش نظر ہو جاتی تھیں مگر اپنی ذات خاص اور اپنے متعلقین کے معاملات ان کو اسی وقت معلوم ہوتے تھے جب ساری دنیا واقف ہو لیتی تھی۔ علم طب میں بھی کامل دستگاہ تھی جیسے وید کے شمول سے انھوں نے دو آتشہ بنا دیا تھا۔ چاروں وید بر زبان یاد تھے۔ پیشانی پر چندن کا سہ سطری لال لال لہریا اور دونوں بازوؤں پر بھگوان کی پالتھی مارے تصویریں روز صبح کو بنا لیتے اور رات کو بگاڑتے رہتے تھے۔ اپنی بیٹھک کے نمایاں مقام پر کسی عجیب الخلقت غیر ناموس دیوتا کی سنگی مورت بھی استاپنا کر لی تھی جس کی بڑی بڑی آنکھیں زیر زمین کمانیوں سے اٹکی ہوئی تھیں۔ خفیہ بٹن پر انگلی رکھی دبا دی اور اس آہو چشم مورت کی آنکھیں چلنے پھرنے اور رنگ بدلنے لگیں۔ توہم پرست دنیا دادا کو اپنا گرو۔ وشنو کا اوتار۔ بلکہ بھگوان سمجھتی تھی۔ عورتوں مردوں کا ہر وقت جماؤ رہتا تھا۔ سنگی مورت اپنے دونوں ہاتھوں میں ایک برنجی کٹورا لیے ہوئے تھی۔ عقیدت مند سونا چاندی روپیہ پیسہ اس کٹورے میں ڈالتے تھے۔ ضرب لگنے سے آواز تو ضرور پیدا ہوتی تھی مگر رستم کا پتا نہ لگتا تھا کہ کیا ہوئی۔ رات بڑھے جب بجز دادا کے اور کوئی دوسرا نہیں ہوتا تھا تب اس مورت کی سفر ع ہوتا تھا۔ کٹورے میں پڑی کوڑی کوڑی نکال لی جاتی۔ دادا سب سمیٹ لیتے تھے اور پھر لگا بھگت بن جاتے تھے۔ اولاد کی خواہشمند نوجوان عورتیں موت کا اشارہ پا کر اکثر اسی بیٹھک میں شب باش ہو جاتی تھیں اور بھگوان کی دیا سے پچھتر فی صدی حاملہ ہو کر جاتی تھیں۔ دادا کی یہ بیٹھک ایک رئیس کے مکان کا حصہ تھی جو دادا کا بڑا عقیدت مند چیلہ تھا۔ اس رئیس کے یہاں ایک بڑھیا جنگن کمانے آتی تھی اتفاق سے ایک دن وہ اپنی بہو کو ساتھ لائی۔ سولہ سترہ برس کی لڑکی۔ چندے آفتاب چندے ماہتاب۔ گورا گورا رنگ۔ کالے کالے تا بکمر بال۔ بی کا جنجال۔ جان کا وبال۔ کاجل کا جر بانک۔ چالاک۔ چنچل۔ رس بھری۔ رسیلی آنکھیں لیے اپنی ساس کے ساتھ دیوتا کے درشن کی غرض سے دادا کی طرف چلی گئی۔ ابرو کی کمانیں چڑھی اور دلدوز تیروں سے لیس تھیں۔ دادا کو دیکھتے ہی لڑکی کے ہاتھ پیر پھول گئے۔ نادانستگی سے سب تیر رہا ہو گئے۔ دادا پر بڑے غریب چت ہو گئے۔ دادا کے نہ کوئی آگے پیچھے تھا نہ کہیں گھر در تھا۔ سن بھی زیادہ نہ تھا۔

اٹھتی کونپل تھی جوانی کی نمو کے دن تھے

یہ تیر بڑے کاری پڑے۔ کلیجہ چھلنی ہو گیا۔ گویا رنگت خوب جمی تھی۔ ہاتھوں کے ساتھ روزانہ بغل بھی گرم ہو جاتی تھی۔ ایک سے ایک حسین نازنین اوڑھنا بچھونا ہونے کو تیار رہتی تھی۔ مگر دادا کا ڈانواڈول دل اب ان سب چیزوں سے اُچاٹ ہو گیا۔ "آئے آم جائے لبیدا"۔ اب تو یہی فکر ہو گئی کہ جس طرح سے ہو یہ لونڈیا ہاتھ آجائے۔ آنکھوں آنکھوں میں باتیں کرنے والے دیوتا کے حکم سے دادا نے لڑکی کو ہدایت کی کہ روزانہ صبح اور شام حاضری دے کر دور سے دیوتا کی ڈنڈوت

کارخانہ احمد حسین دلدار حسین لکھنؤ کا بنا ہوا عطر باعتبار نوعیت و قیمت اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے

کرلیا آپ نے ۔ اکیس دن کی حاضر باشی سے مطلب دلی حاصل ہو جائے گا۔ ایک ایسے عجیب و غریب دیوتا کے پجاری خوش گفتار۔ خوش رفتار ۔ خوشخو ۔ خوبصورت نوجوان لنگوٹ بند تلک دھاری پنڈت یا ایک سنیاسی کی زبان معنی بیان سے یہ امید بھرا فقرہ سن کر اور اپنی اس عورت افزائی پر ایک اچھوت وہ بھی ڈلیل ترین اچھوت بیٹھو کھنے پر لیٹ گئی تو اس میں تعجب کی کون بات ہے دو ہی چار دن میں بیرون در سے اندرون خانہ کی نوبت آگئی ۔ کیا معنے کہ باہر سے اول تو اچھی طرح درشن نہیں ہو سکتے تھے دوسرے اتنی دور سے فیض بھی آدھا تہا ہو کر پہونچتا تھا ۔ کاربار ی عورت ایک دن ذرا رات گئے آئی ۔ دن بھر کی تھکی ماندی ٹہل دھندے کرتے ہی آنکھ لگ گئی کہ داداتے اس فتنۂ خوابیدہ کو بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا اور کنواڑ بند کرکے خود بھی وہیں دراز ہو گئے ۔ آدھی رات کو اپنے شریر میں گمرت کا یقین کرکے اس اولاد کی متمنی نوخیز اور نورس بھنگن کو ....

....

مشرف کر دیا ۔ "اڑی اڑی حاق بیٹھی" اس اچھوت اچھا پر لوگ چراغ پا ہوئے ۔ دادا کا بائیکاٹ کر دیا جان کے دشمن ہو گئے ۔ دادا پر عشق کا لال بگیا جن سوار تھا ۔ دولت کی طرف سے بھی پرے تھے ۔ کوئی الف ۔ بے ۔ تے ۔ پڑھانے والا بھی نہ تھا اور اگر کوئی پڑھاتا تو وہ سنتے کب ۔

اوکھلی میں سر دیا دھمکوں سے کب ڈرتے ہیں۔ ہم کہتے رہے ۔ جب مخالفت زیادہ بڑھی اور لوگ مرنے مارنے پر تیار ہو گئے تب دادا نے بھاگ نکلنے کا مصلحت گردانا ۔ اپنے مندر نما گھر سے میں جھاڑو دیدی اور ایک ہاتھ میں زن دوسرے میں ٹوکرہ اٹھا کر چلتے بنے ۔ کہاں پہونچے ۔ کشمیر سے لاہور ایک غیر معروف محلے میں مکان لیا اور پوتھی پتر سے کے ساتھ باضابطہ مطلب شروع کر دیا ۔ دن بھر نیفوں کا زیر و بم دیکھتے اور رات کو اپنے شکم مبارک کے تونبے میں بھوبھوگ

بھنگ پہ اری بوٹی سوم رس کی چڑھا لیتے اور...... ستاری بجایا کرتے ۔ وکیل ۔ حکیم ۔ مولوی ۔ مجتہد ۔ پنڈت پادری اپنے مطلب کی باتیں اسی مروجہ قانون سے کسی نہ کسی طرح ضرور نکال لیتے ہیں جس سے عوام کا مطلب نکالنے کی سب راہیں بند ہوتی ہیں ۔ میرے دادا معمولی نہیں مہاہو آباد ھیا پنڈت تھے ان کے لیے کیا مشکل تھا معلوم نہیں کس کتاب سے منوجی مہاراج کا منتر ڈھونڈھ نکالا جس کا مطلب یہ تھا کہ شرعیانی ہے سن ست سے اور بدھی گیان سے شدھ ہو جاتی ہے ۔ ذات پات ۔ مت ۔ منا منتر کی کوئی قید منوجی مہاراج نے اس میں نہیں لگائی تھی ۔ کسی اور کے لیے ہوتا تو اس قول میں حاشیہ لگانے کی ضرورت ہوتی ۔ اپنے لیے یہی کافی سمجھا ۔ مع اپنے دستبو لینے نو بہار بھنگن کے کاشی چلے گئے اور گنگا جی میں غوطے پر غوطہ دے کر اشدھ کا شریر شدھ کر لیا ۔ من میں نہ گوشت جیتا لوں کا ہجوم نہ بدھی گیلین تھی اس لیے ان دونوں کو شدھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی ۔ صبح بنارس کا منظر کچھ ایسا آنکھوں میں کھب گیا کہ کاشی باشی ہو گئے ۔ تھوڑے ہی دنوں میں یہاں بھی رنگ جم گیا ۔ خوب آمدنی ہونے لگی ۔ سہ منزلہ مکان کھڑا کر لیا ۔ بھنگن صاحبہ شدھ ہو کر مورت سے برہمنی ہو گئیں ۔ محلے کی سکھی سہیلیوں کے ہمراہ منہ اندھیرے اٹکھیلیاں کرتی گنگا اشنان کرنے روز جایا کرتی تھیں جو بیس گھنٹے کے پاپ سب دم بھر میں دھو ڈالتی تھیں یا در زاد معصوم ہو جاتی تھیں ۔ شوب پڑتے پڑتے گو پرانی ہو گئیں تھیں مگر دم خم رنگ روپ وہی تھا جس گھاٹ پر نہانے جاتی تھیں وہاں ایک سن رسیدہ پنڈت جی سن سفید بڑی سی داڑھی لٹکائے آنکھیں بند کیے مالا جپا کرتے تھے ۔ دل کے دیدے کھلے رکھتے تھے اور کنکھیوں سے نازنینان سیمیں تن کی خوش قطعی کے عجائب و غرائب چادر آب کے نیچے سے ملاحظہ کرکے آنکھیں ٹھنڈی کر لیا کرتے تھے ۔ اس اشدھ آتما

کی گود خالی تھی پنڈت جی کو بڑا رنج ہوا ۔ خدا ترسی مزاج میں زیادہ تھی ۔

"ایکم اتیا دیئت پترم"

پر عمل کیا ....

.... نا امید کو بے امید کر دیا ۔ آٹھویں مہینے دادا کے گھر اسی برہمنی نما بھنگن کے بطن مصفا سے جیتا جاگتا بیٹا پیدا ہوا ۔ آبادی میں ایک برہمن کا اور اضافہ ہو گیا ۔ قشقہ لگانے پیشانی کچھ اس طرح اینڈھی بینڈھی بڑی تھیں کہ سنسکرت کے ایک حرف کا دھوکا ہوتا تھا مشہور ہوا کہ کسی اوتار نے جنم لیا ہے ۔ اب کیا تھا ۔ دھن برسنے لگا ۔ گھر میں ہر وقت میلہ لگا رہتا تھا دادا اور ان کے کھلائے پیے مسٹنڈے چیلے مزا کرتے تھے ۔ سوم رس یعنی شیو بوٹی اعنی بھنگ دن بھر گھٹا کرتی تھی ۔ گائے کے دودھ ۔ شہرۂ بادام اور شہد یا مصری کے اضافہ سے اس رس کے خم کے خم بنائے جاتے تھے اور ہر آنے والے مرد اور بوڑھی عورت کو ایک ایک اور ہر نوجوان عورت کو دو دو یا اکثر تین تین گلاس بالکل مفت پلائے جاتے تھے ۔ مکان کے سب سے بالائی حصہ پر یہ لڑکا اوتار بنا سب کو درشن دیتا تھا ۔ قید یہ تھی کہ ایک وقت میں ایک ہی شخص درشن کے لیے جائے ۔ نوجوان عورتوں اور لڑکیوں کو درشن کرنے میں نسبتاً ذرا دیر لگ جایا کرتی تھی سادھا دھند مہاراج والی ملک ریگستان نے ایک ٹھوس سونے کا پالنا جس میں جا بجا جواہرات بھی جڑے تھے نذر کیا تھا ۔ صاحبزادے اسی میں پڑے غوں غوں کیا کرتے تھے ۔ کئی مہارانیوں نے حسن عقیدت میں اپنا اپنا دودھ بھی بالک کے منہ میں دیدیا اور یہ لڑکا قدرت سے ڈبل پرورش پتا مہینوں میں سالوں کا ہو گیا اور بارہ ہی برس کے سن میں بالغ ہو گیا ۔ مذہبی تعلیم کے انجکشن بڑے بڑے ودوان پنڈتوں نے دیے تھے اس لیے روئیں روئیں سے ۔ منتر پسینے کی طرح بہا کرتے تھے اور تعصب کی آنچ کھا کر بخارات کی صورت میں گھونٹوں

اخوان الصفا (عربی کتاب) کا ایک باب

گائے :- "دیکھیے حضور مجھ عاجزہ نے تو اظہار حال میں کوتاہی نہیں کی"

سگ حضور :- "خدا حضور کو سلامت رکھے۔ مگر جو کچھ ہوا اُس کا نتیجہ ؟"

جج :- "بقر و غنم سب انسان کے فائدے کے لیے بنے ہیں۔ کتاب خداوندی دیکھو او فیڈریشن کے شرائط"

بسر پرستی حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ
جاری شدہ ۱۸۳۹ء
ٹیلیفون نمبر ۱۳۹
تار کا پتہ: "حنا" لکھنؤ
شاخ
قنوج۔ حیدرآباد دکن۔ دہلی
اعلیٰ درجہ کے عطریات ملنے کا واحد کارخانہ
اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ
ابوالخیر

جلد ۲۰ نمبر ۱۸

مضامین

(مورخہ ۲۶ - مئی ۱۹۳۵ء)

شکوہ نہ کچھ رقیب کا ہے اور نہ سوت کا
گردن پہ ہو سوار فرشتہ جو موت کا

اب سے نصف صدی اُدھر کا ذکر ہے کہ اگر کسی عزیز اقارب دوست آشنا کے یہاں اتفاقاً کوئی موت ہو گئی تو کم سے کم سال بھر تک شادی بیاہ ختنہ عقیقہ چھٹی چلّا غرضکہ ہر قسم کا دھوم دھڑکا بند رہتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ اس زمانے میں گنتی کے اسباب ایسے تھے جن کی بدولت ملک الموت سے علیک سلیک ہاتھ ملاول کی نوبت آ جاتی تھی۔ جوانوں کے لیے دق سل بچوں کے لیے چیچک بوڑھوں کے لیے لقوہ فالج اور اگر کبھی سلطنت کو مردم شماری میں دفعتہً تخفیف کی ضرورت محسوس ہوئی تو خان بہادر مرہیضہ الدین بالقابہ کا دورہ کرا دیا ہفتے بھر میں وارا نیارا ہو گیا ورنہ لگے زمانے میں مرنے کی عادت تھی کس بلا سے کو۔ بہترین اغذیہ گوشت گھی دودھ مکھن ارزان اور سب سے بڑی بات یہ کہ اصلی ملتی تھی کہ پینا ہی سے لوگ "مرغن اور مجرب" کھا کھا کر ایسے ہٹے کٹے نکلتے تھے کہ کھینچے سے بکرے کی طرح بڑھتے گھٹتے تھے۔ لہٰذا فرشتہ خاں صاحب کو بھی یکایک ہاتھ ڈالنے میں تکلف ہوتا اور بسا اوقات دانتوں پسینہ آ جاتا تھا چنانچہ پرانی کتابوں میں قبض روح کی سختی کی نسبت مولویوں نے وہ نکتے باندھے کہ سننے والے مارے ڈر کے مرنے کا رخ ہی نہیں کرتے تھے اب کوئی صاحب نہیں کہتے کہ یوں دم کھینچتا ہے وہ دن نسیں تھی ہیں تو بات کیا ہے کہ اب ملتا ہے ایلیپتھن گھی دودھ مکھن بجائے اس کے کہ کھانے سے قوت بڑھے اعضا میں لوناگ لگ گیا اور نقاہت ہو گئی کمزور ذرا سی ٹھیس میں ہیپر اکھڑ جاتا ہے بجز مر جانے کے اور کوئی صورت نہیں اپنی آنکھوں کی دیکھی کہتا ہوں کہ میرے ہوش میں دق اور سل کے مریض دو دو تین تین سال تک ایڑیاں رگڑتے تھے لیکن مدفن کا رخ نہیں کرتے تھے جب سے زمانہ نے طب یونانی کو زبردستی پنشن دی اور اس کی جگہ ایسے طبقے والے بٹھائے جنھیں نبض سے لگاؤ نہیں قارورہ کی دھار تک نہیں پہچانتے کہ بندہ کر نکل رہی ہے یا ہٹ کر بغیر پیشاب کا چراغ جلائے سوجھائی نہیں دیتا کتنا تیل ہے کتنا پانی ہفتوں پڑے ٹٹولا کرتے ہیں مرض ہاتھ نہیں لگتا غرضکہ نہ مرض ہی ان کے ٹکائے ٹکتا ہے نہ مریض۔ پیدا ہوئے مردم شماری کے اعداد بڑھائے بلس میں آکر کے ڈیوڑھا لیکھا برابر کیا اور چلتے ہوئے۔ نوعیت علاج پر نظر کیجیے تو وہ بھی

اپنے بل بوتے کا نہیں یا برقی قوت سے مدد لی یا مشین کے زور پر مسیحائی کا دم بھرا اُدھر فرشتوں نے دیکھا کہ اس مشین بازی نے ہماری جیتی بچالا کی معجز نمائی پر پانی پھیر دیا وہ تو اول دن سے ہماری ریس پر مرے دھرے ہیں "انی جاعل فی الارض خلیفۃ" والی بنلے مخاصمت قائم ہوتے ہی ڈاڈا عینڈی شروع کر دی تھی اگرچہ نیچا دیکھ گئے لیکن نچلے نہیں بیٹھے ہماری دیکھا دیکھی کچھ لوگوں کو عیاشی کا شوق ہوا کیں کاٹنے سے لیس ہو کر عشق و محبت کے کوچہ میں جا کودے نتیجہ یہ ہوا کہ آج تک تاڑی کی لبنی کی طرح کنوئیں میں لٹک رہے ہیں مگر مثل مشہور ہے کرتا استاد نہ کرتا شاگرد آخر مشین بازی میں نقل اُتار ہی لی۔ سنا ہے عزرائیل اینڈ فرینڈس نام ایک فیکٹری کھولی ہے جس میں مشین سازی ہوتی ہے۔ ریمنگٹن ٹائپ رائٹر کی ہم شکل ایک مشین بنالی ہے نہ کہیں آتے ہیں نہ جاتے ہیں کرسی پر بیٹھے کھٹکھٹا یا کرتے ہیں انگلیاں اٹھیں اور بیت جھڑ شروع ہو گئی تم مرے وہ مرا یہ مرے بیٹھے ہیں مرگئے کھڑے ہیں مرگئے چلتے ہیں مرگئے ہزار دہ ہو گئے چشم زدن میں انسان سے سنگ مرمر کے مجسمے بن کر لمبے لیٹے نظر آتے ہیں کوئی پوچھتا بھی نہیں کب مرے کیوں مرے کیونکر مرے۔ "آئیں مر گئے!!" کہا اور منھ کھول کے رہ گئے۔

عوارض مذکورہ کو چھوڑ کر دو چیزیں اور اُس زمانے میں تھیں جو لوگوں کو مردہ گھاٹ پہونچانے کی باعث ہوا کرتی تھیں اس جگہ اُن کی تفصیل و تشریح کی طرف رخ کرنا بے محل ہوگا سارا مضمون مثنوی زہر عشق ہو کر رہ جائے گا اس لیے مندرجہ عنوان شعر کے مصرعۂ اولیٰ میں صرف اشارہ کرنا کافی سمجھا گیا۔ شاعر طبیعت حضرات خود بسط دے لیں اور یوں سمجھ لیں کہ جب تک پرانے فرسودہ خیالات کے کچھ ریزے بقید حیات رہے نئی روشنی کی تعلیم نے اپنی چمک دمک نہیں دکھائی مردانی عقلوں پر پردہ نہیں پڑا صنف نازک کے دماغ میں آزادی اور ہمسری کے کیڑے نہیں رینگے حیا اور عفت کراماً کاتبین کی طرح کندھوں پر سوار رہیں خفیہ علانیہ ایک کے وار دوسرے پر ہوتے رہے جس دن سے مس کارٹنے عالم وجود میں قدم رکھا طبقۂ ناتحت کے دل میں بھی سیر سپاٹے کا لپکا پیدا ہوا بس پھر کیا تھا مثل مشہور ہے ایک اور ایک مل کر گیارہ ہو گئے ہیں۔ گاڑی چل نکلی ہوا خوری کی عادت پڑی یہی عادت طبیعت ثانیہ بنی اور بڑھتے بڑھتے مبدل بہ بیجا حضوری ہو گئی۔ ایک حمام میں سب ننگے کی مثل نے پورا عمل دخل کیا نہ کوئی عورت کسی کی سوت رہ گئی نہ کوئی مرد کسی کا رقیب۔ لہٰذا حکم شد کہ یہ دونوں سبب "القط" اور "دنیا" مافیہا و تعلّت میدان خالی دیکھ کر مس کار نے اسم مشتق کا چولا چھوڑا اور اسم آلہ کا لباس زیب تن کیا۔ عزرائیل اینڈ کو نے ان کی جھرپ در حِلیت و غیرت دیکھ کر گردن ہلائی کہ ہاں یہ ہیں اپنے کام کی اور جھٹ اسٹاف میں داخل کر لیا اگر مردہ شماری کی جائے تو گھوڑا گاڑی ٹم ٹم یکہ سے مرنے والے مس کار کے کشتوں کے مقابلہ میں کسی شمار قطار میں نہ ٹھہریں گے جسٹس مسٹر کنڈال آنجہانی کا تازہ ترین حادثہ ہماری اس تخیل کی لاری کے حق میں موبل آئل سے کم درجہ نہیں رکھتا جسٹس مرحوم دنیائے ہائیکورٹ الہ آباد کی ایک ممتاز اور قابل قدر ہستی تھے اہل الہ آباد پر اس حادثہ کا

خاص اثر پڑا چنانچہ نسبت سے بھی متاثر ہو کر اس واقعۂ ہائلہ کی یادگار میں ایک قطعہ بصنعت تخرجہ لکھ ڈالا جو مولانا تلمیح کے ذریعہ سے ہدیۂ نظر ناظرین ہے۔

قطعۂ تاریخ واقعۂ وفات حسرت آیات آنریبل سر جارلس کنڈال جج الہ آباد ہائیکورٹ

پرانے تجربہ کار وہ سے نقل قول کہتے ہیں
کہ پہلے وہ جسے مرتے تھے اب جو مرتے ہیں

نہ گڑبڑ یاں فرق دل گھٹے ہوا بس یہ
یکایک رک گیا پنڈلم تو الٹی سانس چلنے ہیں

بہت عارضے دنیا میں پیدا ہو گئے ایسے
جو ڈاکٹر بس کی وہ رفتار پڑ اپنا کام کرتے ہیں

حیوۃ و موت میں تفاوت کتنا رہ گیا کتنا
وہی جو تھیں جج گاڑی ہم زکر مو ٹر یہ چلتے ہیں

الہ آباد ہائیکورٹ کی دلنگ ذرا دیکھیں
جو قانون قضا لکھتے اور پڑھتے ہیں

ہے عبرتناک تازہ واقعہ کنڈال صاحب کا
وہ کس سرعت سے اس دنیائے فانی سے گزرتے ہیں

کہا احباب نے تاریخ لکھیے ان کی رحلت کی
بھلا دیکھیں تو اپنا رنگ کیسے آپ بھرتے ہیں

میں تھا اس فکر میں غلطاں کہ لکھوں تو کیا لکھوں
مضامین فن کی میزان میں سب تل کر اترتے ہیں

کہا ہاتف نے ٹیلیفون میں لکھ یہ سر رحمت
عدم کو جانے والے اب سفر موٹر پہ کرتے ہیں

۱۹۳۵ء

م۔ن۔ الہ آبادی

دہ درویش

"سیر ساتویں درویش کی"

(تتمہ ۱۹ مئی ۱۹۳۵ء)

بڑے اُتم ذات کے ایک مصر جی کے یہاں اس لڑکے کی شادی ہوئی گھر میں بہو آگئی مگر ایسی بھاگوان کہ آتے ہی ساس اور شوہر دونوں کو ختم کر دیا۔ غرض گھر جہاں پاک، دادا کو بڑا رنج ہوا۔ نڈھال رہنے لگے۔ دسواں ہوا۔ تیرہیں ہوئی اور برسودیو کرتے برسی بھی ہو گئی مگر دادا کا غم کم نہیں ہوا۔ ایک دن ٹھیک دوپہر کا وقت تھا دادا اپنی کوٹھری میں شیر کی کھال بچھائے بھبوت ملے آسن مار کے بیٹھے ہوئے مالا جپ رہے تھے کہ بہو صاحبہ آب رواں کی ساری آدھی باندھے آدھی اوڑھے ایک ہاتھ میں موہن بھوگ کی تھالی دوسرے میں سوم رس بھرا گلاس لیے نا قہ بجوانی سے اٹھکھیلتی اٹکھیلیوں کی چال چلتی آن موجود ہوئیں۔ یہ وقت بڑے امتحان کا تھا دادا اپنی کو گئے نظر پڑتے ہی آسن اکھڑ گیا۔ بیٹھے سے کھڑے ہو گئے اور بیٹے کے دھوکے میں بہو کو گلے لگا لیا۔ بہو بھی خوش ہو گئی سسر کی سیوا اور زیادہ کرنے لگی۔ نو مہینے بعد یعنی شاستر سے شدھ ہو کر برہمی کے چرن میں چلی جانے والی دادا کی منہ بولی استری کے فوت

ہو جانے سے جو جگہ خالی ہوئی تھی اس کی امیدوار بہت سی سکھی سہیلیاں تھیں مگر سہرا بہو کے سر پر باندھا گیا۔ اس سبب سے کہ خود مصاحبی نے زیادہ کی مرنے والی کے بعد اور بھی زیادہ پہنچائی چھ مہینے تک معاملہ نسل پر رہا مگر ظالم پیٹ نے آخر کار آپے سے باہر ہو کر بھانڈا پھوڑ دیا۔ دادا کا نام بدنام نہیں ہونے پایا۔ آئی گئی ایک چیلے کے سر گئی۔ بڑے مہاتما صورت دھار کر وہاں جمع ہوئے اور سب کی صلاح سے یہ دیوی کی آتما ہردوار بھیج دی گئی وہیں ولادت ہوئی اور یہ ناچیز عالم وجود میں آیا چھ برس کے بعد میری ماں شکنتلا دیوی مجھے لیے ہوئے بنارس آگئیں میں گود لیا ہوا اقرار پایا اور رشتہ لڑکے کے ساتھ بہرحال دادا کا پوتا بن کر گھر کا چراغ ہو گیا۔ دادا کے ہنر۔ دادا کی شہرت۔ دادا کے تمول اور غیر معمولی رعب و داب سے کسی نے کان نہیں ہلا سکے۔

دادا اور میری ماں دونوں بدستور ہنسی خوشی سے دن بھر اپنے بے شمار پوجنے والوں کو "خوش رہو" کی آشیرباد دیتا اور دیتی رہتی رہے اٹھاو برس کا سن کچھ بہت زیادہ نہ تھا مگر میری غیر معمولی ذہانت نے مجھے اتنے ہی سے سن میں سب گنوں پورا پنڈت بنا دیا۔ اٹھاسی برس کے ہر فن مولی مندرجہ بالا دادا کا مقابلہ کرنا تھا بنارس ایسے شہر میں بجز ان کے اٹھارہ برس کے اس پوتے کے اور کوئی دوسرا نہ تھا۔ آنکھوں کی چلت پھرت پیشانی کی شکنیں ہاتھوں کی لکیریں دیکھ کر ہر شخص کے گزشتہ اور آئندہ حالات بیان کر دیا کرتا تھا۔ عورتوں کا صرف قارورہ دیکھ کر دوشیزہ اور غیر دوشیزہ کی تمیز ہو جاتی تھی۔ جواہرات کے پرکھنے میں ایسا کمال تھا کہ بڑے بڑے جوہری

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۱ و ۵ مجموعۂ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۲۷۹

بعدالت جناب سید رشید احمد صاحب بہادری اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم تحصیلدار تحصیل رام سنی گھاٹ مقام رام سنی گھاٹ ضلع بارہ بنکی

آنریبل سر راجہ رام پال سنگھ وغیرہ ورثیان ریاست کورموری

بنام موہن مدعا علیہ

بنام موہن ولد کندن قوم اہیر ساکن پورہ سرسا مزرعہ پرگنہ سورجپور مدعا علیہ واضح ہو کہ مدعیان نے تمہارے نام ایک نالش بابت لگان کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۰ ماہ جون ۱۹۳۵ء بوقت ۱۰ بجے بمقام رام سنی گھاٹ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے بخوبی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوی کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو حاضر کرو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم تائید اپنی جوابدہی کی استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر روز مذکور پر تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

یہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۰ ماہ مئی ۱۹۳۵ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

پڑھاتے تھے جن کی قابلیت کا تمام ہندوستان قائل ہو چکا ہے۔ اسلام کے سلسلے میں میرے تعلقات مسلمانوں سے بھی تھے۔ گوشت کا لطف ان لوگوں میں اچھا تھا۔ میں اکثر ان کے یہاں کھانا کھایا کرتا تھا۔ اس کا ذائقہ ایسا لذیذ ہوتا تھا کہ آدمی ہمیشہ اس کا طلبگار رہے۔ مرغ بھی اور ہر قسم کا گوشت خوب پکا ہوا ملتا تھا۔ پھر اس خوبی سے پکتا تھا کہ پتہ نہیں چلتا تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ میرا زیادہ خوراک کے اندر سے گوشت کا ہی رشتہ تھا۔ اور دودھ کی بھی کمی نہیں تھی۔ کرچھتے تھے گو میں اس معاملے میں بھی ان سے سبقت لے گیا۔

دودھ، مکھن اور بالائی سیروں کی تعداد میں روزانہ بلا تکلف چاٹ جاتا تھا اور ڈکار تک نہ لیتا تھا۔ پھر ہر قسم کے جانوروں کی بھنی ہوئی کلیجی مسلمان جلدی کر جاتا تھا۔ اگر معدہ بدستور ہلکا کام کرتا تھا۔ وہ بھی گوشت خور تھے گو اس قسم کے کاموں میں چھپ کر کرتے تھے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونے پائی تھی۔ ایک بڑی بات ان میں یہ تھی کہ وہ شراب نہیں پیتے تھے۔ بس خانہ خراب کی لت مجھے اپنے چند مسلمان دوستوں کی صحبت میں پڑ گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں کسی حالت میں وہ اعتدال نہیں قائم رکھ سکا جو دادا نے ابتدا سے اب تک قائم رکھا تھا۔ میری حالت شکستہ ہو گئی یکایک مر کر گرگئی میری سب اعتدالیوں پر پڑی ہوئی تھی گویا الٹی عیب کرنے کا ہر پیشہ نہیں آتا تھا وہ پردہ پوشی کرتی تھی اب میرا عیب خود نمایاں ہو جاتا تھا۔ میرے گھر کے قریب ایک دوبے جی مہاراج رہتے تھے۔ بظاہر بڑے کٹر ہندو تھے۔ مذہبی غلو بہت تھا مگر باطن سیاست کے سامنے مذہب کو طاق پر بٹھا دیتے تھے۔ مسلمانوں سے نفرت نہیں عداوت رکھتے تھے اور وہ بھی صرف اس وجہ سے کہ یہ قوم ہندوؤں کو اول تو اہل کتاب نہیں سمجھتی ہے دوسرا کافر کہتی ہے اور تیسری بڑی بات یہ کہ اس قوم نے مذہبی رنگ دے کر سال میں تین دن عید کے نام سے نامزد کئے ہیں اور ان تین دنوں تک یہ قوم اس بے بس اور دودھ دینے والے جانور کا خون بہاتی ہے جس کو ہندو غلط یا صحیح کسی وجہ سے عزیز رکھتے اور ماتا دیکھ کر پوجتے تھے۔ ہمارے اس معصوم کے چھپنے کی جگہ اپنا خون بہانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ دوبے جی کے نزدیک خون بہانے اور اس گناہ عظیم ہو جانے کا تک مظاہرہ تھا کیونکر دوز

خود دوبے جی کی زبان میں اس قسم کے کبابوں سے لطف اٹھا چکی تھی مگر دوبے جی کو بڑا یہ معلوم ہوتا تھا کہ خون بہا کر اپنے کو مستحق ثواب سمجھا گیا ہندو قوم کی توہین کرنا اور در پردہ لڑائی کا چیلنج دینا ہے۔ دوبے جی بہار کی طرف کسی ضلع کے کلکٹر رہ چکے تھے اور اب پنشن پاتے تھے۔ ملازمت بھر میں کبھی رشوت کے نام سے کچھ نہیں لیا مگر تحفے تحائف کے نام سے پیش کردہ اشیا قبول کرنے سے مجبوراً گریز نہ کر سکے اور اس قسم کا بڑا اثاثہ بہار ان کے گھر میں موجود تھا۔ میرے جیسے دوست تھے۔ روزانہ شب کو میرے ساتھ شراب نوشی اور گوشت خوری میں شریک ہوتے تھے۔ کبھی کبھی عیاشی میں بھی میرے ساتھ صرف آس دے دیتے تھے۔ ماشاء اللہ صاحب اولاد تھے۔ چار لڑکیاں اور صرف ایک لڑکا تھا۔ سب میں چھوٹا لڑکا تھا ولایت میں تعلیم پا رہا تھا۔ لڑکیاں سب بیاہی تھیں اور موجودہ تعلیم نسواں کی ہمارے خواہ ہو کر میری تیری آنکھوں کو پھیلنے کا خطرناک ہو رہی تھیں۔ سب سے بڑی پندرہ سولہ برس کی ایک حسین کم لڑکی تھی۔

بی۔ اے کا امتحان سنسکرت میں دینے والی تھی دوبے جی نے مجھ سے خواہش کی کہ ذرا اسے اس قصبے میں رواں کر دوں میں نے بخیال دوستی قبول کر لیا اور رات کا وقت مقرر کرکے اس کی اچھا پورن کرنے لگا۔ دلو کو یہ بات ناگوار ہوئی وہ چاہتے تھے کہ لڑکی ان سے سبق لیا کرے مگر لڑکی نے یہ بات منظور نہیں کی۔ میرے اور دادا کے درمیان بس یہی بات بنائے فساد قرار پائی۔ ادھر دوبے جی نے یہ بات معلوم کرکے کہ صاحبزادی امید سے ہیں میرے ساتھ اس کی شادی کر دی۔ دادا کو یہ بات اور گراں گزری اور میرے درپے ایذا ہو گئے۔ میرے خلاف علانیہ کارروائی کرتے ڈرتے تھے کہ کہیں خود ہی نہ لٹک جائیں اور گھر کا بھید ہی نہ کھل جانے والی مثل پوری ہو کے رہے اس لیے خفیہ طریقے سے مجھے قانونی شکنجے میں پھنسانے کی کوشش کرنے لگے۔ دوبے جی ہوشیار اور بااثر آدمی تھے وہ یہ ڈرے کہ دادا اور پوتے کی لڑائی میں کہیں ان کی صاحبزادی بھی معرض بحث میں آ کر ان کی بدنامی کا باعث نہ ہو جائیں اس لیے انہوں نے بیچ میں پڑ کر فی الحال صفائی کرادی اور دادا کی وفا ...

سے مجھے بطور خانہ داماد کے اپنے گھر اٹھا لے گئے۔ قیمتی جواہرات کی تھیلی جو دادا نے مجھ سے چھپا کر کہیں رکھی تھی باتفاق سے میرے ہاتھ لگ گئی میں وہ تھیلی اور اپنے پاس کی ایک کثیر رقم لے کر دوبے جی کے یہاں اٹھ گیا میں کے ساتھ ہر قسم کی ہوس بھی بڑھتی جاتی ہے۔ یہ قانون فطرت ہے۔ دادا اس سے مستثنےٰ نہیں کیے گئے تھے۔ کشتوں کا اثر پشتوں تک رہتا ہے۔ توشہ نیکی نے ایسا زور باندھا کہ دادا کو شادی کرنے گھر بسانے کی ہوس پیدا ہوئی۔ ایک بڑے کلین پنڈت جی کے بہت سی لڑکیاں تھیں وہ اسی کا روزگار کرتے تھے بڑی کافی رقم دے کر اپنی تیرہ برس کی کنیا دادا پر بھینٹ چڑھا دی۔ غریب گھرانے کی فاقوں کی ماری لڑکی ابھی کچا میوہ تھی دادا نے آرام و آسائش کا انتظام کرکے فی الحال پال رکھ دیا۔ اسی کی ضرورت تھی۔ دو ہی تین مہینے میں تیار ہو گئی رنگ روپ نکال لائی میری آنکھوں میں کھپ گئی۔ بالشت بھر کی لڑکی کو دلوی کہتے اچھا معلوم ہوا اس لیے میں نے اپنے وفادار چیلے کو لگا دیا جو موقع پاکر مع زر و زیور کے اسے لے آیا اور میری ہدایت کے بموجب لاہور پہنچ گیا۔ دوبے جی کی عورت یعنی میری ساس بڑی کنجوس اور بدمزاج عورت تھی میری اس کی میزان نہیں پٹی اس لیے میں نے بنارس کو خیرباد کہا اور مع اپنی استری کے لاہور چلا گیا۔ میرے چلے جانے سے دادا اور دوبے جی دونوں خوش ہوئے۔ دادا کا کوئی رقیب نہیں رہا اور دوبے جی کا بار ہلکا ہو گیا۔ میرے جانے کے دو ہی مہینے کے بعد کوتوال کا سارا عملہ کسی انتظامی نقطہ نظر سے تبدیل کر دیا گیا۔ نیا کوتوال قوم کا کھتری تھا کر بڑا تجربہ کار، قابل اور ایماندار آدمی تھا۔ بڑا اکھڑ ہندو تھا۔ ضمیر فروش نہ تھا۔ ہر معاملہ کو بڑی گہری اور باریک بین نظروں سے دیکھتا اور اصلیت معلوم کرنے کی کوشش کرتا اس کی یہ کوشش کبھی رائیگاں نہیں جاتی تھی جب اس کو معاملے کی اصلیت معلوم ہو جاتی تھی اس وقت اپنی اولاد تک کا پاس نہیں کرتا تھا اور وہی کرتا تھا جو از روئے انصاف کرنا چاہیے۔ میرے اسی برس کے رئیس دادا نے حسب معمول مندر کے اندر ایک کھتری لڑکی کے ساتھ زنا بالجبر کیا۔ گو دوستوں کے سبب لوگوں نے نیز لڑکی کے والدین نے اس معاملے کو بھی چھپانا چاہا مگر کوتوال نے ایک نہ سنی ہزاروں کی رقم پیچ

رو رو کے جہیز مانگنے والی لڑکی نہیں لڑکا

مظلوم لڑکا: ہائے کیا کروں زبردستی قزاقی کرنی پڑتی ہے۔ ہو۔ ہو۔ ہو۔ ہو۔ ہائے امن قائم نہیں رہ سکتا۔

رحمدل باپ: ابے نا شدنی تو روتا کیوں ہے کہہ تو رہا ہوں کہ تیرے مطالبات سب صحیح درست ہیں۔ خالی مجھے منہ بولا باپ بنا لے پھر سب مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔ بی فرانس قائم کی طرفداری میں کوئی اپنے منہ بولے فرزند سے کیوں بگاڑے گا۔

حب صحت
ارمان
کون سی شادی شدہ خاتون ہو گی جسے بچہ کھلانے کا ارمان نہ ہو۔ اولاد کی خاطر لوگ سارے جتن کرتے ہیں۔ درگاہوں پر جاتے ہیں۔ منتیں مانتے ہیں۔ فقیروں۔ اور بیراگیوں کی سیوا کرتے ہیں۔ عاملوں، رمالوں، پنڈتوں، نجومیوں کے دروں کی ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ طبیبوں۔ ویدوں اور ڈاکٹروں کو ہزاروں روپیہ کھلاتے ہیں۔ ہمارا تو یہ بھی تجربہ ہے کہ ہندو، مسلمان، عیسائی، پارسی یہودی اولاد کی تمنا میں اپنا مذہب تک ترک کرنے پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔ جس گھر میں اولاد نہیں وہ بے چراغ کہلاتا ہے۔ جو عورت بے اولاد ہے وہ ہندوستان میں منحوس سمجھی جاتی ہے۔ اور اکثر دیہاتی عورتیں تو اس کا منھ دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتیں۔ لیکن اب
(بے اولادوں کو مژدہ)
ہو کہ ہماری دوا ارمان سے سیکڑوں بے چراغ گھر روشن ہو گئے ہیں۔ سیکڑوں کی امیدیں بر آئی ہیں۔ خوبی اسمیں یہ ہے کہ یہ دوا مہینے میں صرف تین روز عورت مرد دونوں کو کھانا پڑتی ہے۔ ۸۰ فیصدی تو ایسا ہوتا ہے کہ پہلے ہی مہینے حمل رہ جاتا ہے لیکن دوسرے اور تیسرے مہینے تو ضرور ہی مراد بر آتی ہے پھر اس دوا میں دوسری عجیب و غریب و حیرت انگیز خوبی یہ ہے کہ فرزند نرینہ ہی پیدا ہوتا ہے۔ اس دوا کی اگر ہزاروں روپیہ بھی قیمت رکھی جائے تو بھی امیر غرض مند بخوشی لینے کو تیار ہو جائینگے لیکن ہماری خواہش ہے کہ اسکا فائدہ عام ہو اسلیے اسکی قیمت بھی نہایت مناسب رکھی گئی ہے یعنی ۳ ماہ کی دوا عــہ مع محصول
ترکیب استعمال دوا کے ساتھ روانہ کیجائے گی
لالہ رخ
قیمت ۲۵ گولیوں کی شیشی کی ... علاوہ محصول
واعظین اور لیکچرار ضرور توجہ فرمائیں
سرٹیفکٹ
پتہ
کارخانہ ضامن الصحت
وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ
علاوہ محصول

اودھ پنچ
رجسٹرڈ نمبر ۔ سی ۳۴۰

انمول ادبی جواہر
منتخبات مضامین اودھ پنچ
من ابتدائے سنہ ۱۹۱۲ء تا غایت سنہ ۱۹۲۳ء

چار حصوں میں ادبی اصلاحی اخلاقی سیاسی مضامین بے نظیر علمی اور عقلی فوائد رکھتے ہیں جن کی نظیر آپ کو اردو کے خزانے میں نہ ملے گی۔ یہ انسان کو مضمون لکھنا سکھا دیتے ہیں۔ اب تک چار حصے تیار ہوئے ہیں۔ قیمت فی حصہ ایک روپیہ آٹھ آنے۔

یہ مضامین بطور ضمیمہ چار سال سے اودھ پنچ کے ساتھ ہفتہ وار شائع ہو رہے ہیں سالانہ جلد کے خریدار کو ایک حصہ مفت ملتا ہے سائز ۲۰ × ۲۶/۴ مجموعی قیمت ان منتخبات کی پانچ روپیہ علاوہ محصول۔

المشتہر
منیجر اودھ پنچ

لٹریری بکس سپلائی ایجنسی

بارہا شکایت سنی گئی ہے کہ حضرات بیرونجات جو کتابیں طلب فرماتے ہیں ان کو ناقص کتابیں ملتی ہیں۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ جو کتاب وہ طلب کرتے ہیں اسکے بجائے دوسری کتاب انھیں ملتی ہے نیز یہ بھی شکایت ہے کہ کتاب پر صرف دکھانے کے لیے بہت زیادہ قیمت لکھی ہے اور شہر میں وہ کمی ہوئی قیمت سے بہت قیمت پر ملتی ہے وغیرہ۔

لیکن اگر آپ ہمارے ذریعہ سے کوئی کتاب طلب فرمائیں گے تو ہرگز یہ شکایت پیدا نہ ہوگی اور ہم اپنی نگرانی میں ہر کتاب روانہ کرینگے۔ اس حالت میں اگر کتاب ناقص ہو یا کٹی ہو یا ایک کے بجائے دوسری ہو قیمت بازار سے زیادہ ہو تو اسکے ہم ذمہ دار ہیں۔ لہذا لکھنؤ کے جس مطبع کی کتابوں کی آپکو ضرورت ہو ہمیں تحریر فرمائیے اور ملاحظہ کیجیے کہ آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں ملیگا۔ دریافت طلب امور کے لیے جوابی پوسٹ کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے

پتہ:۔ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

ہفتہ وار انگریزی اخبار ”خیبر میل“ پشاور

ضرور ملاحظہ کیجیے۔ یہ انگریزی کا واحد اخبار ہے جو صوبۂ سرحد سے شائع ہوتا ہے
سالانہ چندہ پانچ روپیہ ہے ”منیجر“

کتب خانوں کی زینت
مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ سنہ ۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد ۶ روپے سنہ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی ۱۲/ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ سنہ ۳۱ و ۳۲ء کی

قیمت فی جلد ۶ روپے محصول ڈاک ۸/ ذمہ خریدار۔ جلد ۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی ۱۲/ ۔ اور جلد سنہ ۳۲ء کے خریدار کو حصۂ دوم قیمتی ۱۲/ مفت ملیں گے۔

ہفتہ وار انگریزی اخبار ”سنٹینل“ رانچی

جسمیں نہایت پرلطف مضامین اور مقامی خبریں ہوتی ہیں۔ ضرور ملاحظہ فرمائیے سالانہ چندہ ۶ روپے ششماہی ۳/ سہ ماہی ۲/ فی پرچہ ۱/
منیجر ”سنٹینل“ رانچی

REGISTERD No A 703
LUCKNOW
DHPUNCH
۱۹۳۵
M. B. Khan Artist
Bogawan Lucknow

"پولیٹکل شناوری کی گہرائی اور [illegible]"

میں یہ تو نہیں کہتا کہ بالکل نجات ہوگئی مگر طوفان اتنا گھٹا کہ گردن کھل گئی۔

REGISTERD No. A 783
LUCKNOW.
OUDH PUNCH
۱۹۳۵
DOGAWAN LUCKNOW

میاں مٹھو کالج میکسکو

سنتے ہیں کہ میکسکو میں ایک درسگاہ میاں مٹھو کو تعلیم دینے کی کھلی ہے۔ یہاں طوطے انگریزی پڑھتے اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد اچھی قیمت پر فروخت کیے جاتے ہیں کیا خوب ؎

سبزے کو جب کہیں جگہ نہ ملی
بن گیا روئے آب پر کائی

تو پھر کیا تعلیم مکمل کرنے کے بعد تعلیم یافتہ طوطے جنگلی پرندوں کی طرف متوجہ ہونے لگیں گے؟ دونوں میں دیکھیے پھر کیا یہ طوطے اپنی کانگریس علیحدہ بنائیں گے۔ حکومتی مجالس کی رکنیت کے تو امیدوار ہوں گے اور ہر مہینے میں ایک سبز مخملی اڈے پر بیٹھے آنا آنکھیں دکھائی دیں گے اگرچہ ان سے کسی صاحب حاجت کو فیض پہونچنا مشکل ہے کیونکہ طوطا چشمی مروت کا جھول نہیں پالتی۔ پھر بھی "میاں مٹھو نبی جی بھیجو" کا ترجمہ فقرہ ہر ایک اسپیچ میں لطف سے خالی نہ ہوگا۔ اور اگر کسی طوطے میں فسانہ عجائب والے مٹھو کی روح حلول کر گئی تو پھر واہ جی واہ کایا پلٹ کا عمل انسانی بھیس بدلنے کے واسطے کافی ہے۔

یہاں کے اکثر خطاب یافتہ موٹو ہی حکام کی درباداری تو کرتے ہیں مگر انگریزی بالکل نہیں جانتے۔ مثل مشہور ہے پڑھتے طوطے بھی کہیں پڑھتے ہیں ؎

لاکھ طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

پھر بھی اُس طوطی کی طرح جسے معلم نے "دریں چہ شک" پڑھایا تھا "یس نو" ضرور سیکھ سکتے ہیں۔ البتہ اندیشہ ہے کہ صاحب بہادر غصے میں فرمائیں "یو آئی فول" اور یہ کہہ دیں "یس سر" تو خطاب وطاب نذر اور دربار کی کرسی کا اڈا سونا۔ خیمہ دربار کا پنجرا خالی۔

"بولتا" صمم وبکم ؎

گربہ موت نے جو آدبایا
کچھ نہ بولے سوائے ٹیں ٹیں کے

عین غین مصلحت

واہ واہ بی مصلحت خانم سنا ہمیں کیا اصلح جو اور جنگ جو طبیعت پائی ہے کہ زمانہ ان کے پیچوں سے چت ہو جائے تو ہو جائے مگر کیا مجال جو ان کے منہ پر چڑھ سن آئے۔ دنیا کے ان چلتے پھرتے فتنوں پر اگر غور کرو تو تمہیں بی مصلحت خانم کا چہرہ ابھرتا دکھائی دے گا اور ہر نفس اس مخدرۂ علیا کا ہم نفس معلوم ہوگا۔ یہ اور بات ہے کہ کہیں کم کہیں زیادہ کہیں اتنی زوردار ہو جیسے نر کہیں اتنی کمزور ہو جیسے مادہ۔ سب سے زیادہ اس کا صحیح خرچ اللہ میاں کے یہاں ہے جس کے سمجھنے کی نہ ہم میں صلاحیت نہ استعداد۔ خوش ہوئے تو اصلاح کر دی ناخوش ہوئے تو زخمی دل پر وہ مصلحت کا گرم مسالا چھڑکا کہ بوٹی بوٹی کانپ اٹھی۔ چوتڑ پیٹ پیٹ کے کودنا پڑا۔ سند بائی بچ گئی۔ دکھائی دیں تو کوئی پوچھے کہ حضرت یہ کیا تھا اور کیا ہے بس سر پر دردناک پر اپنے ہاتھوں کینگ ہو رہی ہے۔ معاذ اللہ مصلحت ایک کرن پڑ گئے دو درجن پڑ گئے۔ کسی غریب نے گھر بنوایا عمر بھر کی گاڑھی کمائی گارے میں لگائی مکان تیار ہو گیا بیچارہ خوشی کے مارے پھولا نہیں سماتا۔ خوشی کا رنگ چہرے پر کھل کر رہا ہے کہ اتنے میں میاں ابر خاں شمال پہاڑ کو کال سے کے پہونچ ہی تو گئے کڑکنے گرجنے کے بعد دھار جو مارتے ہیں تو بجلی کے چراغ جلا دیے۔ ایک دھار ہو تو روکیے دو دو دھاریں ہوں تو تھامیے غریب مالک روتا ہے تو آنسوؤں کی باڑھ مکان کی کچی دیواروں کو بہا لے دیتی ہے۔ آخر وہی ہو لیتے مصلحت!

خیر بڑے میاں تو جو کچھ کرتے ہیں درحقیقت وہ عین مصلحت ہے جو چاہیں کریں بنانے کی علت معلوم نہیں تو بگاڑنے کی مصلحت کیونکر دریافت ہو سکتی ہے۔ مگر غضب تو یہ ہے کہ "ایک گروہ محض اپنے جیسے ہوئے مریدوں کے بھروسے اور خوشامدی لالچ خوروں کے بہلاوے پر انی انا اللہ کے نعرے مارتا ہے اور اس فکر میں ہے کہ فرشتے گریز کریں تو جھٹ ہٹے پر

عقل کی گٹھڑی گنجی میں جا چکا ہیں اور اللہ میاں سے کے آسمانی مصلحت تک پہونچا دیں۔ چاہے مصلحت اور مفسدت میں فرق نہ رہے مگر زبان پر مصلحت ہی کا وظیفہ ہو۔ خدا کی مخلوق ان کی مصلحت سے بوکھلائی جاتی ہے۔

واہ بی مصلحت خانم تمہارا کیا کہنا جس کسی کے سر پہ تم سوار ہوئیں وہی صالح بن گیا۔ بس اب چلے دم زدن نہیں گردن اطاعت خم کیجیے [illegible] کی نہائی پر سر رکھ کر مصلحت کا ہتھوڑا کھائیے اور اف نہ کیجیے۔ ہونٹ سلے اور عین مصلحت کی جوڑی چل کھڑی ہوئی باگ ان کے ہاتھ میں ہے جدھر چاہیں موڑیں چاہے ڈُلکی چلائیں چاہے سرپٹ چھوڑیں کہیے گا کہ ذرا روک کر چلیے فلاں کچل گیا۔ کہیں گے چپ رہو اس کچل جانے ہی میں مصلحت تھی۔

استفسار۔ کیوں عرش بارگاہ ملک سپاہ! ہم اگر خس رکھ کر کھائیں اور گھی میں پانچوں انگلیاں ڈال کر حواس خمسہ کو غذا پہونچائیں یوم انعیس کو اس مال سے فاتحہ دلوائیں، دوستوں کو بلا کر کھلائیں تو کیسا؟

جواب۔ بالکل غیر مصلحت (خلاف)

استفسار۔ اور اگر جناب اپنا مال سمجھ کر جھٹ کر جائیں اور مال امام کو دانتوں کی صفت سے سر کر کے حلوہ کرائیں جبڑے پر جبڑا چلائیں بلکہ اس خوشی میں فلک اعلیٰ کی حرکت بھول جائیں اور استقراء کو باطل ٹھہرائیں تو کیسا؟

جواب۔ عین مصلحت۔ ہم حاکم شرع ہیں۔

استفسار۔ کسی شہر کے نام پر جہاں فرشتے اپنے پر بچھاتے ہوں کتے دم بھی نہ ہلائی کرتے ہوں خدا و رسول اس کے احترام کا حکم دیں دریں اتفاق زمانہ سے اس کی ہیئت بدل جائے یا سجدہ گاہ ملک نیش عقرب کی وجہ سے خانہ زنبور بن جائے اور اس خبر کو عینی مشاہدہ سے تعلق ہو پھر بھی کوئی شخص اس خبر کو مارے ڈر کے چھپا ڈالے تو کیسا؟

جواب۔ غیر مصلحت۔ لا یجوز کالمنزلۃ امتیازی اور کفر و بزدلی کا تقاضائے بے نیازی اس کے لیے

زیبا ہے۔

استفسار۔ اور اگر حضور پرنور قبلہ صاحب بحالت ولیالی دیجور رعین بجلا و چشم کملات ان سوراخوں کو ملاحظہ فرمائیں جو ستارے کی طرح درخشاں ہیں اور حقیقت کو بی مصلحت خانم کے ساتھ دل سے جو پہلے میں پردہ ڈال کر بٹھالیں اور جو لاسے کے تیر کی طرح پیکان خون آلود دیکھنے کے بعد ہی کہے جائیں کہ اللہ جھوٹ کہے تو!.........

جواب۔ عین مصلحت، کیونکہ وہ ظلمت کے سوراخ جو ستارے کی طرح تاباں ہیں شمس العلمائیت کے بعد فطرۃً پوشیدہ ہو جائیں گے۔ شمس کے آگے ستاروں کی چمک کہاں حبک الشئی یعمی ویصم (محبت اندھا اور گونگا کر دیتی ہے) لہذا ایسا شخص معذور ہے والعذر عند کرام الناس مقبول، اس کے علاوہ میرا انکار نہ تقیہ ہے نہ جھوٹ بلکہ بیان واقع پر مبنی ہے۔ بلکہ الشئی یعمی کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں نے کچھ نہیں دیکھا جس کا اقرار کرنا قدم برانہ مزال الاقدام۔

استفسار۔ کیوں جناب! اگر ہم جیتے جی چار کے کاندھوں پر سوار نہیں کے جو ہے دان میں منڈیا ہلاتے یوں تن کے بیٹھیں جیسے تشدید پر زبر یا اصلح گردن جھکائیں جیسے خط نسخ کا واؤ۔ سامنے آئینہ رکھا ہو جس میں انحناے قامت (قد کا جھکنا) اور اعوجاج ذہن کی چگونگی کا تماشا زیر نظر رہے گھڑی کی صندوقچی میں حرص و ہوس کی گھڑی ساعت دکھیں اور مقبرہ ناخاصدان کے زیر گنبد تقدس کی ... ہو ... دست ... یا ... اوض معاصلے ... سے ہوں ہوں۔ ... ہوں ہوں۔ جھوٹ سے ہوں ہوں۔ جالی ہے ہوں ہوں کلمۂ شہادت کی جگہ پڑھتے چلیں۔ کتابوں کا ڈھیر دونوں پہلوؤں میں گورستان کی اینٹوں کا سماں دکھائے راہگزران تقلید پیشہ سے داہنے بائیں تابوت بردار پر بوسوں کی کیلیں جڑ دائیں تو کیسا!۔

جواب۔ غیر مصلحت عین تدلیس وضع شے فی غیر محلہ کا مکمل عنہ۔ اس لیے کہ یہ زمی امتیاز مخصوص ہے ہم علماے دین کے لیے۔

استفسار۔ اور اگر علاوہ اعلی مارا لفقہا ذم ملاالفضلا یا ہی شان جنازہ قربان نظر آئیں تو!.......۔

جواب۔ تو عین مصلحت۔ اس لیے کہ سخرنا لکم ما فی الارض حکم الٰہی ہے۔ تم آیات قرآنیہ سمجھ نہیں سکتے اس آیت میں ”کم“ کی ضمیر خطاب سے مخاطب صحیح ہم خطاب یافتہ علما ہیں لہذا تمام کائنات عالم مسخر ہے واسطے ہمارے۔ عوام کالانعام مشہور ہیں۔ پس کچھ لوگوں کے کاندھوں پر ہم چڑھتے ہیں اور بجواے لتستووا علی ظہورہ اس کی پیٹھ پر درست بیٹھی کم کم ڈولی کہتے اور سبحان الذی سخر لنا الکہار پڑھتے ہیں۔

استفسار۔ کیوں مولانا اگر ہم ضحاک کی طرح کندھوں پر دو چار سانپ ڈالیں اور پاؤں میں ایک خاص قسم کی ہرن کھری پہنیں جس کی ترکیب امتزاجی میں روہو مچھلی کا سر اور گرئی مچھلی کا نصف اسفل اور پشت شتر شامل ہو تو کیسا؟۔

جواب۔ اُف ظلم۔ بالکل خلاف مصلحت بلکہ بشت فشغطا کفش حضرت صالح کے وقت سے ہم علما کے لیے وضع ہوئی ہے۔ آہ شتر! بالکل وہی مرتبہ رکھتا ہے جو براق کو حاصل ہے فرق صرف اس قدر ہے کہ براق کے واسطے کسی کتاب میں اوقات کی بول کھانا مقدمہ بازی کی نیم جرنا۔ مال مومنین ہضم کر جانا نظر سے نہیں گزرا۔ براق اگر خدا رسی کا زینہ ہے تو ہمارا شتر پا بوسی حکام فرنگ کی نردبان ہے۔ اور دوپٹا تشبہ ہے ذوات النہود (عورتوں) سے ومن تشبہ بقوم فہو منہم۔

استفسار۔ اور اگر جناب شتر آب معدن پیچ وتاب دوپٹا سنبھالتے ہرن کھری پہنے نچک دار چال دکھلاتے (کولا مٹکاتے) نظر آئیں تو؟...........۔

جواب۔ عین مصلحت۔ عین حکمت۔ عین شریعت۔ عین فطرت۔ بجو ز لنا ولکم لا یجوز۔ یہ دوپٹا نہیں ہے نکتائی کا رب النوع ہے۔ حمالۃ الحطب کی نشانی ہے جس کے گردن میں ”حبل من مسد“ بچیدہ و آویزاں تھی۔ علم کی اینڈھن کا بندھن ہے۔ حکمت کے پھانسنے کی پھانسی ہے شریعت کے چاولوں کا پساؤ اسی میں پسایا جاتا ہے۔ بڑے بڑے کام بنتا ہے۔ کسی اجنبی کو دیکھا کہ دست بوسی کی غرض سے محفل میں عمامہ کا نگراں ہے جھٹ دوپٹا سر پر لپیٹ لیا۔ فرض نہ ہوا اور نماز میں مقتدا بننے کی رگ پھڑکی فوراً طول میں دو بیچ کو قبلہ رخ بچھا دیا آگے خود کھڑے ہو گئے پیچھے دو دو کی صف باندھے مقتدی۔ کسی نے پوچھا چادر تطہیر کس کے لیے اتری ساتھ ہی دوپٹہ دکھا دیا۔ قبلہ ہم ہیں اور قبلہ کا احاطہ دوپٹا ہے۔ نذر نیاز خیرات حسنات کی پوٹ اسی میں بندھتی ہے۔ بظاہر یہ ہمارے گلے کی پھانسی ہے مگر فی الحقیقۃ ہم دام بردوش ہیں خوش اعتقاد پرھن اسی میں پھانستے ہیں مصنوعی فقر کا مرگ چھالا ہے تو یہی گلیم عمرو عیار کا سالا ہے تو یہی نجاست غسالہ کا قبالہ ہے تو یہی۔ عقد باطل کا حبالہ ہے تو یہی شمس علم کا دائرۂ جوالہ ہے تو یہی۔ قمر ترشرع کا ہالہ ہے تو یہی مجالس میں ناک کا رینٹ اسی میں جمع ہوتا ہے شادیوں میں نکاح پڑھوائی کی پوٹلی اسی کے آنچل میں محفوظ رہتی ہے وللہ فی دوپٹہ مآرب اُخری۔ پس یہ عین مصلحت ہے۔

استفسار۔ فرض کیجیے کہ ہم لوگوں سے مردے کی تمانکی اُجرت یا حج کی رقم اور زیارات کی زاد راہ لے کے نوش جان کر جائیں اور حسین آباد کی چھپیا دلوا کے اس فریضہ کو ادا کرا دیں تو کیسا؟۔

جواب۔ بالکل غیر مصلحت۔ حرام۔ ناجائز لیکم شرزر۔

استفسار۔ لیکن اگر جناب مستطاب شریعت مآب سے یہ حرکت سرزد ہو تو!۔

جواب۔ عین مصلحت عین ثواب۔ قطعاً مباح۔ اس لیے کہ ہم مجتہد ہیں اگر راے خطا بھی کرے تو ایک ثواب کماتے ہیں پیلے گا۔

استفسار۔ اچھا اگر کوئی شخص کسی وقفی مکان پر زبردستی قبضہ کرے جائز متولیوں کی سماعت نہ کرے تو کیسا؟۔

جواب۔ غیر مصلحت بلکہ حرام۔

استفسار۔ اور آپ سے یہی فعل سرزد ہو تو؟۔

"کرۂ ارض پر مریخ کا سایہ"

"حضرت پھر آپ نے طلوع فرمایا۔ کہیے اب کیا رنگ لائیے گا؟"

"جی ہاں۔ آپ تو جانتی ہیں مجھے سُرخ رنگ بہت پسند ہے۔ کہیے تو حاضر کروں۔"

جلد بستم
11
ادمان
کون سی شادی شدہ خاتون ہوگی جسے بچہ کھلانے
کا ارمان نہ ہو۔ ادلاد کی خاطر لوگ سارے جتن کرتے
ہیں۔ ۔۔۔وں پر جاتے ہیں۔ منتیں مانتے ہیں۔ فقیروں۔ اور
۔۔۔اکرتے ہیں۔ عاملوں، رمالوں، پنڈتوں، نجومیوں کے دروں کی
۔۔۔ہیں۔ ویدوں اور ڈاکٹروں کو ہزاروں روپیہ کھلاتے ہیں۔ ہمارا تو یہ بھی تجربہ ہے
کہ ہندو، مسلمان، عیسائی، پارسی یہودی اولاد کی تمنا میں اپنا مذہب تک ترک کرنے پر آمادہ ہو جاتے
ہیں۔ جس گھر میں اولاد نہیں وہ بے چراغ کہلاتا ہے۔ جو عورت بے اولاد ہے وہ ہندوستان میں منحوس
سمجھی جاتی ہے۔ اور اکثر وہمی عورتیں تو اس کا منھ دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتیں۔ لیکن اب
بے اولادوں کو مژدہ
ہو کہ ہماری دوا ادمان سے سیکڑوں بے چراغ گھر روشن ہو گئے ہیں۔ سیکڑوں کی امیدیں برآئی ہیں۔
خوبی اسمیں یہ ہے کہ یہ دوا مہینے میں صرف تین روز عورت مرد دونوں کو کھانا پڑتی ہے۔ ۸۰ فیصدی
تو ایسا ہوتا ہے کہ پہلے ہی مہینے حمل رہجاتا ہے لیکن دوسرے اور تیسرے مہینے تو ضرور ہی مراد
برآتی ہے پھر اس دوا میں دوسری عجیب و غریب و حیرت انگیز خوبی یہ ہے کہ فرزند نرینہ
ہی پیدا ہوتا ہے۔ اس دوا کی اگر ہزاروں روپیہ بھی قیمت رکھی جائے تو بھی امیر
غرض مند تو بخوشی اسے لینے کو تیار ہو جائینگے لیکن ہماری خواہش ہے کہ
اسکا فائدہ عام ہو اسلیے اسکی قیمت بھی نہایت مناسب
رکھی گئی ہے یعنی ۳ ماہ کی دوا عہ مع محصول
ترکیب استعمال دوا کے
کارخانہ ضامن الصحت
وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

انمول ادبی جواہر

منتخبات مضامین اودھ پنچ

من ابتدائے سنہ ۱۹۱۶ء تا نہایت سنہ ۱۹۲۳ء

چار حصوں میں اخلاقی سیاسی ادبی اصلاحی مضامین بے نظیر علمی اور عقلی فوائد رکھتے ہیں جن کی نظیر آپ کو اردو کے خزانے میں نہ ملے گی۔ یہ انسان کو مضمون لکھنا سکھا دیتے ہیں — اب تک چار حصے تیار ہوئے ہیں۔ قیمت فی حصہ ایک روپیہ آٹھ آنے۔

یہ مضامین بطور ضمیمہ چار سال سے اودھ پنچ کے ساتھ ہفتہ وار شائع ہو رہے ہیں سالانہ چندہ کے خریدار کو ایک حصہ مفت ملتا ہے سائز [illegible] ۲۶ مجموعی قیمت ان منتخبات کی پانچ روپیہ علاوہ محصول۔

المشتہر

منیجر اودھ پنچ

کتب خانوں کی زینت

مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ سنہ ۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینۂ ادب و ظرافت و نکات سیاست [illegible] مالا مال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے چاہئیں قیمت فی جلد [illegible] سنہ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے [illegible] کو منتخبات اودھ پنچ [illegible] سوم قیمتی [illegible] مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ سنہ ۳۱ و ۳۲ کی

قیمت فی جلد [illegible] محصول ڈاک [illegible] بذمہ خریدار۔ جلد سنہ ۳۱ء کے خریدار کو منتخبات [illegible] اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی [illegible] اور جلد سنہ ۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی [illegible] مفت ملیں گے

امتیاز بکس سپلائی ایجنسی

بارہا شکایت سنی گئی ہے کہ حضرات بیرونجات جو کتابیں طلب فرماتے ہیں ان کو ناقص کتابیں ملتی ہیں۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ جو کتاب وہ طلب کرتے ہیں اُسکے بجائے دوسری کتاب انھیں ملتی ہے نیز یہ بھی شکایت ہے کہ کتاب پر صرف دکھانے کے لیے بہت زیادہ قیمت لکھ دی جاتی ہے اور شہر میں وہ لکھی ہوئی قیمت سے بہت کم قیمت پر ملتی ہے وغیرہ۔

لیکن اگر آپ ہمارے ذریعہ سے کوئی کتاب طلب فرمائیں گے تو ہرگز یہ شکایت پیدا نہ ہوگی اور ہم اپنی نگرانی میں ہر کتاب روانہ کرینگے اس حالت میں اگر کتاب ناقص ہو یا غلط ہو یا ایک کے بجائے دوسری ہو قیمت بازار سے زیادہ ہو تو اسکے ہم ذمہ دار ہیں۔ لہذا لکھنؤ کے جس مطبع کی کتابیں آپکو ضرورت ہو ہمیں تحریر فرمائیے اور اطمینان رکھیے کہ آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں ملیگا۔ بوقت طلب درستی جوابی پوسٹ کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے۔

پتہ:۔ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

ہفتہ وار انگریزی اخبار "خیبر میل" پشاور

ضرور ملاحظہ کیجیے یہ انگریزی کا واحد اخبار ہے جو صوبۂ سرحد سے شائع ہوتا ہے

[illegible] منیجر

ہفتہ وار انگریزی اخبار "نیشنل" رانچی

حسین نہایت پُر لطف مضامین اور مقامی خبریں ہوتی ہیں۔ ضرور ملاحظہ فرمائیے سالانہ چندہ سے ششماہی [illegible] ماہی [illegible] فی پرچہ [illegible]

منیجر "نیشنل" رانچی

اودھ پنچ لکھنؤ

وکٹوریا اسٹریٹ

رجسٹرڈ نمبر [illegible] سالے ۷۸۳

REGISTERED No. A 75
LUCKNOW
OUDH PUNCH
اودھ پنچ
سالانہ
ششماہی
سہ ماہی
1935
M.B KHAN ARTIST
DOGAWAN LUCKNOW.

طفل ہوا باز اور نفخ روح ملیح کا عمل

کانوں میں ہوا بھری تو دماغ کا حال کیا ہوگا......؟ پھٹ پھٹ پھٹ!!!

ادمان
کون سی شادی شدہ خاتون ہوگی جسے بچہ کھلانے
کا ارمان نہ ہو۔ اولاد کی خاطر لوگ سارے جتن کرتے
ہیں۔ درگاہوں پر جاتے ہیں۔ منتیں مانتے ہیں۔ فقیروں۔ اور
پیروں کی سیوا کرتے ہیں۔ عاملوں، رمالوں، پنڈتوں، نجومیوں کے دروں کی
ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ طبیبوں، ویدوں اور ڈاکٹروں کو ہزاروں روپیہ کھلاتے ہیں۔ ہمارا تو یہ بھی تجربہ ہے کہ
ہندو، مسلمان، عیسائی، پارسی یہودی اولاد کی تمنا میں اپنا مذہب تک ترک کرنے پر آمادہ ہوجاتے
ہیں۔ جس گھر میں اولاد نہیں وہ بے چراغ کہلاتا ہے۔ جو عورت بے اولاد ہے وہ ہندوستان میں منحوس
سمجھی جاتی ہے۔ اور اکثر وہمی عورتیں تو اس کا منہ دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتیں۔ لیکن اب
بے اولادوں کو مژدہ
ہو کہ ہماری دوا ادمان سے سیکڑوں بے چراغ گھر روشن ہوگئے ہیں۔ سیکڑوں کی امیدیں برآئی ہیں۔
خوبی اسمیں یہ ہے کہ یہ دوا مہینے میں صرف تین روز عورت مرد دونوں کو کھانا پڑتی ہے۔ ۸۰ فیصدی
تو ایسا ہوتا ہے کہ پہلے ہی مہینے حمل رہ جاتا ہے لیکن دوسرے اور تیسرے مہینے تو ضرور ہی مراد
بر آتی ہے۔ پھر اس دوا میں دوسری عجیب و غریب و حیرت انگیز خوبی یہ ہے کہ فرزند نرینہ
ہی پیدا ہوتا ہے۔ اس دوا کی اگر ہزاروں روپیہ بھی قیمت رکھی جائے تو بھی امیر
غرض مند تو خوشی اسے لینے کو تیار ہوجائینگے لیکن ہماری خواہش ہے کہ
اسکا فائدہ عام ہو اسلیے اسکی قیمت بھی نہایت مناسب
رکھی گئی ہے یعنی ۳ ماہ کی دوا ۵ء مع محصول
ترکیب استعمال دوا کے
ساتھ روانہ کیجائے
گی
لالہ رخ
کارخانہ ضامن الصحت
وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

LUCKNOW,
DHPUNCH
قیمت پیشگی سالانہ
بیرون ہند
۱۹۳۵
قیمت پیشگی اندرون ہند
سالانہ
ششماہی
سہ ماہی
DOGAWAN LUCKNOW.

[illegible] کی [illegible] ہو جائے
[illegible] کا [illegible] دولت
کی [illegible] سے کہیں مشرف کر دیا گیا۔

کہاں کی داد ایسا ہی [illegible] حضرت [illegible]
[illegible] ہوسکے [illegible] کان سے [illegible] کا سلسلہ
[illegible] ہوئے [illegible] اور [illegible]
کے [illegible] پیٹ کے [illegible] اٹھا اور دولت
کما نا چاہنے لگے کمر پڑی ہوئی اور ٹانگوں میں قوت
شاعرہ [illegible] تک سے [illegible] ہوں
سے [illegible] آنکھوں سے [illegible]
پکار [illegible] تعزیرات ہند میں جو افعال خاص
اعضا کے متعلق [illegible] کے درج ہیں اُن کا [illegible]
[illegible] زبان جرم خلاف فطرت میں [illegible]
جلد بدن دفعہ ۲۴ کی مرتکب۔ اور فاخر کیا ہوں [illegible]
کچھ تو بتاؤ؟

خالص [illegible]

خاکسار

روش دوستی

پُرانی دوستی کے انداز پُرانے لوگوں کے ساتھ گئے
اب نیا دانہ نیا پانی ہے لہذا دوستی کا انداز بھی نیا
ہونا چاہیے۔ دوست تین قسم کے ہوتے ہیں جانی
دوست۔ جہاں دوست کا پسینہ گرے وہاں اپنا
خون بہادیں۔ نانی دوست۔ رکابی میں بھات
ہار اتفاراً ساتھ چک گیا بھات بجھ گیا ساتھ۔
یعنی ہم پیالہ ہم نوالہ ہم نان ہم عنان مگر دسترخوان
بچھنے کے وقت تک ملاقات قائم ہے ادھر دسترخوان
میں خلل آیا دوستی میں رخنہ پڑ گیا۔
زبانی دوست۔ غرض کے وقت آپ ایسے آپ
ویسے خدا کی قسم دو روز سے ملاقات نہیں ہوئی تو زندگی
کا مزا کرکرا ہو گیا ہے۔ جب تک ایک مرتبہ آپ کی
صورت نہیں دیکھ لیتا خصوصاً ننھے میاں یعنی آپ کے
صاحبزادے کی اُس وقت تک چین نہیں آتا خدا کی
قسم دو روز سے کس حد تک اپنے حساب

چھوٹ چھوٹے کہ گھٹا دیا ہو۔ ہم ہسنے لگے لیکن آپ کی
حالی کا کل پر [illegible] گرانست ہو گئی کرو دیکھیے اب
جسے جانی کی حفاظت کا معاملہ کیا کرنے ہوتا ہے
آپ تو اپنے اخلاق میں جتلا ہیں سکھ [illegible] تو دنیا ہے
اس کا کام کبھی بند نہیں ہوتا اگر جانی آپ ہی کا
سہارا ہے۔ نانی مرنے والی ہو لگی تو [illegible] کون
روک سکتا ہے خدا کے واسطے حفاظت اور [illegible]
[illegible] ہو کہ وہ نہ بیاں [illegible] نانی مر جا لگی۔

جانی دوست اب عنقا ہیں۔ عنقا کیوں نہ ہوں؟
طرز تعلیم و طرز حکومت (ڈپلو میسی) کا تقاضا ہی ہر
حقوق کی تر لرح میں معنوی انصاف کی چاٹ
بڑھا دیتی ہے ہر گھر میں پھوٹ ہر گروہ میں بیر
اگلے زمانے میں ولایت سے انصاف اور حقوق
کی تہذیب نہیں آتی تھی۔ کروروں روپیہ کی جائداد
محلے والے یا خاندان والے اس طرح تقسیم کر دیتے
تھے کہ کانوں کان خبر نہ ہوتی تھی۔

نانی دوستوں کی بھی روز بروز کمی ہو رہی ہے
نان نصیب دوست کہاں۔ بنگلے میں شہر سے دور رہنا
آنوؤں کے جوار میں سکونت حق ہمسایہ کی بے وقعتی
صاحبیت کا زور۔ دسترخوان تنگ۔ غریب عزیزوں
کی ملاقات سے ننگ۔ مفلس باپ غلاموں سے
بدتر۔ ان حالات میں نانی دوستوں کا دائرہ وسیع
نہیں ہوسکتا۔ ہمارے شہر کے ایک نئے بیرسٹر
تازہ ولایت نے اپنے پُرانے فیشن کے باپ کی
شناسائی اپنے ایک دوست سے بایں الفاظ
کرائی "یہ بھی میرے ایک دوست ہیں" والد کرم
صاحبزادے پر مرشنے کا صلہ پاتے ہی آگ ہو گئے۔
اور کہنے لگے:۔

"حضرت میں بڑھا ہوں میری ان کی دوستی ہی
کیا۔ البتہ میں ان کی ماں کا پُرانا دوست ہوں"
ہاں زبانی دوستوں کی کمی نہیں نہ کبھی ہوگی۔
ایسی دوستی سے باہمی تعلق کی ترقی ممکن نہیں ہے۔
یہی وجہ ہے کہ ہندوستان جہاں پناہ گیر دشمن کی
حمایت کی جاتی تھی جہاں دوست کا وبال اپنی گردن
پر لینے کا شوق تھا۔ جہاں ہر شریف کی بہو بیٹی ایک

بطریق حلال و جائز بی بی نہ بن جائے اپنی ماں بہن کی
جگہ کبھی جاتی تھی آج مفسدے کا گھر ہے۔ زبانی
جمع خرچ دکھانے والے ظاہری بناوٹ دکھانے میں
جو حکم کے معاملہ میں ایک دوسرے کا ساتھ نہیں دیتا
ایک دوست پھانسی پاتا ہے دوسرا دوست
دور سے کھڑا تماشا دیکھتا ہے۔ آنکھ مچولی مال دوستوں
کا۔ امانت اور دیانت گلی اپنی ایسی تیسی میں۔ کوئی
چیل گردن والا ملا اور یار لوگ لگے ٹھینگا دکھانے۔ یہ
دوستی نہیں نری یورپ کی ڈپلو میسی ہے۔ لوگ کہتے
ہیں کہ جس کا میاں یار اُس کو دشمن کیا درکار ہے؟ یورپ
والے جیسے دنیا میں ایشیا و افریقہ کے تمام ممالک سے
ان کی دوستی ہے اور ہر ایک نے اُن کی دوستی
کا ایسا مزہ چکھا ہے کہ تمام عمر یاد رہے گا۔

محمد بن سیرین (جلیل القدر صوفی) سے کسی شخص
نے ایک آدمی کا حال بیان کیا کہ جب اُس کے
سامنے کوئی قرآن کی آیت پڑھی جاتی ہے تو بیچارہ
بیہوش ہو کے گر پڑتا ہے۔ صوفی صاحب نے
فرمایا کہ بھئی اُسے ایک اونچی دیوار کی مُنڈیر پر بٹھا کے
قرآن پڑھو۔ اگر یہی حالت ہو تو وہ بے شک
اہل دل کے گروہ میں سے ہے۔

فرنگستان کے اکثر افراد ہندوستان کے
متعلق ہمدردی و دوستی کا اظہار کرنے میں لستانیاں
دکھلاتے ہیں۔ ادھر قحط پڑا ادھر خالی خولی اظہار
ہمدردی شروع ہو گیا۔ ادھر کوئی حادثہ ہوا اور
یاروں کو غش آئے۔ تحقیقات کے لیے کمیشن مرتب ہوا۔
کبھی تھیلی کا منہ نہ کھلا لیکن دہن کا دہانہ کھل گیا۔
بتولوں کے خزانے سے بڑے بڑے سخنی سکے
لٹائے گئے۔ چنانچہ بالفعل اوڈوائر اور نائر کا مقدمہ
چل رہا ہے۔ جن لوگوں کو ہندوستان پر ظلم ہونے
سے غش آتا تھا آج جو ہم قوم پر الزامات عائد ہو رہے
ہیں اور خلوص و صدق کی امتحانی دیوار پر نشست
ہے تو جس کو دیکھیے دیوار قہقہہ بن گیا ہے۔

تائیہ نقاش نے دیمقراطیس حکیم سے کہا کہ اپنی

[illegible] ان حضرات کے
[illegible]

پیری نزادہ ام ہم پریما بگورم
گو ہم نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا کہ یہ خدا کی شبیہ ہیں
یا عیسائیوں کی طرح انھیں خدا کے صفات مجسم کہا گیا ہے
مولانا پیچ! آپ فرمائیں گے کہ یہ شیعوں کا شیری
ہے مگر کیا کروں محرم کا مقدس زمانہ ہے اس میں ایسے
خلاف عقل و ہم زن صحت ایمان عقائد کا شیوع گوارا
نہ ہوا۔ خدا سلامت رکھے مولویوں کو انھوں نے
تقلید کا دڑبا کھول کے تحقیق کا کارخانہ بند کر دیا۔
جہل کی فراوانی ہے۔ تعلیم کی کمی میں وجوب تقلید
کا بچھو پالنگا ہوا ہے۔ جہل کی دولت میں گولر کا پھول
پڑ چکا ایسی حالت میں اگر اس قسم کے عقائد کے
حشرات الارض بڑھے تو نہ پھر دوا ہی کام آئے گی
نہ چارپائی کی چولوں میں گرم پانی سے کھٹملوں کا
استیصال ہو سکے گا۔ مساجد برہم زن مصلے اسود
حرام حلال۔ اور حلال بے کار۔

ایک اور نکتہ جناب ذاکر نے خدا جانے
"قال الشیخ فی الشفا" یا قاموس کی حدیث کو معتبر سمجھ کے
ارشاد فرمایا کہ فلسفی یا فیلسوف کے معنی ہیں "التشبہ باللہ"
کے۔ اور اسی بنا پر حضرت امیر شبیہ خدا تھے مگر ناواقفیت
کو تو بڑی گنجائش ہے کسی انگریزی پڑھے ہوئے سے
آپ پوچھ لیجیے کہ فیلسوف یا فلسفہ کے معنی کیا ہیں۔
وہ صاف کہہ دے گا کہ حضرت یہ لفظ یونانی ہے اور
مرکب ہے دو لفظوں سے۔ فیلاسوفا سے ایک کے
معنے محبت و دوستی ہیں اور دوسرے کے معنی عقل
و حکمت کے [illegible] اور فیلسوف
[illegible] محبت عقل و دانائی کو کہتے
ہیں۔

یہ یونانی الفاظ کے تراجم عربی لغات میں قیاسی طور پر
لکھے گئے وہ غیر قابل اعتبار ہیں۔ مثلاً لفظ "ایساغوجی"
کا ترجمہ جسے ایساغوجی کہتے ہیں اور عربی منطق کی ابتدائی
درسیات میں داخل ہے غلط کیا گیا ہے اور جنھیں تحقیق
سے غرض نہیں وہ اس کا ترجمہ "پانچ پتی کا پھول"
کرتے ہیں۔ (اس لیے کہ یہی لکھنے والے نے لکھ دیا تھا)

اسے کیوں دیا ہے ہم لوگ حضرت امیر کو فیلسوف یا
فلسفی کہنے پر آمادہ نہیں۔ کیوں؟ اس لفظ کے ایک
برے معنی بھی ہیں جو بطور تشنیع کتب حکمت میں لیے گئے
ہیں یعنی فاسد العقیدہ کو بھی فیلسوف کہتے ہیں۔
یہ معنی اس وقت وضع ہوئے جبکہ فلسفے سے
دینی عقائد کی جگہ آئی۔ علمائے مذہب و حکما کے
درمیان نزاع ہونے لگی۔

ہم حضرت امیر کو حکیم الٰہی۔ عالم ربانی کہتے ہیں
فلسفی یا فیلسوف نہیں کہتے۔

بہر کیف منبر رسول پر بیٹھ کے تمسک کلام خدا۔
حدیث رسول و اخبار ائمہ سے لازم ہے خصوصاً
جبکہ حکمت طبعی مادی وغیرہا کے مسائل ان حضرات
کے اقوال کے منافی ہوں۔ تخلق باخلاق اللہ اور
"تشبہ" باصطلاح خاص کچھ اور کسی چیز کے جلد ایسے
بغیر مشہورات کی بنیاد پر کسی عمارت کا بنانا ہرگز اہل تحقیق
کا شیوہ نہیں۔ منبر رسول بہت زیادہ مستحق احتیاط ہے۔

اجی مولانا کیوں آپ مذہب کو بدنام کرتے
اور اہل مذہب کو طعن و تشنیع کا مورد بناتے ہیں پہلے
کوشش فرمائیے کہ جو لفظ زبان سے نکلے وہ اپنے
معنے میں برمحل ہو۔ آپ نہ سائنس جانتے ہیں نہ قدیم
و جدید حکمت عقلی سے واقف۔ بقول شاعر مرحوم ؎

چند باتیں وہ جو ہم رندوں میں تھیں ضرب المثل
اب سنا مرزا کہ ورد اہل عرفاں ہو گئیں

سنبھلیے حضور معاملہ دین و مذہب کا ہے۔
اس میں پروا اس کی نہ چاہیے کہ اگر ہم جہلا کے سامنے
غیر زبان کے لغات نہ بولیں گے تو وہ ہم کو خاطر میں
نہ لائیں گے۔

راقم
ایک دل جلا شیعہ

نوٹ دل جلے صاحب نے ایک اہم اور نازک ذکر چھیڑا ہے بہت ممکن ہے
کہ وہ خود اس معلول کی علت سے آگاہ نہ ہوں یعنے جب
کوئی صاحب عمامہ و عبا عوام کے دلوں کی مچھلیاں
اپنی تقریر کے جال میں پھانسنا چاہتا ہے تو غریب کو
مجبوراً اپنی تقریر کے چارے میں جہل کا تھوڑا
جزو شامل کرنا پڑتا ہے۔ اگر ایسا نہ کرے تو قبول عام
کی سند نہ ملے۔ یہ مالکان دستار "اربابا من دون اللہ"
اس کی پروا نہیں فرماتے کہ ہم مسند علم پر جلوہ گر ہیں جو بات
ہمارے منہ سے نکلے گی وہ عوام کے لوح دل پر پتھر کی
لکیر بن جائے گی۔ الغرض اس طرح دین خالص کے
چہرہ زیبا پر جہل کے مصنوعی روغن کی تہ جمتی رہتی ہے۔
بالآخر یہ تہ چہرہ بگاڑ دیتی ہے۔ اب لاکھ آپ ناخن
سے اس تہ کے پرت چھڑائیے اصل چہرہ نہ کھلنا تھا
نہ کھلے گا۔ کیوں؟ باین معنی کہ ؎

زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ آئیں گے کیا

ادھر آپ نے روغن کھرچا ادھر دوسرا آیا اور اس نے
ایک کوٹ اپنی طرف سے چڑھا دیا۔ دین کو اپنی
پسند کے موافق بنانے پر ہر وقت دنیا آمادہ رہتی ہے۔
یہی سلف سے ہوتی چلی آئی ہے۔ بدعت اور تجدید
کی راہیں اسی کیفیت ذہنی کی نکالی ہوئی ہیں۔ پیشہ کا
معاملہ درپیش ہوا اور کڑوا کسیلا پھیکا ذائقہ برطرف
کرنے کی فکر دامنگیر ہوئی۔ بارہ اور چودہ اٹھارہ مسالے
اپنی طرف سے ملائے گئے۔ اس کے فساد و دین جب
وجہ معاش بنایا جائے گا تو دوکانداری کے کرتبوں
اور تاجرانہ چالوں کی ڈھونڈھیا پڑے گی ایسے
حیلے اور شعبدے تلاش کیے جائیں گے جو دوسرے
تاجروں کے مقابلے میں اپنی جنس تجارت کی قدر بڑھائیں۔

ایک دوست ایران کا واقعہ بیان کرتے
ہیں کہ روضہ خوان صاحب رونق افروز منبر ہوئے
حضرت امام کی جنگ کا حال بیان کرنا شروع کیا
حضرت کا اطمینان خاطر دکھانے کے واسطے روضہ خوان
صاحب نے ایک جملہ گرمایا "امام من آقائے من
جنگید جنگید یکمرتبہ بدر خیمہ رسیدہ بانگ زد۔
خواہر زینب یک سر قلیان چاق کن خیلے خستہ شدم"
سمجھے آپ کیا بھک مارا اس ظالم روضہ خوان نے
یعنے حضرت لڑتے لڑتے تھک گئے تو در خیمہ پر تشریف
لائے اور (نعوذ باللہ) اپنی بہن کو آواز دی کہ میں
بہت تھک گیا ہوں ذری ایک چلم حقہ تو بھر دو"
عوام کو تسکین نہ ہوا اس جھوٹ پر بھی [illegible]

آج بھی اگر کوئی گفتگو والا بازاری عطر والا مجلس کرے تو ذکر اس کی دلچسپی کے لیے یا پیشے کی مناسبت کے طور پر تمہید تذکرہ شہادت میں ایسے اصوال بھار جوڑ سکتا ہے اور آپ یقین رکھیے کہ اس کی زبان کبھی پکڑی نہ جائے گی۔ مذاق روز بروز بد سے بدتر ہوتا جاتا ہے۔ شاعرانہ توجیہات و مغالطات نے زبان کی جگہ غصب کر لی ہے۔ اب اس دفتری کے دور دورہ میں کچھ نہیں تو کیا باقی رہے گا۔

خیر آپ نے تذکرہ چھیڑا ہے تو اب تھوڑا بہت اصلاحی کام کیجیے۔ مجلسوں میں جائیے اگر شغلے وغیرہ کا چرچا ہو تو "آغا بھول نہ جاتا ایک گھونٹ (کشش) کے امیدوار ہم بھی ہیں۔ موسم نکل نہ جائے اور ہاں اتنا یاد رہے کہ جناب والا جز بان بے کسی یہ نہ فرمائیے

سب پھول چمن کے لائے ہم داغ لے کے آئے
ہم تو کوئی پوچھے ہم کیوں گئے چمن میں

تبصرۂ لغات

(نمبر ۹)

جامع اللغات

بی جامع اللغویات فرماتی ہیں: "بادیہ (ف۔ مذکر) ۔ ایک بڑا پیالہ" "تانبے یا پیتل کا ایک بڑا پیالہ نما برتن"

یہ نیا فارسی کا لفظ کسی لغت میں شاید موجود نہ ہوگا۔ خدا جانے بی جامع اللغات خانم کس فارسی کے ساتھ جمع ہوئی تھیں جو ایسے ایسے افادات ان کے دماغ میں گھس گئے۔

حقیقت یہ ہے کہ "بادیہ" اردو ہے ممکن ہے کہ "بادہ" کے مجازی معنی جو فارسی میں کاسہ و جام و پیالہ کے لیے جاتے ہیں اس لفظ کی اصل ہوں مگر "بادہ" اور "بادیہ" میں بہت فرق ہے۔

آپ کی فارسی دانی دیکھنے جائیے فرماتی ہیں۔ "بارانیدن۔ برسانا" اب ان سے پوچھیے کہ "باریدن" کے معنی کیا ہیں شاید برسانا؟ ۔

اور دیکھیے ۔ افادات کی کمی نہیں ارشاد ہوتا ہے "بارجات (ف۔ مذکر) ایک ظالمانہ رواج جس کے بموجب رعایا کو بازاری قیمت سے کم نرخ پر چیزیں دینے پر مجبور کیا جاتا تھا"

خدا معلوم یہ کس زمانے کا ذکر ہے۔ کیا معنی کہ جدید کتب لغات میں اس کا وجود نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ اصطلاح فارسی کسی ہندوستانی فارسی زدہ نے گڑھی ہو۔ اس لیے کہ اسی سے ملتا جلتا لفظ اردو میں بھار رجا موج ہے جس کے معنی جرمانے اور ہدیے تیجے یا نامناسب ناگوار بوجھ کے لیے جاتے ہیں علیٰ ہذا القیاس "بارجہ" بھی فارسی نہیں جس کے معنے جامع اللغات میں "چھوٹے دروازے۔ برآمدے ایوان۔ ڈیوڑھی" لکھے ہیں۔ کیا قیامت ہے کہ معنی کا تعین ہو ہی نہیں سکتا۔ مستند فارسی کتب لغات کی جانب رجوع کرو تو وہ منہ میں گھنگھنیاں بھرے بیٹھی ہیں۔ قیاسی گدڑے لگائے جا سکتے ہیں کہ یہ معرب ہے "بارگہ" کا مگر ایسا ہے "در برآمدے ایوان" کردہ پنیر۔ مرغی۔ زعفران۔ فالودہ۔ انڈا گنڈہ و روزا اور اسی قسم کا ایک مخلوط بے معنی جو بی لغات خانم نے تیار کیا ہے اس کے معنی صحیح نہیں ہو سکتے۔

فارسی میں لفظ "بار" کے کئی معنی ہیں جو ترکیبات و محل استعمال سے پہچانے جا سکتے ہیں۔ (۱) خدا کا نام۔ (۲) مخفف بیار۔ (۳) دوست و یار۔ (۴) مراد یا نتیجۂ کار۔ (۵) اندوہ و غم و گناہ (۶) پردہ و سراپردہ و بارگاہ۔ (۷) انبار غلہ (۸) دفعہ۔ مرتبہ۔ (۹) اذن و رخصت (۱۰) بزرگی و شرکت۔ (۱۱) میوہ و حاصل درخت (۱۲) بچہ۔ (۱۳) مصریوں کے ایک باجے کا نام (۱۴) سرو بالا و بن و بیخ ہر چیز۔ (۱۵) مرد فاضل اور باریک۔ (۱۶) دیگدان۔ (۱۷) جہاں کوئی چیز کثرت سے جمع ہو جائے جیسے زودبار جس میں پانی کی افراط ہوتی ہے۔ (۱۸) چاندی یا مشک وغیرہ میں ملاوٹ۔ (۱۹) پالس وغیرہ۔

(باقی آیندہ)

راقم

ادارہ اللغات

جلاد عاشق

(نمبر ۲)

(سلسلہ ۵۔ اپریل ۱۹۳۵ء)

اس کہانی سے سب تو خیر مگر مس ہنسنے عمر بھر میں یہ پہلا عجیب قصہ سنا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس غریب کے دل پر حکایت نے کیا اثر کیا۔ قیاساً ہم اتنا ہی اندازہ کر سکتے ہیں کہ بھائی ایک شریف نادان دو تیرہ برس کے ایسا محبوب رشتہ دار ہے جس سے جان عزیز نہیں کی جا سکتی۔ اف اس بیچاری پر بھائی کی محبت میں کیا گزر گئی۔ اگر میرے بھائی پر کوئی آفت ایسی ہی آ پڑے تو؟ ......

ہمارے جلاد صاحب کو عشق نے بری طرح گھیرا۔ انھوں نے بڑی کوشش کاوش اپنی محبوبہ کے نام و نسب دریافت کرنے میں فرمائی۔ امیر یوسف کی گلی میں ایک جوان تھا جس سے یہ پتا لگا کہ "شیخ امین کی ایک بہن ہے جس کا نام ہند ہے۔ اس کی شادی ابھی تک نہیں ہوئی۔ اس وجہ سے کہ شیخ اپنی بہن کی شادی اپنے سے کم درجہ کے آدمی کے ساتھ نہیں کرنا چاہتا"

جلاد: "تو کیا میرے سے بڑا نجیب الطرفین کے ساتھ بھی نہیں؟"

مخاطب اس فخر بے جا پر مسکرایا کہ شاباش سے

سڑی سی صاحبی اس پر چبوترہ کا

کیوں نہ ہو بیٹے جو انی کی یہ کہہ مجھے گلی سے کھا کر نکل آئے تھے شیخ امین کی رکاب تھامے آج یہ دم دامیہ جوش کی درد ابھی کر۔ وہی مثل ہے کہ ایک ماما کو جھاڑو دیتے میں

"بھر انڈیل کا معاملہ"

"وہی پاس وہی فیل پھر اور لاؤ انڈیل"

جاری شدہ ۱۸۳۹ء
ٹیلیفون نمبر ۳۹ لکھنؤ
تار کا پتہ
"حنا"
لکھنؤ
شاخ
قنوج
حیدرآباد دکن دھلی
اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ

ارمان
کون سی شادی شدہ خاتون ہوگی جسے بچہ کھلانے
کا ارمان نہ ہو۔ اولاد کی خاطر لوگ سارے جتن کرتے
ہیں۔ درگاہوں پر جاتے ہیں۔ منتیں مانتے ہیں۔ فقیروں۔ اور
بیراگیوں کی سیوا کرتے ہیں۔ عاملوں، رمالوں، پنڈتوں، نجومیوں کے دروں کی
ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ طبیبوں۔ ویدوں اور ڈاکٹروں کو ہزاروں روپیہ کھلاتے ہیں۔ ہمارا تو یہ بھی تجربہ ہے
کہ ہندو، مسلمان، عیسائی، پارسی یہودی اولاد کی تمنا میں اپنا مذہب تک ترک کرنے پر آمادہ ہو جاتے
ہیں۔ جس گھر میں اولاد نہیں وہ بے چراغ کہلاتا ہے۔ جو عورت بے اولاد ہے وہ ہندوستان میں منحوس
سمجھی جاتی ہے۔ اور اکثر وہمی عورتیں تو اس کا منہ دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتیں۔ لیکن اب
بے اولادوں کو مژدہ
ہو کہ ہماری دوا ارمان سے سیکڑوں بے چراغ گھر روشن ہو گئے ہیں۔ سیکڑوں کی امیدیں برآئی ہیں۔
خوبی اسمیں یہ ہے کہ یہ دوا مہینے میں صرف تین روز عورت مرد دونوں کو کھانا پڑتی ہے۔ ۸۰ فیصدی
تو ایسا ہوتا ہے کہ پہلے ہی مہینے حمل رہجاتا ہے۔ لیکن دوسرے اور تیسرے مہینے تو ضرور ہی مراد
برآتی ہے پھر اسمیں دوسری عجیب و غریب و حیرت انگیز خوبی یہ ہے کہ فرزند نرینہ
ہی پیدا ہوتا ہے۔ اس دوا کی اگر ہزاروں روپیہ بھی قیمت رکھی جائے تو بھی امیر
غرض مند تو خوشی سے لینے کو تیار ہو جائینگے لیکن ہماری خواہش ہے کہ
اسکا فائدہ عام ہو اسلیے اسکی قیمت بھی نہایت مناسب
رکھی گئی ہے یعنی ۳ ماہ کی دوا عـــہ مع محصول
ترکیب استعمال دوا کے ساتھ روانہ کیجائے گی
لال رخ
کارخانہ ضامن الصحت
وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

OUDHPUNCH
LUCKNOW
۱۹۳۵
۱۹۳۶
اودھ پنچ
M. B. Khan Artist

مضامین

(مورخہ ۵ اپریل ۱۹۳۵ء)

تبصرۂ لغات

(نمبر ۲)

بسلسلۂ نور اللغات

(مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۳۵ء)

ہماری بی نور اللغات کو مثلیں جمع کرنے کا شوق تو ہے لیکن سلامتی سے اکثر سامنے کی مثلیں نظر نہ آئیں۔ مثلاً بانجھ زنان عقیمہ کے متعلق ایک مشہور مثل عورتوں میں زبان زد خاص و عام ہے "بانجھ بھولی شیطان کی لنگوٹی" عورت کا بانجھ ہونا یہ مین ہے۔ اور وہ نظروں سے گر جاتی ہے۔ جہاں ایسی عورت کے بارے میں تشنیع مقصود ہوتی ہے وہاں یہ مستعمل ہوتی ہے۔

دل اتنا اکتا گیا ہے کہ ہم اکثر غلطیاں بغیر اصلاح چھوڑنے پر مجبور ہیں۔ پنجاب سے ایک حمایتی نعرہ جناب ڈاکٹر عبد الحکیم صاحب بسمل نے بلند کیا ہے اگر یہ خواب سچا ٹھہرا تو اس وقت ہم خود جانچنے والی نظروں میں محکمۂ امتحان پر چڑھ جائیں گے۔ خدا غلط گوئی سے محفوظ رکھے۔

بھولا کے متعلق ارشاد ہوتا ہے "نوٹ" یہ لفظ باؤ بمعنی ہوا اور بلا بمعنی حباب سے مرکب ہے لہذا اس کا استعمال بمعنی گرد باد صحیح نہیں ہے بمعنی حباب صحیح ہے۔ دیکھو بگولا۔

کیا خوب تحقیق ہے سبحان اللہ کسی کو مہلت ہو تو وہ مؤلف صاحب سے پوچھے کہ بُلا بغیر تشدید بلبلے کے معنی میں جناب نے کہاں دیکھا۔ برق اور دیگر شاعروں نے جو اسے بگولے گرد باد کے عوض استعمال کیا تو کیا وہ اتنے نا سمجھ تھے کہ باؤ بلا یا باؤ بگولا ہمارا خیال ہے کہ یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر نہ اپنے جو بات و معلوم ہو یا جس بات کے سمجھنے کی استعداد آپ کو نہ ہو اس میں دخل ہی نہ دیجیے کہ دوسرے کو آپ پر ہنسنے کا موقع ملے گے۔

باؤ کے معنی تو ضرور ہوا کے ہیں لیکن ہوا میں نہ بلبلے نہیں اٹھتے۔ ہاں پانی میں اٹھتے ہیں۔ پس "باؤ" کا اتفاق بلبلے کے ساتھ بالکل بے تعلق ہے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ لفظ مرکب نہیں۔ لوگوں کو گمراہ نہ کیجیے۔ اپنی اوٹ پٹانگ تحقیق اپنے پاس رہنے دیجیے۔ دراصل بگولا اور بولا دونوں کے ایک معنی ہیں اب صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ "بولا" پرانی لغتوں میں ایسا معنی موجود نہیں۔ ممکن ہے کہ بگولا جو در اصل "باؤ گولا" ہے گرد باد تھا کثرت استعمال سے بولا ہو گیا ہو یہ بولا خود ایک مستقل لفظ ہے جیسے باؤ گولا کے ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلّا یا بگلا وہی پانی ہے جس میں ہوا ابھر گئی ہو کیا کسی شاعر نے بلبلے کی جگہ کبھی "بولا" منظم کیا ہے!۔

"بولا" کے قبیل ایک لفظ اور بھی ملحق کیا جاتا ہے "آگ بولا" محاورہ ہے "فلاں شخص مارے غصے کے آگ بولا ہو گیا" یعنی بھڑک اٹھا۔ شاید جناب کو از راہ وسعت نظر یہ محاورہ معلوم نہ ہو۔ خیر اب "نوٹ" فرما لیجیے۔ واشتہ آید بکار۔ ورنہ اس پر حاشیہ ہی لکھ رکھیے کہ "آگ باؤ بگلا" اس کی اصل ہے یعنی آگ اور ہوا سے مرکب ہو کے جو بلبلا ابھرے اسے آگ بولا کہتے ہیں۔ اس تحقیق انیق سے واقعی جہلا خوش ہوں گے اور کہیں گے واہ رے علامہ کیا ٹھکانے کی چوٹ سے بات نکالی ہے۔

بتورن۔ ایک نیا لفظ آپ لکھتے ہیں ہو سکتا ہے کہ یہ بتانے کہ فرصت بھی بولا جاتا ہو۔ مگر ہم نے جہاں تک کاشتکاروں کی زبانی سنا۔ یہ بٹورن اور بٹولن ہے۔ لام اور رے کا بدلہ عموماً ہوتا رہتا ہے جیسے "دھور" اور "دھول" "جلنا" اور "جرنا" وغیرہ۔ اور یہ ماخوذ ہے "بٹورنے" سے یعنی جمع کردن و فراہم نمودن و یکجا کردن۔ معلوم ہوا کہ حضرت لغات خانم اپنی اصلی زبان سے بھی واقف نہیں۔

انا للہ۔ تانے فرصت کا تا سے ہندی سے بدل جانا بے معنی ہے۔

بارے آپ سے تری لغات خانم کو خاص الفت ہے تبوری کی تحلیل کیمیائی یا تجزی میں بھی تحریر فرماتی ہیں۔ تہ۔ باؤ۔ ہوا جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ بھی مرکب ہے باؤ اور توری سے۔ اچھا "باؤ" کا تو مطلب معلوم ہوا۔ اب یہ ارشاد ہو کہ "توری" یا بقول آپ کے توری کیا بلا ہے۔ جب مرکب کے ایک جزو کا حال معلوم ہو گیا اس کے دوسرے جزو کو مجہول نہ رہنا چاہیے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے بتولن۔ مؤنث۔ باتونی۔ چالاک و دغاباز عورت" اول تو کوئی بھلا مانس باتونی کی جگہ جو کہ عورت اور مرد کے لیے یکساں مستعمل ہے "بتولن" بولتا ہی نہیں۔ دوسرے چالاکی اور دغابازی کے معنی بھی جعلی ہیں۔ بتولے باز صرف "باتوں میں رکھنے والے اور باتیں بنانے والے مرد یا عورت کو کہتے ہیں" اسے خواہ مخواہ رکالی ہے۔ خواہ اس کے معنی ضمناً باتوں کے ذریعے سے دھوکا دینا بھی نکل سکتے ہوں۔ انھیں معنی میں انشاء اللہ خاں اور شوق قدوائی نے بھی اسے استعمال کیا ہے۔ اجی بی صاحب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ اچھے بھلے مہذب لوگوں کو جو ایسے الفاظ بغیر کسی بدنیتی کے زبان سے نکالتے ہیں بنا دیں یا بے جرم و گناہ تھانے پر پکڑوا دیں گی یا کچہری کھنچوا بلائیں گی۔ خدا آپ کے شر سے بچائے۔

لغت طراز ہیں "بتھرانا" (م) "سعدی" پھینکنا۔ ضائع کرنا۔ بکھیرنا"۔

اس لفظ کے نیچے بھی مثل دوسرے الفاظ کے معانی کا ڈھول کھل گیا مگر جو قید ضروری تھی سلامتی سے وہ مذکور نہیں ہوئی۔ بتھرانا یا بتھرنا عموماً خشک یا دانے دار چیزوں کے بارے میں بمعنی متفرق کردن بولا جاتا ہے۔ کوئی کہے کہ پانی بتھرا دیا یا دودھ بتھر گیا تو کان پکڑ کے ٹکسال باہر کر دیا جائے۔ "ضائع کرنے اور پھینکنے" سے لفظ کا اصلی مفہوم ہرگز نکل نہیں سکتا۔ کوئی کہے کہ اوراق بتھرا دیے تو نہ ضائع کرنا مقصود ہوگا نہ پھینکنا۔ بلکہ صرف متفرق

[illegible] تو یہ کسی اور میں کبھی یہ حال دیکھا جس وقت ہو تو ہو۔

سنتے ہیں کہ نادر شاہ میں ایک زنانہ فوج بھی تھی۔ اس کے سپاہی بے لوچ اکثر کر لباس اتنا پہنتے اور لڑنے میں پھنسے کہ میدان جنگ میں شریک ہوتے تھے۔ نادر شاہ سے لڑنے میں سب کے کام آئے مگر منہ نہ پھیرا۔ یہ دفع اس لیے اختیار کی گئی تھی کہ دشمن جیسے پر شجاعت کسی مرد کے لیے کم باعث شرم نہیں کہ زنانوں سے لڑے یا لڑائی میں ارے جائے۔ نادری فوج کا استیصال جیسا اس زنانہ فوج نے کیا میر جعفر امین برہان الملک کی توپوں نے نہیں کیا۔ "ادبی" کی آواز کے ساتھ جو دار لگتا تھا تسمہ نہ لگا چھوڑتا تھا۔ بس جس نقش پیا اثر ہو اس کے اصل کا کہاں ٹھکانا۔ اُردا بیگنیاں قلماقنیاں حبشنیں گرجنیں محلات کا پہرا دیتی تھیں اور رعب دیتی تھیں جو ستمبانہ تازنین میں بے شک سیاست کی پوری طاقت ہے۔ ایک ہوشیار بچوں کی والدہ شوہر خان بہادر کو جن کی مونچھوں پر لیمو ٹکتے تھے اسی طرح اٹھا بٹھا سکتی ہے جس طرح بچوں کو۔ نگارم نگر (لکھنؤ) کے ہیجڑوں نے بھگدڑ کے زمانے میں گوروں سے مورچا چھین لیا تھا۔

از ازالۂ مردی و خون سردی سے طرز زیست عالم کا سستا ضرور ہو جائے گا۔ فساد کی جڑ کٹ گئی تو "زر زمین زن" پر پیتر سے بدلنے کا محل کہاں رہا۔ مگر خاقم صاحب ہم تو مقلد بھی ہیں۔ اور غلام بھی مرد مریدان یورپ کا راستہ دیکھ رہے ہیں جس وقت فرانس۔ انگلینڈ۔ روس۔ روم۔ ہالینڈ زنانہ بنا اسی وقت صاحب خانہ کے عہدے سے معزول ہوکے اہل خانہ بن جائینگے

زبان زنان: اگر مردے ہمینی کہ از شدت شہامت توپ مسلسل را بجائے طپانچہ بکمر خود بستہ دورہاں آن زنے ہم بینی کہ آئینہ در دست دارد۔ احوالت چہ طور است؟

حاشیہ: کچھ نہ پوچھو خاقم کہ کیا حال ہوگا۔ ایک کو دیکھ کے حواس غائب دوسری کو دیکھتے ہی بالکل رنیشہ خطی۔ مگر توپ پر آئینے کو ترجیح دینے کا

بے وقت جیسی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پاس پڑوس والے [illegible] ہی کی [illegible] یہ آفت ہو جائے۔ ہو لیکن [illegible] نہ حکمیاں [illegible] اپنے [illegible] نالو۔ [illegible] سے [illegible] ہے۔ لیکن [illegible] سے [illegible] ہی نہیں ہوتا۔ وہاں [illegible] جب تک [illegible] مرگ [illegible] کام نہیں نکلتا۔

زبان زنان: نامرد در مردی خود پائدار است زن ہم در وفا و عفت طبعی خود استوار است ہیں کہ مرد یک "نا" بر مردی خود علاوہ کرد دیگر نمی تواند کہ از ذات متوقع اخلاق عالیہ شود"

حاشیہ: "مناظرے کی ٹھہرے تو مرد بھی معاوضہ بالمثل کے طور پر بات پلٹ کے کہہ سکتا ہے۔ مگر عورت سے زبان لڑانے کے جیتنا کا بہت وار دلہذا بیچارے مرد کو جس کے ابتدا میں نفی کا "نا" لگا ہوا ہے آپ کے کرم و رحم پر چھوڑتے ہیں اور اُن لوگوں کا حال بیان کرتے ہیں جن کی مردی سے پہلے "پا" لگا ہوا ہے۔ تجربہ ہے "چوک" کا سیکڑوں پامرد رنڈیوں کے پاؤں مرید رہے انجے کا جوڑا سپن کے رنڈی کے یہاں دکھانے گئے۔ لنگتا گیند دھڑکا ہوا ملبجے کی کرکری اساونی بنت چکے گوکھرو ٹکی ہی تار بالی جی کی افشاں میں صرف ہوئے۔ رنڈی نے کہا بس اب گھر جاؤ انھوں نے کہا اچھا۔ وہ گھڑی اور آج کی ساعت گھر کی طرف رُخ نہ کیا۔ عروس مرگ سے ہمکنار ہوئے لیکن جورو کا پہلو نہ نصیب ہوا۔ مگری صاحب نے تجربے میں جانا یا تجربے کا آباد کرنا کسی طرح نہ چھوڑا۔ کیا کریں پیٹ ظالم ہے۔ اکثر اشخاص نے لاکھوں روپے نذر کیے باوا کی ساری دولت عزہ و دلستاں پر فدا کی پھر بھی دودھ کی مکھی کی طرح نکال کے پھینک دیے گئے۔ چوک میں سٹے بچاتے پھرتے ہیں۔ کا ہے ماہے بی صاحب کے یہاں آنے جانے والوں کی چلمیں بھرتے ہیں۔ یا عقل کی سی بے بہا چیز کھو بیٹھے گریباں چاک ہے۔

سر پہ خاک ہے۔ "فریاد رس الٰہی" کی صدا لگاتے ہیں لونڈے تالیاں دیتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے سنئے بگلے کوئی ڈھیلے مارتا ہے آوازے کستا ہے "عاشق مرحاشی کا تیل پی کے مرجا" آج اگر ان عورتوں میں عفت کا جوہر ہوتا یا وفا کا شائبہ تو جانفشانی زر پاشی رائگاں نہ جاتی یہ نوبت نہ آتی۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ آپ اُسے پامردی نہ سمجھیں اور یہی کہے جائیں کہ نگوڑا نامرد ابھاد و رہی کرد نگوڑے کو۔ تو یہ سوال اُس غریب کی ماں سے کرنا چاہیے کہ تو نے "نا" کی جگہ جنتے وقت "پا" کیوں نہ لگا دیا۔ آپ کے تمام مضمون کو ہم نے دیکھا سرے سے آخر تک ناحق کوشی سے بھرا ہوا ہے۔ مرد نامرد ہونے پر اخلاق عالیہ سے دور نہیں ہوتا۔ عورت بے عفت ہوتے ہی اخلاق عالیہ سے دور ہو جاتی ہے اب بتائیے فضیلت کس کو ہے۔ بے پردگی اور تعلیم غیر مقید کے بعد دیکھیں گے کہ یہ صفات کہاں تک مبالغہ سے خالی ہیں۔ یورپین ترکی اور عجم کا پورا ملک تھوڑے دنوں میں پیرس اور لندن بنا چاہتا ہے عنقریب وہاں بھی "مسز فہمی بے" کی سی مرد مار عورتیں پیدا ہونے لگیں گی۔ ہماری عام صلاح ہے کہ لوگ ٹوپیاں پہننا چھوڑ اپنے سروں پر چادریں نہیں لیا ہر ان گھری کے بوٹ پہلا ہی ہٹ ہیں ٹوپیوں سے چند یا محفوظ نہیں رہ گئی۔ آپ نے آگے چل کے اپنی تعریف خود ہی کردی ہے "در شان زن ہیں بجا کہ ہمیشہ مرد فسکاری کند" یعنے قوت فعالہ مستحیل ہوکے قوت منفعلہ بن جاتی ہے ؎

صید از حرم کشد خم جعد بلند تو
فریاد از تطاول مشکیں کمند تو

زبان زنان: اگر چند سے شمشیر را با سوزن عوض کنیم حقیقۃ حکمت ذی قیمتی را آگاہ می شویم"

حاشیہ: واقعی یہی ہونے والا ہے شمشیر ہوگی آپ کے ہاتھ میں اور سوزن ہوگی غریب شوہر کے ہاتھ میں بی بی زنوں کی طرح میاں ٹوپیاں کاڑھ کے رنڈاپا بسر کر بیٹھے گے۔ یہ تو بتائیے جب آپ کے ہاتھ میں سوئی تھی تو وہ غریب شوہر کے دل میں چبھتی تھی چھوٹی سی

سوئی کی تکلیف کم ہوتی تھی اب اتنی بڑی شمشیر کی گنجائش کہاں سے نکلے گی؟

اگر مطلب تعطل سے ہے یعنی شمشیر معطل ہو اور سوزن رواں تو ملک بھر میں دشمن کے سوا اور کہیں دکھائی نہ دے۔ سوزن سے کبھی کام نہیں چلا البتہ سوئی لے کے شوہروں کی آنکھیں سی دیجیے اور شمشیر سے گلا ریتیے یعنے دونوں کی مالک آپ ہی بن جائیے پھر تو ملک کے دن پھرتے دیر نہ لگے۔

آپ کہتی ہیں من میل دارم کہ زن را دہ طراں خصوصی آسمان سراغ داشتہ وسلے در کوچہ ہائے تنگ طہران نہ بینیم۔

ہم کہتے ہیں عالم ملکوت کو عورتوں کا شوق نہیں نہ وہاں طہران سے زیادہ آزادی میسر آسکتی ہے۔ بس وہاں جانا بیکار ہے خصوصاً آپ کی سی جرأت یک عورتیں جو آسمان میں تھگلی لگاتی ہیں وہاں مشکل سے جگہ پائیں گی۔ پھر وہی آپ ہوں گی وہی طہران۔

را

قلم مردان

قویٰ کی غیر معمولی ترقی

جرمنی ڈاکٹر بوئی گودمنی نے توحد امراض کے مسئلے پر معقول بحث کی ہے۔ اسی بحث میں ایک شاخسانہ یہ بھی نکلتا ہے کہ ظاہری و باطنی حواس بھی متحد ہیں یعنے باصرہ سامعہ مدرکہ متخیلہ وغیرہا جیسا کہ علم النفس میں جداگانہ چیزیں قرار دی گئی ہیں جداگانہ نہیں ہیں بلکہ ان میں اعتباری فرق ہے جو چیز دیکھتی ہے وہ وہی ہے جو سنتی ہے۔ کان سے ظاہر ہوئی تو سامعہ کہلائی آنکھ سے اس کا فعل سرزد ہوا تو باصرہ نام رکھ دیا۔ مادہ ہر ایک کا واحد ہے یعنے ہر ایک کا واحد ہے کسی قوت کے نقصان کا علاج نہیں ہوسکتا البتہ آلات کے نقصان کا علاج ہوتا ہے۔ اگر آلات کے انجر پنجر ڈھیلے رہے اور انھوں نے ترابٹ سے استعفا دیا تو علاج ناکام رہتا ہے۔ جو چیز سنتی چکھتی دیکھتی چھوتی سونگھتی اور اب سب سے متاثر ہوتی ہے وہ روح ہے اگر حس کی خرابی ہے تو وہ اپنا تصرف ہٹا لیتی ہے۔ حشرات الارض میں سے تعلی مکھی بچھو بھڑ ایسے جانور ہیں جن میں قوت لامسہ کا تصرف تمام جسم پر ہے۔ قوت باصرہ اگر روح علیحدہ کوئی دوسری شے ہوتی تو فرانس کے ڈاکٹر ذہن سکی آنکھوں پر پٹی باندھنے کے بعد میزوں کے دیکھنے کا تماشا دکھا سکتے۔ انھوں نے ایک شخص کی آنکھوں پر پلاسٹر کیا یعنے روح کے جھانکنے تاکنے والے جھروکے بچوپ دیے پھر پٹی کس کے باندھی اور اس کے بعد لوگوں کو اجازت دی کہ آپ کوئی کاغذ یا کتاب اسکے سامنے لے جائیے یہ پڑھ سکتا ہے جلدی مسامات سے ہی روح خانم نے فقرہ فقرہ پڑھ دیا۔ ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے کہ ہمارے آبا و اجداد کسی زمانے میں سارے ڈیل سے دیکھتے تھے۔ انھوں نے بعد کو اس ملکہ سے کام لینا چھوڑ دیا یا ممکن ہے کہ تدریجی ترقی اپنے کمال تک نہیں پہونچی تھی یعنے آنکھیں مکمل نہ تھیں۔ جب مکمل ہوگئیں تو روح نے ان چھوٹے چھوٹے جھروکوں سے نکلنا بیٹھنا چھوڑ دیا! اور دیدوں کو اپنی آمد و رفت کا دروازہ قرار دے لیا۔ ان فرانسیسی ڈاکٹر سے قبل ایک اور ڈاکٹر بیدلیفی گونگے بہرے کی جلد سے قوت سامعت کا بروز ثابت کرچکا ہے۔ یہ اللہ کے کارخانہ ہیں تیرہ سو برس کے بعد اولیاء اللہ کے معجزات انھیں منکروں کے دلائل سے ثابت ہو رہے ہیں جو ان پر ہنستے تھے "اجی حضرت کوئی پشت کی چیز دیکھ سکتا ہے؟ کیوں جناب فلاں شخص کی گدی پر آنکھیں تھیں یا پیشانی کے نیچے؟" ان منکروں میں بڑے بڑے فلسفی اور دہریے شامل تھے ان کو دھوکا صرف اس قدر تھا کہ محال عقلی اور محال عادی میں فرق نہ کرسکتے تھے۔ خیر یہ تو ہنس چکے مگر اب ان پر لکھنؤ کے افیمی ہنستے ہیں۔ وہ کہتے ہیں "آغا کچھ سنا؟ وہ جو ہم داستان میں حضرت امیر حمزہ کا قصہ سنا کرتے تھے اور صاحب لوگ ہم پر ہنستے تھے وہ سب سچ نکلا ملکہ جہرج کا گولا ملکہ مہنار کا موسم بہار بی مخمور سرخ چشم کی متوالا بنانے والی آنکھ افراسیاب کا تمام طلسم ہوشربا میں اپنی آواز پہونچا دینا اور دیوان کا اڑ جانا سب سچ نکلا۔ ہائے تکرار سے کی تھی چنپا بیگم کے ناخنوں پر ہنستے تھے اب اپنے گریبان میں منہ ڈالو میاں۔"

خیر حواس ظاہری و باطنی کی ترقی تو کچھ مضر نہیں مگر واللہ قوت نامیہ کی ترقی اگر عام ہوگئی تو غضب میں جان پڑ جائے گی (امان دہلی ناقل ہے) گپور گلے سے چھ میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے گاؤں میں ایک صاحبزادے آٹھ مہینے کے ہیں مگر آٹھ ماہ میں آپ نے ڈیل ڈول میں وہ ترقی کی ہے کہ شاید و باید آپ کا وزن تین من ہے۔ پیدا ہوئے تھے بالشت بھر کے۔ دنیا کی ہوا لگتے ہی لگے ہاتھ پاؤں پھیلانے۔ دو بالشت چکلا سینہ ایک اچھے پہلوان کے سے ڈنڑ بیچے ہیں گوشت بھٹا پڑتا ہے۔ دودھ نہیں پیتے۔ جمعرات کو روزہ رکھتے ہیں۔ اللہ ہو اللہ کے نعرے لگاتے ہیں۔

اب کہیے اگر یہ مرض عام ہوگیا تو اس حساب سے کے لیے کتنی غذا درکار ہوگی؟ اور آئے گی کہاں سے۔ اللہ بچائے۔ ایک ہاتھی کی کھچڑی ناشتہ میں صبح ایک ہاتھی کی کھچڑی شام کو چٹ کرجائیں گے۔ پھر بھی پیٹ خالی رہے گا۔

جان مل کی تھیوری ہے کہ عالم میں دو اصول ہیں ایک مستقل دوسرا غیر مستقل۔ صورت سابقہ کے ساتھ صورت لاحقہ مسبوق تھی تغیرات کا بروز حسب قانون میکانکی و کیمیائی ہوتا ہے۔ جواہر قدیم ہیں مگر تغیرات مستمر اجاری رہتے ہیں یہ تغیرات ان جواہر کے صفات میں داخل ہیں۔ یعنی جواہر بھی قدیم اور ان کے صفات متغیرہ بھی قدیم۔ کوئی ان سے پوچھے کہ یہ آدم زاد دیو کن ذرات سے بنا ان میں کونسا میکانکی و کیمیائی تغیر ہوا جس سے بالیدگی نے زور باندھا اور صاحبزادے فضائے عالم میں تنگ کرنے لگے۔ آج تک ذرات و جواہر نے اپنی یہ صفت کس کونے کھترے میں چھپا رکھی تھی۔

ذرات نے ازل سے ایک کارخانہ اپنے بنانے کا آپ ہی قائم کیا ہے اس کے منیجر صاحب کہاں ہیں خدا کے لیے نہیں تو دنیا کے واسطے

کے معنی ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آ سکتے۔ یہ محاورہ بالکل غیر مستعمل ہے۔

ایک غلطی اور واضح ہو کہ محاورہ لکھ دیا گیا مگر اس کی شرح نہیں کی۔ معلوم نہیں بجھانے سے کیا مطلب ہے۔ کوئی جاننا بھی چاہے کہ محاورہ بجھانے سے متعلق ہے۔

لکھتے ہیں: "بجھاؤ (د) بجھانا کا حاصل مصدر پینا"۔ ناصر بیت۔

ایسے قاتل بجھا ہے زہر میں
پوچھئے کیا ہو بجھاؤ اس تیغ کا

اب نفات کو یہ معلوم نہ تھا کہ شمشیر و خنجر و پیکان زہر میں بجھا اس طرح بجھاتے ہیں کہ انھیں آگ پر تپاتے ہیں اور سرخ ہو جانے کے بعد زہریلے پانی میں بجھاتے ہیں۔ گرم لوہے میں یہ زہر بوجہ نفاذ ہونے کے سرایت کر جاتا ہے۔ اس کا زخمی زندہ نہیں رہتا خواہ کتنا ہی اوچھا یا ہلکا ہوا زخم لگے۔

مذکورہ بالا شعر تو کسی غیر فصیح تک بند کا معلوم ہوتا ہے۔ گر بجھاؤ کے معنی کسی محل پر تیزی یا کاٹ کے نہیں یہاں زہر کا اثر مقصود ہے۔ اگرچہ بجھاؤ کسی محل پر "اثر" کے معنے میں مستعمل نہیں۔ بھونڈا پن بجھاؤ کے "رن بلاؤ" ہی سے ظاہر ہے۔

دوسرے معنی سنیے۔ ارشاد ہوتا ہے "وہ پانی جس کی رطوبت جلائی گئی ہو۔ دیکھو بجھانا"۔ سنا آپ نے؟ پانی کی رطوبت جل جائے گی تو رہ کیا جائے گا؟ بجھا ہوا پانی اُس پانی کو کہتے ہیں جس میں کوئی چیز مثلاً لوہا چاندی یا دوا جلا کر بجھائی گئی ہو۔ کیا یہ مطلب مذکورہ بالا عبارت سے نکلتا ہے۔؟

کیا ایسی عبارت غول کتاب اس قابل ہے کہ بچے یا جاہل بوڑھے اس سے مدد لیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ جہل کی حالت میں مدد لینے کے بعد وہ گمراہ نہ ہو جائیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

(باقی آیندہ)

راقم

خاکسار ادبار اللغات

پرانی جلدیں اور دسمبر کی طلب فرمائیے بے مثل ادبی ذخیرہ ہے۔

پھول باغ

ایک ماہانہ پرچہ ریاست پٹیالہ (پنجاب) سے باہتمام جناب صاحبزادہ سوامی گوبند سنگھ صاحب کوشاں حکمت پوری شائع ہوتا ہے جس کی سالانہ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ مقرر ہے۔

بالفعل اس کا سالانہ نمبر نہایت خوبی سے مرتب ہو کر ہمارے پاس بغرض تبصرہ پہنچا ہے۔ اس میں والی ریاست۔ ولیعہد۔ وزیر اور بعض دیگر ارکان ریاست کی تصویریں بھی ہیں اور تعریفیں بھی۔ تعریفیں نیازمندی اور عقیدت گزینی سے علاقہ رکھتی ہیں ان کی سچائی کا حال صرف اڈیٹر صاحب ہی جانتے ہوں گے۔ بات یہ ہے کہ ہمیں ان حضرات سے کبھی سابقہ نہیں پڑا۔ اخباری کاغذوں نے بعض کو ممدوح بعض کو مقدوح اور بعض کو غیر قابل اعتنا قرار دیا ہے۔ ہاں جب اڈیٹر صاحب کو ذاتی تجربہ ہے اور جب کوئی ذاتی اطلاع ہمیں ان کی برائی کی نہیں پہونچی تو ہم بہرحال انھیں مثل اڈیٹر صاحب کے اچھا ہی سمجھتے ہیں۔ ان تعریفوں میں کافی ادبیت صرف کی گئی ہے۔ خود اڈیٹر صاحب کا طرز تحریر نہایت لطیف اور دلچسپ ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان کی اُردو غلطیوں سے پاک ہے جسے ہم فی زمانا بڑی بات سمجھتے ہیں۔ آپ کی نثر بھی رنگین ہوتی ہے اور نظم بھی۔ آپ کو اصلاح زبان کا بھی شوق ہے۔ چنانچہ ایک سلسلہ "پھول باغ" میں بعنوان جراح کی نادانیاں بجواب اقبال کی خامیاں کئی ماہ سے نکل رہا ہے۔ اس مضمون کے راقم صاحب زبان اُردو سے باخبر معلوم ہوتے ہیں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر "جامع اللغات" کے مؤلف یہ حضرت ہوتے تو یقیناً وہ جامع اللغویات نہ ہونے پاتی۔

کوشاں صاحب نے سالانہ نمبر کے دلچسپ اور مفید بنانے میں پوری کوشش کی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ تخلص بھی ایک فال ہے جس کی مناسبت سے متخلص کے عوارض ذاتیہ اکثر وابستہ پائے جاتے ہیں۔ پس کوشاں تخلص رکھنے کے بعد اگر سعی و عمل کو صاحب تخلص کی طبیعت میں دخل نہ ہوتا تو ہمیں تعجب ہوتا۔ سعی سے جب تک عمدہ نتیجہ نہ نکلے مرغوب نہیں ہوتی۔ "پھول باغ" کو یہ کہنے کا موقع نہ دینا چاہیے کہ

فرشتو جب کسی سے ہو وقوع سعی لاحاصل
مرے اعمال میں لکھ دو یہ محنت اُنکا کیا حاصل ہو

نعوذ باللہ مضامین نظم و نثر کا درخت مصالح پر مبنی ہے جس میں کبھی ضرور پھول گر اگے ثمر پیدا کرے گا۔ لیکن بقیہ نظم و نثر مضمونوں میں سے کئی مضمون سعی لاحاصل پر مبنی ہیں۔ مثلاً شاعر کی بیہودگی جس میں ادبی خوبی ڈھونڈنے کی عینک لگانے پر شاید نظر آئے یا سچا راجہ جو کئی مرتبہ چھپ چکا اور جناب افسانہ طراز صاحب (یا اڈیٹر صاحب) کا جی اُس کے بار بار دُہرانے سے نہیں بھرتا پھر بھی

اطلاعنامہ حسب دفعہ ۸۰ ایکٹ ۳ سنہ ۱۹۲۶ء ضلع گڑھ

مقدمہ نمبر ۲ دفعہ ۷۹

بعدالت جناب منشی محمد شوکت اللہ خاں صاحب تحصیلدار ... گڑھ درجہ دوم بمقام ...

چونکہ بمقدمہ نالش گوبند رام بنام تم مسمّی ... عدالت ... ہوا ایک ڈگری بقایا لگان بابت ... صادر ہوئی اور مبلغ ... جواب ... ہی مذکورہ ... ادا نہیں اُن کی تفصیل حاشیہ پر درج کی جاتی ہے۔

تفصیل	روپیہ	آنہ	پائی
اصل	۱۰	۱۱	۰
خرچہ نالش	۷	۴	۳
سود بابت زر اصل و خرچہ نالش	۰	۲	۰
خرچہ اجرائے ڈگری	۸	۲	۰
سود بابت خرچہ اجرائے ڈگری			
میزان	۲۷	۱۱	۳

اور چونکہ آج کی تاریخ تک ڈگری بلا ادا ہی ہے۔

لہذا بذریعہ اس تحریر کے تم ... کو ... سکنہ موضع ... کاشتکار موضع حسینا محال سارو ... پرگنہ سکھرا ... اطلاع دی جاتی ہے کہ تم زر ڈگری یعنی مبلغ ... جو از روئے ڈگری کے واجب الادا ہیں اس عدالت میں ... تاریخ موصول ہونے اطلاعنامہ ہذا سے ادا کرو ورنہ وجہ ظاہر کرو کہ تم مندرجہ کھیتوں سے جن کی بابت بقایا ڈگری شدہ واجب الادا ہے بیدخل کیوں نہ کیے جاؤ۔

تفصیل اراضی

پرگنہ	موضع	محال	نمبر کھیت کا	رقبہ کھیت کا
سکھرا	حسینا	سارو گنوں	۱۱۶۴	۰—۷۷
			۱۱۷۲/۲	۰—۰۸
			۱۲۰۰	۱—۰۹
			۱۲۱۹	۰—۵۲
			۱۲۱۰	۱—۰۰
			۵	۳-۴۶

دستخط حاکم

مہر عدالت

سرپرستی حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ
جاری شدہ سنہ ۱۸۳۹
ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ لکھنؤ
تار کا پتہ
"حنا"
لکھنؤ
شاخ
قنوج
حیدرآباد دکن دہلی
اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ

گورستان قومیت

السلام علیکم یا اھل القبور!

"آفریں بر مسلمانانِ ہند! کیا بستی آباد کی ہے۔ کون کہتا ہے ملت اسلام تعمیر سے بے بہرہ ہے؟ - قبریں ہیں کہ دولھنیں؟"

مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ سنہ ۳۲ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں مجلدات خزینہ علم و ادب ظرافت و نکات سیاست سے مالامال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے کے قابل ہیں قیمت فی جلد ۔ سنہ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی مفت نذر کی جائے گی ـ

نیز مجلدات اودھ پنچ سنہ ۳۲ و ۳۱ء کی قیمت فی جلد روپیہ محصول ڈاک بذمہ خریدار جلد سنہ ۳۲ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی ۔ اور جلد سنہ ۳۳ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی مفت ملیں گے ـ

مجلدات سنین ماضیہ

سنہ ء کی چند جلدیں برائے فروخت موجود ہیں قیمت فی جلد محصول ڈاک بذمہ خریدار

بیکار ہنسنے سے سودمند ہنسی

افضل ہے

اودھ پنچ لکھنؤ

ہنسی ہنسی میں کام کی باتیں سکھاتا ہے:۔

خواہ وہ سیاسی ہوں:

ادبی یا اخلاقی:۔

اسے یاد رکھئے:۔

المشتہر

منیجر اودھ پنچ

منتخب مضامین اودھ پنچ

من ابتدائے سنہ ۱۹۱۶ء لغایت سنہ ء

چار حصوں میں - یہ ادبی اصلاحی اخلاقی سیاسی مضامین بیشمار علمی اور عقلی فوائد رکھتے ہیں جنکی نظیر آپ کو اردو کے خزانے میں نہ ملے گی - یہ انسان کو مضمون لکھنا سکھا دیتے ہیں - ابتک چار حصے تیار ہوئے ہیں قیمت فی حصہ یہ مضامین بطور ضمیمہ چار سال سے اودھ پنچ کے ساتھ ہفتہ وار شائع ہو رہے ہیں سالانہ جلد کے خریدار کو ایک حصہ مفت ملتا ہے سائز $\frac{20 \times 26}{4}$ مجموعی قیمت ان منتخبات کی پانچ روپیہ علاوہ محصول -

المشتہر

منیجر اودھ پنچ

جلد ہشتم

اودھ پنچ لکھنؤ

رجسٹرڈ نمبر اے ۳ ۸ ۶

REGISTERD No.A 783
LUCKNOW,
رجسٹرڈ نمبر
ایل ۷۸۳
OUDH PUNCH
قیمت پیشگی سالانہ
بیرون ہند
دو آنے
(۲)
۱۹۳۵
اودھ پنچ
سالانہ
ششماہی
سہ ماہی
M. D. KHAN ARTIST

ہونے سے پہلے "جورو" بنتی ہے جس کو انگریزی میں بیٹر ہاف "یعنے بہتر یا نصف (اعلیٰ و اسفل کی تقسیم اپنی اپنی پسند پر موقوف ہے) کہتے ہیں۔ ان میں ماں تا محبت کا وجود شاذ و نادر ہی ہوتا ہے اور دونوں حالتوں کو ایک ہی لکڑی سے ہانکنا قیاس مع الفارق ہے۔ ہاں اس ماں تا کا وجود اگر مشاہدہ میں آیا ہے تو ایسے محل پر جہاں شوہر کم سن اور زوجہ پختہ عمر ہو۔ ایک تیر دوسری کمان۔ ایک ہری کوپل دوسری پکّا پان۔ ایسے جوڑے میں ناموافقت نہیں ہوتی۔ شفقت مادری اور مہر مصاحبت دونوں کا لطف شوہر صاحب کو حاصل ہوتا ہے تو لڑائی جھگڑا ئی کی وجہ کیا؟ "نقصان عقل" کا مسئلہ بھی بہت کم درپیش ہوتا ہے درپیش بھی ہوا تو شباب و شیب کا فراز و نشیب خود ہی مصالحت کا وکیل، مرافقت کا شفیع و کفیل ہے۔ اگر آپ کی یہ مرضی نہیں ہے کہ آپ کے بیٹے کو آیندہ ضعف دماغ و نقص عقل سے نسبت ہو جائے تو بہتر ہے کہ گیہوں ن صبر کیجیے ایسی عورت ڈھونڈھ لینے دیجیے جو "مادر" ہو اور "زوجہ" نہ ہو۔

زبان زنان :- در آئین ادبی "نور" مؤنث است و "ظلمت" مذکر شناختہ می شود۔

حاشیہ :- واللہ یہ تری دھاندلی ہے۔ ابھی تک معاملہ برعکس ہے۔ یوں کہیے کہ زمانہ رفتہ رفتہ بدل رہا ہے۔ مردوں میں نسائیت کا مادہ پیدا ہو چلا ہے تھوڑا وقت اور گزر جائے تو ہر مذکر مؤنث ہو جائیگا۔ نور و ظلمت پر کیا موقوف ہے۔ پدر (نور) اگر ہے گا بھی تو مادر (ظلمت) کے سایہ میں۔ دیکھیے داڑھی کو لوگ خدا کا نور کہتے ہیں۔ مگر زن فیشن نے چہرے سے نور (مونچھ) اور جبڑے نور دونوں کو کافور کر دیا اب نور علی نور جس کو دیکھیے نورانی چہرہ لیے چلا آتا ہے۔ اگر مجاورت زیادہ ہوئی بوٹ کا کیڑا اتنی بنے بغیر نہ رہیگا دو تین ہفتے اُس طرف اخباری کاغذوں میں ایک صاحبزادے کا حاملہ ہونا اور بائیس برس کے بعد بچہ جننا چھپ چکا ہے۔ بکرے دودھ دینے لگے بیل ویسے جانے لگے۔

زبان زنان :- گیسو را از اظہار مادہ تحصیل می کنیم نہ ترش

حاشیہ :- بیشک مادہ کو مادہ پیدا کرتا ہے۔ جس کا کھانے اس کے گُن گائیے۔ مگر ماہرین نباتات کہتے ہیں کہ اگر تتلیاں ہوا کے جھونکے اور مکھیاں اپنے اعضا میں نر درختوں کا تخم لے کر ان سے مادہ تولید لے سکے نہ آئیں تو مادہ درخت اور بانجھ عورت میں کوئی فرق نہ رہے۔ ہاں ایک خرابی ہے اگر انقلابی فضا نے کسی قدر دامن دراز کیا اور مردوں پر نسائیت غالب ہو گئی تو پھر یہ شرف مردوں کو حاصل ہو جائیگا اور آپ کوری رہ جائینگی۔

زبان زنان :- گفتی کہ زن گیسش (گیسوش) بلند و عقلش کوتاہ است آیا گیسو در ریشما ہر دو بہم نیست؟

حاشیہ :- یہ تو کہاوت ہے اس میں بُرا ماننے کی کوئی بات نہیں۔ مردوں کے بارے میں بھی ایسی ہی کہاوتیں ہیں ؎

گھٹا کی عقل اور داڑھی بڑھا کی

ایک دراز ریش مولوی ناشخص شب کو بستر پر لیٹے مطالعہ میں مصروف تھے "قیافہ" کی کتاب تھی اس میں لکھا ہوا تھا کہ لمبی داڑھی والے اکثر بیوقوف ہوتے ہیں۔ داڑھی کی حد یک مشت و دو انگشت ہے۔ حضرت نے مٹھی سے داڑھی ناپی جو فاضل بچی اُسے پکڑ کے چراغ کی لو سے بھڑا دیا لو کی ضو داڑھی کی ظلمت سے لڑی لو کا بلند ہوا مٹھی جلی گھبرا کے ہاتھ ہٹا لیا۔ آپ جانیے پیا دہ اور آگ کا مقابلہ ہی کیا۔ شعلے نے ٹھڈی میں وہ بوسۂ سوزاں دیا کہ ہائے کر کے گر پڑے۔ بی بی نے پوچھا کیا ہوا کہنے لگے عقل کا امتحان۔

خانم صاحب! داڑھی اور گیسو بقول آپ کے دونوں بہرحال بال ہیں۔ جن لوگوں نے لمبے بالوں والی بیوقوف عورتیں لمبی داڑھی والے بیوقوف مرد دیکھے ہیں اُنھوں نے گیسوے بلند و ریش دراز کی ایسی کارستانیاں بھی دیکھی ہیں کہ بڑے بڑے عقلمند دنگ رہ گئے۔ بلکہ بڑے بڑے عقلا و عقلا ان چند بالوں کے جال میں ایسے پھنسے کہ نکل نہ سکے۔ یہ دونوں چیزیں عقل نہ بانجھ کیسوے دراز اور ریش بلند کو سادہ لوحی و کوتاہ اندیشی کی علامت بتانے والے ہمارے نزدیک خود ہی عقل سے دور ہیں۔ زلف سانپ کی طرح دوسروں کی عقل کو ڈستی ہے۔ ریش دراز کالی آندھی کی طرح مریدوں اور مقلدوں کے ہوش و خرد کو اڑاتی ہے۔ ان دونوں کا مارا پانی نہیں مانگتا اگر تو تنہا بیٹھا رہتا ہے یا آوارہ مارا مارا پھرتا ہے۔ اس شخص کی خوش قسمتی میں کوئی کلام نہیں جس کو یہ دونوں اوزار حاصل ہیں۔

زبان زنان :- زن وزیر داخلہ۔ مرد وزیر خارجہ این مملکت ام الممالک یعنی خانہ می باشند۔

حاشیہ :- دوسرے کا حال تو معلوم نہیں البتہ کہ زن کے وزیر خارجہ ہونے میں کلام نہیں۔

زبان زنان :- صلح عمومی عالم روز سے ممکن است کہ زمام سیاست جہاں از دست ہائے آہنیں پدران بہ آبادی ناز نیں مادران منتقل شود!!!

حاشیہ۔ زمانۂ جاہلیت میں عرب کے جنگجو قبائل میں آئے دن لڑائی ٹھنی رہتی تھی۔ اگر ایک قبیلہ دوسرے سے لڑتے لڑتے تھک جاتا تھا تو ہار ماننے کی علامت یہ مقرر تھی کہ کمزور فریق کی عورتیں میدان جنگ میں نکلتی اور پیشاب کر دیتی تھیں۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے ؎

لقونا بابوال النساء جہالۃ

ونحن نلاقیھم ببیض قواضب

(وہ جو ہم سے عورتوں کے پیشاب کے ذریعہ سے ملاقی ہوئے تو نادانی کی ہم ان سے سفید بُرّاق اپنی ہوئی تلواروں کے ساتھ ملاقات کریں گے)

یہ گرما گرم پانی رواں ہوتے ہی آتش جنگ کو افسردہ کر دیتا تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جن کے پیشاب کا تیزاب فولاد شمشیر کو بھی بآسانی گلا کے پانی کر دیتا تھا آج بھی ان کی سیاست کی روانی دست ہائے آہنی کو موم کی گولی بنا سکتی ہے بشرطیکہ عورتیں فرزندان ناہنجار و ناحق شناس جنا نہیں لیا

جلد ... نمبر ۱۱

مضامین غیر

(مورخہ ۲۶ - مارچ ۱۹۳۵ء)

ری ہرسل

کسی عملی کارروائی کے گوہر لینے اس کی مشق کرنے کو انگریزی میں ری ہرسل کہتے ہیں۔ ہندوستان کے ایک نوجوان ہندو راجہ کو جن کی ریاست ایک مدت دراز کے بعد ابھی چند سال ہوئے کورٹ آف وارڈس کے پنجے سے چھوٹی تھی نہیں کچھ تو اپنے اسی کا شوق تھا۔ ہر عملی کارروائی کا پہلے خوب ری ہرسل کر لیتے تب اسے باقاعدہ شروع کرتے۔ پھر ایکا دشی کو ایک عام دعوت شراب دیا کرتے تھے جس میں انگریزی اور ہندوستانی دونوں قسم کے بلا مبالغہ کئی میخانے صرف ہو جاتے اسی لیے پرانا۔ مردھیان۔ سائن سندھیا میں روزانہ صبح۔ دوپہر اور شام کو گھنٹہ اور ناقوس لالے طاق رکھوا دیتے۔ طبلے کی گمک اور سارنگی کی روں روں پر تال سُر کے ساتھ شراب پینے کا ری ہرسل کرتے تھے۔ پھر لوپر ناشتی کو چونکہ بادلی ری تین نفر رانیوں سے بھوگ کرنا داخل ایجنڈا تھا اس لیے روزانہ رات بڑے دیہاتی رنڈیوں یا نائن بارنوں کو یکجا کر کے اس بات کا بھی ری ہرسل کرتے کراتے تھے۔ سال گزشتہ کچھ خدانخواستہ اپنی خواہش سے نہیں بلکہ حسب دستور اپنے چند قدردان دوستوں کے اصرار سے آپ صوبہ کی قانون ساز کونسل میں ممبری کے لیے کھڑے ہوئے احباب کا یہ منشا تو تھا نہیں کہ خواہ مخواہ انتخاب ہو ہی جائے بلکہ غرض صرف یہ تھی کہ اس ہنگامہ آرائی سے چند دن کے لیے ذرا چہل پہل ہو جائے گی۔ اور بڑی بات یہ کہ اس حیلے سے ایک اچھی خاصی

رقم بھی ہاتھ لگ جائے گی چنانچہ میں پچیس ہزار کا بل پیش ہو گیا۔ تعجب پہلے ہی سے معلوم تھا کہ جو راجہ کو نہیں مستفاد کرنے والوں کو۔ راجہ ہارے اور آٹھ ز کے ساتھ ہارے۔ ایسا ہارے کہ کچھ تاوان بھی دینا پڑا دو لڑنے والوں میں ایک گرتا ہی ہے کوئی انوکھی بات تھی۔ شرم و حیا دونوں ریٹائر ہو چکے تھے خفیف ہونا آؤٹ آف فیشن ہو گیا تھا اس لیے راجہ نے بڑی خندہ پیشانی سے شکست گوارا کر لی اور مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا کی تسلیوں سے اس تقریب کو بہت بڑے پیمانے پر کرنے کی تجویز نے یک گردش جام سارا رنج و ملال رفع کر دیا۔ فروری اور مارچ کا درمیانی مہینہ جاڑے اور گرمی کا سمویا ہوا گلابی زمانہ۔ کونسل چیمبر میں بجٹ صاحب بہادر کی آمد آمد پر خوش آمدید کہنے کے لیے ممبران کونسل کا ورود مسعود۔ کوٹھیوں اور بنگلوں میں مشغلہ بیکاری سے بیج اور برج کے چھکے چھوٹے۔ ایوان قانون ساز کے وسیع ہال میں آڑی ترچھی کرسیوں کی خوشنما قطاریں اور ان پر طلائی ... جالی ... ہنسائی تصویروں کی وسیع بندش نشست نے راجہ کی طبیعت میں بھی ہیجان اور رخوں میں غیر معمولی روانی پیدا کر دی۔ انھوں نے ہر سال اپنے علاقہ کی آمدنی اور خرچ کے بجٹ کو بھی معرض بحث میں لا کر انگشت نما کرنے کا ارادہ کر لیا۔ راجہ کی مرضی سے راجدھانی کے صدر مقام میں کونسل چیمبر کا ہیا ویسی مگر ایک پرانا شکستہ ہال تھا جس کی ... بلیوں نے سیکڑوں جھو نجھ لٹوں کی صورت میں لٹکا دیے تھے اور جنگلی کبوتروں نے اپنی مصنفہ بیٹ کا پلاسٹر بھی کر رکھا تھا کسی مزید آرائش کی ضرورت نہ تھی لیے ممبران کونسل اور آمدنی اور خرچ کا نقشہ۔ ان کے لیے راجہ نے یہ کیا کہ چند ایم اے۔ ایل ایل بی نوجوانوں کو جن کے پاس کچھ کام نہ تھا اور بیچارے دن بھر مختلف عدالتوں کا چکر لگا کر اور اہل معاملہ کو اجرت سے کر شناخت کرتے اور بقدر قوت لایموت حاصل کر لیا کرتے تھے رعایا کا نمائندہ بنایا ممبری کی کرسیوں کو زینت دینے کے لیے کرایہ پر بلا لیا اور بجٹ سکریٹری سے آن واحد میں آمدنی اور خرچ کا نقشہ بنوا لیا۔ آمدنی کا حساب اس دربار میں گو کبھی نہیں ہوتا تھا اور کسی کو نہیں معلوم تھا کہ آمدنی کی صحیح تعداد کیا ہے مگر بجٹ سکریٹری نے بلا وجہ جاہل مطلق ہونے کے فرض کردم پر عمل کر کے آمدنی کا خانہ خالی نہیں رہنے دیا اخراجات کھلے ہوئے تھے سب کی زبانوں پر تھے۔ ناخنوں پر لکھے تھے۔ دن تاریخ بدی گئی اور ٹھیک وقت پر اجلاس جم گیا۔ سرکاری اور غیر سرکاری ارکان کونسل اپنی اپنی مقررہ نشست پر بیٹھ گئے کرسی صدارت ہنوز خالی تھی راجہ صاحب چیرمین تھے وہ ڈرنک کر رہے تھے مست تو خیر ہو گئے تھے مگر ابھی بدمست نہیں ہوئے تھے۔ ایسی کونسل کے لیے اسی کی ضرورت تھی۔ لوگوں کو دو تین گھنٹے انتظار کرنا پڑا۔ آخرکار ایک بڑی موٹر کار ریں ریں کرتی بڑے بڑے ریاح صادر کرتی ایوان کے بے در و دیوار پھاٹک کے اندر آ کر رُکی۔ راجہ صاحب یا چیرمین صاحب دست بدست دگرے پا بدست دگرے برآمد ہوئے۔ حاضرین دربار سروقد کھڑے ہو گئے اور کرسی صدارت نے بصد شوق اس متوالے کو دونوں ہاتھ پھیلا کر اپنی آغوش میں لے لیا۔ ریاست کے چیف سکریٹری نے بیساختہ کھڑے ہو کر بغیر کسی تمہید کے بجٹ کے متعلق ریزہ خوانی شروع کر دی۔

حاضرین دربار

مجھے ہدایت ہوئی ہے کہ میں اپنے آقائے نامدار کے ... علاقے کی آمدنی اور خرچ کا بجٹ آپ صاحبان کے سامنے پیش کر کے گوش گزار کروں کہ بڑی محنت اور جانکاہی سے یہ دو ورقہ کاغذ تیار ہوا ہے اس لیے آپ لوگ براہ مہربانی اس میں کسی قسم کا عیب نہ نکالیں اور جہاں تک ہو سکے کانوں سے سن کر زبانوں سے آمنا و صدقنا کہہ دیں۔ اس علاقے کی مستقل آمدنی گو بہت کم ہے مگر غیر مستقل آمدنی کی کوئی تعداد نہیں۔ چونکہ درآمد کی صحیح تعداد فی الحال کسی کاغذ سے نہیں معلوم ہو سکی اس لیے ذہن رسا اور عقل سلیم کی مدد سے ایک فرضی رقم درج کر دی گئی ہے مگر واضح رہے کہ یہ فرضی رقم بھی ایسی کانٹے کی تلی باون تولے پاؤ رتی ہے کہ ...

پاس ہونے کے لائق ہے اور وہ بھی صرف اس لیے کہ ایسے لائق آدمی سے بتایا ہے جو خرچ کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک کر اپنی آمدنی محدود نہیں ہونے دیتا بلکہ اس میں بھی خرچ کی یکسانی پیدا کر دینا چاہتا ہے کہ یہ دونوں مل کر سب کچھ بہائے جائیں نہ کوزہ رہے نہ گل کوزہ ؎

ساقیا بدہ رطل گران زان مے کہ دہقاں پرورد
اندوہ برد غم بشکند شادی دہد جاں پرورد
لا ساقی لا تیرے خم کی خیر ایک بوتل اور دے

"چیرز"

ہشاش بشاش ہی کے بیٹھتے ہی صاحب صدر نے اُٹھنے کا ارادہ کیا مگر یک بیک استفراغ کے ساتھ وہیں کرسی صدارت پا... کی طرف سے بھی انڈیلنا شروع کر دیا اس سے جس طرح آئے تھے اسی طرح گھر پہونچا دیے گئے۔ رہی یہ مسل اختتام کو پہونچا۔

[illegible]

بقلم

زار مند لکھنوی

تبصرۂ لغات

(نمبر ۶)

متعلق "نور اللغات"

نور اللغات صاحب کا ارشاد ہے "ببیسی (ہ۔ یائے معروف) مؤنث ۱ بواسیر ۲ علت اُبنہ۔ ببیسیا (ہ) صفت ۱ اس شخص کی نسبت کہتے ہیں جو بواسیر یا علت اُبنہ میں مبتلا ہو"

یہ تو سچ ہے کہ ہندی میں ببیسی بواسیر کو کہتے ہیں۔ اور یہ کہاوت کہ تمہارے منہ میں تو ببیسی ہو گئی ہے یا اسی سبب مستعمل ہے کہ جس طرح بواسیر کا مریض معدے سے بار بار ہوا خارج کرتا رہتا ہے اسی طرح بکی آدمی برابر "بڑ بڑ" کرتا ہے۔ لیکن علت اُبنہ کے مریض کو ببیسیا نہیں کہتے وہ بھبھیسا کہلاتا ہے۔ (بہ ہائے مخلوط) اس لفظ کو ببیسی سے کوئی علاقہ نہیں اگرچہ ہمارے مؤلف صاحب کی لیاقت ملاحظہ ہو کہ "اُبنہ" کا صحیح املا بھی نہیں جانتے۔ اور اسکے آخر میں ایک الف بھی ٹھونستے ہیں۔ اگر یہ کہیے کہ اُبنا اُردو ہے تو سوال ہوگا کہ پھر "علت اُبنہ" کی اضافت کس طرح صحیح ہوگی۔

فرماتے ہیں "بھپارا۔ انجرا۔ بھاپ" یہ بھی غلط ہے۔ بھاپ دینے کے معنی میں جو لفظ زبان زد ہے وہ "بپھارا" ہے نہ بھپارا۔

پھر رقمطراز ہیں "بُت۔ ٹھگا۔ گھونسا" خدا جانے یہ کہاں کی زبان ہے۔

ایک نئی مثل گڑھتے ہیں "خان خانا جسکے کھانے میں بتانا"۔ طرفہ ماجرا یہ کہ اسکا محل استعمال بھی نہیں بتاتے۔

بجری کی بحث میں پھر وہی گنوارپن کی لی ہے "گول چھوٹی چھوٹی کتری ہوئی چھالیا" اگر لکھنؤ میں کوئی کسی شخص سے کہے "بجری کھالو" تو مزہ آ جائے۔ لکھنؤ پر کیا منحصر ہے کسی گاؤں میں بھی بجری کے معنی مہین کتری ہوئی ڈلی کے نہیں ہیں۔ کاش ہم سے اور مؤلف صاحب سے ملاقات ہوتی تو واللہ ہم اُن سے ضرور کہتے کہ لیجیے حضرت بجری کھا لیجیے۔ بجری ٹھکوئیوں اور مزدوروں کی اصطلاح ہے چھوٹے چھوٹے ڈھیلے جو زمین یا چھت کو پختہ کرنے کے واسطے کوٹے جاتے ہیں بجری کہلاتے ہیں۔ مگر ہمارے حضرت اسے کھانے کی چیز بتاتے ہیں۔ خدا محفوظ رکھے۔

"بجنا" کے معنی بیان ہوتے ہیں "کان سے بھنبھناہٹ کی آواز نکلنا۔ جیسے کیا کان بجتے ہیں" حالانکہ یہ محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی کسی قول سے انکار کرے اور مطلب قائل کا یہ ہوتا ہے کہ ہم نے تمھیں نہیں پکارا یا کچھ تم سے نہیں کہا تمھارے کان خود بخود بجتے ہیں۔ بھنبھناہٹ کی آواز سے کوئی جملہ یا فقرہ نہیں بنتا۔ خدا اس بھنبھناہٹ اللغات کے کان بجائے۔ پھر ایک اور نیا گنوارو محاورہ بغیر تصریح "گنوار بیتا" (صفت جعلی) ارشاد ہوتا ہے "وہ مشہور ہوتا (فقرہ) وہ کس نام سے بجتا ہے"

اگر یوں فرماتے کہ "کاہے ہو بھلیو اکی نام سے بجتا" (فلاں کس) تو بے شک محل اعتراض نہ تھا۔

اسی ذیل میں دوسرا گھامڑی محاورہ بھی ہے یعنے "گولا بجنا" جو نہ فصحا کی زبان پر ہے نہ کبھی شرفا کی زبان سے سنا۔ گولا چھوٹتا ہے دغتا ہے۔ پڑتا ہے۔ گرتا ہے۔ مگر "بجتا ہے" کوئی نہیں بولتا۔

ایک جگہ حضرت نے بجلی لونکنا بھی فرمایا ہے جو حضرت کے نزدیک لازم بھی ہے اور زنانی بول چال میں شامل بھی۔ لیکن یاد رہے کہ آج تک کسی دیہاتی شاعر نے بھی "لپکنا" کی جگہ "لونکنا" نہیں باندھا۔

بجھاؤ کے بارے میں ... رقم فرماتے ہیں اور خدا جانے کس ذی ہنر فصیح شاعر کا شعر سند میں لاتے ہیں تیزی۔ کاٹ (ناصر) ؎

ابرو قاتل بجھا ہے زہر میں
پوچھتے کیا ہو بجھاؤ اس تیغ کا

واہ کیا فصیح شعر ہے خصوصاً "بجھاؤ اس تیغ کا" نے تو فصاحت ... کی گردن کاٹ کے رکھ دی۔

حضرت بچانے کے معنی خیانت کرنے کے لیتے ہیں اور مثال یوں دیتے ہیں:-

"میرا ملازم بڑا خائن ہے روپیہ میں چار آنے بچا لیتا ہے" اور یہ نہیں سمجھتے کہ اول تو کوئی ہوشیار آدمی اس طرح کہتا نہیں دوسرے خائن کی لفظ نکال ڈالیے تو ہرگز بچانے کا مفہوم خیانت نہیں ہو سکتا۔

اسی لفظ کے معنی حضرت نے "راستہ صاف کرنے" کے بھی لیے ہیں جسے شاید کسی بھلے مانس نے نہ سنا ہوگا کوئی شخص یہ کہے کہ راستہ بچایا تو کیا اس کے معنی جھاڑو دینے یا صاف کرنے کے ہوں گے؟ حضرت نے بچانا کے ایک درجن سے زیادہ معنی گڑھے ہیں حالانکہ اُن کے دو سے راستہ صاف ہے۔ خدا اس لغت کے شر سے اُردو زبان کو بچائے۔ اور اس سے اہل ادب کا راستہ صاف کرے۔

ایسی سلسلہ وار بیہودگی ہے کہ کاتب الحروف بانعام نظر اسے دیکھنے کی زحمت گوارا کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ نہ یہی جی چاہتا ہے کہ فقرے چُست کرے۔ ارادہ ہے کہ کچھ چھوٹی غلطیوں سے

چشم پوشی کی جائے۔ سگر چہ اُن سے بڑی بڑی خوبیاں پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ اگر اہل پنجاب کی درخواست علی مقبول ہوئی تو ہم خود ہی ایک مختصر و جامع مجموعہ لغات مرتب کر لیں گے۔ (باقی آئندہ)

راہ

خاکسار ادبار الفغات

الف لیلہ و لیلہ

"جلاد عاشق"

(نمبر ۴ - تتمہ ۱۵ - مارچ ۱۹۳۵ء)

درحقیقت میاں جلاد کوئی سپاہی نہ تھے۔ شریف نہ تھے۔ امیر نہ تھے۔ والی مصر کی خدمت میں رہ کے گردن زنی کا فرض ادا کرنے سے بہگری کی شان پیدا نہیں ہو سکتی۔ یعنی شقاوت اور جلادت و شجاعت میں بہت فرق ہے۔ زیادہ نہ پایا تی۔ لہذا انھوں نے امیر یوسف کے دل کی مچھلی مسخرے پن کے جال میں پھانسنے کی ٹھہرائی۔ اور اس تدبیر سے قفل حقاوت کی تیزی کم کرنی چاہی۔ تدبیر راس آئی میاں جلاد امیر یوسف کے خوان طعام کا نمک بن گئے۔ اب یہ ہونے لگا کہ دسترخوان بچھا ہوا ہے مثل ایک مصاحب کے میاں جلاد بھی شریک طعام ہیں اور اُن کی آنکھ بچا کے ایک طرح طرح کی دل لگیاں کر رہے ہیں انھوں نے کسی شیریں غذا کا لقمہ بنایا اور اُس میں کباب رکھ دیا گیا۔ کوفتے کا لقمہ اٹھایا تو اس میں مرچ کا لونڈا بھی شامل ہو کے حلق میں چلا گیا۔ قہقہے ہیں چہچہے ہیں۔ ہنسیاں ہیں دل لگیاں ہیں۔

اس دوران میں کئی بار شیخ امین امیر کی ملاقات کو آئے اور جلاد نے محسوس کیا کہ ان کے آگے امیر کے دربار میں اُس کی وقعت جاکر کمترین سے زیادہ نہیں ہوتی۔ یہ بات دل میں گرم گرم جلنے کے واسطے بہت کافی تھی۔ طبعی شقاوت نے زور باندھا۔ اور انتقام کی خواہش دماغ میں پرورش پانے لگی۔

مزاج و ہزل کی وجہ سے امیر یوسف بھی اب جلاد کو ساتھ رکھے بغیر صحبت کے لطف میں کمی محسوس کرنے لگے اور یہ ہونے لگا کہ ادھر جلاد آنکھوں سے چند لمحوں کے لیے اوجھل ہوا اُدھر امیر نے پوچھا:۔

"احمد جزار کہاں گیا؟" ہوتے ہوتے میاں جزار امیر کی طبیعت پر غالب ہو گئے۔ چنانچہ ایک مرتبہ امیر شیخ امین کے یہاں مہمان ہوئے۔ جلاد تو امیر کا سایہ تھا ابلا کیوں ساتھ نہ ہوتا۔ لیکن جلاد کی حالت اب کچھ اور تھی سابق آثار ذلت و مسکنت شان کبر و نخوت سے بدل چکے تھے۔ اب وہ اپنی ذات کو آقا اور دوسروں کو اپنا غلام سمجھتا تھا۔ یہ اکڑفوں شیخ امین کی فراست سے مخفی نہ رہی انھوں نے ایک فقرہ لگا کے طعن کی "اخاہ آپ کو بھی دن لگے" اور جلاد کو منہ نہ لگایا یہاں تک ہوا کہ اپنا شریک صحبت بنانے سے بھی اعراض کیا مختصر یہ کہ جلاد کے آتش مزاج کو اس ہوا نے خوب بھڑکایا اور وہ بجائے خود دانت پیس پیس کے شیخ امین کی جانب دیکھنے لگا۔ شیخ امین مسعود کا چہرہ دیکھ کے اُس کے قیافے میں اتنا تغیر ہو جاتا کہ آتش غضب کو سرد کرنے کے لیے اُسے خانہ باغ کی ٹھنڈی ہوا تنہائی میں کھانی پڑتی۔ امیر یوسف حسب عادت اُسے تلاش کرتا مگر وہ اکثر باغ کے ایک سایہ دار درخت کی چھاؤں میں بجز گرفتار پایا جاتا۔ وہ گھور گھور کے شیخ امین کے عالی شان محل کو دیکھتا اور لب بکف ہوکے مجنون وار بڑبڑانے لگتا:۔

"احمد جلاد نام نہیں اگر تیری چھتیں تیرے رہنے والوں پر نہ ڈھاؤں۔"

ایک مرتبہ میاں جلاد شتر وں ٹوں درخت نارون کے سایے میں کھڑے خیالی پلاؤ پکا رہے تھے کہ ان کی نگاہ سامنے والی کھڑکی پر جاکے جم گئی۔ اس کھڑکی میں سے ایک چاند سا ٹکڑا اپنی جھلک دکھا رہا تھا۔ کوئی بیس برس کی عمر۔ نہایت حسین۔ نک سک سے درست۔ یہ عورت گویا گھر کے کاروبار سے اُکتا کے سیر چمن و تماشائے گل سے اپنا جی بہلانے آئی تھی اور اسے بالکل معلوم نہ تھا کہ بن بلاؤ بلبل کی تاک میں ہے۔ یہ حسین چہرہ بالکل بے نقاب تھا۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے بالوں کی لٹوں کو اس طرح چہرے پر بکھار رہے تھے جیسے بانسری کی آواز سانپ کو مست کر دیتی اور لہرانے پر مجبور کرتی ہے۔

اس حسین عورت نے انگڑائی لے کے جوانی جیسی پر اپنی مے شباب کا خمار اُتارا اور یہاں سے جلاد تھا کہ ایک ہی چلو میں اُلّو ہو گئے۔

یہ تھی کون؟ ہند۔ یعنی شیخ امین مسعود کی چہیتی بہن۔ جو امرا کے رؤسا نے اس کی خواستگاری میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیے مگر شیخ امین باعتبار حسب و نسب بایہ بلند رکھتا تھا اور ایسے جوڑ کی تلاش میں تھا جو اس حور کے ہر طرح قابل ہو۔ پیام آئے اور انکاری گردن کی جنبش سے مصادم ہو کے اوندھے منہ گر پڑے۔

ہند بھی ایسی پاک طینت تھی کہ عشق کا خیال آج تک اُسے نہ پیدا ہوا تھا۔ جیسی دوشیزہ وہ خود تھی ویسا ہی اس کا دل۔ اُس نے اپنے بھائی کو اپنے بھولے پن سے مطمئن کر دیا تھا کہ یہاں وہ دل نہیں جو چاہنے والے کے انتظار میں ہو۔ وہ گل و بلبل سے حسن و عشق کا سبق لینے باغ میں نہ آتی۔ اُس کی نگاہ میں بلبل ایک کسری چہچہانے والی چڑیا تھی اور پھول ایک خوشبو دینے والی چیز۔

بلبل کے نغمے مضراب نہ تھے جو اُس کے دل سے متصل ہو کے جھنکار پیدا کرتے۔ نہ پھول کا چہرہ کوئی دیوانہ بنا دینے والا آئینہ۔ وہ جانتی ہی نہ تھی کہ شباب کا حاصل کیا ہے۔ اُس نے کبھی خواب میں بھی الفت کی صورت نہ دیکھی تھی۔

میاں جلاد صورت دیکھتے ہی شقاوت بھول گئے۔ کئی بار ہمت کی گرمی گُلبلائی کہ "سی ہوں سی ہوں" کی آواز لگا کے اپنے وجود ذی جود کی اطلاع دے۔ مگر دل تھوڑا اور خوف بہت کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ شرما کے چہرہ ڈھانپ لے۔

یہی ہوا۔ ابھی ایک ہی دو قدم اٹھائے تھے کہ چاپ سنتے ہی وہ غزال وحشی چھلاوا ہو گیا کھڑکی بند۔ چراغ گل۔ دیدہ بے نور۔ میاں جلاد گئے ٹھونٹھ دروازوں پر دور سے ٹکٹکی لگی مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ اب خانہ باغ میں رکھا ہی کیا تھا دل نے کہا کسی سے

۸
بسرپرستی حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ
جاری شدہ ۱۸۳۹ء
ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ لکھنؤ
تار کا پتہ
"حنا"
لکھنؤ
شاخیں
قنوج
حیدرآباد دکن دہلی
اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ

ہر — را بہر کارے ساختند
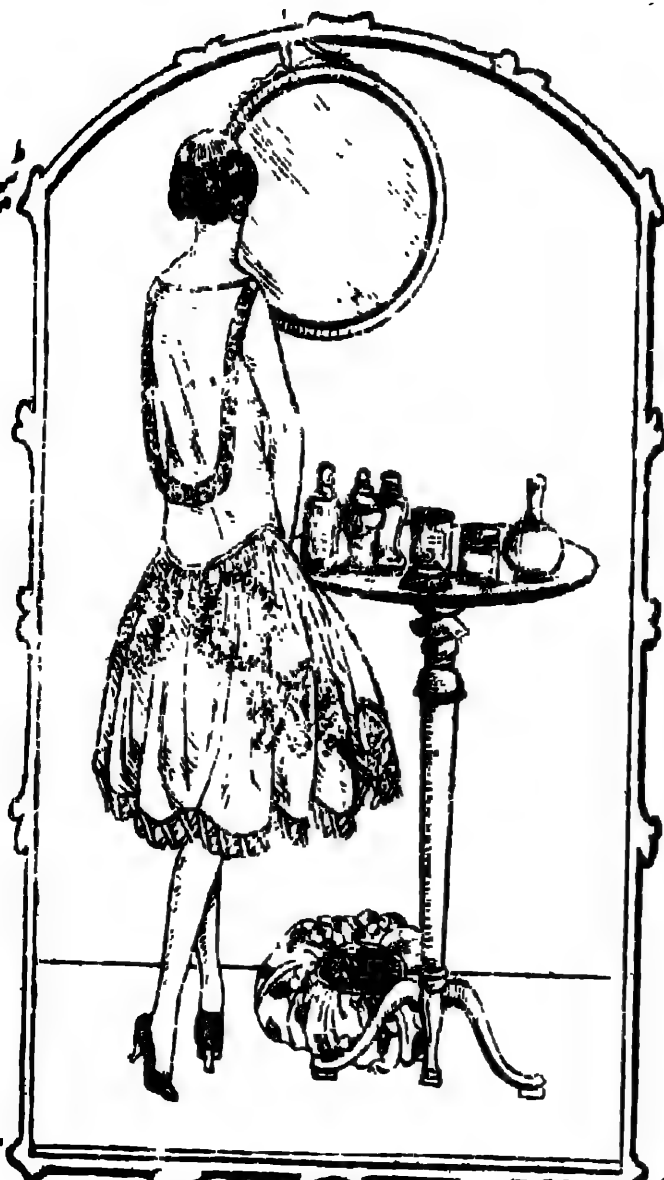
بغیریلا: میرا کام تو مسند پر بیٹھنا ہے۔ گاڑی کیونکر کھینچوں — سی پول، سی پاں، اُڑھیوں تو پڑنخوں۔"

حکومت انگریزی: میرے پیارے سب کام عادت سے تعلق رکھتے ہیں۔ عادت ڈالو۔"

معلم نے ریش دراز پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا "بی صاحب تم ایسی ننھی ہو اتنا بھی نہیں جانتیں کہ عذاب الٰہی جب نازل ہوتا ہے تو پھر وہ صالح وطالح (اچھے برے) کی تمیز نہیں کرتا۔"

یتیم العقل ریاستوں کی رعایا نے اکثر جائز شکایتیں اپنے خداوندان نعمت کے بارے میں معلم کتب (حکومت) کے سامنے پیش کیں۔ دیکھیے مولوی صاحب یہ کتنا شریر ہے۔ اے دیکھیے آج صبح اس نے بھڑ کے چھتے میں ڈھیلا مارا بھڑوں نے اس بندی کا منہ سوجا دیا۔ ذرا سی اسے ڈرایئے تو سہی۔"

مولوی صاحب اسی تاک میں تھے داڑھی تو ان مولوی صاحب کو میسر نہیں مگر ہاں آنکھیں کٹ کھنی رکھتے ہیں لگے گھورنے اور ایسا گھورا کہ شریر لونڈا تو درکنار اچھے اچھے شریف بچے بھی اپنی ماؤں کے ساتھ ڈر گئے۔ اب جو صاحبزادے (یا ان کی والدہ ماجدہ) شکایت کرتی ہیں کہ حضرت یہ کیا فیڈریشن تو اعلیٰ درجے کا مدرقہ ہے۔ بمنصوصاً دفعہ ۶۵ دیکھیے اس بندی سے خطا ہوئی جاتی ہے تو جواب نہیں ملتا اور ملتا بھی ہے تو یوں جس کا مطلب ملائے مکتبی کے جواب سے بہت مشابہ ہے۔ گزشتہ چار شنبے کو جو سر سموئل ہور نے تقریر کی وہ بہت کچھ معنی رکھتی ہے۔

جوتی کی نوک اور سنگین کی نوک

انگلینڈ کی بعض تیز مزاج عورتیں جس بات کی طرف سے بے پروائی ظاہر کرتی ہیں اس کے بارے میں کہتی ہیں "میری جوتی کی نوک سے اگر تم دوسرا عمل کر لو گے" یا تمھارا سارا روپیہ اور گھر بار میری جوتی کی نوک پر ہے۔

ان عورتوں کو جوتی ہی میسر ہے مگر بابائی جاپان کو صرف جوتی کی نوک سے دھمکانے کی نہیں۔ ان کے قبضے میں دس لاکھ سنگینوں سے مسلح فوج کی نوکیں ہیں۔ جو سائنور مسولینی صاحب کی نوک زبان پر قائم ہیں۔ ایک سائنور مسولینی ہی صاحب نہیں۔ ہمارے ہٹلر (جرمنی) صاحب بھی یہی فرماتے ہیں۔ فرانسیسی مرغ کی بھی یہی بانگ ہے۔ سب تو سب ماموں سام (امریکا) بھی ایک طرف تو ہر ایک سے ہتھیار کھول ڈالو کہتے ہیں دوسری طرف جاپان کے ڈر سے انکل اپنے جسم نحیف و زار پر لادے ہوئے ہیں جو قد کے تیر کو کمان بنائے دیتا ہے۔ اپنی اپنی توفیق ہے کوئی جوتی کی نوک پر لئے رہتا ہے اور کوئی سنگینوں کی نوک پر امن کا گولا لٹکائے مداری کے کھیل دکھاتا ہے۔ آثار اچھے نہیں۔ نوک اچھلنے ہی پر ہے ابھی پاپوش کی نوک اچھل رہی ہے عنقریب سنگین اپنی نوک دکھائے گی۔

بگڑے دل مسافر اور ڈاکٹر کھرے

ایک ہیں ڈاکٹر کھرے اور وہ ہیں اسمبلی کے ممبر اور پیش کرنے والے ہیں ایک نئے قسم کا رزولیوشن "یہ ادب کوئی ہے! جو وزیر ہند سے کہہ دے کہ خبردار جو پارلیمنٹ میں بیٹھے اور انڈیا کی ہنڈیا ڈبوئی۔ بھئی جو ایسا کرو گے تو تمھاری تنخواہ نہ دی جائے گی۔ (بزبان پنچ)

ہمارے کھرے صاحب نے بات کھری کہی (مشہور مثل ہے بشرطیکہ منتقل نہ ہو) واقعی ہندوستان سے تنخواہ لینا اور حق نمک ادا نہ کرنا بہت نامعقول فعل۔ مگر آپ جانتے ہیں اس رزولیوشن کا نتیجہ کیا ہوگا؟۔ وہی جو ایک بڈھے اگلے زمانے والے مسافر کا ہوا تھا۔ یہ بیچارا پہلے پہل ریل پر سوار ہونے کے لیے اسٹیشن پہ گیا۔ اگرچہ گاڑی کی روانگی سے دو گھنٹے پیشتر ہندوستانی مسافر ہمیشہ اسٹیشن پر وارد ہو جاتے ہیں لیکن اسے کیا کیجیے گا بڑے میاں کو عین وقت پر رفع حاجت کی ضرورت ہوئی۔ ریل نے سیٹی دی۔ پہیا گھوما۔ گاڑی رینگی اور آپ نے چلانا شروع کیا۔

"ارری او فیاانی ٹھہر جا۔ استنجا کر رہا ہوں تو چلتا ہوں۔ حرامزادی ٹھہرتی نہیں۔ لا میرے دام پھیر دے۔" ظاہر ہے کہ ریل گاڑی کان نہیں رکھتی اس نے کچھ سماعت نہ کی۔ مستانہ انجن کا خزانہ تھا اس نے دھار چھوڑ دی جب غصے سے کام نہ دیا تو استالت پر بڑے میاں اتر آئے "ٹھہر جا میری بچی۔ مجھے چڑھ لینے دے" مگر اس نے خوشامد بھی اس کان سنی اس کان اڑائی۔ اور فراٹے بھرتی یہ جا وہ جا۔ اس رزولیوشن کا بھی یہی حشر ہوگا۔ وزیر ہند صاحب ہندوستان سے تنخواہ تو پاتے ہیں مگر ہندوستان کے باپ کے نوکر نہیں۔ پارلیمنٹ میں وزیر ہند کی زبان ریل گاڑی کی طرح چلتی رہے گی۔ خدا کرے ہمارے کھرے صاحب کو پیشاب کی حاجت نہ ہو۔ یار و بیلے کی نہ اڑاؤ۔

ناک کے بعد کان

دہلی کی خبر ہے کہ ایک عورت اپنے خاوند کے گھر سے نکل کے کسی نئے عاشق کے گھر چلی گئی عاشق صاحب نے تعاقب کیا مگر بی بی کے گھر پہنچتے ہی جا پہنچے۔ بی بی نے عاشق کے گھر ... کان ... سے کاٹ لیے ایسی عورتوں کے خاوندوں کو چاہیے ... بدچلن عورتوں کا تعاقب کرنا چاہیے ورنہ ناک (عزت) کٹنے کے بعد کان کی خیر نہ ہوگی۔

سرفراز محرم نمبر
حسب دستور قدیم امسال بھی سرفراز کا محرم نمبر نہایت
اہتمام کیساتھ شایع ہوگا جو صوری و معنوی دونوں حیثیتوں سے
سالہائے ماسبق سے کہیں زیادہ شاندار ہوگا۔ علمائے مذہب
و ملت ملک کے مشہور و مستند اہل قلم کے مضامین شایع کئے
جائینگے۔ بلاک کی متعدد نایاب تصویریں بھی ہوں گی
قیمت فی پرچہ ۴؍ ایک پرچہ کیلئے ۴؍ کے ٹکٹ بھیجئے
مشتہرین کیلئے زرین موقع
سرفراز محرم نمبر جتنی کثیر تعداد میں شایع ہوتا ہے اتنی کثیر تعداد میں
ملک کا کوئی اردو پرچہ نہیں شایع ہوتا۔ اور یہ موقع بھی سال میں
صرف ایک بار آتا ہے اسلئے مشتہرین کو چاہیے کہ وہ اس نادر
موقع سے فائدہ اٹھائیں محرم نمبر میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو
کامیاب بنائیں۔ نرخ کے متعلق دفتر سے جلد خط و کتابت
کیجئے ۱۴ اپریل ۱۹۳۵ء تک خاص نمبر شایع ہو جائیگا
اسلئے اشتہار کی روانگی میں عجلت فرمائیے
ورنہ پھر اس میں جگہ نہ مل سکے گی جس کا افسوس رہ جائیگا
ایڈورٹائزنگ منیجر اخبار سرفراز لکھنؤ

مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ ۱۹۲۳ء

چند قائل براے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد ۱۰ روپیہ ۱۹۲۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی ۱۲ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ ۱۹۲۱-۲۲ء کی قیمت فی جلد ۸ روپیہ۔ محصول ڈاک عہ بذمہ خریدار۔ جلد ۱۹۲۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی ۱۲ اور جلد ۱۹۲۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی ۱۲ مفت ملیں گے۔

مجلدات سنین ماضیہ

[illegible] کی چند جلدیں براے فروخت موجود ہیں۔ قیمت فی جلد ۱۰ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔

بیکار ہنسنے سے سود مند ہنسی افضل ہے

اودھ پنچ لکھنؤ ہنسی ہنسی میں کام کی باتیں سکھاتا ہے:۔ خواہ وہ سیاسی ہوں یا ادبی یا اخلاقی:۔ اسے یاد رکھئے:۔

المشتہر
منیجر اودھ پنچ

منتخب مضامین اودھ پنچ

من ابتداے ۱۹۱۶ء لغایت ۱۹۲۳ء

چار حصوں میں۔ یہ ادبی اصلاحی اخلاقی سیاسی مضامین بے نظیر علمی اور عقلی فوائد رکھتے ہیں جن کی نظیر آپ کو ادب کے خزانے میں نہ ملے گی۔ یہ انسان کو مضمون لکھنا سکھا دیتے ہیں۔ اب تک چار حصے تیار ہوئے ہیں۔ قیمت فی حصہ ۱۲ یہ مضامین بطور ضمیمہ چار سال سے اودھ پنچ کے ساتھ ہفتہ وار شائع ہو رہے ہیں۔ سالانہ جلد کے خریدار کو ایک حصہ مفت ملتا ہے سائز ۲۰×۲۶/۴ مجموعی قیمت ان منتخبات کی پانچ روپیہ علاوہ محصول۔

المشتہر
منیجر اودھ پنچ

جلد ہشتم

اودھ پنچ لکھنؤ

رجسٹرڈ نمبر ل ۸۳

LUCKNOW,
OUDH PUNCH
قیمت پیشگی سالانہ
بیرون ہند
قیمت فی پرچہ
دو آنے
سالانہ
ششماہی
سہ ماہی
H. B. KHAN ARTIST

عقل پر اعتماد۔ مسٹر جان لاک کا قول ان ہی زیر لب آب پر معلوم ہو جاتا ہے یہ بھی قلت تحقیق کی دلیل ہے اگر وہ اپنی تحقیق کا پایہ کسی قدر اور تیز کرتے تو ضعف عقل کے تین بدیہی سبب ان سے پوشیدہ نہیں رہ سکتے تھے اول یہ کہ ہندوستانی آب و ہوا انگریزی عقل کے لیے مضر ہے خصوصاً جب سے ہندوستانیوں نے ایک عقل ربا چیز (گاندھی کیپ) ایجاد کی ہے اس وقت سے اس ضعف کو بہت ترقی ہو گئی ہے۔ ادھر گاڑھے کی کشتی نما ٹوپی دیکھی ادھر چوٹ کرنے پر صاحب لوگ آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ہندوستانی تک خود مضعف عقل ہے اس پر معانشگاندھی کیپ کی خشم انگیزی۔ ستم بالائے ستم۔ غفلت بالائے غفلت۔ سیکڑوں واقعے اب تک ہو چکے ہیں دوسرے وزیر ہند یا اس کے سکے کا عہدہ دار بننا یہ سبب جدید الحدوث ہے۔ امید ہے کہ جب نئی سیکالوجی (علم النفس) مرتب ہو گی تو ارل ونٹرٹن یا سٹالی بالڈوین یا سٹر ریچرڈ وغیرہم اپنے تجربہ سے دنیا کو ضرور مستفید کریں گے۔ تیسرے برٹش نو آبادی میں ہندوستانی کی صورت [illegible] بھی گوری آبادی کو پاگل بنا دیتا ہے۔ چنانچہ اب فانوتا یہ سبب مع سبب کے اسی طرح غائب ہونے والا ہے جیسے گل بکاؤلی والے [illegible] الملوک شاہی آنکھیں تاج الملوک شہزادہ کے دیدار سے جاتی رہی تھیں۔

چند اسباب اور بھی ہیں مگر وہ خفیف ہیں۔ مثلاً نابھ کی ریاست سکھوں کی پربندھک کمیٹی بنگال کا ڈاکہ۔ سی پی کا اتحاد۔ ہندوستانی مزدوروں کی زیادہ طلبی۔ یورپین ریل گاڑی میں ہندوستانی کی نشست۔ ہندوستانیوں کو اپنے حقوق کا احساس وغیرہ لیجنون فنون

ہر کس بخیال خویش خبطے دارد

اندھی شطرنج

ہندوستان میں چھوکریاں آنکھ مچولی کھیلتی ہیں یعنی ایک کی آنکھوں پر پٹی باندھتی ہیں اور باقی اس کے سر پر چپت لگاتی ہیں۔ پھر سوال ہوتا ہے بتاؤ کس نے چپت لگائی۔ اگر فراست کا نشانہ ٹھیک بیٹھا تو جس نے چپت لگائی تھی اس کی چندیا پر آنکھ کی مشق ہونے لگی یعنی وہ چھوکری دوسری شکار ہو گئی۔ اس کھیل کو آنکھ موچی ڈھپ بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح لڑکے اندھا بھینسا کھیلتے ہیں ایک کی آنکھ پر پٹی باندھی جاتی ہے دوسرے اسے چھو کے بھاگتے ہیں اگر کوئی لڑکا اس مصنوعی اندھے کے ہاتھ لگا تو پھر اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی جاتی ہے۔ یہ ان لوگوں کے کھیل ہیں جن کی تعلیم و تربیت صفر کا مرتبہ رکھتی ہے۔ مگر جہاں قومی حکومت کا فیض جاری ہے وہاں کھیل کود تعزیر و تنبیہ میں بھی ترقی کی راہیں نکل آتی ہیں۔ مثلاً کچھ دنوں ادھر ایک نوجوان قاتل کا حال جرائد میں شائع ہوا تھا جو بچپن میں قتل کا مرتکب ہوا اور اصلاحی قید خانہ میں رکھا گیا استادوں کی مدد اور خداداد ذہانت سے آج وہ تمام دنیا کے انجینیروں کو سبق پڑھاتا ہے۔ یا مثلاً ایک امریکن شاطر کا حال آج کل زبان زد ہے۔ یہ حضرت آنکھوں پر پٹی باندھ کے شطرنج کھیلنے میں اتنی مشق رکھتے ہیں کہ ۲۲ حریفوں کو بارہ گھنٹے کے اندر مات کر دیا اور سب حریف چین بول گئے۔ بظاہر سننے والے کو اس حکایت پر تعجب ہو گا لیکن یہ کمال درحقیقت سے تل کی اوٹ پہاڑ خدا رکھے انگلستان کو پولیٹیکل بساط پر آنکھوں میں پٹی باندھ کے چال چلنے والوں کا دڑبہ کھلا ہوا ہے اس طرح اسپ اندیشہ کو نطع تفکر پر دوڑاتے ہیں کہ دوسرے خواہ مخواہ مات کھاتے ہیں۔ تختہ شطرنج چار بالشت کی چیز ہے یہ سمندر اس پار سے اتنے بڑے ہندوستان کا رخ پھیر اتے ہیں۔ ان میں کا ایک ایک پیادہ فرزیں شاہان فیل نشین کو شکست دینے کا دم رکھتا ہے دور جانے کی ضرورت نہیں ہے ریزنے [illegible] وزیر اعظم انگلستان کو دیکھیے کیا بازی تازہ بر سر کار لائے ہیں۔ کیا طرح کی ہے کیا منصوبہ کا نقشہ ہے کہ واہ جی واہ۔ کل تک بغیر قید رنگ قوم مزدوروں کے حقوق کا دم بھرتے تھے آج خود غرضی کی گرفت چھوٹی تو جھٹ چال بدل لی۔ گویا ہندوستان کے مزدور حریف کے مہرے ہیں کسی رعایت یا آزادی کے مستحق نہیں۔ کبھی تحقیقات کی دھاندلی ہے کبھی شورش و فساد کی طرح اور آئین کا ٹھاٹھ ہے۔ اگر آنکھوں پر پٹی نہ ہوتی تو ہندوستان کے ہمدرد جفاکش لیڈر بھی اس بساط تحقیقات کا نقشہ بنانے میں دخیل ہوتے مگر کون کہہ سکتا ہے اور کون کہے۔ اس آنکھ موچی ڈھپ اور اندھے بھینسے کے کھیل میں ہندوستان سے جو چپت پڑتی ہے تو کسی فراست کی بدولت بیچارہ پہچان نہیں سکتا کہ کس کی عنایت نازل ہوئی ہے۔ چندیا سہلائی اور الل ٹپو کہہ دیا ڈائر ہے ڈائر اور ڈائر تھا وہ ڈائر۔ لائڈ جارج ہے لائڈ جارج لارڈ چیمسفورڈ ہیں لارڈ ریڈنگ۔ وہ تھا۔ یہ تھا۔ ادھر آپ ہیں اشارے ہو گئے۔ اب بھلا کسی چپت لگانے والے کا ٹھیک کھوج لگ سکتا ہے۔ استغفر اللہ جب چندیا گنجی ہو گئی اور میاں ہندوستان نے کہا کہ بس بھئی اب کھیل ختم۔ تو فوراً کوئی صاحب کھڑے ہو گئے آنکھوں پر سے اندھیاری اتاری اور کہا "تم نہ پہچان سکے کہ کون تھا ہنوز کھیل موقوف نہ کرو ابھی تحقیقات ہوئی جاتی ہے گھبراؤ نہیں۔ مگر تمہارا یہ دعویٰ کہ چپت کی قوت محسوس کرنے کے بعد ہاتھ کو پہچان جاؤ گے قابل تسلیم نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ قوت بازو میں نظر لگ جائے ہم ولایت ہی میں بیٹھے بیٹھے اس کا تصفیہ کر دیں گے کہ کون ذات شریف تھے جنھوں نے کھیل میں اس زور سے ٹیپ لگائی جو دماغ بھنا گیا۔ واقعی انھیں اس حرکت سے پرہیز لازم تھا خیر معاف کرو اور بھول جاؤ۔ انصاف ہو گا انصاف اس کے ساتھ ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ آخر جس شخص نے ضرب لگائی

جلد ۲ نمبر ۱

و مضامین

(مورخہ ۱۹-مارچ ۱۹۳۵ء)

دہ درویش

"سیر پانچویں درویش کی"

(تتمہ ۱۲-مارچ ۱۹۳۵ء)

راجہ صاحب مرحوم نے ایک ڈومنی گھر میں ڈال لی تھی اُس سے ایک لڑکی تھی چندے آفتاب چندے ماہتاب۔ جب تک لڑکی بالغ نہیں ہوئی راجہ ترکہ پدری سمجھ کر ڈومنی پر دست تصرف دراز کرتے رہے۔ جب لڑکی رس پر آئی تو بے تکلف اسے بھی نقل فرما لیا۔ یہ بھی تنگ ظرف ثابت ہوئی۔ ہوا کھاتے ہی پھول گئی۔ اب کیا کریں بدنامی کو ڈرسے بھلا پھسلا کے پیچھے راضی کر لیا۔ ایک طرف محبت کی گلکاریاں رنگ لائیں دوسری طرف دولت اور حکومت نے سبز باغ نے از خود رفتہ کر دیا۔ میرے منظور کرتے ہی شادی ہو گئی۔ اب میر اشمار او لوالامر کے خاندان میں ہونے لگا دماغ پہلے آسمان سے چوتھے آسمان پر جا پہونچا۔ زینے سے آفتاب ہو گیا۔ شراب نوشی اور عیاشی میں صدی فیصدی اضافہ ہو گیا۔ راجہ کے لوازم سے میرے لوازم بڑھ گئے۔ فی الحال بہن کی خاطر سے راجہ میری الو العزمیاں اور زیادتیاں انگیز کرتے رہے۔ زمانہ اسی طرح گزرتا رہا یہاں تک کہ بڑی رانی کا آخر وقت آگیا۔ راجہ ماں سے بہت محبت کرتے تھے۔ یہ غم بڑا جانکاہ ثابت ہوا بیمار ہو گئے۔ جو بھی کی ریشہ دوانیوں سے ڈاکٹروں نے بالاتفاق ولایت جانے کی رائے دیدی۔ فی زمانا خدا کا حکم آسانی سے ٹالا جا سکتا ہے مگر ڈاکٹروں کے حکم پر بجز سر تسلیم خم کر دینے کے کوئی دوسرا چارہ کار نہیں ہوتا چنانچہ صلاح اور مشورے کے بعد یہی طے پایا کہ بحالی صحت کے لیے ولایت کا سفر جلد از جلد کرنا چاہیے۔ گو پابندی شاذ و نادر ہوتی تھی مگر ہر سفر کا پروگرام دور تہذیب کے مروجہ قانون کے مطابق ضرور بنتا تھا۔ بمبئی سے سیدھے پیرس وہاں سے گھومتے پھرتے امریکہ وغیرہ وہاں سے لنڈن پھر حجاز، عراق، عرب، مکہ، مدینہ ہوتے حج کرتے مکان۔ دورہ کے سفر کا پروگرام اور وہ بھی تعین وقت کے ساتھ بنانا کچھ ہنسی ٹھٹھا تو تھا نہیں کئی دن صرف ہوئے تب جا کے تیار ہوا سیکڑوں کاپیاں ٹائپ ہوئیں اور ہندوستان سے لے کر لندن تک کے اخباروں میں اجرت دے کر شائع کرا دی گئیں۔ پروگرام کی خلاف ورزی کا ارادہ بھی شاید پہلے ہی سے کر لیا گیا تھا اس لیے کہ بمبئی کے مشاغل نے معینہ تاریخ پر جانے نہ دیا پورے ایک مہینہ کے بعد روانگی کی نوبت آئی۔ کئی مرتبہ بذریعہ تار اخباروں میں ترمیمات شائع کرائی جاتی رہیں۔ میں بھی اپنی بیوی کا کمترین شوہر بنا ہمراہ تھا۔ بیوی سے ملاقات اس وقت ہوتی تھی جب راجہ صاحب اجازت دیں۔

پیرس میں چند مہینے قیام کرنے کے بعد معلوم نہیں کیوں صحبت اچاٹ ہو گئی اور یہ طے کیا گیا کہ ہندوستان واپس چلنا اور اس لاؤ لشکر کو وہیں چھوڑ کر آئندہ سیزن میں پھر آنا اور بقیہ سفر پورا کر کے خامی پختہ کرنا چاہیے۔ چلیے پھر سفر سر بہ سوار ہوا اور آٹھ لاکھ روپیہ کا نذرانہ کے نام میں گنوا کے سب لوگ پھر گھر آگئے۔ جوبی۔ پرسی دونوں بھائی بہن رنگ ڈھنگ دیکھ کر وہیں ہو گئے لاکھوں کے آدمی ہو گئے تھے فی الحال کوئی ضرورت بھی نہیں تھی نہ ان کو راجہ کی نہ راجہ کو ان کی۔

میں بدستور راجہ کا برائے نام بہنوئی بنا چین کرتا تھا۔ عادت کے ساتھ مزاج بھی بہت خراب ہو گیا تھا۔ بیوی مہینوں دیکھنے کو نہیں ملتی تھیں۔ جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ جذبات روکے نہیں رکتے تھے روپیہ پیسے کے ساتھ آزادی بھی نصیب تھی یہاں ایک کمسن طوائف کا سر ڈھانکا۔ چوری سے نہیں۔ کھلے خزانے اپنے گھر پر بڑا بھاری جلسہ کیا۔ راجہ اینٹھ گئے۔ نہ روپیہ دیا نہ شریک ہوئے میں نے بھی تاؤ میں آکر اپنا ایک بسوہ فروخت کر ڈالا اور خوب دل کھول کے تقریب کی کئی دن تک ہنگامہ برپا رہا۔ راجہ کے یہاں کی آمد و رفت ترک کر دی۔ راجہ کے یہاں آجکل ایک نئے صاحبزادے دخیل ہو گئے تھے۔ خوبصورتی میں تو میرا پاسنگ بھی نہ تھے مگر آنکھیں ضرور کٹیلی تھیں۔ بھوٹے سچے افسانے سن کر راجہ کو اس ہوس نے گھیرا کہ لکھنؤ کی کوئی عمدہ بیگم ہتھے چڑھے تو اور کچھ نہیں ذرا زبان ہی درست کر لیں۔ ادب قرینہ نشست برخاست آجائے۔ لکھنؤ کا قیام ہو تو اس خصوص میں انگشت نمائی نہ ہونے پائے۔ ترکہ داری میں صاحبزادے کسی مدرسے تھوڑا بہت وثیقہ پاتے تھے نواب دولھا نام تھا لکھنؤ کے باکر شہدوں میں شمار ہوتا تھا۔ علم مجلس اچھا جانتے تھے اس دربار میں آتے ہی اپنا سلسلہ نسب ہمت خاندان شاہی سے ملا کر دور کے رشتے سے راجہ کے سالے بن گئے۔ راجہ کی عنایتیں اور مہربانیاں روز افزوں ہو گئیں اور نواب دولھا سال ہی بھر میں بورس لوٹ بن گئے۔

ماں باپ موجود تھے بیٹا بیٹی کی شادی کا ارمان کسے نہیں ہوتا ان کی بھی تمنا ہوئی۔ نامہ و پیام شروع ہوئے۔ ایسا راجہ جس لڑکا کہاں ملتا۔ ایک ڈھائی سو کی وثیقہ دار لڑکی سے نسبت ٹھہری۔ لڑکی اپنے ہنر اور سلیقے نیز حسن کے لیے مشہور تھی راجہ بے دیکھے عاشق ہو گئے۔ دونوں طرف کے جملہ مصارف اپنے ذمے لیے اور شرط یہ کی کہ ڈولا پہلے راجہ کے محل میں آئے۔ گو کہ میں کھانے کے سلسلے میں نواب دولھا سے مجھ سے بھی راہ و رسم تھے۔ بیچارے نے کہہ سن کر درمیان میں پڑ کے مجھے پھر کیبنٹ میں داخل کرا لیا۔ راجہ کی ناخوشی جاتی رہی پھر وہی لیل و نہار ہو گئے۔ راجہ کو دنیا کا اور کوئی کام تو تھا نہیں دن رات لہو و لعب اور عیش و عشرت کے نئے نئے طریقے ایجاد کرتے اور ان سے لذت اندوز ہوتے تھے۔ اس تقریب لطیف کے لیے جہان

ہزاروں سامان دلچسپی پیدا کیے تھے وہاں شب عروسی کی کٹھن منزلیں طے کرنے کے لیے بھی نیا بندوبست کیا گیا تھا محل کے تین کمرے جو ایک دوسرے سے ملحق تھے خوب سجے گئے۔ ہر کمرے میں لاؤڈ اسپیکر صاحب ٹھکن کر دیے گئے اور طے یہ پایا کہ ایک کمرے میں راجہ مع عروس شب اول۔ دوسرے میں نواب دولہا مع محلدار کی دوشیزہ لڑکی کے اور تیسرے میں یہ آپ کا گمنام ایک نتھنی اکائے طوائف کو لے کر مسرت بھری رات گزاریں اور لاؤڈ اسپیکر صاحب اپنی طلاقت لسانی سے ایک دوسرے کے کان ہر کمرے کی خفیہ چہ میگوئیوں سے آشنا کیا کریں۔ میری آئے شامت مجھے اس موقع پر نئی سوجھی ایک خاص قسم کی ذلک سیرپوں شراب میں گھول کر راجہ اور نواب دولھا کو اتنی پلا دی کہ دونوں کی عقل خبط ہو گئی اپنی پرائے کی تمیز باقی نہیں رہی اور عین وقت پر اُن دونوں گاؤدیوں کو دوسرے کمروں میں پہونچا کر خود عروس نو کے کمرے میں جا پہونچا۔ نئی دلھن کسی کو کیا جانے مجھ سے اسی طرح لب لب ہوئی جس طرح اپنے شوہر سے ہوتی۔ اس طرح سے الف سے ورقی کتاب کا بھی ورق اس شب میں پڑھا لکھا گیا بقیہ دونوں ورق سپیح البیاض رہے۔ شب گورتے ہی ترلکا ہو گیا سب اپنی اپنی بوٹیاں نوچنے لگے۔ میری تلاش شروع ہوئی۔ میں کہاں ملتا تاروں کی چھاؤں میں زرزیور جو ہاتھ لگا لے کر چلتا بنا ہانپتا کانپتا لکھنؤ میں وارد ہوا — اسٹیشن پر ویٹنگ روم میں رات بسر کی۔ خواب میں آپ لوگ نظر آئے غیلان کی ہدایت سے بموجب حاضر خدمت ہوا ہوں کوئی ایسی ترکیب بتائیے کہ اس اودھ دربار میں پھر رسائی ہو جائے اور پھر وہی رات اور وہی دن ہو جائیں —

بلو

زار ہندی لکھنوی

ہم حضرات کے پاس بطلب زرقیمت عرائض آگئے گئے ہیں براہ مہربانی توجہ فرمائیں۔ "منیجر اودھ پنچ لکھنؤ"

غزل

(برطرح مشاعرہ کرسچین کالج الہ آباد)

بتاریخ ۔۔ فروری ۱۹۳۵ء میں کرسچین کالج الہ آباد میں ایک مشاعرہ ہوا شہرت تھی کہ بہت زور دار مشاعرہ ہوگا وہ ہوگا لکھنؤ کے منتخب اور مشاہیر شعرا بلائے گئے تھے۔ مولانا ظریف صاحب بھی ہوں گے مگر تمامیں تماشا نقش ہو کے رہ گیا۔ باہر والوں میں صرف جگر صاحب آئے تھے کیا ہوا کیا نہیں ہوا بندہ نہیں جانتا۔ سُنا ہے کہ باہم منتظمین میں کچھ خلف ہو گئی باہر والوں کو کون کہے اس شہر کے بھی اکثر شعرا شریک نہیں ہوئے۔ مصرعۂ طرح تھا۔ "دیہار کی شاخ گل کو شاخ نخل طور ہو جانا"

اینجانب کی طبیعت میں بھی کچھ سرسراہٹ پیدا ہو گئی۔ یا یوں دشواری ردیف چند قافیوں کو زبردستی چپکا دیا ہے لیجیے حاضر ہے دیکھیے قافیے ردیف سے چپکے یا نہیں۔ والسلام۔

واقعات القصص میں احمق جو رہا ہو جانا
کہ دل ہنسی نے کسی کو دیکھے خود مجنون ہو جانا
بیکتے تھے پرانے شوہر اسے انگلی نے
ہم غلیلیں جہاں جو روکا اب مزدور ہو جانا
چڑیلیں کے مغز کا حلوا جو کھاتے ہیں یہی پر لینا
کہ انسانی دماغ اچھا ہے یا عصفور ہو جانا
جو گھونگر والے بنتے رکھ کے جوڑیں ہیں تمہیں غلماں
سُنا ہو اگر مجھیں غلمان چاہئیں یہی حور ہو جانا
معارف جینیہ تعلیم نے اتنے ہیں حملے کیا
کہ ہے تعلیم دنیا جیسے ہی مغفور ہو جانا
بتائیں فلسفی جمناسٹک سے اور کیا حاصل
بجز اس کے اچھلنا کودنا لنگور ہو جانا
صلہ فرہاد نے الفت کا پایا بھی تو یہ پایا
مصیبت جھیلنا اور مفت کا مزدور ہو جانا
عجب انداز تھا پہلے پہل ملنے میں اس بُت کا
لپٹنا ذوق میں اور پھر جھجک کر دور ہو جانا
کہا قاصد نے ایسا تو نہ ہو ٹوٹا جو وہ ظالم
کہا میں نے کہ تو خط دے کے جھٹ کافور ہو جانا

سمن واسطے قرار داد امور تنقیح طلب

نمبر مقدمہ ۸۱ سنہ ۱۹۳۴-۳۵ء
عدالت حاکم تحصیل صاحب بہادر قیصر گنج
اجلاس جناب مسٹر بی این نگم صاحب بہادر اسسٹنٹ کمشنر
حاکم تحصیل قیصر گنج ضلع بہرائچ
ریاست کپور تھلہ مدعی

بنام

پرتاب نرائن ولد سری رام برہمن ساکن و کاشتکار سنگاہی پرگنہ فخرپور مدعا علیہ

ہرگاہ کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت بید خلی دفعہ ۲ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ بتاریخ ۲۹ ماہ مارچ ۱۹۳۵ء بوقت ۱۰ بجے دن کے بمقام بہرائچ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور کل امورات اہم متعلقہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعوے کی کرو اور تم کو لازم ہے کہ اسی روز جملہ دستاویزات پیش کرو جن پر تم بتائید اپنی جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو۔

تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۰ ماہ مارچ ۱۹۳۵ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سمن واسطے قرار داد امور تنقیح طلب

نمبر مقدمہ ۵۰ سنہ ۱۹۳۴-۳۵ء
بعدالت حاکم تحصیل صاحب بہادر قیصر گنج ضلع بہرائچ
اجلاس مسٹر بی این نگم صاحب بہادر اسسٹنٹ کمشنر
حاکم تحصیل قیصر گنج ضلع بہرائچ
ریاست کپور تھلہ مدعی

بنام

رتیلا پرشاد و منی مادھو پسران پرتاب نرائن اقوام برہمن ساکنان و کاشتکاران موضع سنگاہی پرگنہ فخرپور مدعا علیہم

ہرگاہ کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت بید خلی دفعہ ۱۲ ایکٹ لگان کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۳ ماہ مارچ ۱۹۳۵ء بوقت ۱۰ بجے دن کے بمقام کیسر گنج اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعوی کی کرو اور تم کو لازم ہے کہ اسی روز جملہ دستاویزات پیش کرو جن پر تم بتائید اپنی جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو۔

تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۷ ماہ مارچ ۱۹۳۵ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

[illegible] سکیں گی کھل ہی جائے
[illegible] نہیں تنکا کہنا نور ہو جانا
کہاں [illegible] دن سے لپٹ کر جاگی ہیں نے
کہیں ایسا نہ کر لے کے تم مغرور ہو جانا
نتیجہ عشق کا ذرا سمجھ کر یہ نکلتا ہے
کہ ہاں رہنا کچھ دن اور پھر مغرور ہو جانا
یوں ہی تیر نگاہ یار گر چلتے رہے ......
نہیں دشوار دل کا خانۂ زنبور ہو جانا

م - ن - الہ آبادی

تبصرۂ لغات

جامع اللغات

(نمبر ۶۶)

(بسلسلہ نمبر ۶۳ - ۱۲ دسمبر ۱۹۳۴ء)

آج سے جامع اللغات کے حرف "ب" کی بسم اللہ کی جاتی ہے۔ بکثرت خطوط اس بارے میں کہ یہ مفید کام کیوں بند کیا گیا پنجاب کے اہل علم و فضل نے بھیجے اور شکر ہے کہ مثل بعض تنگ ظرف اخباری کاغذوں کے ان فضلائے ہماری نکتہ چینی کو محمول بر تعصب و تعسف و دشمنی قرار نہیں دیا۔

ایک مثل مشہور ہے "مکھی پر مکھی مارنا" تفصیل اسکی اس طرح ہے کہ ایک تھے کاتب صاحب انھیں نقل مطابق اصل میں ملکہ تام تھا کسی شخص نے ایک فرمان نقل کے لیے انھیں دیا۔ اتفاق سے اصل کاغذ پر کوئی اجل رسیدہ مکھی مر کے چپک گئی تھی۔ ان صاحب اجل ہی تو ہے۔ خشک شدہ مردہ مگس جیوں کا تیوں پھیلا سے حروف لفظ کی گود میں آرام تمام جاگزیں اور اجل فراموش لوگوں کے واسطے باعث عبرت بنا۔ بلا لحاظ کاتب نے فرمان کی ہو بہو نقل کی اور نہایت سعی و جستجو سے ایک مکھی پکڑ ہی پھر لے ٹھیک مگس نما نقل پر مسل دیا۔ اجلا اجلا کاغذ صحیح معنی میں مگس زدہ جو ہو گیا تو صاحب فرمائش کو جی متلایا اور پوچھا کہ حضرت یہ کیا گھنونا پن ہے۔ حضرت نے فوراً معقول عذر لکھا یا اور بجز معذرت کی کہ بندہ یہ خادم تحریف و تصحیف کو بہت بُرا خیال کرتا ہے۔ بندہ اُن کم لیاقت لوگوں میں نہیں جو اصل کی نقل بعینہٖ نہ کریں اور محنت کے دام داخل جیب کر لیں"۔

جامع اللغوبات کے بارے میں بھی اینجانب کا یہی قیاس ہے یعنی اُن کی آستانی پی نور اللغوبات نے جو زیاسہو اُجہان کہیں مکھی ماری تھی اُنھوں نے بھی ہو بہو ویسے ہی مکھی مسل دی کہ سند رہے اور حسب ضرورت کام آئے۔ یا یہ کہ کسی خوش مذاق کا اس حرکت سے جی متلائے تو ملا سے۔ تحریف و تصحیف لغویت میں بھی جائز نہیں۔

بہتر تو یہ تھا کہ "ب" کے الحاق سے جو معنی بتا سی زبان فارسی اُردو میں پیدا ہوتے ہیں ایک جگہ لکھ لیے جاتے مثلاً بائے ظرفیت۔ بائے تعلیل و سببیت بائے عوض بائے الصاق بائے قسم بائے استعانت بائے استعلا۔ علاوہ ان اقسام کے جو اُردو میں فارسی سے قرض لیے گئے ہیں اور بعد اقسام غالباً اُردو میں مستعمل نہیں شاذ و نادر ہوں تو ہوں اور صرف ایک ہی مثال کافی تھی۔ نہ کہ جتنے الفاظ مل سکے سب کی ناک میں "ب" کی نتھ پہنا دی اور بکنا شروع کر دیا "بالا" (لغت)، اوپر۔ بہ بر و (لغت) آنکھوں کے آگے۔ بپیش (لغت) سامنے آگے۔ بتاراج (لغت) جلد ذبح سے۔ دور کر۔ بسبیل (لغت) [illegible] بعہدہ سپہ سالاری وغیر ہا من الخرافات۔ جن کا سلسلہ کسی طرح ختم نہ ہو سکتا تھا۔ زبردستی ختم کرنا پڑا۔

فارسی دانی ملاحظہ ہو امثال و اقوال میں لکھا ہے

بسفر رفتنت مبارک باد
بسلامت روی و باز آئی

اس کا ترجمہ ہے سفر پر جانا مبارک ہو سلامتی سے جاؤ اور باز آؤ۔ باز آمدن کے معنی دنیا جانتی ہے کہ پلٹنے کے فارسی میں لیے جاتے ہیں مگر اُردو میں "باز آنے" کے معنی دستکش ہونے اور ترک کرنے کے ہیں۔

جن بزرگ کو اُردو سے اتنی بھی مناسبت نہیں خدا جانے اُنھوں نے جمع لغات کا سودا کیوں لیا۔ کیسے یہ ترجمہ صحیح ہے؟ اور جو مطلب فارسی کے شعر کا ہے وہی ترجمہ سے نکلتا ہے؟

دوسری قابلیت ملاحظہ ہو۔ ارشاد ہوتا ہے
"بمرگ گیر تا بہ تپ راضی می شود" سبحان اللہ کیونہ ہو۔

صدر بازار میں انڈے والے گورے سپاہیوں کے ہاتھ اسی طرح کی انگریزی بول کے معاملت کرتے ہیں "صاحب! صاحب! اگڈ والا انڈا فار ون آنہ۔ خوشی ہو ٹھیک خوشی ہو نہ ٹھیک"۔ پہلے پہل جب ٹیلی جہاز کا مُرغا ایک خانساماں نے اُڑتے دیکھا تو صاحب سے کہنے لگا "سر! ون سٹیم چکن والا"۔

فارسی کے بعد عربی کی ٹانگیں توڑی ہیں امثال و اقوال کا مرض جوع البقر کسی طرح کم نہیں ہوتا۔ وہ مثلیں جو کبھی کسی شریف آدمی نے اُردو میں استعمال نہیں کیں خدا جانے کس بجوڑستان سے سمیٹ لی گئیں ہیں۔ مثلاً باباجی کا ٹھیوس باڑہ۔

جو اعتراضات نور اللغوبات پر کیے جاتے تھے بنا بر [illegible] یہ بھی وارد ہیں البتہ بعض امور میں جامع اللغوبات منفرد ہے اس لیے ہم آیندہ صرف تفرد کی داد عنایت کریں گے بار بار ایک بات دُہرانے سے اُلجھن ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے بات۔ بادامہ۔ بانچھیں ٹھوڑی تک آنا وغیر ہا پر ہم نے یہاں تعرض نہیں کیا اگر کتاب جامع اللغوبات کے مؤلف صاحب سبق لینا چاہیں تو دونوں تقریظوں کو اچھی طرح ملاحظہ فرمائیں ورنہ وہ جانیں اور اُن کا کام۔ (باقی باقی)

راقم

خاکسار ادبار اللغات

حکم قرار دیے جانے دیوالیہ

(دفعہ ۲۷ - ایکٹ ۵ سنہ ۱۹۲۰ء)

بعدالت جناب مولوی سید خورشید حسین صاحب بہادر جج خفیفہ لکھنؤ
درخواست دیوالیہ نمبر ۱۲ سنہ ۱۹۳۵ء
بمقدمہ قرار دیے جانے دیوالیہ مسمی رام لال ولد ننکو قوم موچی ساکن فرنگی محلہ تھانہ حضرت گنج شہر لکھنؤ

رام لال کی درخواست دیوالیہ مورخہ ۴ جنوری سنہ ۱۹۳۵ء کو پڑھنے اور فریقین کے بیانات کو سننے کے بعد یہ حکم دیا جاتا ہے کہ مدیان مذکور دیوالیہ قرار دیا گیا اور وہ ۶ ماہ کے اندر اپنی درخواست بریت گزرانے۔

المرقوم ۸ مارچ سنہ ۱۹۳۵ء
دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

الف لیلہ و لیلہ

"جلاد عاشق"

(نمبر ۳ - تتمہ ۵ - مارچ ۱۹۳۵ء)

دوسرے دن شام کو دیر تک امیر یوسف کے در دولت پر دو اصیل گھوڑے کھڑے دکھائی دیئے جن پر یہاں جلاد خان اور شیخ امین مسعود سوار تھے۔

دربانوں اور پہرے داروں نے جیسے ہی شیخ امین کو دیکھا مرحبا مرحبا کا غل مچایا اور اس طرح آؤ بھگت کی گویا شیخ کا وجود اُن کے حق میں نعمت ہے۔ جلاد یہ تعظیم تکریم دیکھ کے دل میں گرم گرم ہوا۔ کچھ دیر نہ گزری تھی کہ ایک پیادہ دوڑا ہوا آیا اور نہایت ادب سے شیخ امین کی خدمت میں عرض کی "امیر محترم آپ کے مشتاق دیدار ہیں" شیخ امین فوراً امیر کے حضور میں باریاب ہوا۔

امیر:- کہو شیخ امین کیا خبر ہے"

امین:- "خدا کا شکر ہے سب طرح خیریت ہے"

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے امیر صاحب کوئی قوی دل اور صاحب ارادہ شخص نہ تھے انھیں ہر وقت دشمنوں کا خوف رہتا تھا۔ شمال کی طرف سے عثمانیوں کا کھٹکا انھیں اپنی طرف کھینچتا تھا اور جنوب کی طرف سے شیخ ظاہر۔ یہ حضرت دو دھڑ میں پھنسے ہوئے تھے۔ شیخ امین کے نا وقت نازل ہونے سے ان کا دل دھڑکنے لگا تھا۔ جب شیخ کو مطمئن دیکھا تو امیر صاحب کو بھی گونہ سکون ہوا۔

شیخ امین ایک نہایت وفادار بہادر سردار اور امیر یوسف کا دل سے مطیع تھا۔ اس نے اکثر دشوار مرحلوں میں امیر کی مدد کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ امیر یوسف اس کی فرمائشوں کو رد نہ کرتا تھا۔ جب شیخ امین نے دم راست کیا تو امیر نے پوچھا۔

"آج کہاں بھول پڑے؟"

امین:- "علی بک والی مصر کے خدام میں سے ایک شخص میرے پاس آیا ہے اور مجھ سے خواہش رکھتا ہے کہ میں اس کی سفارش امیر محترم کی خدمت میں کر دوں اور میں نے اپنی حماقت سے وعدہ کر لیا کہ حتی الامکان اس کے انجاح مرام میں سعی کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ امیر عالی مقام اس شخص کی سفارش رد نہ فرمائیں گے"

امیر:- "میرے دوست شیخ امین مسعود نے کب کوئی سفارش کی جو مقبول نہیں ہوئی۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ شخص جس کا ذکر تم نے کیا کون ہے اور کیا چاہتا ہے؟"

امین:- "یہ شخص احمد جزار نام رکھتا ہے اور امیر کی خدمت میں رہنے کا متمنی ہے۔ خدمت یا عہدہ غیر معین ہے۔ جو خدمت امیر سپرد فرمائیں گے بخوشی قبول کرے گا"

امیر:- "تو معلوم ہوا کہ تم اس کے حال سے کچھ زیادہ واقف نہیں ہو"

امین:- "ہاں۔ اگر میرا گمان صحیح ہے تو وہ اچھے لوگوں میں شمار ہونے کے قابل ہے"

امیر:- "تو کوئی فوجی عہدہ اس کے مناسب حال ہوگا؟"

امین:- "کچھ مضائقہ نہیں"

اس مختصر گفتگو کے بعد جلاد صاحب حضور میں طلب ہوئے جنھوں نے آتے ہی زمین ادب کو لب عبودیت سے چوما اور سر جھکا کے دست بستہ خاموش کھڑے ہو گئے۔

امیر:- "اے بھئی تم کون ہو؟"

جلاد:- "احمد جزار"

امیر:- "کیا چاہتے ہو؟"

جلاد:- "حضور کی خدمت میں زندگی بسر کرنا"

امیر:- "کیا لبنان میں نوکریاں ماری ماری پھرتی ہیں؟"

جلاد:- "کوئی منصب عالی اس غلام کو درکار نہیں۔ یہی فخر حاصل کرنا ہے کہ میں بھی حضور کے نمک خواروں میں شامل ہو جاؤں"

امیر یوسف نے جلاد کو بنظر فراست کئی بار دیکھا اور کہا "ہوشیار تم خوش قسمت ایسے شخص کا دامن پکڑا جس کی بات میں رد نہیں کر سکتا۔ خیر بالفعل سو سواروں کی جمعداری تمھارے سپرد کی جاتی ہے اگر تم محنت خدمت کے امتحان میں پورے اترے تو پھر ترقی کی امید رکھنا اور دیکھو یہ کبھی نہ بھولنا کہ شیخ امین تمھارا محسن ہے"

جلاد:- "اے حضور بندہ پرور احسان کا شکریہ شیخ امین صاحب نے اس غلام کی گردن میں ڈالا ہے کبھی اتر سکتا ہے۔ بندہ ان لوگوں میں نہیں ہے جو احسان کو تا مرگ فراموش نہیں کرتے"

شیخ امین نے مسکرا کے جلاد کی طرف دیکھا اور کہا۔ "دیکھو جی تم ہو بڑے زبان آور قسمیں کھاؤ تو ان دا شال پر بھی کافی عبور ہے۔ تم نے وہ مثل سنی ہوگی کہ "جس پر احسان کرو اُس کے شر سے بچتے رہو"

جلاد فی الواقع ایک محسن کش اور کم ظرف آدمی تھا۔ شیخ امین کی جو آؤ بھگت امیر کے ملازمین خاص نے کی تھی اسے دیکھ کے حسد کی آگ اس کے سینے میں بھڑک اٹھی۔ اب شیخ امین کی زبان سے یہ کلمہ سنا تو لرز گیا۔ گلے کی رطوبت خشک ہو گئی ہیبت ناک اور ڈری ہوئی نظر سے شیخ کا چہرہ دیکھا اور گڑگڑا کے کہنے لگا۔

"خداوند نعمت احمد جزار لئیم اور کمینہ شخص نہیں"

شیخ امین:- "خیر یہ تو کچھ دنوں میں خود ہی ظاہر ہو جائیگا مگر یہ کہاوت بھی بھولنے کے قابل نہیں کہ "نیکی کر دریا میں ڈال" میرا عمل اسی کہاوت پر ہے۔ میرے خوش ہونے کے واسطے اسی قدر کافی ہے کہ ایک مجہول الحال شخص وا ماندہ و پریشان روزگار میرے پاس حاجت لایا اور خدا نے مجھے اُس کی حاجت بر لانے کی توفیق عنایت فرمائی۔ اگر تم نے اپنے عمل سے مجھے شرمندہ ہونے کا موقع نہ دیا تو میں سمجھوں گا کہ مظروف بقدر ظرف ہے۔ میری ضمیر کو راحت ہوئی۔ اور یہ خیال کروں گا کہ سعی مشکور ہوئی۔ (امیر سے) خداوند اب مرخص ہوتا ہوں"

امیر:- "ہائیں۔ کیا آئے کیا چلے۔ کچھ دنوں تو ٹھہرو"

امین:- "حضور کی نوازش سے یہ کام تو پورا ہو گیا۔ مجھے گھر پر بھی چند ضروری کام ہیں"

امیر:- "ہاں ہاں اسی خاص کام کے عوض میں تمھیں ایک ہفتہ یہاں رہنا پڑے گا"

امین:- "حضور بہت ضروری کام ہیں"

امیر:- "اچھا چار دن"

امین:- "یہ بھی بہت ہیں"

امیر:- "اچھا دو روز سہی۔ بس اب کچھ نہ کہو"

آخری چارۂ کار

ہمارے ہوتے تم بھوکی نہیں رہ سکتیں۔ تمھیں میزبان کی قسم تکلف نہ کرو۔ اچھا دو رسّی کے ٹکڑے ہی سہی۔ سنا نہیں ہے آنچہ از دوست می رسد نیکو است۔

جاری شدہ سنہ ۱۸۳۹ء
ٹیلیفون نمبر ۱۰۳۹ لکھنؤ
تار کا پتہ
"حنا"
لکھنؤ
شاخیں
قنوج
حیدرآباد دکن دہلی
اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ

چٹ منگنی پٹ بیاہ پبلک آگرہ آباد

"رگِ اسراف"

بڈھے بوڑھوں کے منہ سے نکلی ہوئی بات واقعی پوری ہو کے رہتی ہے۔ آگرہ آباد میں ایک شادی سبھا قائم ہوئی ہے جس میں تین گھنٹے کے اندر رہی مدہ منگنی اور گونا سب کرم شادی کرنے والے جوڑے کے پورے کر دیے جاتے ہیں اور صرف پانچ روپیہ میں۔ اس سبھا کے بانی کا اسم گرامی لالہ گردھاری اگروال ہے۔

فی الحقیقت یہ چند تولے گوشت جو انسان کی دونوں رانوں کے درمیان قدرت نے پیدا کیا ہے یہی ساری خرابیوں اور فضول خرچیوں کی جڑ ہے۔ عجب سرِ گوشت ہے خصوصاً مسلمانوں میں تو جتنی خاطر تواضع اس گوشت کی ہوتی ہے اتنی کسی عضو شریف مثلاً دماغ یا قلب کی نہیں ہوتی۔ یعنے سزا (ختنہ وزفاف)

بھی دی جاتی ہے تو دھوم سے۔

اب سوال یہ ہے کہ لالہ صاحب نے تو رگِ اسراف خوب ٹٹولی کیا مسلمان بھی گردن جھکا آئینہ زانو کی عینک لگا کے اِن للمتقی سابق کا یہ تلاوت فرمائیں اور رگِ اسراف پر دھیان دیں گے؟۔

کونسل کا لطیف مباحثہ

"سوراج کی استعداد"

(ایک ہماری توہری کرنگ الدت نے فکر دکھایا)

ہمیں اس سے تو غرض نہیں کہ اجودھیا کی قربانی کے مسئلہ میں ڈپٹی کمشنر نے جو مداخلت کی وہ بیجا ہو یا بجا۔ نہ اس سے مطلب ہے کہ کونسل میں جو اس مسئلہ پر بحث ہوئی اس میں مسلمان جیتے یا ہندو۔ یہ جھگڑے ہمیشہ ہوئے اور ہمیشہ ہوتے رہیں گے مگر ایک مسئلہ طے ہو گیا کہ اب دفعہ ۱۴۴ کے عزرائیل نے گھر دیکھ پایا۔ آج گائے کی قربانی جسے عام مسلمان ایک مذہبی فرض خیال کرتے ہیں اجودھیا میں لپیٹ گئی تو کل دوسرے مختلف مذہبی مسائل خواہ وہ کسی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں ضرور اس کے ہاتھوں عدم آباد سدھاریں گے۔ اور جو حاکم اس پر عمل کرے گا وہ سب افکار کونسل کے گی کہ حاکم مجبور ہوگا یعنی بیک سے ہزار اس لا نے مگر ہندو مسلمان پر آرام و راحتی رہ نہیں سکتے اور ادا کرنا جن کا ضروری ہے جو دوسرے فرقے کے دیکھنے کا باعث آزار و آزردگی ہے تو انھیں اسی طرح بجبر و اکراہ سے رہنا سکھایا جائے گا۔

جب ایک فریق کے خلاف کوئی حکم نافذ ہوگا تو دوسرا فریق ضرور بغلیں بجائے گا۔ خوب ہوا بہت تیری ایسی تیسی۔ کل ہم پہ ہنستا تھا۔ آج ہم تجھ پر ہنسیں گے۔ دیکھا یارا صبر نہ تک لایا۔ یہ وہی مثل ہے "نہ کر ساس برائی۔ تیرے آگے بھی جائی" اور اس طرح سوراج سے مستفید ہونے کی قابلیت یوماً فیوماً عیاں ہوتی جائیگی۔

ضرورت ہے (۱) توسیع اشاعت کی۔ (۲) وی۔پی طلب کرنے والوں کو تضییع اوقات اور اسراف سے بچنے کی۔ (۳) خطوط اور منی آرڈر بھیجنے والوں کو نمبر خریداری کی

---

(۱) اعلانیہ بنام وانشاء ربارہ ادخال درخواست بنام

(دفعہ ۱۴ (۱) ایکٹ نمبر ۵ سنہ ۱۹۲۰ء)

بعدالت جناب مولوی سید خورشید حسین صاحب بہادر جج خفیفہ لکھنؤ

درخواست دیوالیہ نمبر ۱ سنہ ۱۹۳۵ء

[illegible] قرار دیے جانے دیوالیہ سیمان [illegible] ہیرا رج دلتی گھسیاون [illegible] جوسیراں میرا اقوام [illegible] سعادت گنج لکھنؤ سائلان

بنام [illegible] دار قلندر ڈالی گنج شہر لکھنؤ

مطلع رہو کہ [illegible] بالصدر نے اپنی ریت کی درخواست عدالت ہذا میں گزرانی۔ اور عدالت ہذا نے سماعت درخواست کے واسطے تاریخ ۹۔ ماہ سنہ ۱۹۳۵ء بوقت ابتدا دن مقرر کی ہے۔

تاریخ ۱۱۔ ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۵ء

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

شیعہ یونین بمبئی

مومنین بیرونجات کو اطلاع

بمبئی کی شیعہ یونین نے اپنی ایک تجویز منظور شدہ جلسہ عام منعقدہ ۱۸۔ دسمبر سنہ ۳۴ء کی رو سے قومی جرائد میں اعلان کیا کہ جن مومنین بیرونجات کو بمبئی کے متعلق کچھ دریافت کرنا ہو۔ وہ بذریعہ جوابی کارڈ یا جواب کے لیے ٹکٹ روانہ فرما کر دریافت فرماسکتے ہیں۔

بسبب یہ تحت اعلان پورا یہ درج ہونے سے رہ گیا تھا بنا بریں اطلاعاً گزارش ہے کہ شیعہ یونین کا پتہ حسب ذیل ہے:۔

پتہ: شیعہ یونین مکان نمبر ۵ حاجی بشیر اسٹریٹ بیرون لین بمبئی نمبر ۳۔ نیاز مند سید صبیح الدین آنریری سکریٹری شیعہ یونین

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی سنہ ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۲۹۳ سنہ ۱۹۳۴ء

بعدالت جناب لالہ شنکر سہائے صاحب گپتا آنریری اسسٹنٹ کلکٹر بہادر قنوج مقام قنوج ضلع فرخ آباد

جھاؤ پرشاد و چتر نرائن وغیرہ زمینداران موضع کرونداہار [illegible] پرگنہ قنوج مدعیان

بنام چیت رام وغیرہ مدعا علیہ

بنام چیت رام ولد ارجن ارسیر ساکن موضع سیدپور پرگنہ [illegible] ضلع اٹاوہ مدعا علیہ

ہرگاہ کہ مدعیان نے تمہارے نام ایک نالش بابت بقایا لگان کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۰۔ ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۵ء بوقت ۱۰ بجے صبح بمقام موضع کچہری [illegible] اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دعوے کی کرو اور ہرگاہ کہ تاریخ جو تمہاری حاضری کیلیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۱۔ ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۵ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

ضرورت ٹیوشن

ایک تجربہ کار معلم کو ٹیوشن کی ضرورت ہے معلم انگریزی و فارسی و اردو و ابتدائی بچوں کو بخوبی پڑھا سکتا ہے۔ مراسلت ذیل کے پتے سے فرمائی جائے۔

م۔ا۔ج معرفت اڈیٹر صاحب اودھ پنچ لکھنؤ

گھر کے سو راگوں پر صاف کر کے [illegible] ہوتا
کہ ایک ڈھونڈنے کے یار ہے ایک در پہ تنگ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ہماری کو ضرورت ہے۔ میرا نہیں نگوڑی گی ہو۔
میرے منشی صاحب ایک ساعت ہوتے تو پچھو ان کی بیشتر نے
کی ایک گھوڑی بیچا دی ہے اگر وہ بازار میں آجائے
تو فوراً مجھے اطلاع دینا۔

فی الحال ایک جج صاحب کو انٹرنس پاس محرر کی
کی ضرورت تھی۔ اشتہار دینے کی دیر تھی کہ
دھڑادھڑ درخواستیں آنے لگیں۔ امیدواروں
کا گروہ صاحب کے بنگلے پر نازل ہو گیا۔ آپ نے
ان کا امتحان لینا شروع کر دیا۔ مگر سوالات کا
پرچہ شاید ہمارے بے فکرے دوست کے
مشورے سے تیار کیا۔ مسٹر بالڈون کی سوانحعمری
پارلیمنٹ کے فرائض کسٹم ڈیوٹی۔ لارڈ کرزن کی
شادی کا خرچ۔ مسٹر سڈنی الیور کے پتلون کی
قیمت۔ مسٹر لائڈ جارج کا کٹ خنا طیہ۔ غرض
کچھ ایسے ہی بے تکے سوالات کیے۔ بات کا جواب
دینا نوکر کا فرض ہے۔ نوکر بھی کون جس کی غرض
اٹکی ہوئی ہے۔ ان شامت زدوں نے بھی [illegible]
کے ساتھ جواب لکھ دیے۔ مثلاً مسٹر بالڈون [illegible] چمڑے
کے کپاس کی تجارت کرتے ہیں۔ ابھی کم سن ہیں۔
آپ سگریٹ کا دھواں جمع کرنے میں ید طولےٰ
رکھتے ہیں۔ پارلیمنٹ ایک عجائب خانہ ہے جس میں
ہاتھی کے برابر چھپکلیاں جمع کی گئی ہیں۔ کسٹم ایک
روسی چوہا ہے ریشمی کپڑوں پر عاشق ہے جال جاتا
ہے کتر ڈالتا ہے۔ مسٹر سڈنی الیور کا پتلون [illegible]
وزنی اور خوشبودار ہے۔ یہ تاریخی پتلون سو سال
سے بدلا نہیں گیا۔ خوشبودار ہونے کے باعث
عطر فروشوں نے ڈھائی لاکھ تک اس کی قیمت
لگائی ہے۔ لائڈ جارج بہت خوبصورت [illegible]
پہ پلے ہیں مگر پھر بھی ہڈیاں چبانے پر آمادہ رہتے
ہیں۔ اکثر آپ نے لوہے کے چنوں [illegible]
کی ہے۔

ہمارے جج صاحب نے جواب پڑھ کے
تقسیم کر دیے کہ دیکھو انٹرنس پاس ہندوستانی ایسے
نالائق ہوتے ہیں۔ نقل راچہ عقل۔ اخبار والوں
نے بھی شائع کر دیے۔ اور سوالات پر غور نہیں کیا
کہ ایک انٹرنس کا طالب علم محض محرری کا امیدوار
تھا ایسے امور کا جواب کیا دے گا جو کسی اسکول
میں پڑھائے جاتے ہیں۔ ان فضولیات کو محرری
سے کیا تعلق۔ جج صاحب کو نالائقی کا ثبوت حاصل
کرنا تھا غرض پوری ہو گئی۔ کاش ہم کو جج صاحب
کی لیاقت آزمانے کا موقع ملتا تو ہم بھی ان سے
پوچھتے۔ بنڈے کے کچالو کس نرخ سے بکتے ہیں
اور اس کو شائع کر دیتے کہ بنڈے کے متعلق جج
صاحب کا علم ناکافی ہے لہٰذا جج کا عہدہ ان کے
لیے نازیبا ہے۔

دُدھڑ نہیں تگڈم

یعنی

شب برات۔ نوروز ہولی کا سنگم

واہ تثلیث مقدس کے کارنامے دیکھیے کیا جوڑ ملا کا
ہے کہ دل خوش ہو گیا۔ مگر حیران ہوں کہ آتشبازی
کا وزن دکھاؤں یا ہولی کا سوانگ یا نجومی بن کے
سال کا جنم پتر الکھوں۔ اچھا تینوں سہی۔ یعنے
پہلے آتشبازی پھر رنگ باشی اور اس کے بعد
زائچہ کشی۔

ہوائی۔ تووں سے لگی سر میں بجھی۔ مصنوعی مستی
کیسے پاکر اپر کا ٹٹو۔ اپنے زور میں آپ ہی نیچے
آرہنے کی عمدہ مثال ہے۔ نشہ کا زور ہے ورنہ
لالہ کے واسطے اوندھے منھ گر پڑنے کی عادت کوئی
نئی نہیں۔ یہ سوراجیوں کی قسمت کا حال ظاہر
کرتی ہے گئے تھے فلک کونسل کو پھاڑ کے تھگلی
لگانے۔ بجھ کے رہ گئے۔ اب فرماتے ہیں ؂

تاہیں موئے بھیرے سیاں کیا ہیں تم سے روٹھی تھی

نجومی شبرات اور ہولی کی آتش افروزی کو فروغ
شعلہ خس سمجھ کے اگر یہ حکم لگائے ؂

کس طرح بیٹھ کے دیوار پہ پہونچے تم تک
نالۂ عاشق صادق ہے یہ لنگور نہیں

تو گویا اس نے طالع کی رسائی کا صحیح اندازہ کر لیا۔

پھلجھڑی۔ نشے کے زور میں لالہ کی خالی خولی
طبیعت داری پر لائن کا تبسم بقول امیر ؂

لوگ سمجھا کر انھیں گھر لے گئے
ہم سے کچھ ہوتا نہیں ہم کیا کریں

یا کونسل میں آنریبل ممبروں کے سوالات میں ہلکے
اور ٹھنڈے ہو گئے دم بھر کا اجالا اور ساری رات
کا اندھیرا۔ کیا گورنمنٹ براہ مہربانی بتائے گی کہ فلاں
تحصیلدار کی توسیع میعاد کی تقریب میں جو غریب
کسانوں سے بجبر چندہ وصول کیا گیا ضیافت اور
ناچ کے مزے اڑائے گئے بعض معزز کاشتکاروں
کے سر پر بذریعہ آگ چرمی طبیعت داری کی گئی غریب
کاشتکار نے تار برقی کے ذریعہ گورنر کے کلبۂ انصاف
و عدالت میں ضیا باری کی یہ کھلی کھلی سفاکی بے ایمانی
بدمعاشی ہے یا نہیں؟

جواب کل سب جھوٹ ہے صرف پچہتر روپے اس
مد میں وصول ہوئے چار سو رئیسوں نے دیے
کوئی سختی نہیں نہ پولیس میں اس کے متعلق کوئی
شکایت ہوئی۔

چلیے معاملہ ختم دو سو دس روپیہ معلوم نہیں کہاں
سے آئے۔ پولیس درکنار جب گورنر کو تار دیا گیا
اور اس نے اپنے نوکروں ہی کی رپورٹ پر
اعتبار کر لیا تو آنریبل ممبر کی جوتی کو کیا غرض ہے
جو بات بڑھائیں۔ مطلب پھلجھڑی چھوڑنے سے
تھا وہ پورا ہو گیا۔ شب برات اور ہولی تو ہوئی۔

نجومی کہتا ہے کہ ہندوستانیوں کی قسمت میں
یہی پھول جھڑیاں لکھی ہیں۔ جہاں ادنیٰ ادنیٰ
تحصیلداروں کی مزے داری میں دو دو سو کی رقمیں
خواہ بذریعۂ زمیندار یا بوسیلۂ چوب و چرم یا بہ تملق
و خوشامد حاصل کر کے صرف ہوں گی۔ کوئی آزاد
تحقیقات ہو گی نہ ممبر صاحب تحقیقات کا مطالبہ
کریں گے۔ وہاں کا سوراج یہی پھلجھڑیاں ہیں۔
"گھر پھونک تماشا دیکھو"

مہتاب۔ واہ ؂
چاندنی خانم نے بی خیلا سے بہنا پا کیا

ادھر روشن ہوئی اور ۔۔ ں میں چربی چھائی سالار نمبرے کے آفتاب سے فیضیاب ۔ لالٹن چندے آفتاب چندے مہتاب چھو رشا رہی ہیں کوئی دیکھنے والا نہیں ۔ دل کے اندھیرے گھر میں اُجالا نہیں شریفے کا کو یا ہے ! ہر دن ہے اندر رات سے

ساقی قدح شراب دیبے ؛ مہتاب میں آفتاب دیبے

سنوں آفتاب پیٹ کی اندھیری کوٹھری میں اُگ رہے جاتے ہیں گمر باطنی تاریکی بڑھتی جاتی ہے ۔ پہلے اہل ہند کے چندر ماں بلی ہیں مگر آنکھوں کی خیر نہیں سے

با کوری باطن چہ کنہ دیدۂ ظاہر
نرگس ہمہ چشم آمد و بینا نشد فی نیست

پڑا تھا ۔ لالٹن کی گالی ۔ ہوشیاروں کی قلابازی ۔۔

گالی میں دوں گی تو سے نہ ڈروں گی

دیکھو لاہوری چو ر بیچے ۔ کون تھا تم کہ مکمل ہوری یا سر میلکم ہیلی کا جواب ہے جس سو راجیوں کے کان اکثر کھینچا دیے ہیں ۔ نجومی کہتا ہے کہ پولیٹیکل اعتبار سے یہ سال سامعہ خراش ہے ۔ کانوں میں انگلیاں دے کے بیٹھنے والے البتہ آرام سے رہیں گے ۔ جابجا صاعقہ کا بھی خوف ہے جتنے بچے اس سال پیدا ہوں گے اُن کا خمیر مینسل پٹاس سے مشابہ ہو گا ۔ تماشیوں کو چندیا کی خیر منانی چاہیے ۔ رنڈیوں کی مشتری اٹھویں خانے میں ہے ۔ سب کا پاؤں بھاری ہو گا ۔ نوچیاں کم ہوں گی طبلیے زیادہ ہوں گے ۔

چھچھوندر ۔ کالی پچکاری سے آتشیں دھار نکالنے والی چیز ہے ۔ لاڈلی ہے گھر گھر کی خبر لائے گی ۔ لہنگے اور چوڑے پائنچے دونوں کا ضرر ہے ۔ نجومیوں کا قول ہے کہ جو ہے سو ۔ رنڈیوں کو بواسیر کی بیماری بہت ہو گی ۔ کہروا ناچنے میں پشواز نے بارود کی بو اُڑے گی ۔

گھنچکر ۔ کٹنی کے ناچ کا تماشا ۔ گھومے سر چکرایا ارارا کبیر کہا اور ڈھیر ہو گئے ۔ ڈاکٹر کچلو اور منشی حسرت کی نظر بھی اسے کہہ سکتے ہیں سے

ہر بھیر کے دائرے ہی میں رکھتا ہوں میں قدم

آئی کہاں سے گردش میں پرکار پاؤں میں

چراغ دانو ہوائی ہے ۔ ہوائی ہے کہیں ہوائی سے اگر سیل جائے تو مسٹر داس اور پنڈت موتی لال کی تقریر ہے ۔ لیکن صاحب بہادر کے رہنے والے تنتنا ہیں کہ اب کی سال ہندر کا چھچھوندی زیادہ ہو گا ۔ ناچنے والیوں کو آگن شیر جانظر آئے گا جہاں جائیں گی گردش تقدیر سے ضعیف نیمن لگا لے گا ۔ یعنی پھیری کھلائیں گی سے

قدم نامبارک و مسعود
گرد پا یا رود برا ردو دود

با ہم دست و گرد دست بدست دگرے نکالی جائیں گی ۔ ہاں اگر ٹاپے میں بند کر کے چھوڑی جائیں تو ضرر کا اندیشہ کم ہے ۔

ہتھ پھول ۔ لالہ کی مونچھیں اور لالٹن کا ہاتھ نشے کی تیز ا ۔ سرکاری عملے کی رشوت ستانی اس کا دوسرا نام ہے ۔ ہتھ پلیٹیں اسی سے مشتق ہے منجمین کا قول ہے کہ رعایا گیند دھڑکا ہو گی ۔ سرکار قہقہہ لگائے گی ۔

انار ۔ شہاب بھری پچکاری ہے ۔ فلک تک آتشین فوارہ نہ چھوڑے تب کی سند ۔ انگیا کے تحفے ہیں مگر بے خبر ۔ نشے کی بدولت صرف آہ اوہی کی شرر ریزی ہے باقی خیر صلاح ۔ پنڈت جی فرماتے ہیں کہ سودیشی تجارت میں حسد کی آگ لگے گی ۔ قرآئے اور سرائے کی آواز سے کان پڑی آواز نہ سنائی دے گی ۔

چرخی ۔ چرس پر دم لگانا اور نیورا کے گرنا ۔ لنگے میں عقل کا چکرانا ۔ لالٹن پر لٹو ہونا اور روت سے لوٹ جانا ۔ اسہال دستے یعنی اسفل واعلیٰ کا اتحاد سے

آنے لگے بیٹھے بیٹھے چکر
فانوس خیال بن گیا گھر

سی پی کونسل کی قسمت ۔ گھڑی کا رقاص ۔ جلی بلی کا پاؤں ۔ چرخا اس کا ذکر بھی ہے اور بہن بھی ہے ۔ باور نہ ہو تو کسی چرخا سے پوچھیے ۔ حضرت نیر وز کی سیرگاہ یا دورہ گاہ ۔ اب کی سال نجومیوں کا [illegible] کہ بھی یہاں [illegible] پنا لیں گے جب یہاں کی [illegible] سیدرہ یا لڑکی میں نوکری [illegible] [illegible] جائے گی [illegible] جائے [illegible] پھر تو لٹے پر پاؤں بچھے گے [illegible] لٹے گا [illegible] سے طاق جفت کھیلیں گے ۔ اگر کسی حاکم پر پیچھا اس پڑا تو عمر دورے میں بسر ہو گی ۔

ست آوازہ ۔ ہولی میں بھولا بھرنے کی نقل ہے ۔ [illegible] دے ہوئے شرابی کا بار بار بھبکنا اور پھر قیں ہو جانا لالٹن کا پھپھسانگنا ۔ لالو کا جھنک کے رہ جانا ۔ ہندوستانیوں کا پولیٹیکل جوش ہے کچھ آوازیں نکالیں اور سو رہے پنڈت جی فرماتے ہیں کہ سال بھر میں دس بیس دفعہ آوازیں آئیں گی ۔ پھر ہندو مسلمن ڈھیلے شیرازہ ابتر ورق چاک ۔ قصہ پاک ۔

جاپانی جوہی ۔ سرد ہینے میں لالٹن کا سسکیاں بھرنا رنگ کی صحبت چوبارہ ۔ بانان کوا پریشن کا خواب ۔ نجومیوں کا قول ہے کہ کہکشاں کی جاپانی اب کی زمین پر سایہ فگن ہے ۔ مسٹر ریڈینسٹ میکڈانلڈ بورے گرائیں گے ان کے پھلا سٹروں میں جو کوئی آگیا اس کی شامت آئی ۔ چھینٹے قیامت کے ہیں ۔

مختصر یہ کہ ہولی آب (رنگ) پر سوار شبرات آگ پر سوار اور میاں نوروز ان دونوں پر سوار ہیں ۔ طبقات آبادی کے متعلق پیشین گوئی پھر کی جائے گی تو بات کیا ہے وہ اخبار نویس نہیں جس میں فراست نہ ہو ۔ دیکھیے مولانا پنچ نے خود ۱۹۲۳ء میں تو تن خاموں کی نسبت لکھا تھا ۔ ان سال (۱۹۲۳ء) کے آخر میں یہ خزانہ نکلا ہے دوسرے سال کے ختم ہوتے تک حق بحقدار سید ۔ ایسی ایسی پیشینگوئیاں بہت سی کی گئیں اور پوری اُتریں ۔ بس کوئی وجہ نہیں کہ ہمارا الہ جھوٹ نکلے آزما دیکھو ۔

راقم

پنڈت آتشبازہ ہوشیارا

"دعوت عام"

"لوگو! - آتشبازی ہے - بجلی کی بتی ہے - غازہ ہے - صابون کی ٹکیاں ہیں - عقل کھونے والی دوائیں ہیں - ان سب کا باپ کھدّر ہے -
آؤ - آؤ - سب کچھ خانہ ساز چیزیں ہیں ۔ اب اور چاہیے کیا ایک نذر ڈال سکنے کے لیے +

بسرپرستی حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہٗ

جاری شدہ ۱۸۳۹ء

ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ لکھنؤ

تار کا پتہ "حنا" لکھنؤ

شاخ

قنوج حیدرآباد دکن

دہلی

مالک اصغر علی محمد علی تاجر عطر جناب بلڈنگ لکھنؤ

رسید

دفتر میں کئی ادبی رسالے بغرض اظہار رائے پہونچے ہیں بالفعل ان کی رسید پر اکتفا کی جاتی ہے۔ آئندہ باسلا ان پر تبصرہ کیا جائے گا۔ بشرط فرصت۔

(۱) ماہ نامہ شاہکار، لاہور از غلام عسکری حضرت تاجور نجیب آبادی۔ نہایت شان و شوکت سے نکلا ہے۔ خصوصاً سرورق تو بچکے پٹھے بنت با کری تو ئی گوکھردگی ہوئی پشواز ہے۔ جوان ناظرین کا حال تو معلوم نہیں البتہ اسے دیکھ کے بڈھے کہنے لگتے ہیں "ہائے بڑھاپا"!

مضامین کا سلیقہ، ترتیب بہت ہی خوب ہے اور مضامین اچھے بھی ہیں لیکن میں خلق اللہ کو اس قسم کی نمائشوں کا عاشق بنانا مطلقاً پسند نہیں کرتا سادگی اور صفائی ہزار جوہروں کا ایک جوہر ہے۔ بوڑھے بالوں میں خضاب۔ گندی جرابوں میں عطر پھونڈی لگے سوراخوں میں مستی۔ جھری پڑے گالوں پر پوڈر پھر ٹھہر کرتی آنکھوں میں کاجل متاع کاسد کی تجارت کو نفع پہونچا سکتا ہے۔ یہاں خدانخواستہ متاع کاسد کی تجارت مقصود نہیں تو پھر یہ بناؤ سنگار یقیناً اسراف ہے۔ بڑا پیا نہ ہے اُس پرچہ پر روپیہ سالانہ قیمت نمونہ ھر

(۲) عروس خیال۔ مظہر انصاری صاحب نے دہلی سے ماہوار پرچہ نکالا ہے مفید مضامین کا مالک ہے ادبی پرچہ ہے۔ سالانہ تین روپیہ نمونہ ۴ر

(۳) ماہر دہلی۔ ظفر نیازی ایضاً سالانہ قیمت ۲ر نمونہ ۲ر

(۴) ہونہار۔ دہلی سے بچوں کے واسطے نیاز فتحپوری صاحب جامی نے جاری کیا ہے۔ مضامین دلفریب ضرور ہیں یقینی دلچسپی کے باعث بچوں کا دل ضرور پڑھنے کی طرف مائل ہوگا۔ قیمت کچہری کے دعا طلبوں کی طرح دلہ نامعلوم۔

(۵) بچوں کی دنیا۔ الہ آباد کا ماہوار باتصویر پرچہ انڈین پریس کی جانب سے برابر شائع ہو رہا ہے دو سال کی عمر ہے۔ ابھی اس کا سالانہ نمبر نہایت دلچسپ شائع ہوا ہے۔ انڈین پریس کی لکھائی چھپائی پر حضرت شاکر میرٹھی کی مہارت شیاندہ دلفریب۔ کیا کہنا۔ ڈھائی روپیہ سالانہ قیمت ہر فی نسخہ ۵ر۔

(۶) عارف۔ کانپور باہتمام وتالیف سید محمد اسمٰعیل صاحب ذبیح۔ ماہانہ نظر فروز ہوتا ہے۔ ادبی پرچہ ہے اور مذہبی مضامین بھی ہوتے ہیں۔ کانپور کے ہوتے ہوتے یہ ادبی پرچہ نکالنا بڑی جرأت کا کام ہے۔ مگر عالی حوصلہ اشخاص خدا کے فضل سے موجود ہیں چاہے مربی نہ ملیں۔ باتصویر ہے قیمت سالانہ دو روپیہ چار آنہ۔ فی نسخہ ۳ر۔

(۷) طبی رسالہ ... دہلی سے ماہوار مرتبہ جناب حکیم حاجی عبدالمجید صاحب دہلوی باعتبار مفید صحت مضامین کے خوب ہے۔ تصویروں کا بھی انتظام ہے۔ تین چار برس سے نکل رہا ہے۔ بیماروں کی صحت کی غرض سے اور تندرستوں کو تندرستی قائم رکھنے کے لیے اس کا مطالعہ یقیناً فائدہ پہونچائیگا۔ مجربات نسخے بھی ہوتے ہیں۔ قیمت سالانہ عہر بھلا اس سے کم میں اور کیا لیجیے گا۔ خاصا موٹا تازہ پرچہ اور اتنا سستا۔

(۸) ماہ تمام۔ ایک ادبی ماہوار کلکتے سے شائع ہوتا ہے محمد اسحٰق صاحب امرتسری اس کے مؤلف ہیں۔ تصویر تو اب ہر پرچے کا جزو لاینفک ہے۔ لہذا اس میں بھی کئی تصویریں ہیں علمی ادبی مضامین اور قصے بھی ہوتے ہیں۔ لکھائی چھپائی اچھی ہے۔ چار آنے بھیجکر نمونہ منگوا لیجیے۔ نمبر ۱۱۔ بوبازار کلکتہ سے ملے گا۔

خاکسار "ایڈیٹر"

اخبار مسلم راجپوت امرتسر

ہفتہ وار قومی اخبار ہے جو پابندی وقت امرتسر سے شائع ہوتا ہے اسمیں ہفتہ بھر کی مشہور خبریں مفید علمی ادبی اخلاقی مضامین کے علاوہ تاریخ مسلم راجپوتان پنجاب مسلسل ہفتہ وار شائع ہوتی ہے جسمیں مستند شجرے گوتوں کی کیفیت خاندانی حالات درج ہوتے ہیں جن کا مطالعہ ہر راجپوت کے لیے ازبس مفید ہے۔ سالانہ چندہ للعہ جنوری کی پہلی تاریخ مسلم راجپوت کا سالنامہ ہے جسمیں مشہور قومیت و مستند قومی راجپوتی خاندانوں کی گوتوں کی تفصیلی حالات و شجرے درج ہیں قیمت ۸ر مستقل خریدار کو مفت۔

پتہ:۔ منیجر مسلم راجپوت امرتسر

انگریزی اخبار خیبر میل پشاور

ضرور ملاحظہ کیجیے۔ یہ انگریزی کا واحد اخبار ہے جو صوبۂ سرحد سے شائع ہوتا ہے سالانہ چندہ پانچ روپیہ ہے

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۵۹ سنہ ۱۹۳۴ء

بعدالت جناب پنڈت گرجا شنکر صاحب بہادر رکنیر ایڈیشنل جج خفیفہ لکھنؤ

سیٹھ جینال مل پروپرائٹر سیٹھ چندن مل نزد کمار ساکن گنیش گنج تھانہ حضرت گنج لکھنؤ مدعی

بنام

راجہ پرشاد سنگھ مدعا علیہ

بنام ماہو پرشاد سنگھ کول مرحوم سنہار ڈاکخانہ دیال پور ضلع ... ہرگاہ مدعی نے مقابلہ "ام" ایک نالش بابت مبلغ ... کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۰ ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۵ء بوقت دس بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا ہوا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جسکے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعوے مدعی مذکور کی کرو اور چونکہ وہی تاریخ جو تمہارے حاضر ہونے کیلیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جوابدہی کی تائید میں گواہوں کی شہادت پر اور جن دستاویزات پر تم استناد کرنا چاہتے ہو اسی روز ان کو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۲۶ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۵ء ہمارے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

وقت حاضری بدفتر ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک

دستخط حاکم بحروف انگریزی

مہر عدالت

... قرار دیے جانے دیوالیہ

(دفعہ ۲۰ ایکٹ ۵ سنہ ۱۹۲۰ء)

بعدالت جناب سید خورشید حسین صاحب بہادر جج خفیفہ لکھنؤ

درخواست دیوالیہ نمبر ۲ سنہ ۱۹۳۴ء

بمقدمہ قرار دیے جانے دیوالیہ مسمی تلسی رام ولد کنوجی قوم تنبولی دوکاندار لال باغ لکھنؤ

تلسی رام کی درخواست دیوالیہ مورخہ ۱۲ فروری سنہ ۱۹۳۵ء کو پڑھنے اور مدیونین کے بیانات کو سننے کے بعد یہ حکم دیا جاتا ہے کہ مدیون مذکور دیوالیہ قرار دیا گیا اور وہ ۶ ماہ کے اندر اپنی درخواست بریت گزرانے۔

المرقوم ۲۰ فروری سنہ ۱۹۳۵ء

دستخط حاکم بحروف انگریزی

مہر عدالت

مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ ۲۳ء

چند فائل براے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب ظرافت و نکات سیاست سے مالامال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے چاہئیں قیمت فی جلد سے ۱۹۲۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ ۲۲-۱۹۲۱ء کی قیمت فی جلد چھ روپیہ محصول ڈاک عہ بذمۂ خریدار۔ جلد ۲۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی عہ اور جلد ۲۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی عہ مفت ملیں گے۔

مجلدات سنین ماضیہ

۱۹۲۰ء کی چند جلدیں برائے فروخت موجود ہیں۔ قیمت فی جلد معہ محصول ڈاک بذمۂ خریدار۔

بیکار ہنسنے سے سود مند ہنسی افضل ہے

اودھ پنچ لکھنؤ ہنسی ہنسی میں کام کی باتیں سکھاتا ہے:-
خواہ وہ سیاسی ہوں یا ادبی یا اخلاقی:-
اسے یاد رکھئے:-

المشتہر
منیجر اودھ پنچ

منتخبات مضامین اودھ پنچ

من ابتدائے سنہ ۱۹۱۶ء و لغایت سنہ ۱۹۲۳ء

چار حصوں میں۔ یہ ادبی اصلاحی اخلاقی سیاسی مضامین بے نظیر علمی عقلی ذخائر رکھتے ہیں جنکی نظیر آپ کو ادب کے خزانے میں نہ ملے گی۔ یہ انسان کو مضمون لکھنا سکھا دیتے ہیں۔ اب تک چار حصے تیار ہوئے ہیں قیمت فی حصہ عہ یہ مضامین بطور ضمیمہ چار سال سے اودھ پنچ کے ساتھ ہفتہ وار شائع ہو رہے ہیں سالانہ جلد کے خریدار کو ایک حصہ مفت ملتا ہے سائز $\frac{20 \times 26}{4-1}$ مجموعی قیمت ان منتخبات کی پانچ روپیہ علاوہ محصول۔

المشتہر
منیجر اودھ پنچ

اودھ پنچ لکھنؤ

دسمبر ۱۹۲۳ء

REGISTERD A 1703
LUCKNOW,
OUDH PUNCH
1935
M B Khan Artist

[illegible] ہو گئے [illegible] سے گیا۔
[illegible] خلافت سے چلے۔ حضرت [illegible] سے فراغت
کرنے کے بعد فرمایا کہ ایک آرزو تمہاری بر آئی یعنی
موذی شیطان کے شر سے تم کو نجات مل گئی۔ اب جدا
کیسے ہو رہے [illegible] خیالات ہیں وہ بھی
پورے ہوں گے۔ اب [illegible] جام میرے
ہاتھ سے نوش کرو۔۔۔۔۔۔

واہ واہ پھر وہی خواب پریشان دیکھ رہا ہوں تھا
[illegible] سامان۔
ارے اس [illegible] پھر ہو گیا۔ میرے
[illegible] کہا [illegible]
بیداری کا وقت ہے [illegible] چپ رہ۔
کیا پھر مجھے مار کھلوائے گی۔ اگلی مرتبہ بیداری خواب
کا امتحان ذرا سختی سے ہوا یعنے نزہت نے میرے
گال میں بڑی زور سے چٹکی دی۔ میں تلملا گیا۔
میں نے کہا دہائی ہے یہ ڈائن میرا گال کاٹے لیتی
ہے۔ ارے میں غریب سوداگر بچہ ناحق شیطان کے
ہاتھوں تباہ ہوتا ہوں۔ مگر میری کون سنتا وہاں ہول
پٹنے لگا جب میں نے دیکھا کہ کسی طرح میرا ابوالحسن ہونا
باور نہیں کیا جاتا تو شلوار دپاجامہ اتار کے بینکڑی
چوتڑوں پر مار کے نشان تھے دکھلانے لگا۔ باقیماندہ
کہانی کچھ زیادہ دلچسپ بھی نہیں ہے۔ جناب خلافت مآب
کمین گاہ سے مارے ہنسی کے پیٹ پکڑے ہوئے
نکلے۔ مجھے انعام اکرام ملا جس کنیز نے گال کاٹا تھا
اسی کے ساتھ شادی رچی۔

میں دیکھتا ہوں کہ آپ کی خلافت کا انجام میری
یک روزہ خلافت سے تلخی میں زیادہ بڑھا ہوا
ہے۔ ایک دل لگی میرے ساتھ کی گئی تھی ایک
آپ کے ساتھ کی گئی۔ لوگوں کی خلیفہ سازی کا کچھ
اعتبار نہیں۔ ان کی مت پلٹی رہتی ہے۔ خدا کہتا
ہے جاعلکم خلائف یعنے اس نے تم کو زمین میں
خلیفہ بنایا۔ ضمیر خطاب عام ہے روئے زمین پر
رہنے والے اس امید میں منہ پھیلائے بیٹھے ہیں
کہ ثمر خلافت آسمان سے ٹپک کے حلق کے اندر
آ رہے۔ آل عثمان جب تک خداوندی خلیفہ سازی پر
بھروسہ کئے رہی اس وقت تک خلافت بھی جیسے تیسے
قائم رہی لیکن انسانوں نے جب یہ تکلیف اپنے
ذمے لی تو ید اللہ علی الجماعۃ جس میں جمہور
راضی اسی میں خدا بھی رضامند۔ ترکوں کا کام جمہوریت
سے چلے گا۔ رہ گئے دیگر امیدوار خلافت عرب کے
شریف صاحب عراق کے شریف صاحب ایران
کے قاچاری صاحب اور کابل کے فوجداری صاحب
ان میں سے شریف اور شریف ابن شریف آنافروده
حق جتانے کی قابلیت رکھتے ہیں بشرطیکہ غیر مذہب
والے ان کے عنصر خلافت پر علانیہ مہر کرنے کا
قصد نہ فرمائیں۔ لیکن قاچاری صاحب کی اہلیت
کی کشتی ڈگمگا رہی ہے وہ شیعی المذہب بھی ہیں۔
اور فوجداری صاحب میں خلافت کی صلاحیت
اس قدر نہیں جتنی کہ امیر الجیش ہونے کی ہے۔
شریف اور شریف صاحب اگر خلیفہ ہوئے تو
غریب ابوالحسن کاتب عریضہ ہذا کی طرح ایک
شبانہ روز کے گنہگار رہیں گے زیادہ دنوں کی
امید نہیں۔ کیا معنی کہ جو خبر آج شائع ہوئی ہے
اسے مولانا [illegible] ۲۱ [illegible] میں دوبارہ اکتوبر ۱۹۲۳ء
میں دنیا پر ظاہر کر چکے تھے۔ جمہوریت کا خیال
تمام دنیا میں وبا کی طرح پھیل رہا ہے پھر کیجیے
صبر کا صلہ شادی ہے کیا عجب کہ آپ کو بھی
کوئی نزہت الارواح مل جائے۔

دا [illegible]

ابوالحسن المشہدی از [illegible] آباد

لارڈ ہسٹن صاحب کی خلیفہ سازی

چپ بولے تھے میں نہیں بولی تھی

ایک میاں تھے ان کی چار بیبیاں تھیں چاروں
توتلی۔ یوں سمجھیے کہ کم بخت مقدر ہی تو تھا اتفاقاً
میاں کے دوستوں میں سے کوئی شخص بطریق مہمان
وارد ہوا جب تک میاں گھر میں رہے بیبیوں کو
چپکے چپکے بولنے کی ہدایت کرتے رہے باہر جانے
لگے تو تاکید کر گئے کہ خبردار جو تم لوگوں نے آواز
بلند کی۔ گھر میں غیر شخص مہمان ہے تمہاری توتو بوبو
سنے گا تو ہنسے گا۔ میاں کے جانے کے بعد کچھ دیر تو
بیبیاں خاموش رہیں بھلا سوتوں کا اجتماع ہو اور
نکتہ چینی نہ ہو یہ کب ممکن ہے۔ ایک بی بی چولھے
کے پاس روٹی پکا رہی تھیں کہ چوہا چراغ سے
بتی گھسیٹ لے گیا۔ دوسری نے فوراً اعتراض
جڑ دیا "اے بی اے بی اچھی نٹھی بھولی ہو لو ناہی
لے ڈیا" (ایسی نٹھی بھولی ہو چوہا بتی لے گیا) انھوں
نے جواب دیا "الی ٹپ لہ میاں تھنیں ڈسٹ تو
بتوں سے منہ تھلیں ڈے" (ارے چپ رہ میاں
سنیں گے تو جوتوں سے منہ کچلیں گے) تیسری نے
کہا "تم ٹیا ٹل ٹلاتی ہو تم بھی تو بولیں" (تم کیا بڑبڑاتی
ہو تم بھی تو بولیں) چوتھی کو تاب نہ ہوئی اپنے چپ
رہنے کی تعریف فرمانے لگیں "اے اللہ تیلا
لاکھ لاکھ تھکل ہے چپ بولے میں نہیں بولی"
(اے اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے سب بولے میں نہیں
بولی)۔

ہمارے لارڈ ہسٹن صاحب کا مسئلہ خلافت
میں دخل دینا اور پھر یہ کہنا کہ "ترکوں کا یہ فعل برطانیہ
کے واسطے باعث رنج ہے بالکل" اے اللہ
تیلا تھکل [illegible] سے مشابہ ہے۔ [illegible] خلافت
ترکوں کا یہ فعل مذہبی حیثیت سے جو معنی رکھتا ہو
وہ اہل مذہب جانیں لیکن [illegible] اسلامی
مقبوضات کا [illegible] اہل یورپ کی [illegible] بغیر
اس تدبیر کے ناممکن تھا۔ اس کو توقع ہے کہ خالص
جمہوریت کے [illegible] یورپ کی دیگر
ریاستیں کیسی چولیشن [illegible] دوسرے ناجائز مطالبات
سے محفوظ ہیں اسی طرح ہم بھی محفوظ رہیں گے۔ اور
توتلی جوروؤں کی توتو بوبو موقوف ہو جائے گی۔
باقی رہا سنی شیعہ کے اختلاف کا مسئلہ تو وہ قدیم
سے ایک ہی حالت میں چلا آتا ہے۔ شیعوں کو خلافت
سے انکار ہے لیکن زوال حقوق اسلام پر ان کے
یہاں بھی دفاع واجب ہے خواہ کوئی خلیفہ ہو یا نہ ہو۔
اگر فی الواقع حفاظت اسلام و فلاح اہل اسلام
عزل خلیفہ پر منحصر ہو تو نہایت سعید و مبارک ہے

کر دونوں حصص صورت کے غلام و ناظر ہو رہے ہیں گو یہاں معاملہ برعکس تھا۔ آزریبل ڈاکٹر سٹر پھر فرنٹ یکیم۔ سے انگریزی پڑھانے کے لیے نوکر تھے اور مولانا مولوی سادہ لوح صاحب عربی اور فارسی نیز دینیات کی تعلیم دیتے تھے۔ ان بر اسے نام معلمین کے علاوہ ایک مس جوتی نوکر تھیں جو اپنی بہت ذہیچ سالگرہ کا درمیانی حصہ وجود توجو انوں جیسے لمدراز خالی اور سیپسے بچو لیچ صرف اس لیے صرف کر رہی تھیں کہ ہم دونوں خصوصاً دلہمہ بہادر انگریزی میں شیریں لیاں اور روانی کے ساتھ گفتگو کرسکیں۔ چھری کانٹے کا دوسے تورس مکمن اور بیٹر ساختشت پیرہا نزرو نشجان اکرنا سکھیں اور با دۂ تہذیب یورپ کے خم کے خم لنڈھاتے اور ہندوستانی پنڈتوں کا تابع نہیں۔ اندر دیر اور پتلون پوش جنٹلمینوں اور کچھ نیم فرنگی لیڈیز کا مہذب ڈانس کرنے میں کسی طرح کا پس وپیش یا شرم وحجاب نہ کریں تاکہ سوسائٹی باہر نہ ہوسکیں۔

(باقی آئندہ)

زار ہند لکھنوی

الف لیلہ و لیلہ

"جلاد عاشق"

(نمبر ۲۔ تابع ماقبل)

جلاد جمہائی پر جمہائی لے رہا تھا۔ حال بیان کرنے سے زیادہ اُسے یہ پسند تھا کہ چار پائی پر اوندھا سیدھا لیٹ رہے مگر جواب کیونکر نہ دیتا۔ کہنے لگا "تو کیا آپ میری حاجت برلانے کی قوت رکھتے ہیں؟" جواب سے ناشکری ظاہر ہوتی تھی لیکن بڈھا خادم لبنان میں رہنے کی وجہ سے ایسی باتوں کا عادی تھا۔ کیونکہ جس زمانے کا ہم ذکر کرتے ہیں اس زمانے میں لبنان کا عجب حال تھا۔ جتنے لوگ آباد تھے وہ سب کے سب اپنے نفس کو رئیس خیال کرتے تھے۔ بس یوں کہیے کہ نہ کوئی رئیس تھا نہ مرؤس۔ نہ سردار نہ ماتحت۔ نہ آقا نہ غلام نہ حاکم نہ محکوم۔ جسے دیکھو بڑے سے بڑا تھا یا ہر شخص بیور خود ہی لے کر بیٹھ کرتا تھا۔ کیسا قانون کہاں کا ضابطہ۔ ہر کمزور پسلی پایا اور کلے والوں نے اُسے نوچ کھایا۔ تمہارا یہی تو ذرا سی بات ہے۔ اُس نے اطمینان کے ساتھ ناخواندہ مہمان کا سوال یوں رد کیا "میں کوئی قوت نہیں رکھتا لیکن ایسا وسیلہ جانتا ہوں جو تمہیں انجام مقصد تک پہنچا دے۔"

مہمان: "حضرت یہاں تو صورت ہی سوال ہے۔ بس یہ چاہتا ہوں کہ امیر اپنے خدمتگزاروں کی فہرست میں میرا نام لکھ لے۔"

خادم: "یہ کوئی بڑی بات نہیں میرا آقا شیخ امین مسعود امیر لبنان کے مزاج میں بڑا رسوخ رکھتا ہے امیر صاحب میرے آقا کے زیر بار احسان ہیں۔ اگر سفارش کر دیں گے تو میاں تر جاؤ گے۔ عمر بھر مزے اڑاؤ گے۔"

مہمان: "اخاہ۔ اندھا جب چاہے جب دو آنکھیں پا لے۔"

سادہ دل خادم سچ کہہ رہا تھا اور تلخ مزاج مہمان اُسے سُن رہا تھا۔

خادم: "تمہاری طرح کے صدہا مفلوک آئے اور میرے آقا کے طفیل میں امید کی جھولی بھر کے لے گئے۔"

اب مہمان صاحب نے آنکھیں بند کر لیں اور منہ کھول دیا۔ بڑے میاں سو باتیں کہتے تو صرف ایک "ہاں" یا "ہوں" سنتے۔ آخر بڈھے نے پوچھا "جی کیا سونے کا ارادہ ہے؟"

مہمان: "میں تو اس سوال کا دیر سے منتظر تھا۔"

خادم: "اچھا تو دیکھو وہ سامنے بستر ہے اسی پر لنڈھک رہو۔ میں تمہارے لیے کمبل لاتا ہوں۔"

جلاد جیسی ہوکے پڑا اور ایسا غافل سو گیا کہ توپ داغی جاتی تب بھی شاید آنکھ نہ کھلتی۔

(۲)

صبح ہوئی۔ آفتاب عالمتاب آسمان کے جگر کا داغ بنا۔ جلاد یا جلاد کی آنکھ کھلی۔ کچھ ایسا تھکا ماندہ تھا کہ دیر تک سوتا رہا۔ کیوں جاگتا اور کیا دیکھتا مقصود حاصل ہونے کی امید نہ تھی۔ اپنی لٹی لاغری حالت دیکھنے کے قابل نہ تھی۔

برخلاف اس کے بڑے میاں سویرے اُٹھے۔ اپنے مالک کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نوجوان آقا کو اُنھوں نے اپنی گودیوں میں کھلایا تھا۔ پشتینی خادم تھے لہٰذا آقا ان کی قدر کرتا تھا۔ سن کے ساتھ حرمت زیادہ بڑھتی جاتی ہے۔ اپنے مہمان کی توصیف میں اُنھوں نے زمین آسمان کے قلابے ملائے۔ مہمان خوش قیافہ نہ تھا مگر بڑے میاں کی نیکی اور سادہ دلی نے اُسے نہایت حسین قرار دیا۔ مہذب نہ تھا۔ مگر تحریر ان کے ہاتھوں لاکھو مہذبوں کا ایک مہذب بن بیٹھا۔

آقا: "اچھا پھر اپنا مطلب کہو۔"

خادم: "میاں تمہاری طرف سے میں نے نوکری دلانے کی زبان ہار دی ہے۔"

آقا: "بڑے میاں تمہاری یہ عادت نہ جائے گی۔"

خادم: "خدا رکھے تمہارے دم کو آج زمانے بھر کی مصیبت میں کام آنے والا سوا تمہارے اور کون ہے؟"

آقا: "استغفراللہ۔"

آقا شیخ امین مسعود ایک جوان سی سالہ قوی ہیکل بارعب و سطوت۔ کشادہ جبین۔ فراخ سینہ سلیم القلب شخص ہے۔ نہایت متواضع۔ کریم النفس۔ مدبر۔ صاحب عزم۔ مہمان نواز۔ جس معرکے میں لڑا۔ فتح و ظفر نے ساتھ دیا۔ کامیابی گھر کی لونڈی۔ آخر بڑے میاں کی لسانی کی بدولت ناخواندہ مہمان کے دیکھنے کا مشتاق ہوا۔

شیخ امین: "اچھا تو بلواؤ اپنے مہمان کو۔ ذرا میں بھی دیکھوں کس فیشن کے آدمی ہیں۔"

یہاں حضرت جلاد پلنگ پر چت لیٹے خشکی میں ملاحی کی مشق کر رہے تھے۔ کبھی منہ پھیلا کے جمہائی لیتے کبھی ناک چڑھائے خبث نفس کے سمندر کا تہ و بالا کرتے تھے۔ اتنے میں خادم نے خبر دی "چلو تم کو صاحبزادے نے طلب کیا ہے۔"

جلاد: "طلب کیا ہے؟ تو کیا تم نے میرا حال کہہ دیا؟"

خادم: "ہاں کہہ بھی دیا اور انھوں نے مدد کا وعدہ بھی کر لیا۔"

مہمان صاحب کی عالی ظرفی دیکھیے کہ سکوت کے ساتھ

رہین منت نگاہوں سے کام لینے کے بجائے آپے سے باہر ہو گئے۔" آہ۔ کاش میں اس احسان کا عوض اُتار سکتا۔ نہ ہوا اس وقت اپنا اختیار و اقتدار ورنہ جواہرات میں تم کو تول دیتا۔ پھر بھی انشاء اللہ دیکھنا ایک نہ ایک دن اس احسان کا بدلہ دھوم دھام کے ساتھ کیا جائے گا۔"

بڑھا ایک باوقار خادم بے مدعا انسان ۔ بے ریا محسن تھا۔ اُسے یہ کلمات بہت ناگوار ہوئے جھلا کے بولا۔

"اول تو یہ کوئی احسان نہیں۔ آدمی آدمی کے کام آتا ہے۔ دوسرے یہاں عوض کی پروا نہیں۔ مال تال کی نگاہ میں وقعت نہیں۔ جینے کی ہوس نہیں۔ صاحبزادے کی سلامتی میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ آل اولاد موجود نہیں۔ مگر تم ہو یار بڑے اوچھے۔ جن کا ارادہ خدمت کے عوض میں خدمت کرنے کا ہوتا ہے وہ یوں نہیں ہنکارتے۔ اگر یہ کوئی احسان ہے تو خدا جانے کتنے تمہارے سے آئے اور میری۔ سفارش کے طفیلوں فائز المرام ہوئے میں نے تو کسی ایک کو پلٹ کے شکریہ ادا کرتے بھی نہ دیکھا۔ خیر اس سے کیا بحث چلنا ہو تو چلو۔"

میاں جلاد نے منہ دھویا۔ عبا کے دامنوں کا منہ دُھلایا۔ کپڑے صاف کی۔ نہایت تکنت کے ساتھ آقا شیخ امین مسعود کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آتے ہی تنوار سے فرمایا "میں حاضر ہوں جو فرمانا ہو فرمایئے۔"

شیخ نے حیرت کے ساتھ حضرت کی نخوت پر غور کیا۔ پھر آہستہ سے کہا "میں نے سنا کہ تمہیں اس وقت مجھ سے کوئی کام ہے۔ تم اپنا نام نشان پیشہ بیان کرو۔ اور یہ بھی کہ تمہیں کیا شکایت ہے جس کے دفع کی سعی کی جائے۔"

جلاد "ضرور۔ سینے شاہ صاحب اپ رہت شریف کی حاجتیں ضروری کرنے کا فخر حاصل کریں تو افسوس ہے شاید آپ کے گوش مبارک میں احمد جزار خادم خاص علی بیگ والئ مصر کا نام کبھی پڑا ہو۔ بندہ ہی احمد جزار ہے خیر آپ نے نام سنا ہو یا نہ سنا ہو اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ بالفعل یہی کافی ہے کہ میرے دشمن پیدا ہو گئے جنھوں نے مجھ سے وطن اور عہدہ سب کچھ چھڑا دیا۔ یا دل نے کہا لبنان کی جانب چلو شاید امیر یوسف کی مہربانی سے کوئی عہدہ تمہارے لائق تمہیں مل جائے۔ بس یہی خواہش ہے۔"

اس بے تمیز کے بیہودہ عنوان کلام پر شیخ امین کا سینہ اگرچہ صبر کا دامن ہاتھ سے دے چکا تھا۔ دوسرے مہمانی کے حقوق کا پاس تھا۔ اس نے کئی بار پیشانی سے پسینا پونچھا۔ صدری کی گھنڈیاں کھول دیں اور کہا "اچھا! تو آپ کوئی جلیل القدر منصب چاہتے ہیں!"

جلاد "جی ہاں۔"

امین "تو کیا لبنان میں جتنے عہدے ہیں سب رکھے ہیں!"

جلاد "میرے لیے کے بعد میں بڑوں کی کیا کمی۔"

امین "مگر لبنان چھوٹا سا شہر ہے۔"

جلاد "دل میں تنگی نہ ہونی چاہیے۔ دل مضائقہ نہ کرے تو چھوٹے سے مکان میں سو مہمان رہ سکتے ہیں۔"

امین "اخاہ خدا رکھے آپ تو بڑے بیباک شاعر ہیں۔ بہرحال میں وعدہ کر چکا ہوں انشاء اللہ آپ کو امیر یوسف شہابی کے دربار میں کوئی عہدہ ملجائیگا۔"

جلاد "شکریہ۔"

امین "آپ کے شکریہ کی مجھے حاجت نہیں۔ آپ میرے ساتھ چلیے۔ گھوڑے کی سواری آپ جانتے ہیں؟"

جلاد "جی ہاں۔"

امین "خیر کل دیکھا جائے گا۔ آج آپ آرام فرمائیے۔"

جلاد اپنی قیام گاہ پر واپس آیا۔ مگر شیخ امین مسعود اپنے وعدہ کر لینے پر پچھتاتا رہا۔

(باقی آیندہ)

مترجم

م۔ ح

ضروری گزارش جن حضرات کے نام وی پی روانہ ہوئے وہ براہ مہربانی وصول فرمالیں یا قیمتدار اصحاب قیمت کا منی آرڈر جلد از جلد ارسال فرمادیں۔ منیجر

مزاحیہ خدا شغل مزاح

بیکاری!

چوہے کے لڈوؤں کی حکایت اکثر حضرات کو معلوم ہوگی اور لغت کی کتابوں میں بھی شاید اصل حکایت کسی کو نہ ملے۔ پرانے زمانے کی دلی کا ایک خوانچے والا لڈوؤں کا باریک بورا یا بورادہ شیرے میں ملا کے لڈو بناتا اور بازار میں بیچتا تھا۔ آپ جانیے سستی چیز دیکھ کے دنیا کی رال ٹپک پڑتی ہے۔ چاہے دام اکارت ہی جائیں۔ خصوصاً غریب غربا کے بچے جنہیں باوا آدم کے وقت سے لے کے تا ایندم فراغت کے ساتھ نعمتوں سے محروم رہنا پڑا۔ کوئی ساعت ایسی مشکل سے آئی ہوگی کہ زبان معطل اور بیکار رہی ہو۔ یہ غریب لالچ میں آکے بورے کے لڈو لیتے اور منہ بنا کے "زہر مار" کا فرض ادا کرتے۔ مگر ایک ہی مرتبہ پھنستے۔ تجربے کے بعد پھر کوئی گاہک اُدھر توجہ نہ کرتا۔ چنانچہ ایک پردیسی طالب علم نے پیسے کے بورے کے لڈو خریدے۔ زبان پر رکھتے ہی "آخ تھو آخ تھو" کر کے تھوک دیئے۔ حلوائی سے کہا پھیر لو اس نے جھڑکی دی کہ میں مسلمان تم مسلمان بھلا تمہاری چھوئی ہوئی چیز پھیر کیونکر لیتا۔ سارا خوانچہ چھوت ہو جائے گا مفلس اور بے مددگار طالب علم اس جواب سے بہت ہی جھلایا۔ رومال میں لڈو کی پوٹلی باندھی اور حلوائی کے ساتھ ہوا۔ میاں حلوائی نے صدا لگائی "بورے کے لڈو جو نہ کھائیگا پچھتائیگا"۔ ادھر اس طالبعلم نے بانگ دی "جو کھائے گا پچھتائے گا کھایا پیا منہ کو آئے گا"۔ خریدار نے حلوائی کو بلایا اور میاں طالب علم بن بلائے پوٹلی لے کے پہونچے "حضرت پہلے چکھ لیجیے پھر لیجیے"۔ بھلا ایسا لذیذ نعمت کو چکھ لینے کے بعد کون پوچھتا نتیجہ یہ ہوا کہ میاں حلوائی دن بھر پھیری لگانے پر ایک کو بھی نہ پھانس سکے۔ شام کو طالب علم کے آگے ہاتھ جوڑے خوشامد کی "اپنے دام لو میاں پیچھا چھوڑو"۔ بھلا طالب علم کب جان چھوڑتا ہے اس نے کہا "دیکھو جی دن بھر میں نے فاقہ کیا تھا تمہارے ساتھ گھوما

مہاتما گاندھی

تم کو آشفتہ مزاجوں کی خبر سے کیا کام
تم سنوارا کرو بیٹھے ہوئے گیسو اپنا

"یورپ میں مزے اُڑانے کے بعد ہمارے "ہز ہائینس" یا ہز ہائنس کو بھی غریب کسان بندے یاد آ گئے (خلاصۂ تقریر)"

REGISTERED No A783
LUCKNOW,
OUDH PUNCH
M. B. KHAN ARTIST
DOGMAN LUCKNOW

میں نے بھی ان حرام خوروں کو خوب جانچ لیا تھا۔ عہد کیا کہ اب مسافروں سے دل لگاؤں گا ایک شب مہمان رکھوں گا لطف صحبت حرف و حکایت سے جی بہلاؤں گا۔ صبح کو خدا حافظ کہوں گا۔ چنانچہ مدتوں بندے کا یہی دستور رہا کہ اسی بغداد کے پل پر جو آجکل حضرت امیر فیصل کے چلتوں باغ بیداد ہے۔ روز سر شام جاتا اور ایک مسافر کو پکڑ لاتا۔ کیا کرتا تنہا خوری کی عادت نہ تھی۔ ایک روز اتفاقاً حضرت امیر المومنین ہارون الرشید اپنے غلام مسرور کو ساتھ لیے موصلی سوداگر کے بھیس میں پل پر کھڑے تھے میں سمجھا کہ کوئی مسافر جہاز سے اترا ہے۔ آگے بڑھ مصافحہ کیا اور حسب معمول نان و نمک کی دعوت دی۔ حضرت نے بخندہ پیشانی دعوت قبول فرمائی تشریف لائے بے تکلفی کے ساتھ کچھ آش و جام شربت میں شریک ہوئے۔ سوتے وقت مجھ سے فرمایا کہ کہو جی کچھ شادی کی طرف بھی خیال ہے میں نے کہا جناب شادی کا ارادہ تو ہے مگر جیسی بی بی میں چاہتا ہوں ملنی مشکل ہے۔ نکھ سکھ سے درست ہو جوان ہو پڑھی لکھی ہو شوخ طبیعت ہو چاہنے والی ہو خوش سلیقہ ہو موسیقی سے ماہر ہو۔ بچے بھی پالے اور شوہر کو بھی راضی رکھے۔ پھر مہمان عزیز نے سوال کیا تمھیں کوئی شکایت اپنے محلے والوں سے تو نہیں ہے؟ میں نے کہا ایک خبیث مؤذن محلہ کی مسجد میں رہتا ہے وہ زمانہ بھر کے بدمعاشوں کا تھا نگی ہے۔ محلہ والوں کا اس سے ناک میں دم ہے جھوٹے مقدمے بنانا اور بندگان خدا کے مال پر ہنگل دراز کرنا اس کا معمول ہے۔ اگر خدا ایک روز کے لیے مجھے تخت خلافت نصیب کرے تو مردود کو جہنم واصل کروں۔ مہمان صاحب مسکرائے اور فرمایا بھئی خدا تمھاری مراد بر لائے اچھا ایک جام میرے ہاتھ سے یاد میں اپنی اس بی بی کے جس کا ذکر تم نے ابھی کیا تھا۔ میں نے جام ہاتھ سے لیا اور مہمان سے بتاکید کہا کہ تم اپنی منزل کھوٹی

[illegible] سے ملے جاتا گویا بہت [illegible]
[illegible] بی والدہ [illegible] کو [illegible]

کھلا رکھنے سے شیطان گھر میں گھس آتے ہیں اور صاحب خانہ کو ضرر پہونچاتے ہیں۔ مہمان نے وعدہ کیا میں جام چڑھا گیا پھر مجھے نہیں معلوم کہ کیا ہوا جب آنکھ کھلی تو میں ایک عالیشان قصر میں تھا۔ میرے گرد و پیش صدہا کنیزیں تھیں ایک نرم نرم ہاتھوں سے تلوے سہلاتی تھی۔ دوسری ہاتھ میں آفتابہ لیے کھڑی تھی چند دیسے سروں میں بھیروں کی تانیں لیتی اور عود بجا رہی تھیں اتنے میں ایک کنیز نے بڑھ کے کہا "امیر المومنین نماز صبح کا وقت ہے" میں نے کہا تجھ کیا بھنگ مانگی ہے امیر المومنین کون ہے میں غریب ابوالحسن سوداگر بچہ ہوں۔ مجھ سے تم کیوں ہول گی کرتی ہو۔ بھلا کجا میں اور کجا امیر المومنین۔ مگر کسی نے بھی میرا کہنا نہ مانا میں مدہ بخوابی کی دعائیں پڑھتا رہا اور دل میں کہتا تھا کہ یہ سارے کرشمے موصلی سوداگر کی غفلت کے ہیں دیکھو دروازہ کھلا چھوڑ گیا اب شیطان مجھے ستا رہا ہے آخر سونے اور جاگنے کی آزمائش میں نے اس طرح کی کہ ایک کنیز سے کہا میرے کان کی لو اپنے ہونٹوں سے دبا۔ اس چڑیل نے اس زور سے کان میں چٹکی دی کہ میں چیخنے لگا۔ ادھر میں چیخا ادھر گانے والیوں نے چلا چلا کے

"سو سیلا ہوا کیسے آج سو سیلا ہوا کیسے"

الاپنا شروع کر دیا۔ میری آواز گانے والیوں کی آواز میں غائب ہو گئی۔ اس قرار واقعی گوشمالی نے مجھے یقین دلایا کہ میں سوتا نہیں ہوں جاگتا ہوں۔ مجبوراً میں خلیفہ بن بیٹھا۔ اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد فوراً حکم دیا کہ غریب ابوالحسن (یعنی خود) کے یہاں بارہ توڑے اشرفیوں کے پہونچا دو۔ اور محلے کے مؤذن کو اس کے احباب سمیت باندھ لاؤ۔ میرے حکم کی بہ تعجیل تمام تعمیل ہوئی۔ اتنا حکم دینے کے بعد زنانی محل سرا میں آیا یہاں دستر خوان چنا ہوا تھا خوب مرغن [illegible]

کھلا [illegible] خوبصورت کنیزوں نے شراب [illegible] صحبت جمائی۔ ان عورتوں کے ساتھ کھیل کود میں تمام دن کیا ختم ہوا مگر خلافت تمام ہو گئی۔ [illegible] جام پیتے ہی کیا ہوا کہ آنکھ بند ہو گئی پھر جو آنکھ کھلی تو وہی ابوالحسن کا مکان تھا بڑھیا ماں جگا رہی تھی "بیٹا کب تک سوؤ گے اب جاگو معلوم نہیں کہاں تمام دن رہے شام کو آئے بھی تو اب تک سو رہے ہو" میں نے بڑھیا کو ایک لات رسید کی کہ ادب سے بات کر۔ ابوالحسن تیرا بیٹا کوئی اور ہو گا میں تو خلیفہ امیر المومنین ہوں۔ اس نے کہا بیٹا خدا کے لیے چپ رہو۔ اگر کوتوال سن پائے گا تو محلے کے مؤذن کی طرح تمھاری بھی گت بنے گی کل اس کو کوتوال کے پیادے پکڑ لے گئے دن بھر شہر میں منہ کالا کر کے پھرایا شام کو درے لگا کر شہر سے نکال دیا۔ خلیفہ ایسا مہربان ہے کہ اس نے ظالم کو سزا دی اور میرے گھر میں بارہ توڑے اشرفیوں کے بن مانگے بھیج دیے بھلا کہاں تو کہاں وہ۔ اتنی بات سنتے ہی مجھے اور بھی غصہ آیا کہ یہ عورت بارہ توڑے پانے کے بعد بھی میری خلافت میں شک کرتی ہے۔ قصہ مختصر لوگوں نے پکڑ دھکڑ کے پاگل خانے پہونچایا وہاں مہینوں آجکل کے پولیٹکل ہندوستانی قیدیوں کی طرح گندی ہوتی رہی بیڑیاں سر ہو گئیں ایک رات خلیفہ بن کے مہینوں جیل خانے کی ایذا اٹھانی پڑی۔ اس وقت سے توبہ کی کہ اب کبھی امیر المومنین ہونے کا خواب نہ دیکھوں گا۔ اماں آئیں اور مجھے چھڑا لے گئیں دوا دارو کے بعد جب چلنے پھرنے لگا طاقت آئی تو پھر بغداد کا پل یاد آیا اور پرانی عادت نے گدگدی کی۔ شامت اعمال کہ موصلی سوداگر پھر دکھائی دیا۔ جی میں آیا کہ اٹھا کے دے ماروں لیکن مہمان سمجھ کے چپ ہو رہا حضرت نے خفت شاید کرنی شروع کیں کہ ایک مرتبہ اور مہمان کر لو میں نے سب حال کہا پشت کے نشان دکھلائے کہ آپ کی دوستی نے یہ مزا چکھایا بلیعہ آپ سے معذرت کرنے لگے "آئندہ میں کبھی دروازہ کھلا نہ چھوڑوں گا"

نمبر ۸

مضامینِ غیبیہ

۲۶ فروری ۱۹۳۵ء

رباعیات حالیہ

سرما کی پرسیج

سرما نے ایک پوری طاقت کی صرف — اسنے منہ دیا اپنی پرسیج پر حرف
انسان کو مدد نہ دے سکے پنبہ و پشم — وہ لاکھ گرا تھا پالا تھا اور تھی برف

سردی مردار کا منہ کالا

سردی سے پڑا ہے خوب ایکی پالا — ہر وقت رہا ہے بول اس کا بالا
نقصان عظیم کاشتکاری کو ہوا — سردی مردار کا کرو منہ کا لا

پروانوں کی سرد مہری

مرجھا گئے سردی سے دل انسانوں کے — پھیکے چہرے تمام حیوانوں کے
محفل میں کھڑی شمع یہی سوچتی ہے — کیوں آج نہیں بھگتے پروانوں کے

جی پی رپورٹ

کس فصل میں آگئی ہے جی پی کی رپورٹ — کہتے ہیں غم و غصہ کی سب اسکو پوٹ
جس کے منہ سے سنا یہی ہم نے سنا — از سر تا پا بھرا ہوا اسمیں ہے کھوٹ

ہوشش چو بر داشتم مادہ بر آمد

اسکیم تو یہ کاغذ سادہ نکلی — یا کیجیے خلاف ہی زیادہ نکلی
صادق آتی ہے اس پہ پوری یہ مثل — دیکھا جو اٹھا کے دُم تو مادہ نکلی

بہکاتے ہیں

کچھ اس کے ثناخوان بھی نظر آتے ہیں — ہر اک پہلو سے اس کے گن گاتے ہیں
کہتے ہیں کہ بہو بچائے گی تا ہوش برس — ہم خوب سمجھتے ہیں یہ بہکاتے ہیں

ماضی سے حال کو بہتر سمجھیے

دل میں نہ برائی کا کبھی آئے خیال — بہتر ہی سمجھیے اپنا ماضی سے حال
قدرت کے کرشمے دیکھتے جائیے آپ — آنے والے کا کیجیے استقبال

بسنتی بیماری ندیم

مجھکو یرقان اور ہے ان دنوں بسنت — زردی کی ہر اک سمت میں پاتا ہوں بہت
سودا کے زمانے سے چلے آتے ہیں — کچھ میری نہیں ہے کیفیوں میں یہ کہنت

زردروئی نصیب ہے

سودا سے بت چین نے کیا چہرہ زرد — رہ رہ کے اٹھا کرتا ہے پہلو میں درد
عشق میں کالا دل و جگر لو بہ اتا ہے — جب آہ نکلتی ہے نہیں ہوتی سرد

زرد رخان چین کے کرتوت

خواہش سے نے ابھر کے یوں کبھلا ہے مجھے — سر بران سے ہوں کب بیمار ہے مجھے
ظلم کھلتا یہ کہہ رہا ہوں میں ندیم — ان زرد رخانِ چین نے مارا ہے مجھے

بے مقامی حالت

جلوہ ہے عجب جہاں جہاں پیش نظر — گویا ہے کشت زعفران پیش نظر
شعر سوں پھولی ہے زردوں کا کھو نہیں — اصغر ہے رنگ گرخاں پیش نظر

جرمن کا سار

مٹی میں ملا تھا جرمنستان کا وقار — انگلینڈ فرانس تھے یہاں دلیار
اتنے عرصے کے بعد پانسا پلٹا — کہلائے گا سار پھر سے جرمن کا سار

بے دخلی فرانس

پیرس کے لوگ سار کے تھے مختار — سب کھینچ لیا ملک سے درہم و دینار
جنگ ماضی میں ہاتھ آیا تھا یہ ملک — اب سار میں وہ کھیل نہیں سکتے شکار

جرمنی کے موافق ۹۱ فیصدی ووٹ

قائم رہی دونوں سے جو ہٹلر کی ہٹ — اک عالم دیکھ کر ہوا ہے ششدر
لیکن اس بات سے خوشی ہے سب کو — رک جائیگا کچھ دنوں کو بیکار کا ڈر

جرمن کا بخت خفتہ بیدار ہوا

سوئیں گے سار والے پاؤں کو پسار — ما تحتی غیر سے نہیں جب سروکار
کیوں چین کرے نہ سار میں ساری قوم — جرمن کا ہوا ہے بخت خفتہ بیدار

ہندی ندیم

تبصرۂ لغات

(نمبر ۶۵)

(تابع ماقبل متعلق نور اللغات)

بادام کے دوسرے معنی تحریر فرماتے ہیں "یہ ریشم کا کویا"۔ اب نہیں معلوم کہ حضرت کی فارسی میں یہ معنی ہیں یا درحقیقت؟ — ریشم کا کویا تو وہ چیز ہے جسے ریشم کا کیڑا اپنے ذیل پر کفن کی صورت خود ہی بُن لیتا ہے اور وہی ریشمی ہے۔ اب جو گرگری کی طرح کھلتا اور کاتا جاتا ہے۔ فارسی کی لغت میں یہ معنی ہماری نظر سے نہیں گذرے۔ رہی اردو زبان تو آج تک کسی کو ریشم کے کوئے کی جگہ بادام کہتے نہیں سُنا۔ نہ کسی لغت میں دیکھا۔

تیسرے معنی بھی عجیب ہیں اور شاید کسی نے سنے نہ ہوں گے یعنی۔

"بی بی ماریں بونڈی کھائے۔ گھر کی بلا کہیں نہ جاسکے"

"لے بیٹا۔ یہ قند پارہ تو ہی کھالے۔ اتنی سی لکڑی کیسے دوں"

بسرپرستی حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ

جاری شدہ ۱۸۳۹ء

ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ لکھنؤ

تار کا پتہ "حنا" لکھنؤ

شاخ

قنوج حیدرآباد دکن

دہلی

اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ

محمد اشرف علی

[illegible] بھی اُنہیں کی تقلید میں چھپلیٹ کا نام
لے کر فرماتے ہیں اور اصل قول پر کچھ خود بھی زیادت
فرماتے ہیں کہ ذت ... شور یا جھنجھلا ... یہ فقط آبادیر
تھا یعنی شور یا بکنے کی جگہ، اب کسی اہل زبان سے
پوچھ دیکھیے کیا جواب ملتا ہے۔

لکھتے ہیں۔ بازار کی گالی کس کی۔ جو
پھر کے دیکھے اُس کی۔ مثل خود ہی بول رہی ہے
کہ غلط ہے۔ یوں کہتے ہیں "بازار کی گالی کس پر
جو پیچھے پلٹ کے دیکھے اُس پر" پھر اصلاح دیتے ہیں
"بازار کی گالی جس نے سنی اُس پر پڑی" حالانکہ
نہ یہ مثل ہے نہ کوئی بولتا ہے۔

صاحب غیاث نے ایک جگہ لکھ دیا ہے
"بازی بازی" بہ بے پروائی کار کردن حضرت نے
جو محل اجتہاد میں سوراخ پایا تو بے دوڑے اور
اُسے مشہور مثل "بازی بازی بہ ریش بابا ہم بازی"
میں کھپا دیا۔ کہیے بھلا کجا اس مثل کا مفہوم اور کجا
صرف بازی بازی؟۔ بازی بازی کے معنی اصلی
یہ نہیں۔ یہ تو محل استعمال سے معلوم ہوتا ہے اگر
کوئی شخص اپنا فرض کھیل سمجھ کے ادا کرے تو وہ
بے شک بازی کرتا ہے کام نہیں کرتا۔

ہم اوپر کہہ آئے ہیں کہ ماہرین فن کے نزدیک
جو لوگ غیر قابل الاستناد ہیں اُن میں سے غیاث اللغات
کے مؤلف صاحب بہت مشہور ہیں۔ مؤلف نور اللغات
صاحب کی استعداد علمی تحقیق کے نقود سے مفلس تھی
مگر اُن کے نفس نے اُن کو دھوکا دیا۔

اگر وہ یہ نہ لکھتے کہ باغ عربی بھی ہے فارسی بھی
یا اُس کی جمع بیغان ہے اور اسی معنی میں مستعمل ہے
جس میں کہ فارسی کا باغ تو کوئی نقصان نہ تھا۔ مگر
غیاث اللغات نے بہکایا اور حضرت بہک گئے۔

اصل یہ ہے کہ نہ تو باغ عربی ہے نہ اس کی جمع
بیغان کسی عربی لغت کی کتاب میں ہے۔ کسی بیوقوف
نے بقاعدۂ عربی جمع بنا کے اگر اسے [illegible] اگل
چھاپ دیا تو وہ خود اس کا ذمہ دار ہے۔ یہ [illegible]
بھی لکھ رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت نے معنی تو گڑھ کے
بھی لکھ دیتے ہیں لیکن معانی میں جو باریک فرق [illegible]

اسے گویا جانتے ہی نہیں۔ چنانچہ بال بنانا کے
ذیل میں لکھتے ہیں "متعدی ۱- خط بنانا، حجامت بنانا
۲- چوٹی گوندھنا، کنگھی کرنا۔ بالوں کو خم دار کرنا"
اب ان معانی کا فرق دیکھیے۔ بال بنانا خط بنوانے
یا سر منڈوانے کے معنی میں گنواروں کا محاورہ ہے۔
شہر میں اگر کوئی شخص کسی کے بارے میں کہے
"فلاں شخص بال بنا رہا ہے" تو اس کا مفہوم
یہی ہوگا کہ بال آراستہ کر رہا ہے، معشوقی کو گھر
بنا رہا ہے۔ پٹیاں جما رہا ہے۔ نہ کہ خط بنواتا اور
سر منڈواتا ہے۔ حضرت مطلب کی باریکی اُس
شعر سے بھی نہ سمجھے جسے خود ہی سند میں نقل کیا
ہے۔ (قلق)

دست رنگیں سے جو تو بال بنائے اے جان
انگلی انگلی تری شمع شب گیسو ہو جائے

واقعی صحبت کا اثر بہت ہوتا ہے یقیناً یہ معنی حضرت
نے اپنے گاؤں کے گنوار دھت بند نائی سے
جس کے ہاتھوں میں علم کی خوشبو آتی ہے
سیکھے ہیں: "لاؤ چودھری بال بنائے دسے ای"

(باقی آیندہ)

راقم [illegible]

ادبار اللغات

بھگوت گیتا یا نغمۂ خداوندی

مترجمہ محمد اجمل خاں صاحب ایم اے

یہ کتاب حال ہی میں طبع ہوئی اور "ادارۂ نوامیس الٰہیہ"
دائرہ الہ آباد سے ایک روپیہ ادا کرنے پر مل سکتی ہے۔
بھگوت گیتا کوئی غیر معروف کتاب نہیں۔ ریاضت
و تزکیۂ نفس میں اس سے بہتر کتاب موجود نہیں۔
حکمائے ہند کا ناز بالکل بجا ہے۔

اردو میں کئی مرتبہ ترجمہ ہو چکی مگر ہر ترجمہ نرالا ہے
مثلاً "فلسفۂ الوہیت" کے نام سے سنہ ۱۸۹۳ء میں پنڈت
جانکی ناتھ مدن دہلوی نے ایک حامل المتن ترجمہ چھپوایا
اور حتی الوسع والامکان انہوں نے فلسفے کے عربی
اصطلاحات بھی ترجمہ میں شامل کیے مگر ایسے مبہم اور
مشکل مضامین کا ترجمہ جو معمولی عقل میں نہ سما سکیں آسان
نہیں۔ ہر شخص بقدر اپنی رسائی ذہن و استعداد کے افہام
مطالب کی سعی کرتا ہے پس ہر ایک ترجمہ کا مختلف ہونا
بنی بنائی بات ہے۔ مترجم صاحب نے نغمۂ خداوندی سے
ہمارے کانوں کو خوش کرنا چاہا تو ہم شکرگزار ہیں مگر سچ تو
یہ ہے کہ نہ پہلے کچھ سمجھے تھے نہ اب کچھ سمجھے صاحب
فلسفۂ الوہیت نے بھی اُردو فارسی اشعار کا اپنے ترجمے
میں ڈھیر لگا دیا تھا اور صاحب نغمۂ خداوندی نے بھی
یہی کیا۔

محض تدبر اور فکر سے یہ غوامض حل نہیں ہو سکتے
اس کے واسطے لازم ہے کہ انسان کے خیالات
پریشان نہ ہوں بھلا پریشانی خاطر سے اس عالم حوادث
و سوانح میں کس کو چھٹکارا ہے کسی مرشد کی جوتیاں سیدھی
کرنے کی بھی مہلت نہیں کہ بلا سے اکتارہ ہاتھ میں لیتے
گیروا بانا پہنتے اور "بولتا میں جا لیتا ترا نام" کہتے کسی پہاڑ
کی چوٹی پر اقامت [illegible] کھینے والے گروہ کے پیروؤں
میں جا بستے

اس سے ہمارا یہ مطلب نہیں کہ خدانخواستہ
مترجم صاحب اپنے مقصد افہام و تفہیم میں ناکام رہے
نہیں۔ وہ ضرور کامیاب ہوں گے۔

زمانہ وہ آن لگا ہے کہ لوگ سیدھی بات بھی
ٹیڑھی سمجھتے اور تعصب کی عینک لگا کے دیکھتے ہیں
ایسی حالت میں اگر ہندوؤں اور مسلمانوں کا خدا کسی
طرح ایک ہو جائے تو اس سے بہتر کیا ہے۔
خدا تو ایک ہے لیکن ماننے والے ایک نہیں خدا
کئی ہوتے (معاذ اللہ) تو ضرور آپس میں سمجھوتا
کر لیتے۔ یہ ہمیں یقین ہے۔ ممکن ہے کہ ان تدبیروں
سے ماننے والے آپس میں مصالحت کر لیں۔
اگر اس قسم کے تالیفات سے ایک ہی اور صرف
یہی نفع ہو تب بھی کہاں کا تھوڑا ہے۔

مگر اس طرف سے یاس ہے۔ کیوں؟ بات یہ ہے
کہ اس روحانی تعلیم کا مدرسہ جنگ گاہ میں واقع
ہوا تھا اور کلام متصوفین اسلام نے خلوت گاہوں میں
نشو و نما پایا۔ یہ تو ہوا ہندوؤں کا عذر۔ اب رہے
مسلمان تو وہ بھی آیات احکام جہاد ہی میں عرفان کے

یہ تو ساقط العدالت ہیں۔ مدعی نے عرض کی کہ حضور ساری چوری گئی ہے اُس کی گواہی دینے شریعت مکہ تو آنے سے رہی۔

ایسے مُلّا اگر صاحب عقل ہوتے تو ہمارے دوست حاجی شوکت علی کی خدمت میں مبارکباد کے تار بھیجتے۔ تاکہ اسلامی رواداری کا یقین غیر مسلم گروہ کو بھی ہو جاتا۔

یہ تو چھوٹی سی بات ہے۔ حاجی صاحب خود بھی کوٹے سے کولا بھرڑا کے اپنے بھاری بھرکم ناچ کو اس لطیف ناچ سے مدغم کر دیتے تو کچھ خلاف دستور نہ تھا۔ سبھا میں پری کے ساتھ دیو بھی ناچتے ہیں۔

سنا ہے کہ بو علی سینا آخوند اور معلم کے مرتبے پر فائز ہوئے لیکن حکیم کا معزز لقب نہ حاصل کر سکے اس لیے کہ حکیم کے واسطے علم و عمل دونوں ضروری ہیں۔ موسیقی جانتے تھے رقص کا علم بھی تھا مگر قطور (پیچھے کا دھڑ پھیلا) ہونے کے باعث ناچ نہ سکے پہلے ہی توڑے میں توازن کا دیوالا نکل گیا اُڑ اُڑا دھڑام ... دست جیل خانے میں ملا رگایا کرتے تھے۔ ناچ میں بھی مہارت بو علی سینا سے کم از کم زیادہ ہو گی۔

بہر حال تنظیم اسلام کا رقص بغیر مداری کے بھی ممکن ہے۔ فقط

دخول الخوالد

سلامی ہندوستان آج کل تداخل کے مرض میں مبتلا ہے۔ بایں معنی کہ پہلے سے ایک عدد خالد صاحب (شیلدرک) اپنی لیاقت کے پھرہرے اُڑا ہی رہے تھے۔ اب ایک خالدہ صاحب وارد ہوئیں۔ آپ کیا آئیں مسلمانوں کے دن پھرے جسے دیکھیے ان کے لکچر سننے اور اپنے ناقص اسلام کی تکمیل کرنے دوڑا جاتا ہے۔ آپ بھی ہر دعوت قبول کرتی

ہیں۔ حالانکہ حضرت کے لکچروں سے دو کوئی نئی بات ترکوں کے متعلق معلوم ہوئی نہ دخول و خلود فی الجنۃ کی کوئی سند سننے والوں کو ملی۔ صرف یا ہند ہندوستان کو آزادی کی کتاب کے دو چار بول سکھا گئیں۔ مردانی تو خیر مگر نسوانی آزادی کے سبق میں تو تھوڑا دو مقابل دو جہ۔ خدا جانے کیا بات ہے کہ باہر سے جو کوئی آتا ہے ہندوستانی مسلمانوں کو اپنے حسابوں اُلّو ہی سمجھتا اور ہاتھوں میں سنگ ہی لاتا وارد ہوتا ہے۔

نوٹس نسبت دکھانے وجہ کے (نمونہ عام)

بعدالت دیوانی جناب سید حسن ارشاد صاحب بہادر منصف صفی پور مقام اُناؤ

دیوانی مقدمہ نمبر ۱۰۰ سنہ ۱۹۳۳ء

سنو لال ولد دیو کرشن قوم برہمن ساکن موضع اوگر پرگنہ صفی پور ضلع اُناؤ مدعی

بنام

کرپا شنکر وغیرہ مدعا علیہ

بنام کرپا شنکر ولد رام چرن قوم برہمن ساکن موضع دردلی پرگنہ صفی پور حال ... لکھنؤ محلہ گنیش گنج

ہرگاہ مسمی سنو لال مدعی نے ایک درخواست حسب آرڈر ۲۱ قاعدہ ۳۰ ضابطہ دیوانی اس عدالت میں گزرانی ہے کہ ڈگری بحالت قطع کی جاوے لہٰذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تم اصالتاً یا معرفت کسی وکیل کے جو حالات مقدمہ سے بخوبی واقف ہو بوقت ۱۰ بجے بتاریخ ۹ ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۵ء اس عدالت میں حاضر ہو کر درخواست کے خلاف وجہ دکھاؤ اگر ایسا نہ کرو گے تو درخواست مذکور تمہاری غیر حاضری میں سماعت کی جاوے گی۔

بتاریخ ۴ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۵ء میری دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

وقت حاضری بدفتر منصفی صفی پور مقام اُناؤ ۱۰ بجے سے چار بجے تک۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

(مہر عدالت)

سمن بغرض قرارداد امور تنقیح طلب

دیوانی مقدمہ نمبری ۲۳۰ سنہ ۱۹۳۴ء

عدالت جناب سید غلام علی صاحب بہادر بی۔ اے ایل ایل بی منصف

مقام اکبر پور ضلع فیض آباد

مہابیر داس وغیرہ مدعیان

بنام

ہرا سنگھ وغیرہ مدعا علیہم

بنام ۱۰- مسماۃ جگدیش کنور بیوہ سروپ سنگھ - ۱۰- رام رچ سنگھ - ... پہلوان سنگھ - ۱۲- بہادر سنگھ - ۱۳- بجرنگ سنگھ پسر ... مسماۃ ... بیوہ ... سنگھ - ۱۶- ... سنگھ ولد ... سنگھ ... رام سنگھ ولد ... سنگھ - ۱۹- ... سنگھ - ۲۰- ... پہلوان سنگھ - ۴۹- مسماۃ ... بیوہ ... سنگھ - ۷۲- ... سنگھ ولد ... سنگھ - ۴۴- رام ... سنگھ ولد ... سنگھ - ۵۱- ... سنگھ ولد رام ... سنگھ - ۵۲- کلسنی کنور بیوہ سیتل سنگھ - ۶۴- مسماۃ ... سنگھ - ۶۳- ... سنگھ ولد سو بہادر سنگھ - ۶۴- مسماۃ ... سنگھ - ۶۶- جگر ناتھ سنگھ ولد سالگرام - ۷۰- مسماۃ ... زوجہ کاشتا سنگھ - ۷۰- مسماۃ دولسن بیوہ رگھو نندن سنگھ ساکنان موضع بیولی پرگنہ مسورہ تحصیل اکبر پور ضلع فیض آباد - ۸۱- کاشتا سنگھ ولد سو بہادر سنگھ ساکن پورہ دربار پرگنہ مسورہ تحصیل اکبر پور ضلع فیض آباد - ۱۰۷- سیتا رام سنگھ ولد راج سنگھ - ۴۹- رام ... ولد سالگرام ساکنان بیولی پرگنہ مسورہ تحصیل اکبر پور ضلع فیض آباد - ۴۳- مسماۃ ... - ۴۴- مسماۃ ... کنور بیوہ ... - ۷۴- مسماۃ ... بیوہ ... سنگھ ساکنان موضع ... پرگنہ مسورہ ضلع فیض آباد - ۱۰۳- جنڈی سنگھ ولد ... سنگھ - ۹۴- ٹھاکر دین سنگھ ولد ... سنگھ - ۸۴- ... سنگھ ولد سو بہادر سنگھ - ۸۲- چاند کا سنگھ ولد ... سنگھ - ۸۸- بھگوان دین ولد ... سنگھ - ۹۰- رام ناتھ سنگھ ولد شیو نرائن سنگھ ساکنان پورہ دربار پرگنہ مسورہ ضلع فیض آباد - ۱۰۱- ... ساکن ... پرگنہ حویلی اودھ ضلع فیض آباد مدعا علیہم

واضح ہو کہ مدعیان نے تمہارے نام ایک نالش بابت ... کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۲ ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۵ء وقت ۱۰ بجے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دعوے مدعی مذکور کی کرو اور تم کو ہدایت کی جاتی ہے کہ جملہ دستاویزات کو جن پر تم بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ تمہاری غیر حاضری میں مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۱۵ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۵ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

تنبیہ:- تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ بیان تحریری بتاریخ ۱۵ ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۵ء تک گزرانو۔

وقت حاضری بدفتر منصفی اکبر پور دس بجے سے چار بجے تک۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

(مہر عدالت)

اودھ پنچ لکھنؤ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۸۳

مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ ۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد سے۔ سنہ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ سنہ ۳۱ و ۳۲ء کی قیمت فی جلد چھ روپیہ۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔ جلد سنہ ۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی عہ۔ اور جلد سنہ ۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی عہ مفت ملیں گے۔

مجلدات سنین ماضیہ

سنہ ۳۰ء کی چند جلدیں برائے فروخت موجود ہیں۔ قیمت فی جلد للعہ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔

بیکار ہنسی سے سود مند ہنسی

افضل ہے

اودھ پنچ لکھنؤ

ہنسی ہنسی میں کام کی باتیں سکھاتا ہے:۔

خواہ وہ سیاسی ہوں یا

ادبی یا اخلاقی:۔

اسے یاد رکھئے:۔

المشتہر

منیجر اودھ پنچ

منتخبات مضامین اودھ پنچ

من ابتدا سنہ ۱۹۱۶ء لغایت سنہ ۱۹۲۳ء

چار حصوں میں۔ یہ ادبی اصلاحی اخلاقی سیاسی مضامین بے نظیر علمی اور عقلی فوائد رکھتے ہیں جنکی نظیر آپ کو اردو کے ذخیرۂ ادب میں نہ ملے گی۔ یہ انسان کو مضمون نگاری سکھا دیتے ہیں۔ ابتک چار حصے تیار ہوئے ہیں قیمت فی حصہ عہ

یہ مضامین بطور ضمیمہ چار سال سے اودھ پنچ کے ساتھ ہفتہ وار شائع ہو رہے ہیں سالانہ جلد کے خریدار کو ایک حصہ مفت ملتا ہے

سائز $\frac{20 \times 26}{16}$ مجموعی قیمت ان منتخبات کی پانچ روپیہ علاوہ محصول۔

المشتہر

منیجر اودھ پنچ

LUCKNOW
OUDH PUNCH
۱۹۳۵
اودھ پنچ
M.B. KHAN ARTIST

نمبر ٧

مضامین

(مورخہ ١٩- فروری ١٩٣٥ء)

دو درویش

سیر چھے درویش کی

(گذشتہ سے پیوستہ)

میں ابھی نوجوان تھا ناز و نعم میں پرورش پائی تھی اور گو اپنی افتاد طبیعت کی بدولت بہت زیادہ پڑھا لکھا نہ تھا مگر کسب معاش کے لیے موجودہ رواں مشینری کو چالو رکھنے کی عقل کے ساتھ علمی قابلیت بھی کافی رکھتا تھا۔ عربی میں پارہ عم بامعنی حفظ تھا۔ علاوہ اس کے کلام پاک کی اکثر آیتیں جن کی ضرورت اس پیشے میں پڑتی ہے زبانی یاد تھیں۔ فارسی میں پورا دیوان حافظ نوک زبان تھا۔ مثنوی مولانا روم اور گلستان بوستان کی صحت کے ساتھ ناظرہ خوانی کر لیتا تھا۔ انگریزی کے متفرق الفاظ بول اور سمجھ لیتا تھا اور اردو کا کہنا ہی کیا وہ تو اپنی مادری زبان تھی۔ عقل اگر بہت زیادہ نہیں تو کم بھی نہ تھی مگر تھی سپاٹ۔ بالکل سادی۔ نقش و نگار سے معرّیٰ طبیعت بچپن ہی سے عالم بالکل [illegible] نہ تو سنے کی ضرورت [illegible] پڑھنی پھل تیار۔ چاہے اور جیسے چاہے بجا لیجے۔ تھا لیکن کچھ کر والد کے [illegible] جیسے [illegible] کی ایک چوکی آئی۔ تینوں لڑکے لاجواب۔ گورا گورا رنگ۔ لال لال گال۔ سچ مچ گلاب کا پھول۔ بڑے بڑے سادہ [illegible] سیاہ بال [illegible] نکلی کھجوری چوٹیاں گندھی ہیں ایک [illegible] ایک اس شانے پر پڑی [illegible] ہو بہو درست

کی [illegible] لگے ہی تھے کہ [illegible] آئی ہو گئی صحنوں پر رکھ کے ادب سے سلام کر کے محفل میں آئے اور بیٹھتے ہی ایک تان ماردی۔ تان کا نا ہے کو ان کا دل مشک ہو گیا اور میں بے اختیار

در دل سینہ تو زخم بے نشاں زدہ
بہر تو عجب تیر بے کماں زدہ

کہتا ہوا اللہ اکبر کہہ کر اچھلا اور بھاؤ بتاتا ہاتھ پیر مارتا قریب پہونچ گیا بیچ والے ماہتاب کو آغوش شفقت میں لے کر اس کا سینہ بے کینہ انوار تجلیات سے معمور کر دیا۔ ایک مشہور و معروف درگاہ کے نام لیوا کا نظر کردہ ہونا ہی قوالوں کے لیے کیا کم باعث افتخار تھا۔ اس پر پانچ ہزار روپیہ سالانہ کی معقول رقم ملنے کی امید نے ان سب کو ہموار کر دیا اور یہ چوکی میری مستقل ملازم ہو گئی۔ گھر کا جائزہ لیا تو علاوہ مال اور اسباب کے جس کی قیمت ہزاروں سے کم نہ تھی پچیس ہزار پہلے کا اندوختہ اور پانچ ہزار تیجے کے دن کا جملہ تیس ہزار روپیہ نقد نکلا۔ میرے کوئی اولاد نہ تھی۔ صرف ایک بہن کی شادی کرنا تھی جو ماشاء اللہ جوانی کی کٹھن منزلیں بڑی بے دردی سے طے کر رہی تھیں۔ آمدنی کے دروازے کھلے تھے۔ اچھا خاصا اندوختہ گھر میں موجود تھا۔ کوئی فکر نہیں تھی۔ مجھے خیال ہوا کہ ہوا کی طرح روپیہ کو بھی آتے جاتے رہنا چاہیے ورنہ حبس ریاح کی طرح حبس زر سے بھی خلفشار کا اندیشہ ہے۔ میرے خانقہ نشینوں نے اس خیال کو اور پختہ کر دیا اور ہم نے ہر طرح کے تعیش میں یہ مال مفت اڑانا شروع کر دیا۔ بلا ناغہ صبح و شام اپنی اس نئی چوکی کا گانا سنتا اور رات کو جب ساری خلقت خواب غفلت میں ہوتی [illegible] کر کے اپنا آئینہ بناتا اور پہلو میں بٹھا کر عشق مجازی کے پردے سے عشق حقیقی کی جھلکیاں دیکھنے کی کوشش کرتا۔ [illegible] کا خاص ندامت میرا مرید ہوا میں نے مزید عنایت اس کے ساتھ یہ کی کہ اپنی بہن کا نکاح اس کے ساتھ کر دیا۔ ماں کا یک بیک انتقال ہو گیا اب

صرف میری بی بی باقی رہ گئی جس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا کہ اس قسم کی قیود و بند سے آزاد ہو کر اطمینان سے ملک کا دورہ کروں اور عوام کو فیض پہونچاؤں۔ دو برس کامل ریاضت کی مگر عشق حقیقی سے ہنوز ناآشنا رہا۔ بیرونی مشاغل کی مصروفیت سے گھر کے اندر جانے کی نوبت نہیں آتی تھی۔ یہ مجھے علم نہ تھا کہ میری بی بی فیاض ہیں۔ سخاوت میں حاتم سے بھی سبقت لیجانا چاہتی ہیں۔ میں ادھر مشغول رہا ادھر انھوں نے گھر کا سارا اثاث البیت۔ زر و زیور حتی کہ جوہر عصمت بھی فی سبیل الشیطان تقسیم کر دیا اور ایک دن سے

ساتھ لے دے کے اپنے یاروں کو

کہیں ایسی الوپ ہو گئیں کہ پتا نہ لگا خس کم جہاں پاک۔ میں نے بھی تک و دو نہیں کی اور اپنے مریدوں کے مشورے سے سندھ کی طرف قصد ہجرت کیا۔ ایک اپنے رشتے کے سالے کو خلیفہ بنا کر یہاں چھوڑا اور اپنے کھلونوں یعنی نوعمر قوالوں اور چند چھٹے ہوئے راز دار مریدوں کو لے کر

منڈکی بھی چلی مداروں کو

ترک وطن کا خاص سبب تو کساد بازاری تھی۔ حسد علیہ ما علیہ نے چند مخالفین پیدا کر دیے جنھوں نے بیجا بدنام کرنا شروع کیا۔ میری غفلت اور میری بی بی کی حرکات ناشائستہ نے بدنامی کو بہت زیادہ ترقی دی۔ ممکن تھا کہ کوشش کرنے سے اس کی روک تھام ہو جاتی۔ مگر ایک جدید واقعہ ایسا ہوا جس نے میرے پیر اکھاڑ دیے۔ میرا دست راست مرید خاص ایک ایسی طوائف سے الجھ گیا جو بڑے تھانیدار کی منظور نظر اور عنقریب ان کی داشتہ ہونے والی تھی۔ تھانیدار منہ دیکھتے رہ گئے اور وہ اڑا لایا۔ خانقاہ کے سوا اور کہاں لے جاتا۔ میں نے اس کی خاطر سے گوارا کر لیا۔ طوائف کمبخت کا حسن ایسا نہ تھا [illegible] کر میں بھی ملوث ہو گیا۔ تھانیدار نے پتا لگا لیا اور درپے آزار ہو گیا۔ طوائف مذکورہ کا [illegible] نام تھا۔ نئی نئی بازار میں آئی تھی تھانیدار سے ڈرتی تھی۔ جانا نہیں چاہتی تھی میرے ہی پاس رہنا چاہتی تھی۔ یہاں رکھنے میں طرح طرح کے اندیشے تھے اس لیے

سندھ کی طرف منھ کالا کرنا مناسب معلوم ہوا۔ سندھ کے لوگ بڑے پیر پرست ہوتے ہیں جیسے بڑے لوگ دادا کے معتقد ہیں۔ شروع شروع میں خوب آؤ بھگت ہوئی رنگ بھی بندھ گیا آمدنی بھی ہونے لگی مگر اتنی نہیں کہ میرے بڑھے ہوئے اخراجات کی کفیل ہو سکے۔ ادھر امرد پرستی میں شاہد پرستی کا اضافہ ہو گیا تھا۔ ادھر کیسہ خالی ہو چکا تھا ہر وقت ہائے ہائے مچی رہتی تھی۔ کسب زر نے مگر اسی وقت تک کام آئے جب تک اقبال یاور بخت مددگار رہا۔ یہ دونوں فطرتاً غیر مستقل مزاج ہیں ہمیشہ کسی کے ساتھ نہیں رہتے نیز دریغ اور کینہ پرور بھی ہیں۔ اچھے حسن سلوک سے انسان کو ایسا شیشے میں اتار لیتے ہیں کہ وہ ان کے خبث باطنی سے آگاہ نہیں ہونے پاتا اور عیش و عشرت میں پڑ کر ایسی حرکتیں اور بدتمیزیاں کر بیٹھا ہے جو ان تانا شاہی مزاج رکھنے والوں کو ناگوار ہوتی ہیں اور یہ اس شخص سے صرف کنارہ کشی ہی پر بس نہیں کرتے بلکہ اسے صفحۂ ہستی ہی سے مٹا کے چھوڑتے ہیں۔ چنانچہ میرے ساتھ بھی یہی کیا۔ میری وہی تدبیریں جو کسی کو سوتا بناتی تھیں اب مجھے کو مٹی کرنے لگیں۔ مجھ پر ساتی تھیں اب خاک برسانے لگیں۔ ضرورت بڑی بری چیز ہے اس کے آگے ننگ و ہ کی تمیز باقی نہیں رہتی احتیاجات سے تنگ آکر میں نے حصول زر کی بعض ایسی تدبیریں کیں جو مجھے نہ کرنا چاہیے تھیں۔ پہلے لوگوں کو سوء ظن ہوا۔ اس کے بعد یقین پر بڑھ گئے۔ کثرت افکار نے میری عقل بھی خبط کر دی۔ ایک بڑے تاجر کا گھر بھرا پرا امیر تھا اس کی عورت کے اولاد نہیں ہوئی تھی۔ عورت حسین اور نوجوان تھی یہ آرزو لیے ایک دن میرے پاس آئی۔ خوب بناؤ سنگار کیے اور بڑا قیمتی اور بیش بہا زیور پہنے تھی۔ میری رال ٹپک پڑی زیور پر بھی اور اس کی صورت پر بھی۔ حسن عقیدت میں اس وقت جو حرکتیں اس سے کیں وہ بھی ہمت افزا تھیں۔ شیطان نے سمجھایا کہ یہ شیر و شکر ہونا چاہتی ہے۔ بس پھر کیا تھا طبیعت میں بدی آئی چکر دیا اسے کمرے میں لیجا کر بند کر دیا اور ڈرا دھمکا کر پہلے تو سب زیور اتروایا اس کے بعد ارادہ تھا کہ حسرت دل نکال کر اسی کمرے میں اسے زندہ دفن کر دوں۔ ادھر میں نے دوسرا ارادہ کیا ادھر وہ چلائی۔ معلوم نہیں اس کا شوہر کمبخت کس طرح عین وقت پر آ گیا۔ کتوار کھلے تھے مجھ سن کر اندر آیا اور اپنے پیر اور بیوی دونوں کے گلے کو نا گفتہ بہ حالت میں پا کر آپے سے باہر ہو گیا۔ داستان بڑی لمبی ہے۔ مختصر یہ کہ پولیس آئی چالان ہوا میرے حاضیہ نشینوں نے میرے ساتھ والوں نے میرے کھلونوں اور میری دل و جان پر ایک سے میرے خلاف کیا خفیہ پولیس نے میرے گزشتہ کارناموں کی داستان مع ثبوت کے پیش کی نتیجہ یہ ہوا کہ سات برس کی سزا ہو گئی۔ دو برس جیل میں چکی پیستے گزرے تھے کہ جیل کے صاحبزادے کی شادی کی دھوم دھام ہوئی چند قیدیوں کو جن میں میں بھی تھا کام کرنے کے سلسلے میں تھوڑی آزادی نصیب ہوئی۔ اسی ہنگامہ میں سب کی آنکھ بچا کر میں نکل بھاگا اور کسی نہ کسی طرح لکھنؤ پہنچا۔ حسین آباد کی مسجد شاہی میں رات بسر کی خواب میں آپ سب صاحبان کی صورتیں نظر آئیں۔

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

کا خیال کر کے ٹھوکریں کھاتا آیا ہوں ع

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۱ سنہ ۱۹۳۵ء ابتدائی خفیفہ
عدالت جناب سید ابو القاسم زیدی صاحب بہادر منصف منی خفیفہ
طرب گنج مقام گونڈہ
نام پت ولد بھگوت پرشاد کہار برہمن عمر ۲۹ سال پیشہ زمینداری ساکن موضع مادھو پور ... پرگنہ و ضلع گونڈہ مدعی

بنام

گوردین وغیرہ مدعا علیہم
نام ۱۔ گوردین ... سال ... ۲۔ ... سال ... ساکنان موضع ... پرگنہ ... ضلع گونڈہ مدعا علیہم
واضح ہو کہ ... [illegible] ... وقت ... [illegible] ... حاضر ہو ... [illegible]

... انفصال کر دیا جائے گا۔
مطلع ہو کہ اگر ... حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ تمہاری غیر حاضری میں ... مسموع اور فیصل ہو گا۔
آج بتاریخ ... ماہ فروری سنہ ۱۹۳۵ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔
وقت حاضری ... [illegible] ... بجے دن تک
دستخط حاکم ... [illegible]

مہر عدالت

نوٹس نسبت دکھانے وجہ کے (نمونہ عام)

عدالت دیوانی جناب سید شوکت حسین صاحب بہادر منصف صفی پور مقام اناؤ
دیوانی مقدمہ نمبر ۱۰۰ سنہ ۱۹۳۳ء
منولال ولد دیوکرشن قوم برہمن ساکن موضع اڈگر پرگنہ صفی پور ضلع اناؤ مدعی

بنام

کرپا شنکر وغیرہ مدعا علیہ
نام کرپا شنکر ولد ... قوم برہمن ساکن موضع ... پرگنہ صفی پور حال ... [illegible]
ہرگاہ مسمی منولال مدعی نے درخواست حسب آرڈر ۲۱ رول ... ضابطہ دیوانی اس عدالت میں گزرانی ہے ... [illegible] ... کی جانب سے بنام کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تم اصالتاً یا معرفت کسی وکیل کے جو حالات مقدمہ سے بخوبی واقف ہو بوقت ۱۰ بجے بتاریخ ... ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۵ء اس عدالت میں حاضر ہو کر درخواست مذکور کے خلاف وجہ دکھاؤ۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو درخواست مذکور تمہاری غیر حاضری میں سماعت کی جاوے گی۔
بتاریخ ۲۸ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۵ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔
وقت حاضری بمقام منصفی صفی پور بمقام اناؤ ۱۰ بجے سے ... بجے تک
دستخط حاکم [illegible]

مہر عدالت

نوٹس نسبت دکھانے وجہ کے (نمونہ عام)

عدالت ... منصفی شمالی ہردوئی مقام ہردوئی
مقدمہ نمبر ... سنہ ۱۹۳۴ء
مکھن لال ... ساکن موضع ... رعدان کوٹیمن مزرعہ امادی پرگنہ گوپامئو ساکن

بنام

سانتن پرشاد فریق ثانی
بنام سانتن پرشاد ولد متھرا پرشاد برہمن ساکن ... پرگنہ ... تحصیل بلگرام ضلع ہردوئی
ہرگاہ مسمی مکھن لال نے درخواست اس عدالت میں گزرانی ہے حسب آرڈر ... قاعدہ ضابطہ دیوانی بذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تم اصالتاً یا معرفت کسی وکیل کے جو حالات مقدمہ سے بخوبی واقف ہو بوقت ۱۰ بجے بتاریخ ۱۹ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۵ء اس عدالت میں حاضر ہو کر درخواست کے خلاف وجہ دکھاؤ۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو درخواست ذکور تمہاری غیر حاضری میں سماعت کی جاوے گی۔
بتاریخ ۷ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۵ء میری دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔
وقت حاضری بمقام منصفی شمالی ہردوئی ۱۰ بجے سے ... بجے تک
دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

بیدم جو مائیہ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

نیاز ہند لکھنوی

تبصرۂ لغات

"نور اللغات"

(تابع ۱۲ دسمبر ۱۹۳۴ء)

(نمبر ۶)

اودھ پنچ نمبر ۳۸ مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۴ء میں نور اللغات جلد دوم حرف "ب" کے لفظ "باجرا" پر تبصرہ کیا گیا تھا۔ اس اثنا میں اکثر خطوط موصول ہوئے (جو مدراسیین شعرا کی جانب سے تھے)، اُن میں یہ سوال کیا گیا کہ صاحب ۱۹۳۵ء کے شروع ہوتے ہی لغات پر تبصرے کے متعلق حضرت اود بارنے "سونٹھ کی ناس" کیوں لے لی بعض ایسی تحریریں بھی ملیں جو اس روک کے پہلے مضمون کی ضرورت قبول و تسلیم کرنے کے بعد بھی اپنے عدم رغبت کی نظر میں لہٰذا "ید اللہ علی الجماعۃ" پر بھروسا کر کے مجبوراً پھر اس تانتے بانے کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے "باچھیں ٹھوڑی تک آنا (مجازاً) بہت ہنسنا اور خوش ہونا"

دُنیا میں آپ کو ایسا کوئی ہنسنے والا ملے گا جس کی باچھیں ہنسنے میں کنپٹی یا کان کی لَو سے رو گردانی کر کے ٹھوڑی پر (لکھنو ار اللغات میں ٹھڈی کو ٹھوڑی کہتے ہیں) لٹک آئی ہوں۔ اصل محاورہ ہے "باچھیں کھنچ کے کنپٹی تک پہنچیں" یا "کان کی لَو تک پہنچیں۔" خدا جانے کون گھامڑ ہے جو انبساط و انقباض میں فرق نہیں کرتا اور یوں بولتا ہے۔ ہنسی میں ہونٹوں کو انبساط ہوتا ہے۔ البتہ انقباض اور رنج کا اظہار اس طرح کرتے ہیں "ہونٹ لٹک کے ٹھڈی پر آ رہے۔" دیکھی آپ نے الٹی ہنسی!

فرماتے ہیں باخترہ (ف۔ بہ۔ ا۔ خترہ۔ آفتاب ماہتاب)"

مصنف صاحب نے یہاں داد تحقیق دی ہے یعنی باختر مرکب ہے "ب" اور "اختر" سے اختر ہے گویا ہم معنی آفتاب اور ماہتاب پر ابنیے جانتے ہیں۔ لفظ ... کے ساتھ ... ملا یا تو "باختر" ... صرف ... ہے۔ یہ بھی ایسی لاجواب ... کہ حضور کے ذہن کی رسائی کی داد دیجئے۔

بھلا یہ کیسے ... اہل زبان میں سے بھی کسی نے باختر کو مرکب لفظ کہا ہے!۔ اور اس اعتبار کو صحیح بھی مان لیں تو کیا کوئی سرزمین ایسی بھی ہے جو "باختر" نام ہو۔ طالب علم کو گمراہ کرنے کے ایسی توجیہوں سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ اسی طرح لفظ "باہم" میں حضرت کو یہ وسوسہ ہوا کہ باہم کا میم مشدد ہے جس کے معنے رنج کے ہیں۔ شریک رنج کو "باہم" کہتے تھے۔ ایرانیوں کو تشدید سے اب مارے کا بیر ہے اُنھوں نے تشدید کو تخفیف سے بدل دیا۔ حالانکہ باہم اور ہم خالص فارسی ہے۔ ہم خوردن۔ باہم زدن۔ ہم بہ ہم زدن۔ اور ہزاروں طرح سے اس کا استعمال ہوتا ہے۔

فارسی خود ایک مستقل زبان تھی اور بقول العلامہ ابن خلدون ان کا قدیم کتب خانہ اگر نذر آتش نہ ہوتا اور یہ مفتوح نہ ہو جاتے تو فارسی زبان عربی الفاظ کی ہرگز اتنی محتاج نہ ہوتی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد خود ایرانیوں کو عربی زبان سے ایسی محبت ہوئی کہ اُنھوں نے اپنی قدیم زبان کو بالکل بھلا دیا۔ اور عربی پر اتنی محنت کی کہ آج تمام عربی کی مستند لغتیں ایرانیوں کی مرتب کی ہوئی مروّج ہیں۔ جوہری کی صحاح اور مجد فیروز آبادی کی قاموس (وغیرہا) اگر آج نہ ہوتیں تو عربیوں نے قرآن و حدیث کے سمجھنے کے لیے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی تھی جو کام آتی۔

غور و تامل سے دیکھیے تو عراق کے نامور عربی شعرا بھی اکثر کھرے ایرانی ثابت ہوں گے۔ ہیں تو عربوں میں کوئی محمد بن عمران المرزبانی کا مماثل آج تک نہیں ملا برخلاف اس کے مرزبانی کے مماثل اکثر ایرانی فضلا تھے۔ مرزبانی متاخرین میں سے نہیں ہے یہ ۲۹۶ھ میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ نائب خراسان تھا۔ تقریباً ڈیڑھ لاکھ صفحے کی کتابیں لکھ کے چھوڑ گیا جو تمام عربی ادب و انشا و موسیقی و احوال شعرائے ماضی و ہم عصر و کلام و حدیث و فقہ و تاریخ و تفسیر و تصوف (وغیر ذالک) سے متعلق ہیں۔

خیر یہ ذکر تو آئے سخن میں چھڑ گیا۔ یہاں مقصود اس قدر ہے کہ ایک مستقل اور قدیم زبان کو یوں عربی سے پیوستہ کر کے اہل علم کا منہ چڑھانا کہاں تک جائز ہے۔

اب لفظ باد کی باری ہے۔ اس میں اول تو اکثر ایسے الفاظ ہیں جو اُردو میں مستعمل نہیں۔ دوسرے جو معانی لکھے ہیں وہ بھی اکثر ناقص ہیں مثلاً باد آورد و باد آوردہ۔ کے بارے میں ایک قصہ خسرو پرویز کا لکھا ہے اور یہ نہیں بتایا کہ اب عموماً جو دولت بلا محنت ہاتھ لگے اُسے "باد آورد یا باد آوردہ" کہتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ اکثر الفاظ جو اُردو میں مستعمل ہیں وہ چھوٹ گئے ہیں مثلاً "باد انگیز" (سوجن پیدا کرنے یا سوج جانے والی چیز)، یا باد بدست (مرد مفلس و بیچارہ و بے فائدہ) یا باد پیمائی (خوشامدی) یا باد دستی (کار بے حاصل) باد سر و باد دم۔ (مغرور) وغیرہ۔

بادامی کے معانی میں لکھتے ہیں "بادامی آنکھ۔ (مؤنث۔ چھوٹی آنکھ)"

آج معلوم ہوا کہ ننھی ننھی چیاں ریز آنکھوں کو بادامی کہتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ۔ کمبخت شاعر (اُردو یا فارسی) عجب مسخرے ہیں جو معشوق کی چندھی آنکھوں کی خواہ مخواہ تعریفیں کرتے ہیں اور انھیں شرم نہیں آتی۔ جو شخص وجہ شبہ اور تشبیہ تام و ناقص کا فرق نہ جانتا ہو وہ لغت لکھنے بیٹھے گا تو یہی ہوگا۔ دنیا جانتی ہے کہ یہاں وجہ شبہ صرف بادام کی لمبوتری شکل ہے نہ کوتاہی و درازی حجم۔

اسی ذیل میں ایک لغت بادامہ بھی تحریر فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ فارسی ہے اور مذکر ہے۔ ایک قسم کا ریشمی کپڑا۔ اور سند میں امانت کا یہ شعر نقل کرتے ہیں ؎

جوڑ توڑ ایسے بھلا تم کو کہاں آتے تھے
پستئی گوشت نہ بادامے میں ٹکواتے تھے

بات یہ ہے کہ حضرت نے "بادامی" کو "بادامے" پڑھا ہے۔ شعر ہے امانت مرحوم کا۔

"چکت بازی میں قانونِ مساوات"

وہ کہتے ہیں ادھر موڑی اُدھر موڑی کدھر جاؤں ٭ دوطرفہ نوچنے والے مری ٹانگیں پکڑ بیٹھے ہیں

سگِ اشتراکیت :۔ "اس نے کاٹا ہے تو میں بھی چکھ لوں گا"

انڈیا جان :۔ "نگوڑو ان تم دونوں کی شکل ملتی ہے مجھے کسی طرح چین نہیں"

حضرت جیلے :۔ "رُت مساوی ہے تو چھٹ لگا دے یہاں میں بھی مساوات ہونی چاہیے ورنہ ایک ٹانگ شکایت کرے گی"

بسرپرستی حضور نظام دکن خلداللہ ملکہٗ

جاری شدہ سنہ ۱۸۳۹ء

ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ لکھنؤ

تار کا پتہ "حنا" لکھنؤ

شاخ

قنوج حیدرآباد دکن

دہ

آٹھ آنہ فی سیر کی نرخ روغنیات کا اعلان جو تاریخ ۳۰ مئی سنہ ۱۹۳۴ء سے کیا جارہا ہے۔ بوجہ گرانی تلی وغیرہ منسوخ کیا جاتا ہے۔ اب یکم فروری سنہ ۱۹۳۵ء سے روغنیات کا نرخ حسب دستور سابق رہ گیا۔

اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ

LUCKNOW,
OUDH PUNCH
قیمت پیشگی سالانہ
بیرون ہند
۱۹۳۵
اودھ پنچ
1935
B. KHAN ARTIST
LUCKNOW

سلام دور سے کرتے ہیں آپ یا بحر تقیں || ہم اپنا رنگ محبت جمائے سے تو ہیں
اب اور کیا ہو حمایت حقوقِ نسواں کی || ہر ایک مرد جو عورت بنائے جاتے ہیں
پکے پن پہ یہ شوہ گری معاذ اللہ || وہ جیسی ترچھی نگاہیں بنائے جاتے ہیں
ذرا یہ تیر لیے سے کوئی پوچھے تو || کہ آپ تمیں پہ کیوں تیلیاں لگائے جاتے ہیں
ہمارے پاس بھی دل ہے کس طرح کوریں || بنا بنا کے جو چہرے دکھائے جاتے ہیں
بٹھا کے حسن کی جو کی پہ دل کے پردے سے || جنابِ عشق مسلماں بنائے جاتے ہیں
پھڑک رہے ہیں جبینِ نیاز میں سجدے || حجابِ ناز کے کیسے لگائے جاتے ہیں

کھلی جو آنکھ رہِ انتظار میں اخگاہ
نظر پڑا کہ وہ موٹر اڑائے جاتے ہیں

وہ درویش

(سیر چوتھے درویش کی)

(تتمہ اودھ پنچ مورخہ ۰ ۔ فروری ۱۹۳۵ء)

اس گئی گزری حالت ۔ آپس کی نفسا نفسی ۔ آپا دھاپی کے باوجود لکھنؤ کی تو چند ہی پھر آ کو فقرا کی غذائے روحی کا کچھ نہ کچھ مزیدار سامان ہو ہی جاتا ہے ۔ درگاہ حضرت شاہ مینا قدس سرہ کے انوار و برکات بلا قید صبح و شام ۔ موسم و فصل ۔ دن اور تاریخ انھیں لوگوں کو نظر آتے اور وہی لوگ اُن سے مستفیض ہوتے ہیں جو صرف اسی نعمت کی تلاش میں وسے پرندش سے بے نیاز اور عشق حقیقی سے سازباز کر کے ؎

جدھر جذب ہم کو لیے جا رہا ہے || کیے بند آنکھیں چلے جا رہے ہیں

کھنچ آتے جاتے رہتے ہیں ۔ کور دل حضرات کی چشم ہائے بے نور کو بصارت اور بصیرت افروز کرنے کے لیے شمع اور بجلی کی روشنی اور عشق مجازی کے پرستوں کو فنا فی اللہ کی مئے ناب سے سرشار کرنے کے لیے مزامیر کے ساتھ سماع کی محفلیں ترتیب دی جاتی ہیں ۔ خوش گلو مغنی ساقی ہوتے ہیں ڈھولک خم مئے اور پُر کیف شعرائے ماضی و حال کا کلام مئے صافی کا لبالب جام بن کر اپنا کام کرتا اور ؎

در رقص و حالت آرد پیران پارسا را

میخواری کے لیے کسی کی تخصیص نہیں جس کا جی چاہے پیے ۔ اکثر لوگ دریا پی جاتے ہیں اور آنکھوں میں خمار تک نہیں آنے پاتا ۔ بعض دو ہی چار جام پی کر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور بہت سے تنگ ظرف ایسے ہوتے ہیں جو بے پیے مست ہو جاتے ہیں یہ بڑا غضب ڈھاتے ہیں ۔ مدہوش سے بدہوش ہو کر مسلک رندی کے سب رازہائے سربستہ افشا کر دیتے ہیں ۔ ساقی بیچارا ؎

اے شیخ پاکدامن معذور دار ما را

کہتے کہتے عاجز آ جاتا ہے مگر وہ ایک نہیں سنتے ۔ اپنی رو میں ؎

بات الصبوح حبوا ایا اہیا السکارا

پیا کی ریت لگائے خون پانی ایک کیا کرتے ہیں ۔ ہا یا گردید درویشاں ۔ کوئی ہو دیکھ ہو کر تھا تو اسی جبہ و دستار میں ۔ درویش صفت نہ سہی درویش صورت تو تھا پھر کیوں نہ شریک بزم ہوتا ۔ ہوا اور خوب ہوا ۔ اپنے اپنے ظرف کے مطابق ہر ایک پر وجدانی کیفیت بھی طاری ہوئی ۔ عضو عضو ۔ رگ رگ ۔ بال بال تال بے تال پھڑکنے لگا ۔ گیارہ اسی میں بج گئے ۔ چوتھے درویش کو آغوشِ سنانا تھا مگر یہاں سے نجات ہی نہ ملتی تھی ۔ تا بپیالہ وہ گرا ۔ ایک قیامت خیز ہنگامہ برپا تھا ۔ باربیگ موگرا پولیس کا گرگا تھا وقت پر سوجھی خوب سوجھی ۔ یک بیک ایک نعرہ ہاکوہ فگاف کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا ۔ آنکھیں لال ہو گئیں چہرہ تمتما اٹھا اور سب کو گرد ہر دکرتا مجمع خوباں پر دو دستی وار کرتا ؎

کنگرہ رسائی ہے جذب اپنا لے دل ❊ لیا اب لیا وہ ہے بام محبت

کہتا بزم رنداں سے نکل کھڑا ہوا ۔ اور ؎

نہ سدھ بدھ کی لی اور نہ سنگل کی ❊ نکل بزم سے راہ جنگل کی لی

بگٹٹ گھر کی طرف بھاگا ۔ بقیہ درویش بھی ۔ ارے سُن تو ؎

یہ تیری حدِ نگہ ہے کسی کی دید کہاں ❊ یہ عکس حسنِ نظر ہے جمالِ یار نہیں

کی صدا لگاتے اپنے ساتھی کو سنبھالنے دوڑے اور پہلی ہی دوڑ میں اپنے غریب خانہ پر پہونچ گئے ۔ چٹپٹے کباب ۔ دہی بڑے ۔ ٹکیاں وہیں درگاہ میں خوب سیر ہو کے کھا چکے تھے منہ کا مزا بدلنے کے لیے جھولیوں میں چڑھاوے کے گنے اور ریوڑیاں دست برد کر لائے تھے منہ میٹھا کر کے اپنی جگہ پر بیٹھ گئے اور چوتھے درویش کا اعمالنامہ سماعت کرنے لگے ۔

"اللہ اکبر"

بھائیو ! تین بھائیوں کی ہسٹری شیٹ واضح رائے عالی ہو چکی ہے ۔ پہلے دو بھائی تو پدری سلسلہ میں بہت کچھ مجہول النسب ہوئے ۔ تیسرے بھائی کا یہ سلسلہ تو کچھ ایسا بیجا نہ تھا مگر مذہب کچوری ہو گیا غرضکہ ان دونوں سلسلوں میں ہر سہ برادران "الٹی کا پلہ" ہی نکلے ۔ یہ خاکسار بفضلہٖ آج کا نہیں اصل کا مسلمان اور قوم کا خالص شیخ ہے ۔ جہاں تک از روئے کتب اور روایت ہائے معتبرہ و صادقہ پتا چلتا ہے میرا صلی معاملہ بڑا آبدار اور ظلم طرز ہے ۔ ہر آلائش اور گندگی سے پاک ہے ۔ میرے مورثِ اعلیٰ شیخ گھمو اپنے اہل و عیال کے ساتھ خاص ملک عرب سے ہندوستان وارد ہوئے ۔ آپ ودانہ الہ آباد لے گیا ۔ اور وہیں سکونت اختیار کر لی ۔ شیخ گھمو نے الہ آباد پہونچ کر روئی دھنکنے کا پیشہ اختیار کیا اور یہ کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی" پر نظر کر کے اس فن میں ایسا کمال حاصل کیا کہ اُن کی دھنکی ہوئی مٹھی بھر روئی میں ایسی گرما گرمی پیدا ہو جاتی تھی کہ لوگ صرف ایک ہلکی پھلکی رزائی سے کڑاکڑاتے جاڑے پار کر دیتے تھے ۔ معلوم نہیں اس کی اصلیت کہاں تک ہے مگر مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ روئی میں اس درجہ حرارت پیدا ہو جانے کا باعث شیخ صاحب کی طرف

... کی ایک روایت ... سبب ... کرام ... کیفیت ... عالم ... تھی۔ ایک بزرگ جن کا نام یاد نہیں ہے کہتے ہیں کہ کثرت ریاضت نے شیخ کمو کی دھنکی میں ایسی کیفیت پیدا کر دی تھی کہ ایک معمولی شخص صاحب دل ہو اس کی آواز سے وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور یہی سبب ہے کہ امیر خسرو نے جب راستہ چلتے یہ آواز سنی تو حال قال سے باز نہ رہ سکے اور

"درد جانان جان ہم رفت......"

کی پلیٹ پر اپنی آواز کا فوٹو اتار لیا۔ والد ماجد خدا اُن کو غریق رحمت کرے فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے خاندان کا کوئی فرد ایسا نہیں گزرا جو صاف باطنی کے ساتھ صاحب حال نہ ہوا ہو۔ مجاہدہ اور ریاضت کرنے سے بھی کسی نے اپنی دھنکی کے اوپر سے ہاتھ نہیں اٹھایا۔ اپنے بزرگوں کے کارنامے بیان کرنے کے لیے ایک دفتر چاہیے اس لیے اس سے قطع نظر کرکے یہ آپ کا شیخ بدھو نام غلام اپنے واقعات سناتا ہے۔ میرا غریب خانہ ایک چھوٹا سا خام مکان تھا جو صاف ستھرا تھا اور جس میں غریبانہ اسباب خانہ داری بڑے قرینے اور ترتیب سے رکھا اور سجایا جاتا تھا۔ میری ماں، میری بیوی اور ایک ناکتخدا بہن میرے علاوہ والد مرحوم نے اپنے پیچھے چھوڑیں۔ مکان سے تھوڑے فاصلے پر دو تین ایکڑ کے رقبے میں ایک باغ تھا جو پختہ چار دیواری سے گھرا ہوا تھا۔ اس باغ کا نام گلستان ارم تھا اور اس کے کئی حصے تھے۔ ایک حصے میں کثرت سے پختہ قبریں بنی ہوئی تھیں جو سب میرے بزرگوں کی کہی جاتی تھیں مگر میری اپنی تحقیقات یہ ہے کہ اس میں بہت سی قبریں عوام پر رعب بٹھانے کے لیے محض فرضی بنا دی گئی تھیں۔ ہر قبر پر ایک پتھر لگا تھا جس پر عجیب غریب القاب و آداب کے ساتھ ساکنان قبر کے نام اُن کی پیدائش اور وصال کی تاریخ تحریر تھی۔ دوسرے حصے میں ہر قسم کے پھلدار درخت لگے تھے جو اپنی خوبصورتی اور خوب سیرتی سے

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی جو پنہاں ہو گئیں

کا تین ثبوت پیش کرتے تھے۔ تیسرے درجہ میں خانقاہ، مہمان خانہ اور باورچی خانہ تھا جس میں ہم مشرب ہم نوا، ہم پیشہ ہم رنگ آتے ٹھہرتے کھاتے پیتے اور گانا سنتے تھے۔ والد مرحوم کے فاتحہ سوم سے فراغت ہوتے ہی محفل سماع، بابوئی اور میری سجادہ نشینی کی رسم عمل میں آئی مریدان باخلاص کا مجمع تھا سب نے حسب حیثیت نذر گزرانی روپیہ کا ڈھیر لگ گیا والد مرحوم کے مرنے کا پہلے نام بو غم تھا وہ بھی جاتا رہا۔ یہ کہنا بھول گیا تھا کہ میرے دادا ایک رنگیلے شاہ صاحب کے ہمراہ پنجاب اور سندھ کا دورہ کرنے گئے تو اُن کو یہ رنگ ایسا پسند آیا کہ اپنا آبائی "تانت باجی" پیشہ یک قلم ترک کر دیا اور اسی کے ہو رہے۔

شاہ صاحب موصوف سدا بہار شاہ کے نام سے مشہور تھے۔ مسمریزم کے عالم کامل ہونے کے علاوہ علم مجلس میں طاق اور گانے بجانے میں شہرۂ آفاق تھے۔ باتیں کرتے تو معلوم ہوتا کہ منہ سے پھول جھڑتے ہیں۔ جس کسی کو نظر بھر کے دیکھتے وہ انھیں کا کلمہ پڑھنے لگتا۔ دادا کی بہن بڑی خوش چشم تھیں۔ شباب کی انگنائی میں کھڑے ہو کے شاہ صاحب کی طرف آڑے ترچھے تیر پھینکا کرتی تھیں۔ شاہ صاحب بھی گاہے گاہے اپنی کمان ابرو چڑھاتے اور دل دوز تیروں کی بوچھار کر دیا کرتے تھے۔ نشانہ کسی کا خالی نہ جاتا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ شاہ صاحب کے تیر بڑے گہرے پڑتے تھے نکالے نہیں نکلتے تھے۔ زخم رستا گیا بہن نے دل باندھا پھر لا ہو گئی۔ کوئی دوسرا چارۂ کار نہ تھا اس لیے شاہ صاحب نے مریدی کی چادر اُڑھا کر دو بول نکاح کے پڑھے اور اسی چھو منتر سے نہ پھنسی باقی رہی نہ پھوڑا۔ سب زخموں کا اندمال ہو گیا۔ شاہ صاحب کے مرید بے شمار تھے دور دور سے لوگ آیا کرتے تھے تحفے تحائف منی آرڈروں کی بھرمار رہا کرتی تھی۔ دادا کی غیر معمولی تابعداریوں اور اُن کی بہن کی بے تکلف کرشمہ سازیوں نے شاہ صاحب کو ایسا متاثر کیا کہ وہ خانہ داماد ہو کر یہیں کے ہو گئے۔

عام لوگوں کی طرح شاہ صاحب سوتے میں کبھی خواب نہیں دیکھتے تھے بلکہ خواب کی خیال آرائیاں عالم بیداری میں کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے تھے۔ گلستان ارم اور وہاں کی قبروں اور مزارات کی بابت بھی شاہ صاحب کو بذریعہ کشف معلومات ہوئیں اور انھوں نے اپنے معتقدین سے چندہ کرکے یہ سب کچھ بنوا لیا۔ سالانہ عرس کے نام سے ایک اچھی خاصی شاہانہ تقریب کرتے تھے۔ ہر گوشۂ ملک سے قوالوں اور مریدوں کی رسد جاری ہوتی تھی میلہ لگ جاتا تھا۔ دس روز تک گانے بجانے کی بھرمار کے ساتھ تر تراتے پلاؤ قورمہ کی افراط پیٹ تو پیٹ لوگوں کی نیت بھر دیتی تھی۔ قوالوں کی جھولیاں اور شاہ صاحب کا خزانہ لبالب بھر جاتا تھا۔ فقرا اور اہل دل صوفیوں کی ظاہری اور باطنی خدمت بھی بوجہ احسن کی جاتی تھی اس لیے یہ حضرات بھی کثرت سے آتے اور اپنی ہو حق سے محفلوں میں خوب رونق پیدا کر دیتے تھے۔ سترہ اٹھارہ برس تک یہی گرماگرمی رہی دن دونی رات چوگنی ترقی ہوتی گئی۔

شاہ صاحب کے کوئی اولاد نہیں ہوئی اس لیے اُن کے وصال کے بعد میرے دادا اُن کے جانشین ہوئے جنھوں نے شاہ صاحب سے کچھ اونچے جا کر اس ماہتاب کو آفتاب بنا دیا۔ دادا صاحب بہت مسن ہو کر جنت نصیب ہوئے۔ اُن کے انتقال ہونے پر اُن کے اکلوتے فرزند ناخلف یعنی میرے والد گدی پر بیٹھے۔ میں نے ناخلف صرف اس وجہ سے کہا کہ اول تو وہ اس کے اہل نہ تھے دوسرے پچپن برس کی عمر ہو چکی تھی جس سے تواند... جو پیچ در پیچ گتھیاں سلجھانے کی اور کسی قسم کی صلاحیت اس عمر میں بہت کم باقی رہ جاتی ہے۔ یہی ہوا عرصہ دراز کا رنگ جما تھا مٹنے تو نہ پایا مگر پھیکا ضرور پڑ گیا۔ بڑی خیریت ہوئی کہ اُن کی زندگی تھوڑی ہوئی ورنہ ممکن تھا کہ یہ رنگ بالکل مٹ جاتا اور مجھے ذرا سا بھی عیش نصیب نہ ہوتا جس کا میں بدرجہ کمال متمنی تھا۔

مراسم سیوم کے ادا ہوتے ہی خریداران با اخلاص نے مجھے گدی پر بٹھا یا مجھ بے حساب تھا اور میں گورنا شروع ہوئیں۔ صبح سے بڑی رات گئے تک درآمد کا سلسلہ جاری رہا روپیہ کا ڈھیر لگ گیا ذرا طور جو خرچ تھا وہ بھی جاتا رہا۔ واللہ روپیہ بھی کیا چیز ہے مسکن۔ مفرح۔ مفتح۔ قاآنی نشہ میں شراب کے متعلق کہہ گیا مگر در اصل یہ بات روپیہ کے متعلق صادق آتی ہے ؎

اندوہ بہ ظلم بشکند شادی دہد جاں پرورد

اور واقعہ یہ ہے کہ

شادی دہد غمناک را کسری کند ضحاک را

سجادہ ساز دخاک را وز خاک انساں پرورد

(ناتمام)

ظرافت

زار ہند لکھنوی

کُتیا بیگم

(تتمہ ۵۔ فروری ۱۹۳۵ء)

زخمی: "تو سنا صاحب میں نیویارک میں اپنا پستول الٹ پلٹ کے دیکھ رہا تھا کہ اچانک گولی سر ہو گئی۔"

بالسی: "جھوٹا ملعون۔ یہ نہیں کہتا کہ استاد نے شیکاگو میں میری مرمت کی۔"

زخمی: "اس پستول کے بے کہے اترنے کا گمان بھی نہ تھا۔"

بالسی: "ہاں بیٹا سچ ہے تم نے ہرگز نہیں بھرا۔"

زخمی: "ارادہ تھا کہ نیویارک میں ٹھہر کے علاج کروں۔ والد صاحب کا تار موصول ہوا جو کہ انگلستان کے بہت بڑے امیر ہیں۔"

بالسی: "کیا کہنا تمہارے باپ کا۔"

زخمی: "تار کا مضمون تھا کہ آخری دیدار منظور ہو تو فوراً انگلستان پہونچو۔"

بالسی: "اور اپنی آشنا کو بھی لیتے آؤ۔"

زخمی: "بس جناب اس مضمون کو دیکھتے ہی میرے ہوش حواس جاتے رہے۔"

بالسی: "بے شک باپ مٹی کا بھی ہو تو عزیز ہونا چاہئیے۔"

زخمی: "میں بے تامل چل کھڑا ہوا۔"

بالسی: "اور لاکھوں کی دولت لے کے چل کھڑا ہوا اس لیے کہ وہ بھی ... کا مال ..."

ڈاکٹر نے گولی کھوپڑے سے نکالی اور اطمینان دلایا کہ حالت مخدوش نہیں ہے۔ گھبرائیو نہیں۔

ایک روز گذرا دوسرا دن آیا۔ ڈاکٹر حسب معمول زخم کے دیکھنے میں مشغول ہوا مگر زخمی صاحب اپنی جراحت پر نہیں بلکہ اپنے والد کی وفات پر ٹھنڈی سانسیں بھرنے لگے۔ اس وقت بی مارگی جہاز کے عرشے پر ہوا کھا رہی تھیں اس وجہ سے ڈاکٹر کو تنہا سہارا دے کے اسے بٹھانا پڑا۔ پٹی کھولی گئی زخم دھویا گیا۔ مرہم لگایا گیا ڈاکٹر نے اطمینان دلایا کہ دو ہفتوں میں آپ تندرست ہو جائیں گے۔ زخمی صاحب اپنے زخم کی طرح مسکرائے۔ باتیں ہونے لگیں۔ اتنے میں بی مارگی بھی ہاتھ جھلاتی کولے مٹکاتی اپنے زخمی کے پاس آئیں۔

ڈاکٹر: "میں نے سنا ہے کہ شیکاگو میں چوروں نے کچھ دن پیشتر بہت سر اٹھایا تھا۔ وہ تو کہیے مشہور مفتش جیمس ریڈنگ وقت پر پہونچ گئے۔ ورنہ ایسی ایسی وارداتیں سننے میں آئیں کہ ہوش اڑ جاتے۔"

زخمی: "جی ہاں کیا کہنا مسٹر جیمس ریڈنگ کا واقعہ اپنے فن میں یکتا ہے۔"

ڈاکٹر: "مگر حضرت ایکی مرتبہ تو ان کے بنائے کچھ نہ بنا۔ چور چونا لگا کے اڑنچھو ہو گئے۔ ریڈنگ نے شکست پائی۔ بلکہ میں نے یہاں تک سنا ہے کہ وہ بیچارہ چوروں پہ تیلی ناش ہو گیا۔ کیا کہوں آپ لوگوں کا حلیہ چوروں سے اس قدر مشابہ ہے کہ اگر مجھے آپ دونوں کی ذات پر وثوق نہ ہوتا تو یہی سمجھتا کہ شاید تھوڑا بہت علاقہ آپ کو بھی ان مجرموں سے ہے۔"

جوڑا: "(دہلا کے) کیا فرمایا ہمارا تعلق!"

ڈاکٹر کے کلمات بجلی بن کے خرمن اطمینان پر گرے مگر ڈاکٹر ذرا بھی متوجہ نہ ہوا اور کہنے لگا۔

"جی ہاں آپ کا ... ہاں اگر جیسا نہیں ہیں جیسا کہ میں کہہ رہا ہوں ... کا الزام تم پر نہیں ہو سکتا۔ میں چاہتا ہوں تو ابھی ثابت کر دکھاؤں۔"

مارگی: "یہ آپ کہتے کیا ہیں؟"

ڈاکٹر: "جی ہاں یہی عاصی عرض کر رہا ہے۔"

مارگی: "ہوش کی دوا کیجیے۔ ذری سنبھلے ہوئے۔ شاید آپ نہیں جانتے کس سے مخاطب ہیں۔"

ڈاکٹر: "بہت اچھی طرح واقف ہوں۔ میں دو چوروں سے مخاطب ہوں۔"

باتیں ہو رہی تھیں کہ زخمی صاحب نے اپنے بستر کے نیچے سے پستول نکالا اور فرمایا "چپ رہ حرامزادے" ـــــ ادھر تو زخمی نے فیر کیا ادھر بی مارگی نے تڑاتڑ کئی گولیاں چلائیں مگر حیرت ہے کہ ڈاکٹر کے فولادی جسم پر باوجود نشانہ ٹھیک بیٹھنے کے مطلق اثر نہ ہوا۔

مارگی: "اف وہ رے سخت جان۔ تو انسان ہے یا شیطان؟"

بالسی: "نہ انسان نہ شیطان۔ چوروں کا باوا جان اس کمترین کا نام ہے "بالسی" شاگرد رشید مسٹر جیمس ریڈنگ۔ ذری غور سے اپنے پستولوں کو ملاحظہ فرمائیے۔ خالی کارتوس ہیں ان کی گولیاں بندے نے پہلے ہی سے نکال لی تھیں۔" اب میاں بالسی نے اپنا پستول نکالا اور چیخ کے کہا "آپ دونوں آدمی ہاتھ اونچے کر لیں۔" مگر کسی نے اطاعت نہ کی۔ دونوں کی زبان پر بے اختیار یہ کلمے جاری تھے۔ خدا بچائے ریڈنگ سے۔ ارے اس کمبخت سے کہاں بھاگ کے جائیں۔ معاملہ طشت از بام ہو گیا۔ گولیوں کی آواز سے جہاز بھر میں اودھم مچ گیا۔ تو دو ڈھیلا دوڑے۔ مارگی دروازہ کھولنے کو بڑھی۔ بالسی نے فوراً اسے دبوچ لیا لیکن اس چڑیل نے اپنی جیب سے ایک شیشی نکالی جس میں زرد رنگ کا عرق تھا اور شیشی منھ میں ڈال لی۔ توبہ کیا قہر کا زہر تھا جس نے آناً فاناً گرا دیا۔ چہرہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے لگا ایک رنگ آتا تھا ایک جاتا تھا

تمنائے خام عاشق اور بے جڑے دل معشوق

"پیاری اب تو سارا فیصلہ ہو گیا ہے، دلوا دو اسی بات پر ایک بوسہ"

"وعدہ بھی ہو ہوئے ضمانت لا، کہیں لے کے مکر جائے تو؟"

[illegible] ... ر داد امور تنقیح طلب

... ر داد امور تنقیح طلب

ہوا ایک ... بالسی اور ... [illegible]

... [illegible] ... ہوئے۔

حوالی بچہ پر لعنت ... فارسی استاد پلٹنت ... بالسی نے دھمی جو رکو ہتھکڑیاں پہنا دیں۔ اس کی بنا پر بیچ رہی تھی تو اسے بھی چلی۔ اسے بھی ہتھکڑی۔ اسے کوئی ترس نہیں کھاتا کہ مجھے مار ڈالے اور اس ایذا سے نجات دے۔ بیچاری ڈاکٹر برابر مگر علاج میں سرگرم تھا مگر بخار کی بھٹی بھی بھڑک رہی تھی آخر ڈاکٹر نے مجبور ہو کر انجیل دیکھی اور اعلان کیا کہ مریضہ چل بسی۔ بعد کے واقعات کچھ ایسے قابل اظہار نہیں۔ بالسی نے تمام دولت اپنے قبضے میں کر لی۔ گیرٹ اور ہیرے میاں کو حراست میں لیا۔ اتفاقاً ایک امریکانی جہاز شیکاگو جاتا ہوا ملا۔ جونسن کے کپتان نے اشارہ کر کے اسے روکا۔ بالسی چالان اور مال اور شہادت نامہ لے کے اس جہاز پر سوار ہوا۔ شیکاگو پہنچنے کے بعد مجرم کو پولیس کے سپرد کیا۔ استاد کو جی بچنے کی مبارکباد دی۔ عاشق مجرم خود ہی جان دینے پر آمادہ تھا پھانسی کا حکم سنتے ہی باغ باغ ہو گیا۔ چوری کا مال بعد تصدیق صاحبان مال کے حوالے ہوا۔ آگے کیا کہیں فقط۔

م — ح

الشاطی توسیع اشاعت زیادہ بوقت عبادت

مولانا پنج کی نوٹ بک

"اینٹ البزادہ و خشت البحر"

(یعنی آئینی اصلاحات کا مسودہ)

خدا بخشے ملا دوپیازہ مرحوم کو عجب زندہ دل آدمی تھے۔ ان کے علم کا شہرہ بھی دور دور تک پہنچ گیا تھا۔ دنیا جہان کے عالم قبضے میں رہتے تھے کہ یہی تو کاش وہ بھی حاصل کر سکتے مگر صاحب یہ تو اللہ کی دین ہے۔

ایک شامت زدہ مولوی نے دماغ کی ہانڈی میں خیال بیہودہ کا پلاؤ پکایا کہ مناظرہ کرو شاید قسمت یاوری کرے اور دوپیازے کا ذائقہ لوگ بھول جائیں۔ مولوی نے نوٹس بھیجا کہ بندہ مناظرہ کرنے کو حاضر ہوتا ہے آمادہ باشید۔

ہمارے ملا صاحب نے فوراً کمہار کو بلایا ایک بڑی اینٹ اور ایک چھوٹی اینٹ پاتھنے کا حکم دیا۔ جب اینٹیں آ گئیں تو جولاہے بلائے گئے اور جتنے تھان کھارے کے ان کے یہاں مل سکے وہ سب دونوں اینٹوں پر لپیٹے گئے یعنی جزدان پر جزدان چڑھایا گیا تو ہر ایک اینٹ تانک منے کی توپ ہو گئی۔ دو چھکڑوں پر یہ دونوں اینٹیں لادی گئیں ایک پر لکھا کتاب مستطاب "اینٹ البزادہ" دوسری پر موٹے قلم سے تحریر فرمایا "مجموعۂ خشت البحر"۔ ملا نے سن لیا تھا کہ مولوی بھی اپنا پورا کتاب خانہ گدھوں پر لاد کے ساتھ لایا اور شہر کے باہر خیمہ زن ہے۔ اسی لیے "اینٹ البزادہ" اور "خشت البحر" بطور مقدمۃ الجیش ملا صاحب نے اپنی روانگی سے قبل بھیج دیں۔ جو بڑے چھکڑے اس علم سنگین کو بمشکل کھینچ سکے۔ شہرت ہو گئی کہ ملا صاحب نے اپنی دو کتابیں دو چھکڑوں پر بھیجی ہیں۔ ایک عالم تماشائی ہوا۔ مولوی بھی خیمے سے باہر نکلا اور دونوں کتابوں کی عظمت دیکھ کے سہم گیا کہ مقابلہ آسان نہیں۔

مناظرے کا دن آیا۔ ملا صاحب بیرون شہر تشریف لائے۔ مولوی نے تا در خیمہ استقبال کیا۔ دونوں مسند پر متمکن ہوئے۔ مولوی نے ایک انگلی تنکا سی کھڑی کی۔ ملا نے دو انگلیاں بطور بشارت دو ساقین استادہ فرمائیں۔ مولوی نے جیب سے انڈا نکالا۔ ملا نے جھٹ سے پیاز کی گٹھی دکھائی۔ مولوی جھلا کے ایک کتاب اٹھا لایا بس ملا نے بھی اپنے ملازموں کو دونوں کتابیں حاضر کرنے کا اشارہ کیا۔ لیکن توبہ ایک ایک کتاب اٹھانے کے واسطے بالاکھی اور دیگر آلات

فرانس

جرمنی

"مینڈھے لڑوا چکنے کے بعد"

(فرانس سے) بال کتر گئے تو غم نہ کرو۔ گھر کی کھیتی ہے۔ (جرمنی سے) بس بیٹا۔ بس دیکھو تم سینگ نہ نکالنا۔

اسی سے مجھے سمجھ لیں گے یا ہو کہ یہاں کے باشندوں سے کسی انگریز کا منہ چھوئے خواہ انگریز کے نام سے مٹی کا منہ ہی کیوں نہ ہو آئین کے خلاف سمجھی جائے گی۔ جہاں کہیں تہذیب کی سلطنت ہے وہاں یہ باتیں ہوتی ہیں یا ناراضگی کے جلسے کیے جاتے ہیں۔ بات بڑھ گئی ہے تو چڑھائی ہوتی ہے کاروبار بند کیے جاتے ہیں۔ بیشک یہاں بھی یہ تماشا پائی تختم کشا ہوتی ہے۔ کچھ کی کھوپڑیاں توڑی جاتی ہیں۔ ناطقہ تنگ کیا جاتا ہے عورت مرد سب ایک ہی رنگ کی ہولی کھیلتے ہیں۔

اس کا نام ہے آئینی جد و جہد اسی سے حق منوایا جاتا ہے یہی ترکیبیں ہیں یہی چالیں ہیں۔ اس چلن پر چلنے والے کبھی بدتمیز شورہ پشت کے نام سے مشہور نہیں ہوئے کسی کو کہا سوشلسٹ کسی کو لبرل کسی کو ڈیماکریٹ کسی کو نیشنلسٹ کسی کو اکسٹریمسٹ۔ مس پنکھرسٹ کو پھانسی دینے کی کسی کو جرات نہ ہوئی۔ خود آپ نے اور آپکے مزدوروں نے کیا کم اودھم جوتا ہے سنتی ہوں حال ہی میں بارہ لاکھ ڈگ والوں نے روزانہ مزدوری بڑھوانے کے واسطے ہڑتال کرنے پر کمر باندھی ہے۔

یہاں کے رہنے والے بھی آپ ہی کے شاگرد ہیں مگر انھوں نے اپنا رنگ گورا نہیں کیا اور پہلے ہی سے لگے تال بے تال ناچنے جس زمانہ میں پوپ شاہی کی برکتوں کا چھتر یورپ کے سر پر قائم تھا اس زمانے کی تاریخ اٹھا کے دیکھیے وہ لوگ جو دنیا و مافیہا سے الگ تھلگ گھر کے اندر یا جنگلوں اور پہاڑوں میں بیٹھے ہوئے رات کو تارے گنتے۔ دن کو دھوپ اور آفتاب کا سایہ ناپتے تھے نہ کسی سے بولتے تھے نہ چالتے تھے ان کی دشمنی پر کمر باندھی گئی۔ آج اگر گلیلیو ہوتا تو شاید آپ بھی اس کے کان گرم کرتے کہ "مونڈی کاٹے آئین کے گھیرے سے پاؤں باہر نہ نکال اپنی منطق اور فلسفہ رہنے دے" روجر بیکن کی منڈیا بھی اس جرم میں مروڑ ڈالی کہ نگوڑے کیمیا کی لت پڑی ہے آئین خفا ہو جائے گا"

آدم پر لوگ کیوں آتے کہ سیٹا ناس گئے نکل ہمارے گھر سے۔ استقرائی فلسفہ کی کتابوں میں آگ لگا یہ سب آئین کے خلاف ہیں" وسالیس کو مردوں کی چیر پھاڑ نہ کرنے دیتے اور کہتے کہ چل یہاں سے دور ہو تیرا ہے۔ لارڈ بیکن کی گت اس جرم پر بنائی کہ اس نے تجربی فلسفہ پر کتاب کیا لکھی۔ اس کتاب سے سلطنت الٹ پلٹ جائے گی۔ یہ بات آئین کے خلاف ہے۔ کوپرنکس کی کان کھنچی دگرگتائی کرتے کیپلر کے لئے لیتے نیوٹن کو توپ دم کرواتے۔ ڈاکٹر ہارڈی کی فصد پر کھلواتے۔ سرچارلس بل کو کولھو میں جوتتے کہ تو ملحد ہے لامذہب ہے تو رگوں میں خون دوڑانے کی فکر میں ہے تو رگ پٹھے دیکھتا ہے یہ سب آئین کے خلاف باتیں ہیں۔ اجی رہنے صاحب!

ہندوستانیوں نے لندن والوں سے یہ گھاتیں سیکھی ہیں۔ انگریزوں کو جب گڑگڑا کے مانگنے سے کچھ نہ ملا تو کسی قدر کرتب سے مانگا کر اپنا دکھانے کا اس قدر نتیجہ ضرور نکلا کہ "پھر مانگو" کا جواب سنا جب اور عورتیں ڈنڈے جمائیں چھپتے دکھائے تو کچھ زیادہ شنوائی ہوئی پھر ہارے کھانگے لوگوں نے مرنا قبول کیا تو لے میرا بھائی تو چل میں چل لگی تحقیقات ہونے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ منہ چڑھانا کوئی اچھی بات ہے لیکن جہاں آئین میں لوگوں کی خواہش پوری کرنے کی گنجائش نہ ہو وہاں یہی مصیبتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ہندوستان کی حکومت کو پوپ شاہی اختیارات دینے اور بادشاہ کو جکڑ بند کر دینے کا یہی پھل ہو سکتا ہے۔ جب سے بنگال کی تقسیم منسوخ کی گئی اسی وقت سے لوگوں کو یہ یقین ہو گیا کہ رونے گانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ ساری دنیا کا حال میں بیچاری پردے کی بیٹھنے والی کیا جانوں اپنے گھر کے ایک واقعے سے میرے تو کان ہو گئے جب بنگال کی تقسیم منسوخ ہوئی تو بڑے صاحبزادے گھر میں آئے اور کہنے لگے اماں اماں ایک پچیس دو۔" میں نے کہا ہوش کی دوا کرو بھلا آخری تاریخوں میں روپیہ کہاں سے آیا۔ پہلے تو اس نے بہت ضد کی پھر کہنے لگا "نہ دو گی؟" میں نے کہا "نہیں"۔ بس اتنا کہنا تھا کہ اٹھا اور اٹھ کے پاندان کھڑکی کے راستے نالے میں پھینک دیا۔ لکڑی لی اور چھت میں جھاڑ کنول جو لگے ہوئے تھے سب توڑ ڈالے۔ اب میں لاکھ چیختی ہوں کوستی ہوں مگر وہ نگوڑا کسی طرح سماعت نہیں کرتا یہی کہے جاتا ہے "بھلا دیکھیں تو کیونکر نہیں دیتی ہو"۔ آخر میں نے پانچ روپیہ حوالے کیے۔ اتنے میں چھوٹے صاحب کو ہوا لگی کہنے لگے اب ہم کو بھی جو کچھ مانگنا ہوگا یوں ہی مانگیں گے۔ اتنے میں نواب صاحب آ گئے انھوں نے جو گھر کی یہ حالت دیکھی تو مجھ سے کہنے لگے "یہ کیا ماجرا ہے؟" میں نے کہا صاحبزادوں سے پوچھو۔ واہ کیا اچھی تعلیم دلوائی ہے کہ لونڈے ماں باپ کو آزار میں پھنسے لیتے ہیں۔" نواب صاحب مسکرائے اور کہنے لگے یہ تعلیم میں نے نہیں دی۔ یہ تعلیم سرکار نے دی ہے۔ تقسیم بنگال بھی اسی تعلیم کی بدولت منسوخ ہوئی۔ رولٹ ایکٹ بھی اسی طرح ردی ہوا۔ تم تو ہو بیوقوف لڑکے نے پانچ روپیہ مانگے تھے بے عذر ایک روپیہ حوالے کر دیتیں اور بہلا دیتیں کہ اگلے مہینے میں تنخواہ آئے تو اور دوں گی۔ بات بھی بنی رہتی اور جھاڑ فانوس بھی بچتے۔ اس نصیحت کے بعد انھوں نے ولایت کی مس سلویا پنکھرسٹ اور دوسری سفرجیٹ عورتوں کی کہانی بیان کی کہ ان بیچاریوں نے جب تک ناطقہ تنگ نہیں کر دیا جو کچھ مانگتی تھیں نہیں پایا۔ اب جو کچھ وہ مانگتی تھیں اس کا آئین بن گیا ہے۔ میں نے اس حکایت کو سن کے کان کھڑے کیے اور جھٹ ڈولی منگا کے میکے روانہ ہو گئی۔ اب جو نواب صاحب گھر میں آئے تو وہاں بھیروں ناچ رہا تھا۔ ہائیں بیگم کہاں گئیں معلوم کے پاس میرا خط رکھا ہوا تھا میں نے اس خط میں لکھا تھا۔

LUCKNOW
OUDH PUNCH
۱۹۳۵
اودھ پنچ
M.B. KHAN ARTIST

قابو رکھنا بہت مشکل ہے۔ عشق کی شہ میں تو یہ عجب ہوتی ہے بیچارے ادب میں آگئے کیا کرتے مجبور تھے۔ کوئی مذہبی آدمی بھی نہیں ہیں سُنا ہے کہ ہندو ہونے کو تیار ہیں۔ رہا گرم ہی پیتا جاتا ہے تاؤ کھائے ہوئے ہمیں موقع اچھا ہے ہر دو دارسے چلو ہمیشہ کی ہو۔ بیوہ بیاہ رائج بھی ہو چکا ہے کوئی عورت بھی نہ رکھنے کا جیٹ منگنی اور بیٹ بیاہ۔ غرض یہی سب کچھ ہوا اور میرے پردادا نے دل و جان سے کثرت کو وحدت پر ترجیح دی۔ گنگو ماتا کا اشنان اور کاسر یا سر گوبر چاٹنا۔ شکر کیا ہوا پاک دھاقا گئو متر پیا اور تلک لگا دھوتی باندھ یہ شعر پڑھتے ہوئے ہندو ہوگئے ۔۔

میرے دین مذہب کو پوچھتے کیا ہو ان سے تو
قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

قصہ کوتاہ یہ آپ کا صرف اپنے پردادا کے دولت سے ہندو احتلامی خادم سابق لالہ گرو پرشاد موگرا اس وقت ہم آپ کے سامنے اپنے آبائی دین رفتہ کی دستار باندھے ماہر بیگ کے نام سے بیٹھا نظر آتا ہے۔ اپنے سالے کی حکام رسی کی بدولت میرے پردادا بھی تھانیدار ہوگئے تھے۔ موگرا میری پردادی کا نام تھا جسے پردادا کی وصیت کے بموجب اُن کے بعد خاندان کے ہر فرد کو اپنے نام کے بعد لگانا واجبات سے ہوگیا۔ موگرا خاندان کی یہ خصوصیت بھی قابل ذکر ہے کہ اس کا کوئی فرد ایسا نہیں ہوتا جسے محکمہ پولیس سے کسی نہ کسی طرح کی نسبت نہ ہو۔ اگر بدقسمتی سے کسی کو کوئی چھوٹی بڑی خدمت نہ سپرد ہوئی تو وہ مخبر یا دلال افسران مقامی کا آلۂ کار گرگا یا گچھا یا کسب معاش کے سلسلے میں بدمعاش ہو جایا کرتا ہے۔ چنانچہ میرے دادا عمگر پرشاد موگرا اور میرے فادر اجگر پرشاد موگرا بڑے مشہور حرام خور تھانیداروں میں تھے اور میرے چچا بیچارے جاہل رہ جانے کی وجہ سے اب تک تھانیداروں اور انسپکٹر صاحبان کے دلال کی جیبی اور غلئی دونوں طرح کی دلالی کرتے اور مونچھوں کو تاؤ دیا کرتے ہیں۔ فادر عموماً شیطان

کے چیلے تھے اور یہ کہنا بجا ہے کہ شیطان بھی پہنچے ہی پوبالا ہوا اپنے پہت تھا جوان ہوتے ہی تھانیدار ہوگیا مست جو لیس دوست ہوگئیں۔ گنجاں میں رائٹ ونگل۔ کسی طرح کانی سنیں۔ پہلا سابقہ ایک برہمن ہوتا انچارج اور ایک سکھ ہی انسپکٹر سے پڑا۔ ابتدا میں شروع میں دونوں نے خوب رگیدا مجھے بھی چپنے ٹیکنا تھے چار و ناچار زندگی جھیلی سب گرم و سرد گوارا کیا۔ دونوں میرے ہی کندھے پر بندوق رکھ کر چلاتے اور خوب شکار کھیلتے تھے۔ شروع شروع میں مجھے بڑی تکلیف ہوئی مگر اس معنی کر کے میں اُن دونوں کا ضرور شکر گزار ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں مجھے جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ کر دکھانے کا خوب ملکہ ہوگیا۔ قدم سے دکھی۔ ڈگی سے پوٹلا۔ پوٹلی سے سرپٹ جانے لگا۔ انسپکٹر صاحب بڑے خشک۔۔ ریپرو بڑے متعصب اور حاکموں کے خیال میں ایماندار اور رشوت نہ لینے والے افسروں میں سمجھے جاتے تھے۔ کسی حد تک یہ واقعہ بھی تھا اس لئے کہ کسی قسم کا کوئی معاملہ نہ خود کرتے نہ کسی درمیانی کے رہین منت ہوتے تھے بلکہ اس قسم کے مجرم پیشہ لوگوں کو اس ترکیب سے اپنی کڑوی کسیلی دوا پلاتے اور ایسا جلاب دے دیا کرتے تھے کہ اُن بیچاروں کا سارا کھایا پیا کسی نہ کسی صورت سے نکل جاتا تھا۔ انسپکٹر صاحب کی سند اس منہ تک بھر جاتی تھی اور مزہ یہ دیکھیے کہ ہر کارگزاری کا سہرا انھیں کے سر رہتا تھا حکام رستم داستان انسپکٹر صاحب ہی کو سمجھتے تھے۔ میرا انچارج برہمن دیوتا بگلا بھگت تھا بظاہر بڑا اچھا۔ بڑا منکسر۔ بڑا دیار ملک سیدھا سادھا آدمی بالکل گئو معلوم ہوتا تھا مگر بہ باطن بڑا پاپی۔ بڑا اکر دھمی۔ بڑا فطرتی اور بڑا کھاؤ تھا۔ پیٹ کا دوزخ بیسن گرہ سے کم نہ تھا ۔۔۔ پڑھا لکھا بہت کم تھا۔ سب کام میں کرتا تھا وہ ہاتو عدالت کی پیروی میں مصروف رہا یا تھانے میں کھونٹے سے بندھا پاگر کیا کرتا تھا۔ سال بھر ہوگیا مگر اس ناچیز کی جیبیں خالی ہی رہیں۔ جو کچھ کماتا دونوں مردود تھما لیتے۔ دونوں فلش کے لیتا تھے میں نے عمداً ہارنا شروع کیا اور دونوں کو اس رنگ میں ڈال کر خوب رنگا۔

تھانیدار کے یہاں تمرکات سے باکل تیار ہوتے تھے گھرتے ٹوپی کے ساتھ [illegible] بھر کے کپڑے متعدد تھوس سونے کے زیور۔ مشاق کتنا ہی اکم تھم سے گھر پاٹ دیا۔ انسپکٹر صاحب نے اپنی ساختہ پرداختہ صاحبزادی کی شادی رچائی تھیں بے ٹھاٹ رخصت سے کر ان کے دیس پہونچا اور پورا سامان جہیز سعادت شاگرد [illegible] نذر گزرانا یہ سب خدمات ایسی نہ تھیں کہ نظر انداز کر دی جائیں۔ دونوں میری مٹھی کے اندر آگئے۔ خداوند پولیس یعنی سپرنٹنڈنٹ بہادر ان سے میری خوب جھوٹی سچی تعریفیں کیں۔ وہاں کی خدمات سے بھی میں نہیں چوکا۔ آٹھ سیر دودھ دینے والی گائے کہے بہ [illegible] عام میں بولی بلا کر بارہ روپیہ میں

اطلاعنامہ حسب دفعہ ۱۰ ایکٹ ۴ سنہ ۱۹۲۶ء صوبہ آگرہ

بعدالت جناب لالہ شنکر سہائے صاحب گپتا آنریری اسسٹنٹ کلکٹر بہادر قنوج مقام قنوج نمبر مقدمہ ۶۱

چونکہ بمقدمہ نالش حاجی محمد آفاق وغیرہ ساکن قنوج زمینداران محصل لگان موضع راجگیر پار پرگنہ قنوج بنام تم ہیر سنگھ کے جو عدالت میں فیصل ہوا ایک ڈگری بقایا لگان بابت بقایا لگان بتاریخ ۲۳ نومبر سنہ ۲۶ء صادر ہوئی اور مبلغ للعہ جارہ جواب از روئے ڈگری مذکورہ واجب الادا ہیں ان کی تفصیل حاشیہ پر درج کی جاتی ہے۔

	روپیہ	آنہ	پائی
اصل	۹	۱۴	۰
خرچہ نالش	۳	۲	۳
سود بابت زر اصل و خرچہ نالش	۰	۰	۰
خرچہ اجرائے ڈگری	۱	۱۵	۰
سود بابت خرچہ اجرائے ڈگری	۰		۰
میزان	۱۴	۱۵	۳

اور چونکہ آج کی تاریخ تک ڈگری بلا الفکاک رہی ہے لہٰذا بذریعہ اس تحریر کے تم ہیر سنگھ ولد ہلد یو سنگھ قوم ٹھاکر ساکن حال [illegible] مذکور کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تم زر مذکور یعنی مبلغ للعہ جو از روئے ڈگری کے واجب الادا ہیں اس عدالت میں پندرہ روز کے اندر تاریخ موصول ہونے اطلاع نامہ ہذا سے ادا کر دو ورنہ وجہ ظاہر کرو کہ تم مندرجہ ذیل کھیتوں سے جن کی بابت بقایا ڈگری شدہ واجب الادا ہے بیدخل کیوں نہ کیے جاؤ۔

تفصیل اراضی

موضع	[illegible]	[illegible]	نمبر کھیت کو رقبہ کھیت کا
قنوج	[illegible]	[illegible]	۱۲/۱ لگانی سے [illegible]

دستخط حاکم

مہر عدالت

[illegible] کو گئیں۔ اندھے
مرتی [illegible]
دلچسپی لینے اور بڑی مستعدی دکھانے لگا۔ چونکہ
[illegible]
کو الزام کرے۔ لڑکوں کو خاطر خواہ [illegible]
کا انعام کر دیا۔ بات بات پر انعام دینے لگا جیسے
اس طرح سے [illegible] اور [illegible] کارگزاریاں کی
متواتر [illegible]
تھا۔ [illegible] اعمال [illegible] ہوگئے۔ [illegible]
کو یہ بات [illegible] سب ابھی کنارے پر
بیٹھے [illegible] نہ سکے۔
سنگھ جی اور میرے انچارج دوبے جی دونوں
کپتان صاحب کی ناک کا بال مشہور تھے اور واقعہ
بھی یہی تھا ضلع کے ہر معاملے کو وہ عینک سے دیکھتے
تھے کام چور اور آرام طلب تھے ان دونوں کا طوطی
خوب بولتے لگا تھا میرے سفارشی میٹھے بولے پر دونوں
مجھ سے کھٹکنے لگے مگر میری مکارانہ سعادتمندی نے
برگشتہ نہیں ہونے دیا۔ اپنی نشوونما کے لیے مجھے ان
دونوں کی جڑیں کاٹنا ضروری ہوگیا۔ گو بڑی لمبی گہری
تھیں مگر میں نے دشنۂ پنہاں سے لگا دیا۔ دوبے جی
کے یہاں لڑکے کی چھٹی میں اور سنگھ جی کے یہاں
اُن کی صاحبزادی کو جس قدر زیور میں نے دیا وہ
سب اسی ضلع کے رؤسا اور مہاجنوں کے یہاں کی
چوریوں کا تھا جو یا تو چوروں نے مجھے بطور حق
چہارم کے دیا تھا یا میں نے اُن سے برائے نام
دام دے کر خرید لیا تھا۔ زیور بہت قیمتی اور اچھے
کاریگروں کے ہاتھ کا بنا ہوا تھا لہٰذا ان کا اب تک
اُس کے لیے کف افسوس ملتے تھے۔ دونوں حرام خوروں
کے اہل و عیال مال مسروقہ سے لدے پھندے
ہمراہ تھے۔ تقریبات کے سلسلے میں میں نے
آپس میں عورتوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری
کرایا۔ زیور بآسانی شناخت ہوگیا۔ متعدد چوریوں
کے سلسلے میں عام طور سے یہ کھچڑی پکنے لگی تھی کہ
دوبے جی اور سنگھ جی چوروں سے ملے ہیں حکام
کے کانوں میں بھی بھنک پڑ گئی تھی۔ ایک مردانہ ہمت
کی اور اُن کپتان صاحب کے بنگلے پر پہونچی اپنے زیور
کا حال کہا سنگھ جی کی لڑکی کو پہنے دیکھ آئی تھی صاحب
کو پہلے یقین نہیں آیا مگر اس بدھی کی پارسائی ہوئی
بانکی ترچھی دست شباب [illegible] مگر اُن نے کچھ اس ادا
سے آنسو بہائے کہ صاحب بہادر پسیج ہی گئے۔
حکم کی دیر تھی [illegible] میری تائید سے [illegible]
ہوگئی [illegible] زیادہ کون پکے برجستے داؤ پیچ سے چھاپہ
مارا گیا۔ کردھنی۔ توڑے۔ گلوبند۔ بازوبند۔ کڑے
جھانجھ آرے۔ بالے سب ہی کچھ تو نکلا۔ مقدمہ
چلا [illegible] سارا کس بل نکل گیا۔ مجبوراً [illegible]
فدوی کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ مجھے بھی ترس
آگیا۔ آخر اپنے یار تھے دونوں کا کچھ نہ کچھ احسانمند
تھا اس قرینے سے سبکدوش ہونا برے وقت
میں کام آنا تھا ایسی کھلائی ہوئی رقموں کا [illegible]
رکھوا لیا تب امداد کا وعدہ کیا۔ اپیل میں مشتبہ
صورتیں پیدا کر دیں قانونی نقائص بھی پیدا ہوگئے
بارے کسی نہ کسی طرح جرم سے برات ہوگئی مگر
محکمے کی سزا یعنی موقوفی بحال رہی۔ بہت دنوں
بعد ان حرامزادوں سے ضلع خالی ہوا۔ اب ضلع
بھر میں جو کچھ تھا میں ہی کرتا دھرتا تھا۔ اتفاق سے کپتان صاحب
کی ماں مر گئیں وہ لمبی رخصت لے کے ولایت
چلے گئے اُن کی جگہ پر ایک [illegible] خاندان کا [illegible]
سے بنا ہندوستانی آیا۔ بڑا قابل حد کا چالاک
اس پر دبنگ اور سختی۔ اُڑتی چڑیا کے پر گن لیتا۔
پیشانی کی شکنوں۔ رفتار گفتار سے دل کی بات
معلوم کر لیتا۔ میرا کچا چٹھا آتے ہی سن لیا چہرہ
دیکھ کر بہت کچھ پڑھ لیا۔ در پے آزار ہوگیا۔
چار چھ مہینے تک تو میں ہاتھ پیر مارتا رہا مگر قسمت
کی شناوری سے بازو شل ہوگئے
مختل ہوا حواس جاتے رہے ایک ایسی [illegible] لگی
کہ معطل ہوگیا اب کیا کروں۔ سوجھتی ابھی تک
خوب تھی۔ ایک بڑے پادری صاحب سے
صاحب سلامت تھی فوراً اُن کے پاس پہنچا
اور رو رو کر بے اختیار عرض کیا کہ مجھے اپنی
بھیڑوں میں شامل کر لیجیے کئی مرتبہ خواب
دیکھ چکا ہوں کہ آپ صلیب لیے مجھے بلا رہے ہیں اور
آسمانی جنت کے مناظر رو در رو دکھا رہے ہیں۔
اب تک کب کا آچکا ہوتا مگر اپنے ہم قوم کپتان سے
سابقہ پڑا ہے اُس نے جب سے یہ حال سنا ہے
دشمن ہوگیا ہے۔ کسی محکمے کے افسر خصوصاً پولیس
کے افسر کے لیے اپنے ماتحت کو پھانس لینے میں
بہت کم دقت پڑتی ہے۔ ایک غلط الزام لگا کے
معطل کر دیا ہے اور غالباً موقوف بھی کر دے گا۔
اس لیے جلدی کیجیے مجھے عیسائی کر لیجیے تاکہ اس لعنتی
محکمے سے نجات پا کر آپ کے پاس چلا آؤں اور بقیہ عمر
گرجا کی خدمت میں کاٹ دوں۔ طرز بیان کچھ ایسا
رقت انگیز تھا کہ سنگدل پادری رو دیا اور سب سے
پہلے اس مصیبت سے نجات دلوانے پر خود ہی تیار ہوگیا۔
ڈی۔ آئی۔ جی کے پاس لیے چلا گیا اور پڑھا ہوا سبق
دہرا کر بڑی لمبی سفارش کی جو بہت کارگر ہوئی اور
میں بحال ہو کر دوسرے ضلع میں تبدیل کر دیا گیا۔
اس ضلع میں بائیکاٹ کا زور تھا گاندھی اسکیم اپنے
پورے شباب پر تھی بڑے بڑے اپنے قیمتی کپڑے
نذر آتش کرنے کے لیے پُرخلوص والنٹیروں کے
حوالے کر رہے تھے میں نے خیال کیا کہ قیمت یا
ہندوستان کا روپیہ تو بہر حال غیروں کی جیبوں میں
جا چکا اب اس پھونکا پھانکی سے بجز نقصان مایہ
اور قومی نقل و حرکت کی طرح اس قسم کا عام مظاہرہ
کر کے اپنی امامت کی ہیبت قائم کرنے کے سوا
نہ کوئی دوسرا مطلب ہے نہ فائدہ۔ لہٰذا اس سے
نفع اٹھانا چاہیے۔ والنٹیروں کو لگا دیا۔ زنانے
مردانے ہر قسم کے کپڑے کوڑیوں کے مول خرید لیے
اور جس سے خریدے اُسے کوئی نہ کوئی الزام لگا کر
جیلخانے کی ہوا بھی کھلا دی۔
ابھی تبادلے کے حکم کی روشنائی بھی خشک نہیں
ہوئی تھی کہ دوسرے ضلع میں بھیجا گیا اور اس طرح
نامۂ اعمال سیاہ کرتا اٹھارہ سال کی ملازمت میں
جب آٹھواں ضلع ملا تب جا کے وہ پہلے ضلع کا ایسا
رنگ نصیب ہوا۔ باوجود کاتبان اعمال کی [illegible]
کے ایک بڑے باغیانہ گروہ کی گرفتاری کے سلسلے میں

گردان کبوتروں کی غٹرغوں

کبوتر باز حکومت ـ آؤ ـ بیٹا ـ آؤ ـ آؤ ـ بیٹا ـ آؤ ـ نئی کابک میں گھس جاؤ ـ کابک بدل گئی ہے تو پھر کو نہیں ـ وہی دانہ ہے وہی پانی ـ

سرپرستی حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ

جاری شدہ ۱۸۳۹ء

ٹیلیفون نمبر ۱۳۹

تار کا پتہ: "حنا" لکھنؤ

شاخ

قنوج۔ حیدرآباد دکن۔ دہلی۔

آٹھ آنہ فی سیر کی نرخ روغنیات کا اعلان جو تاریخ ۳۰ مئی سنہ ۱۹۳۴ء سے کیا جا رہا ہے۔
بوجہ گرانی تلی وغیرہ منسوخ کیا جاتا ہے۔ اب یکم فروری ۱۹۳۵ء سے روغنیات کا نرخ
حسب دستور سابق رہ گیا۔

اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ

سلسلہ اسلامیہ جدیدہ

مسلمان بچوں کے لئے مفید کتابیں

ذیل کی پانچ کتابیں خاص طور پر بچوں کے مطالعہ کے لئے لکھائی گئی ہیں۔ ان میں اندازِ بیان مکالمے اور گفتگو کا اختیار کیا گیا ہے۔ اور اس قدر دلچسپ اور دل نشین ہے۔ کہ بچے بجائے اسلام اسلامی اخلاق اور عام معلومات کے ذخیرے خوش ہنستے کھیلتے فراہم کر سکتے ہیں۔ ماں اور بیٹے۔ باپ اور بیٹے۔ اور مختلف بچوں کی باہمی گفتگو اسلام کی ابتدائی شان اور تاریخ سے پڑھنے والے کو روشناس کراتی ہے۔ قابل دید کتابیں ہیں۔ مسلمان کوئی گھر ان سے خالی نہ رہنا چاہیئے۔ اور ہر مسلمان بچے کو ان کا مطالعہ کرانا چاہیئے۔

(۱) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اہم واقعات۔ اُن کے اخلاق و عادات کے علاوہ عرب کا قبیلہ اور عربوں کی بود و باش کا طریق بھی نہایت نرالی طرز بیان کیا گیا ہے
۱۹۲ صفحات کی کتاب قیمت صرف آنے ۱۲ر

(۲) ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس میں اسی مکالمہ کے انداز میں حضرت صدیق رضی اللہ کے حالات زندگی اسلام کی بہبودی طرز حکومت اور تاریخی واقعات کی تشریح کی گئی ہے صفحات ۹۶ قیمت ۵ آنے ... ۵ر

(۳) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس میں حضرت عمر ابن الخطاب کی ذاتی سیرت اور ان کی زندگی کے حالات کے علاوہ ان کی خلافت کے واقعات بھی مکالمہ کے رنگ میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ صفحات ۱۰۰ قیمت ۵ر

(۴) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حالات درج ہیں صفحات ۹۸ قیمت ۵ر

(۵) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے حالات مکالمہ کے انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ ... ۵ر

ان کتابوں کی ایک ... اسلام جغرافیائی۔ تاریخی اور علمی معلومات کا ذخیرہ بھی موجود ہیں۔ محصول ڈاک مندرجہ صدر قیمت سے علاوہ ہوگا۔

ملک نور الٰہی تاجر و پبلشر بیرون دہلی دروازہ لاہور

دنیائے طب
ماہانہ رسالہ

اجمل میگزین

شیدائے فن حضرت مسیح الملک حکیم محمد اجمل خان صاحب مرحوم اپنی تمام عمر ملک کو ششوں سے دیسی طب کے مردہ جسم میں جو روح پھونک گئے اس کے احیاء و بقاء کی ذمہ داری نہ صرف حکیموں و ویدوں پر ہی ختم ہے بلکہ ہر ہندوستانی کا فرض ہے کہ وہ اپنے اس قدیمی اور دیسی فن کو زندہ رکھے۔

اجمل میگزین نے تہیہ کر لیا ہے کہ وہ منکرین طب کو حکیموں اور ویدوں کی عظمت اور ان کے حیرت انگیز معالجات کا گرویدہ بنا کر چھوڑے۔

اجمل میگزین تمام اطباء اور ویدوں کی خدمت میں دو روپے میں مشورے اور قیمتی مجربات پیش کر رہا ہے جس سے ان کی پریکٹس میں چار چاند لگ جائیں گے۔

اجمل میگزین ان ناکام مریضوں کیلئے جو ڈاکٹروں کے نشتروں اور اپریشنوں سے تنگ آ گئے ہیں یا قبل از وقت اپنی جوانی برباد کر بیٹھے ہیں شرطیہ تیر بہدف اور عصائے پیری کا کام دیگا اور وہ گھر بیٹھے اجمل میگزین سے اپنی تمام بیماریاں دور کر سکتے ہیں۔

اجمل میگزین مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب اور ماہرین فن سیاسیوں اور کیمیا گروں کے وہ تمام مخفی اور صدری نسخے شائع کر رہا ہے جو اس فن کی جان ہیں اور جن پر دنیائے طب کو ناز ہے۔ قیمت صرف دو روپے سالانہ۔

دفتر اجمل میگزین، کوٹھاری مینشن مقابل جنرل پوسٹ آفس بوری بندر بمبئی نمبر ۱

REGISTERD No A783
LUCKNOW
OUDHPUNCH
اودھ پنچ
۱۹۳۵
M.B. KHAN ARTIST

چارہ کار بیکاری

آدمی زادہ چوں شود بیکار
یا شود دزد یا شود بیمار

اپنے یاں بیکاری کی بھی عجب داستان ہے۔ اس موضوع کی جانب سے بہت بیکار عملی کشمکش سے انگلستان کی پالیمنٹ چیخ پکار اٹھی ہے اور ملک کے افراد بھی تنگ ہاتھوں کو ڈالے ہیں چنانچہ اکسفورڈ سے خبر موصول ہوئی ہے کہ سکریٹری جماعت مزدوراں انگلستان نے گیارہ لاکھ ۳۰ ہزار پانچ بیکاروں کا نام درج رجسٹر کر لیا ہے۔

بڑھتی ہوئی آبادی میں یہ تعداد کوئی ایسی بڑی تعداد نہیں کہ حکومت سراسیمہ ہو اور ان کو کام سے لگانے کی کوشش فرمائے۔ ہندوستان میں کروڑوں نفوس بیکار ہیں کسی کے پیٹ میں اتنا کی ڈوئی نہیں پھرتی مگر وہی حکومت کی بات ہی جداگانہ ہے وہاں کے اخباری کاغذ کفن پھاڑ کے چیخ اٹھے۔ ہائے وائے ستم غضب قہر اندھیر ارے ان لوٹوں کو ہم کہاں سے پالیں پرورش کریں۔ ٹوٹی بانہہ گلے بندھے پڑی۔ دست شکستہ وبال گردن۔ اب یہاں سے ارباب فکر کی دو رائیں ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ ان ہی تلوں سے تیل نکلے گا باہر جائے ہماری بیزار جو لوگ ہماری محنتوں سے جنت بنے پڑے ہیں انھیں کے گھر دھنی دینی چاہیے تاکہ ایک حمام میں سب ہی ننگے ہو جائیں۔ کبھی ناؤ گاڑی پر کبھی گاڑی ناؤ پر۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ نہیں یار و ملک خدا تنگ نیست۔ پائے مرا لنگ نیست سیاہ جلد میں پرس کے دھبے کی طرح بیٹھو اور پھر ساری جلد پہ پھیل جاؤ۔

تفریح۔ لیکن اینجانب کا شاخسانہ کچھ اور ہی ہے یعنی جب ازل سے ان کا رازق غریب ہندوستان کے ماتھے منڈھا گیا ہے تو ہمارا فرض ہے کہ جس طرح بنے ان ساڑھے گیارہ لاکھ کے واسطے کوئی نیا ذریعہ نکال دیں ورنہ یہ سب کمبخت بالشویکوں سے مل کھا جائیں گے۔ سال تو شروع ہے کہ اب میں نئی تجویز پیش کر لیجیے۔

ہمارے باشندگان ہندوستان کی اولاد یوماً فیوماً ترقی کرتی جاتی ہے اور شہروں میں تل دھرنے کی جگہ نہیں۔ مردے اپنے گھر گھار چھپر چھوڑ کے وجہ سے پرورش سے سیخ ارض زراعتی قطعات پر قبضہ کرتی جاتی ہے لہذا لازم ہے کہ تحت الارض ریلوے کا اہتمام یورپ کی مثل یورپ کے عمل میں لایا جائے اور ازبسکہ دیسیان ہند اس کام سے واقف ہیں نہ اور کسی کام کے ہیں اور بے غیرت بھی پرلے سرے کے ہیں۔ لہذا زمین پھاڑنے کے ساتھ جانے کا کام جلد تر جاری کر دیا جائے ماہر کار پردازہ ولایت سے طلب ہوں اور باشندگان ہند کو قارون وقت بنا دیں۔ بار مال و متاع برسر نہادہ بخشکی خود زندہ واز شیرگاہ دیہا تکم سیر فرمائیں ؎

ہم روئے زمیں پرست و ہم زیر زمیں
ایں صفحۂ خاک بہر دو رو تصویر است

اگر یہ کام ہماری رائے کے بموجب حکومت ہند نے جاری کر دیا تو قریباً پونے پانچ کروڑ ایکڑ زمین قابل زراعت نکل آنے لگی۔ یہ زمین کبھی مفت اور کبھی اونے پونے حاصل ہوئی تھی خالی ہونے کے بعد حکومت کروڑوں روپیہ سالانہ کی آمدنی ہی سے پیدا کر سکتی ہے۔ اور نامناسب نہ ہوگا اگر ہندوستانی بدرشدگان تو آباد یہاں سے برطانیہ سے تقابض بدلین ہو جائے ؎

ہم لعل بدست آید و ہم یار نہ رنجد

وہ ادھر خواہ مخواہ کے حق جتلانے والوں سے مطمئن ہیں ادھر اپسی وطن اور ؎

دست تہی حاصل دنیا بس است
سود سفر آبلۂ پا بس است

کے عرفان بھری نصیحت سے خورسند۔ انھیں قعر بیکاری پر ناز انھیں بارہ برس دہلی میں رہنے اور بھاڑ جھونکنے کا امتیاز۔ نہ حکومت ہند کو پھیر دلالی کی حاجت نہ وزیر ہند پر ناحق شناسی کا اعتراض۔ بیکاروں کی کھپت کھمانے میں مرنے کا مزا اور دوستوں میں بچپنے اتنی سی بات کے واسطے بالشویک بن جانا کیا ضرور ہے۔ اگر یہ تدبیر ابھی نہ چلاؤ کسی بڑی بحری سرحد جہاز جہاز سیکڑوں بیکاروں کو باکار اور ناکارہ ہونے کے بعد پنشن کا حقدار بنانے کے لیے ہماری رائے میں ضروری ہے چاہے سرکار پسند کرے یا نہ کرے۔ سوراجی راضی ہوں یا نہ ہوں۔ اینجانب کی بھی آزاد رائے ہے ہمسائے بھی دیں گے شورش انگیز ہندوستانی بھی "تا دیکھا ہوں .... دندنائیں گے" کے عملاً قائل ہو جائیں گے۔ چوں ہمی کرمیا تو ہمارا ذمہ۔

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند
کہ در آفرینش ز یک جوہر اند

مسئلہ مسلمہ ہے پس ؎

چو عضوے بدرد آورد روزگار
دگر عضوہا را نماند قرار

یہی فطری کلیہ ہے۔ یعنی یورپ میں ادھم ہو تو ہندوستان کی چندیا کو سلامت رہنے کا کوئی حق نہیں۔ یونان نے سمرنا جان بُل کی حمایت میں سیکڑوں بار پڑ بیٹھے نتیجہ یہ ہوا کہ آج آرمینیا کے ایک لاکھ مفت خوروں کے واسطے گھر مہیا کرنے پڑے سمرنا کے پچیس ہزار مکان جل کے نکلنے پر مجبور ہوا مفلسی میں کثرت اولاد اگرچہ ایذا رساں ہے۔ صاحب ۸ فیصدی آبادی بڑھ گئی مال تو نہیں ہے مگر والبنون زینۃ الحیوٰۃ الدنیا سے گود دی بھری پڑی ہے۔ اگر یہ "دگر عضوہا را نماند قرار" کی پروا نہ کرتا تو آج یہ مصیبت کیوں سہتا۔ ڈیڑھ کروڑ یورپین بچے اور عورتیں بھوک اور بیماری کے پنجے میں انفلنس کے (۱۹۱۴ء سے تا ۱۹۲۳ء) تدراجل ہوئے۔ بس کوئی وجہ نہیں کہ :-

دگر عضوہا را نماند قرار

کے فطری لگاؤ سے ہندوستان محفوظ رہے اور اگر تو کر نہیں تو خدا کے غضب سے ڈر کا دکھ نہ جھیلے۔ دیکھیے چین میں (دسمبر ۱۹۲۰ء) زلزلہ آیا تھا سیکڑوں پہاڑیاں دھنس منقوش ہو گئی ہوئی اون یا روئی کی طرح دو دو کوس پہ بلا مبالغہ اپنی جگہ سے اکھڑ کے جا رہیں۔ لاکھوں آدمی

جلد ۲ نمبر ۱

مضامین

(مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۳۵ء)

رباعیات سال نو

سرِ منگ فلک سالگرہ نو روز ہوا — اب امن کا کاندھے سے اُٹھلا ہگا جوا
جب امن سکے کالوں کی نہ یاں لال ہوئی — مریخ ہی کا ہوسے لگا پھر کا کا ترا ہا

دعا

سال سی و پنج باعث رنج نہ ہو — قایم کہیں بازی شطرنج نہ ہو
خالق یہ سال خیریت سے گزرلے — عارض یورپ کو درد قولنج نہ ہو

قسا ہوم رول

دنیا میں امن و عافیت کا ہو دور — ہم سب کو ہوم رول ملجائے کچھ اور
اُس خالق مطلق سے لگائے رہو آس — فی الحال اگرچہ ہر دیکھو بے طور

باہمی الفت کی ضرورت

اے خالق انس و جاں ہمیں دے الفت — سب طرح خراب ہوگئے بے الفت
باہم شیر و شکر ہوں وہ الفت ہو — رفتار سے کردار سے جھلکے الفت

تب بات بنے

جمہور ہند مل کے اک ذات بنے — جس طرح پہاڑ مل کے ذرات بنے
اک دوسرے پر ہو رنج و راحت کا اثر — اس طور کی زندگی ہو تب بات بنے

سال ماضی کا تبصرہ

لیجیے فی الحال سال ماضی کی خبر — اس کے کرتوتوں پر بھی واجب ہے نظر
ہو نہال یہ آتے آتے لایا تھا ساتھ — سب سے بدتر نکل گیا گیسدی خر

سال ماضی کی فتنہ پردازی

پہیے میں حریت کے اٹکے روڑے — اڑیل سب ہوگئے چھکنے گھوڑے
سال ماضی نے فتنہ پردازی کی — کیا کیا نہ ستم ہیں اس نے ہم پر توڑے

مُردے میں جان پڑی

ہاں کانگرسی مردے میں پھر جان آئی — کچھ جاگنے جینے کی نئی شان آئی
یہ کام تو اس سے ہوگیا کچھ اچھا — سننے میں حریت کی اک تان آئی

کانگریس کا پھر جنم

قائم ہوئی کانگرس کئی سال کے بعد — صورت پیدا ہوئی کچھ اشکال کے بعد
بے دم تھی پڑی ہلا سے پھر دست و پا — تفصیل ہو گیا دیکھیں اس اجمال کے بعد

گاندھی جی کی علیحدگی

لیکن گاندھی نے اسکی الفت چھوڑی — چرخے اور سوت سے محبت جوڑی
سب کو یہ خوف کہیں گے اب فرنیت کو — سنتے ہیں سری جنوں کی ہوگی گوڑی

ہنڈن برگ پریسیڈنٹ کی وفات

جرمن کے پریسیڈنٹ مرے ہنڈنبرگ — پھولا پھلا نازیوں کو اس شخص کا مرگ
ہرہٹلر تا بہ زیست ہیں مالک کل — جنگی بادل نہ پھینکیں اوپر سے تگرگ

مسٹر چرچل کا خوف

جس کا چرچل کو خوف ہے تھا ہے فضول — اک بے سروپا خیال ہے نا معقول
آنکھیں اونچی نہ کرسکے گا ہٹلر — یوں ہم پہ رہے گا ابر رحمت کا نزول

جرمن جمہور ہمارا دشمن نہیں

لشکر میں رفیق کچھ اگر تو دس بیس — اک ادنیٰ طاقت اُن کو ڈالیگی پیس
جرمن تو نوا سا ہے ہمارے گھر کا — اُسکو ہو سکتی ہے بھلا ہم پہ ریس

جنگ ماضی کا ذکر

اب یہ جو کہو لڑا ہے ولیم ہم سے — دیکھو نا، نا تواں پڑا ہے غم سے
تھا جوش جوانی میں بھرا وہ اُسوقت — کچھ تھے کہ لڑائی ہوئی جنکے دم سے

نازیوں کا زور

جرمن میں نازیوں کا از حد ہے زور — مانا دنیا میں مچ رہا ہے اک شور
ہرہٹلر ایک طفل مکتب ہی تو ہے — قیصر بھی آرہے ہیں اب تالب گور

اس طرح کہنا واجب تھا

چرچل کی کیسی دور اندیشی ہے — طیاروں میں جرمن کے بہت بیشی ہے
یہ کہہ کر اپنے کو بناتے ہیں حقیر — کہنا اس طرح کا ہی بدکیشی ہے

لوہے کے چنے ہیں

ہرہٹلر ہم سے کیا مقابل ہوگا — سر بر شیروں سے خاک بزدل ہوگا
چھوٹی چھوٹی حکومتیں ہیں تیار — ہر گام پہ ذرہ ذرہ اک سِل ہوگا

اگر لڑا کین کر بیٹھا

ہرہٹلر نے اگر لڑا کین ہی کیا — جسم اپنا سمجھ لو کہ شکنجے میں دیا
ہو جائے لگا دبے کے ہر طرف سے بچی — اس طرح اگر جیا تو کیا خاک جیا

اصلی دشمن فرانس ہے

دشمن جرمن کا کوئی ہے تو فرانس — اس نے بھی کوؤں میں ڈال رکھے ہیں بانس
جرمن نے کسی طرف اگر منہ موڑا — تو بھیڑ میں دشمنوں کی رک جائیگی سانس

مسولینی

اٹلی میں مسولینی ہی ہے اُسکا حریف — اسٹریا رہے گا ایکے اٹلی کا ردیف
کھا کر چوٹیں ہے بلجیم بھی مضبوط — ہرہٹلر کرے کے چون بہت ہوگا خفیف

ڈاکٹر ڈلفس

اسٹریا کے نازوں کا تھا ڈلفس پالا — ادنیٰ تھا مگر ہو گیا کیسا اعلیٰ

دینی مضامین پر تبصرہ اردو پنچ سے متعلق نہیں بقول بڑا نصیبین کے "یہ تو قافیہ سنجوں کا پہلے اصول منکشف والوں کا فرض ہے۔

(۳) مسجد کوبے (جاپان) کا فوٹو

وہ مسلمان نہیں جاپان پہنچے۔ ذرا دیکھئے گا کہاں جاپان اور کہاں "اللہ اکبر" کی پرجوش اذان۔ مگر ۱۳۔ نومبر ۱۹۳۴ء یعنی سال گذشتہ علیہ الرحمہ کو اس کی بنیاد رکھ دی گئی اور خواجہ محمد عمر صاحب سکریٹری انجمن مسجد کوبے مطلع فرماتے ہیں کہ غالباً ۱۹۳۵ء میں جاپانی مسلمانوں کو جاپان میں رہنے کی جگہ نہ ملے گر مسجد ضرور ہی کے تیار ہو جائے گی۔

خواجہ صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ جاپان بھر کے مسلمان مختون ہونے کی جو خبر یاروں نے اڑائی ہے بالکل بے بنیاد ہے "اس سے پہلے نہ تو کوئی مسجد جاپان میں تھی نہ تبلیغ کا کام ہی کسی نے شروع کیا تھا۔ اب خدا کے فضل سے امید ہے کہ تبلیغ کا کام ضرور ہی شروع ہو جائیگا"۔

مسجد کا سنگ بنیاد آغا حبیب اللہ خاں تَرزی سفیر افغانستان مقیم ٹوکیو نے رکھا۔ مصر ایران افغانستان روم وعراق یعنی جمیع ممالک اسلامیہ کی طرف سے مبارکبادی کے خطوط اور تار آئے۔

بہرحال اللہ اکبر۔

تمام اہل اسلام کو مبارک ہو اور راسی مسجد کا واسطہ آپس میں کٹ مرنے کی جو نیت باندھی گئے تو توڑ دیں۔

(۴) قاعدۂ سلیمان اُردو آسان

نام ہی سے مقصد ظاہر ہے کہ مؤلف صاحب اُردو کی شکل آسان کرنا چاہتے ہیں اور تدبیر اُس کی یہ ہے کہ حروف کی ترکیبی شکل اُڑا دی جائے حروف کی شکل و آواز پہچانی اور خط لکھنے لگے کوئی ضرورت اُستاد کی نہیں۔ رہا ایک لفظ کو دوسرے سے جدا کرنا تو ناگری میں ہر لفظ کے اوپر لکیر ہوتی ہے تم ہر لفظ کے نیچے لکیر دے دو۔ ماخیر شاہ سلامت

مثلاً م ح م م د ـ س ل ی م ان ـ یعنی کیا محمد سلیمان

پہنے کی بات کہی ہے اب تو اب زمانے میں بھی انسانی ہو جائے کی گویا ان کی گردن سے بوجھ ہٹا لڑکوں نے جو اتنی مروت برتی ہے کہ اسی قرن سے سیکھے ہیں اس کی ضرورت بھی نہ ہوگی اور سب سے بڑی بات یہ کہ لکھنے میں وہ دیر نہ لگے گی۔ پچھلے زمانے والے تھے واقعی ضرورت ناشناس۔

مؤلف صاحب بفضل خدا شاعر بھی ہیں فرماتے ہیں ؎

یہ شکر کیسا جو دی طاقت مرا پیارا خدا
مغز و زبان تل رہا اندر یا ہیں وہ مرا پیارا خدا
اے سلیمان کچھ نہیں کر سکتا جو توفیق نہ دے
باعث سب کامیابی کہ مرا پیارا خدا

کتاب حسین ہیاپنے کے ہاتھوں پر ختم ہوئی ہے اور صفحے میں کوئی سات لفظ ہیں۔ محمد سلیمان صاحب نمبر ۱۱ اسولیہ گوڈا اردو ڈرنگون سے چھ پیسے میں مل سکتی ہے۔ واقعی یہ تحفہ نایاب ہے۔

(۵) آسان تختۂ تعلیم قرآن

یہ تختہ خان بہادر رائے عبدالکریم صدر صاحب ہیڈ مرچنٹ MANNADY مدراس سے مفت مل سکتا ہے۔ خط نسخ کی انفرادی اور ترکیبی شکلیں علیحدہ علیحدہ دکھائی ہیں۔ اعراب و علامات سکون و تشدید و مد و حرکات وغیرہ بھی بتائے ہیں۔ مقصد نہایت نیک ہے یعنے جو لوگ جوانی و طفلی میں ان پڑھ رہنے پر نہ شرمائے اگر بڑھاپے میں پڑھنے سے شرمائے اور کتاب خداوندی کی تلاوت سے محروم رہتے ہیں وہ صرف حرف شناس ہو جائیں اور بطور خود قرآنی الفاظ پڑھنے کی سعی کریں۔ صرف ایک ہی تختہ ہے۔ تھوڑے سے غور و فکر کی ضرورت ہے۔ یہ بچے اور بوڑھے کے لیے یکساں مفید ہے۔

ضرورت ہے

(۱) توسیع اشاعت کی۔ (۲) وی۔ پی طلب کرنیوالوں کو تضیع اوقات اور اسراف سے بچنے کی۔ (۳) خطوط اور منی آرڈر بھیجنے والوں کو نمبر خریداری کی۔ (منیجر)

سال ماضی کے کرتوت

"کرتوت! اور ایک ہی وقت کل ستم ظریف تم کو واللہ ستم کرتے ہیں آپ بات"

"سنیئے حضور، حضرت انسان اپنی لغزشیں دوسروں کے سر تھوپنے کے عادی ہیں جس زمانے میں مذہب کا غلبہ تھا وہ لوگ کہتے تھے جس زمانے میں کوئی برے افعال تھے وہ اللہ میاں کے حکم سے سرزد ہوتے تھے۔ کندھوں پر ہر وقت دو فرشتے چاہے اس نیک و بد کو حضرت انسان کی طرف منسوب کردیں مگر حضرت انسان اپنے نزدیک ذمہ دار کسی فعل کے نہیں۔ پھر جب شاعروں کا دور ہوا تو انھوں نے ہر ناگوار بات غضب آسمان دوار یا فلک ناہنجار یا چرخ کج مدار یا گردون غدار یا گنبد نیلگوں یا سپہر بوقلموں کے ماتھے منڈھ دی۔ گویا یہ گول مول گنبد جس میں اندھیرا بھرا ہوا ہے لوگوں کی گردن پکڑ کے کسی نہ کسی طرف دھکیل دینے والا انجن ہے مستوالی مذہب کا عقیدہ یہ تھا

سمن بغرض انفصال مقدمہ

آرڈر ۵ ضمیمہ ۴ ضابطہ دیوانی

مقدمہ نمبر ۲۲۳ سنہ ۱۹۳۴ء

بعدالت عالیجناب منشی خورشید حسین صاحب جج درجہ خفیفہ لکھنؤ فرم میوہ لال بیج لال واقع بالو گنج علاقہ عیش باغ لکھنؤ بذریعہ میوہ لال مالک فرم مدعی

بنام

حب دار سنگھ وغیرہ مدعا علیہ

بنام حب دار سنگھ ولد ... ۴۴ سال ولدیت نامعلوم قوم ٹھاکر ساکن ریاست گو دھا ضلع سیتاپور مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت ... کے ڈگری کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۴ ماہ جنوری ۱۹۳۵ء بوقت ۱۰ بجے دن اصالتاً یا وکالتاً حاضر ہو اور جوابدہی دعوی مدعی مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے حاضر کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال کلی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جوابدعوے کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو انھیں روز مذکور پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بعدم حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۱۳ ماہ دسمبر ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

وقت حاضری دفتر دس بجے سے چار بجے تک۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

تحفۂ سال تازہ

حکومت:- ہوا- یہ پیارا پیارا ہوا.........!!

انڈیا جان:- تو کھیلو- کھیلو بیٹا کھیلو!!!

مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ ۱۹۳۳ء

چند فائل برائے فروخت [illegible] علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے کے قابل ہیں قیمت فی جلد سے [illegible] سنہ ۱۹۳۳ء کی جلد لینے والے صاحب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ سنہ ۱۹۳۲ء کی قیمت فی جلد عہ روپیہ محصول ڈاک حصہ [illegible] خریدار۔ جلد سنہ ۱۹۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ حصہ اول قیمتی عہ۔ اور جلد سنہ ۱۹۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی عہ مفت ملیں گے۔

مجلدات سنین ماضیہ

سنہ [illegible] کی چند جلدیں برائے فروخت موجود ہیں۔ قیمت فی جلد عہ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔

بیکار ہنسنے سے سود مند ہنسی افضل ہے

اودھ پنچ لکھنؤ

ہنسی ہنسی میں کام کی باتیں سکھاتا ہے:-

خواہ وہ سیاسی ہوں یا ادبی یا اخلاقی:-

اسے یاد رکھئے:-

المشتہر

منیجر اودھ پنچ

منتخبات مضامین اودھ پنچ

من ابتدائے سنہ ۱۹۱۶ء لغایت سنہ ۱۹۲۰ء

چار حصوں میں۔ یہ ادبی اصلاحی اخلاقی سیاسی مضامین جو [illegible] علمی و عقلی فوائد رکھتے ہیں جن کی نظیر آپ کو اردو کے خزانے میں نہ ملے گی۔ یہ انسان کو مضمون لکھنا سکھا دیتے ہیں۔ اب تک چار [illegible] ہو رہے ہیں قیمت فی حصہ عہ

[illegible] مضامین بطور ضمیمہ چار سال سے اودھ پنچ کے ساتھ ہفتہ وار شائع ہو رہے ہیں سالانہ جلد کے خریدار کو ایک حصہ مفت ملتا ہے سائز $\frac{20 \times 26}{4-1}$ مجموعی قیمت ان منتخبات کی پانچ روپیہ علاوہ محصول۔

المشتہر

منیجر اودھ پنچ

اودھ پنچ لکھنؤ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۳ ۸ ۲

[illegible]

LUCKNOW
OUDHPUNCH
۱۹۳۵
اودھ پنچ
M. B. KHAN ARTIST

قیامت! قیامت!! قیامت!!!

مولانا پنچ۔ آپ کو خدائی مرضی کی اطلاع کسی نہ کسی مخفی ذریعہ سے ہو جاتی ہے۔ بھلا بتلائیے تو سہی یہ امریکا کا نجم جو ستمبر کی تیرھویں تاریخ حشر برپا ہونے کی خبر برابر دے رہا ہے اس کی اصلیت کیا ہے!۔

المستفسر فلاسفر

پنچ۔ آپ فلاسفر ہیں اس وجہ سے قیامت کے وجود یا وقوع میں شک رکھتے ہیں۔ حالانکہ ایک فلاسفر کو قیامت پر ایمان رکھنا بہ نسبت ایک ملا کے زیادہ آسان ہے۔

سنیے حضرت! قیامت کے اعتبارات مختلف ہیں لیکن اس کا آنا برحق ہے منطقی کہتے ہیں العالم متغیر و کل متغیر حادث فالعالم حادث تغیر و حدوث خود ہی قیامت برپا کرنے والی شے ہے۔ جس دن کامل تغیر ہوا اسی دن قیامت ہے۔

علمائے ہیئت کہتے ہیں کہ جس دن آفتاب کے جذب کی سے بگڑے گی یا مرکز ثقل میں فرق آجائے گا وہی دن قیامت کا ہے۔ ایک کرہ دوسرے میں ٹکرائے گا اور کائنات کے دو عظیم مینڈھے لڑیں گے دونوں عمن منفوش (دُھنکے ہوئے اون) کی طرح تار تار ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ یہ کوئی مشکل بات بات نہیں۔ فضائے آسمانی میں روزانہ یہ تماشے نظر آیا کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض کا خیال ہے کہ سپندارامون کا وجود محذوش ہے اور یہی دنیا ناموں ہو جائے یعنی چاند اور زمین ایک دن گتھ جائیں گے جذب مرکزی کا کھیل ختم ہو جائے گا۔

معقولی فلاسفر کہتے ہیں کہ طبیعت کلیۃً اگرچہ فاسد نہیں ہوتی لیکن بگڑنے کا امکان ہے جس دن بگڑی اسی دن دنیا کا خاتمہ ہے۔ دنیا کا کوئی طبیب اس سوء مزاج کا مداوا نہیں کر سکتا۔

فلاسفۂ مادیین کہتے ہیں کہ مادہ اگرچہ قائم بالذات ہے لیکن تغیر کی عادت رکھتا ہے بے شعور ہے اور متحرک ہے اس غیر ذی شعور سے ذی شعور موجودات کی تکوین ہوتی ہے۔ تکوین یا اعدام ہوں پس جس چیز نے بغیر محرک کے حرکت اختیار کر لی بے شعور کے ذی شعور چیزیں بنا ڈالیں [illegible] کھانے اور [illegible] دم مادہ لیتے دیر نہ لگے گی۔ عدم مادہ ادھر قیامت آئی۔ ذرات کی ترتیب عناصر کی ترکیب سب غائب غلہ ہو جائے گی اور یہی قیامت ہے۔

علمائے مذہب ان تمام اعتبارات کے جامع ہیں لیکن وہ ان تغیرات کو محرک اول کی مرضی کا تابعدار سمجھتے ہیں وہ نہ مادہ ہے نہ طبیعت کلیہ ہے وہ ازلی الوجود ابدی البقا علت العلل غایۃ الغایات قادر مطلق ہستی جس دن پھری اسی دن قیامت آجائے گی۔

متصوفین ہند قائل ہیں کہ دنیا کا وجود ہی اعتباری ہے بلکہ موجودات عالم کا وجود مجازی ایک حقیقت محضہ کا جلوہ ہے۔ جلوے کی چمک گی آج موقوف ہو جائے تو آج ہی قیامت ہے۔ آئینہ غائب پرچھائیں ندارد۔ جلوہ کا درپئی دے جانا معمولی بات ہے۔ روزانہ وجود ظلی کا وجود اصلی و عینی سے چپکنا معمول ہے۔ اس کو اصطلاحاً وصال کہتے ہیں۔ اگر یہ مقناطیسی جذب دفعۃً واحدۃً ان لوہچون کے ریزوں کو جن سے عالم مرا ہے کھینچ لے تو ساری کائنات کا وصال ہو جائے اور یہی قیامت ہے۔ یہ سائیں کے کھیل ہیں

عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا

شاعروں کا وزن ہی نرالا ہے ان کی حیات بھی نرالی ہے ان کی قیامت بھی نرالی ہے۔ وصل زندگانی کا نام ہے ہجر موت کا۔ پائے یار کی ٹھوکر کا نام قیامت ہے۔ خلخال پا کی جھنکار نفخۂ صور ہے۔ محشر خرامی حشر برپا کرتی ہے فتنے بیدار ہوتے ہیں۔

اس خیالی دنیا میں ایک اور فرقہ بھی ہے جسے پولیٹکل کہتے ہیں یہ بھی ایک قیامت کا قائل ہے۔ اس قیامت کے آثار نجومی فلسفی طبعی شعری صوفی جماعت سے تعلق نہیں رکھتے ان کا باوا آدم ہی دوسرا ہے۔ ان کی قیامت صنعت و حرفت زراعت تمدن کی کشاکش سے شروع ہوتی ہے جب ایک قوم دوسری قوم کے حقوق پر غاصبانہ حملہ کرتی اور اس حملے میں کامیاب ہو جاتی ہے تو حشر برپا ہو جاتا ہے۔ اس حشر کی مدت! سہ

ایک دن ہے ہزار برسوں کا

پولیٹکل دنیا کی قیامت حقوق کے محو ہونے سے شروع ہوئی آج تک قائم ہے اور شاید رہتی دنیا تک رہے گی۔ ان کی قیامت ایک نہیں ہے کئی ہیں۔ اولاد کا بے تعلیم رہنا قیامت ہے۔ غیر ملکیوں کا استبداد قیامت ہے۔ افلاس قیامت ہے۔ مفلسی میں کھانا قیامت ہے۔ ناداری میں ہیضہ کی مہاماری قیامت ہے۔

ہر ملک ہر دیس کی قیامت بھی جداگانہ ہے اور بانی قیامت بھی جداگانہ۔ مثلاً روس میں پہلے زار روس اور اس کے خاندان کا وجود قیامت تھا پھر اتحادیوں کی دوستی نے دوسری قیامت برپا کی۔ اب لینن صاحب خود نذر قیامت ہو چکے ہیں تو اختلاف کی قیامت برپا ہے۔

جرمنی کی خود مختاری قیامت تھی اس خود مختاری نے تمام یورپ پر قیامت نازل کی ایشیا اور افریقہ قیامت نازل کی آخر بانی قیامت کو امریکا کی قیامت نے ہڑپ کر لیا۔ اب سکے کی قیمت کا سبک ہو جانا قیامت ہے۔ فرانس کے مطالبات قیامت ہیں برطانیہ کی دو دھڑوالی پالیسی قیامت ہے۔ کوٹ کی بھی بجے اور فوج کی بھی بجے قیامت ہے سہ

"ہم لعل بدست آید و ہم یار نہ رنجد"

کی قیامت ہے رعایا کا اختلاف قیامت ہے۔ تجارت کا انحطاط قیامت ہے۔

فرانس کا مصارف جنگ سے محروم رہنا قیامت ہے۔ مہاجن کا تقاضا قیامت ہے۔ جنگی کوڑی نہ وصول ہونے کی حسرت قیامت ہے۔ جنگی قیامت کی بدولت د تاں بے شوہر کی کثرت تعداد قیامت ہے بہ جز ان شوہر زدہ عورتوں کے بچہ کی کالی رات قیامت ہے۔

پشت نحیف پہ بار احسانات

شتر: "یہ تمہاری فضل کا بار کہاں تک اب تو ایک تنکا بھی اٹھا نہیں سکتا"

جان بل: "اور یہی تنکا تمہاری خوراک میں کام آئے گا"

REGISTERD No A 785
LUCKNOW
OUDH PUNCH
۱۹۳۵
اودھ پنچ
M. B. KHAN ARTIST.
DOGANWAN LUCKNOW.

در [illegible] دوست [illegible] ہندوستان
[illegible] ہے - [illegible]
[illegible] قیامت نہ ہے
[illegible] قیامت ہے - [illegible]
[illegible] کے [illegible] قیامت کا [illegible]
[illegible] قیامت ہے - [illegible] اپنے شعر
میں [illegible] قیامت نہ ہے -
آسٹریا کی قیامت کا کہاں ٹھکانا ہے - ولیعہد اور اس کی بی بی کا سرویا کے ہاتھوں قیامت ہے - اور بعد جنگ [illegible] ہو جانا قیامت - اب [illegible] نشان کا نہ ہونا قیامت نہ ہے -
یونان کے واسطے [illegible] اور اگر ان کی دوستی قیامت - ترکوں کا سلیم شاہی ہو جانا قیامت - نیم یاری قیامت - یاروں کی عین وقت پر بیوفائی قیامت - اب موتہ مہندیا کی سینک - کھوپڑی کے زخم کی دیکھ بھال قیامت ہے -
برطانیہ کو سیکڑوں قیامتوں کا سامنا ہو چکا اور ہزاروں قیامتیں برپا ہیں - آئرلینڈ کے مقبوضات سے دست برداری انڈے مرضی سے مجبوری قیامت ہے - بیکاری کی وبا لال جھنڈا اور بالشویکوں کا پروپگنڈا قیامت ہے - روسی حکومت کو تسلیم کر لینا اور پانچ بھی پچتائیں گے پھر وہی چنے کی کھائیں گے کا طعنہ قیامت ہے - اگر برطانوی مقبوضات پر نظر ڈالیے تو ہر طرف پالیٹکل قیامت کا عملدخل ہے - عراق میں فیصل کی دامنہ زدگی اور ہر طرف لاؤ دلاؤ کا سوال قیامت ہے - عرب میں میاں ملک حسین کا جوتے اور وعدہ ہائے فرقہ جی کے ایفا ہونے پر بوڑھے نخرے سے بیٹھنا قیامت ہے - موصل کے متعلق ترکوں کی چشم نمائی قیامت ہے - مصر کی نسبت زاغلول کا وال پیٹی دو چل دو کہنا قیامت ہے - سوڈان کا مسئلہ قیامت ہے - سارے بیاکو چھوڑیے اب آئیے ہندوستان کی طرف جدھر دیکھیے قیامت کا سامان ہے - سرحدی بدمعاشوں کا بیگم صاحبہ کو لے بھاگنا اور صاحب بہادروں کا مار ڈالنا قیامت ہے - سول سروس کے [illegible] امیدواروں کا غم کے لیے منہ پھیلانا اور آئندہ کچھ نہ پانے کا رنج قیامت ہے -

بنگال میں سادھوؤں کا دوسری دنیا ہو جانا [illegible] نہ ہونے والوں کا کیا یہی قیامت ہے - سکھوں کے ناموں [illegible] کا بگاڑا جانا اور ملکوں کا حق ناشنو ہونا قیامت ہے - ہر شخص کا قانون سے نالاں ہونا اور [illegible] قیامت ہے - مشوروں کی گرم بازاری اور [illegible] آزادی قیامت ہے - حکومت کی [illegible] لوگ [illegible] قیامت ہے [illegible] کمیٹی کونسلوں میں [illegible] کی [illegible] کوئی پولیٹکل مجرموں کو آزادی کا مژدہ سناتا ہے کوئی [illegible] کو ناقابل اعتبار کہتا ہے کوئی [illegible] جتانے والے قانون کو منسوخ کراتا ہے کوئی فوج کا خرچ کم کرانے کے دھیان میں ہے جیسے موقع آئے تو ایسے گر سے چھوٹے والوں کی پیٹ کی روٹی بھی چھین لو کوئی ٹیکس میں کمی بیشی کرنے کے طریقے سوچ رہا ہے کوئی مساوات اسود و ابیض کی دھن میں ہے - یہ سیکڑوں قیامتیں ہیں اور ایک لیڈی برطانیہ کی ذات پر ہیں - اگر ان پولیٹکل قیامتوں کے اثر سے کوئی ذات محفوظ ہے تو وہ ہندوستان کا وائسرائے ہے یعنی جناب نصفت مآب لارڈ ریڈنگ صاحب تو وہ کیا؟ آپ کی ذات بابرکات خود ہندوستان کے واسطے قیامت سے کم نہیں - جب آپ دو برس قبل انگلستان سے یا انصاف یا انصاف کا وظیفہ پڑھتے آئے تھے تو ہندوستانی سفید پوش باغیوں اور بدمعاشوں نے کہا تھا ؎

ابھی فتنہ ہو کوئی دن میں قیامت ہوگی

اور جب آپ خواستہ و ناخواستہ ہندوستانیوں کی جاگیر سزاوار ہی ہو گئے تو بعض بھولوں نے اشارہ کیا ؎

یکایک اس طرح بھائی نہ انصاف و عدالت کو
نکلوا دو گے کیا تم دونوں عالم سے قیامت کو

انصاف و عدالت کی دھرا کی پوشاک اپنے صندوق میں بند کر دی اور لگے قیامت پر قیامت برپا کرنے آپ کی رائے میں شاید قانون محتاج انصاف نہیں۔ لہذا جو قوانین جاری ہیں وہ سب انصاف پر مبنی ہیں

پبلک کی رائے یا کونسل کی رائے کا ذکر خواہ کسی طور پر گھونٹے لیکن قانون کبھی توڑنے کے قابل نہیں ہوتا۔ ظلم اگر قانوناً ہے تو وہی عدل ہے۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ نے کچھ اختیارات گورنر اور گورنر جنرل کو دیے ہیں جن کو قانون انصاف سے کوئی علاقہ نہیں۔ مگر جب وہ قانونی حیثیت میں آ گئے تو عین انصاف ہیں۔ اختیارات صرف کرنے کے واسطے ہوتے ہیں۔ ایک آغا گرمی کے موسم میں گاڑھا کا چوغا پہنے جا رہے تھے چوغے پر ہلکی سی شبنمی کی چادر اوڑھے ہوئے تھے پسینہ سر سے جاری تھا جو اس کی [illegible] عرق جبیں میں غوطہ لگا رہی تھی۔
لوگوں نے پوچھا آغا یہ تم نے کیا پہنا ہے۔ آغا نے فرمایا بابا و قدم حرامزادہ پشم یہ ہمارے آغا رئیس ٹنگ بھی دارم حرامزادہ پشم کی شغل پر مبتلا ہو گئے۔ آپ کے آخری کارنامہ انصاف نے شورش قیامت میں نمک کا ٹیکس ملا دیا۔ اور پنجاب میں جا کے دیکھیے تو سکھوں کے ساتھ آپ کے ماتحتوں نے کس قیامت کا انصاف کر رکھا ہے کہ توبہ بھلی۔ اس قیامت برپا رکھنے کے لیے پنجاب گورنمنٹ نے کونسل سے ایک بڑی رقم طلب کی وہ منظور ہو گئی اور آپ بیٹھے دیکھ رہے ہیں۔ اکالیوں کے مقابلے میں سرکاری گواہوں کا نہ ختم ہونے والا تانتا چاہے انصاف کا خون کرے مگر مقصود تو قیامت برپا رکھنا ہے۔ گورد وارے کسی کے ہیں مگر قیامت آپ کی اور آپ کے قانون کی ہے۔ دعوتوں کی میز پر قیامت ڈھانے کے بعد اب آپ غالباً دہلی پہنچ گئے ہیں اور شاید اسمبلی کے اجلاس میں "لمن الملک الیوم" کا بھونپو بجائیں گے۔ الغرض ؎

قیامت سے نہیں خالی کوئی گھر
جدھر دیکھو ادھر برپا ہے محشر

دوست فلاسفر اجب یہ تماشا قیامتی کا نزول ہے تو ۱۳ یا ۱۴ ستمبر کی قید نجم کے فساد عقل کی دلیل ہے اور اس میں شبہ وارد کرنے کی اجازت نہ سائنس کے اعتبار سے صحیح ہے نہ منطق و فلسفہ کے اعتبار سے نہ مذہب کے اعتبار سے نہ پالیٹکس کے اعتبار سے

[illegible] پاس کر کے سن بلوغ کے [illegible] ہوئے
اور [illegible] ایک عالم بالا ہو گیا۔ اب [illegible]
[illegible]۔ ایک بڑی لمبی دھوتی باندھنے والے [illegible]
پنڈت کاشی ناتھ پنڈت صندل سفید اور صندل سرخ
سے ماتھے کو تاج محل کا روضہ بنانے اور پیتل یا چاندی
سونے کے چھوٹے چھوٹے برتنوں میں چاولوں کے
ساتھ پھول ادھر ادھر پھینکتے اور منہ ہی منہ میں کسی طرح صرف
زبان سے رام رام کرتا اور ہر رنگ زمین پھیلا مانند مکاری
اور مکاری کے چھوٹے بڑے پھندے بنا سکھانے
کے لیے ایک طرف ملازم رکھے گئے دوسری طرف
ایک خود ساختہ وکیل تری پاٹھی فرضی ڈگری یافتہ پاس
جعل و فریب کے گر بتانے لڑائی جھگڑوں کے چھلے
پورے کرنے مختلف قسم کے ہاسلائیوں سے نئی نئی طرح
کی شعلہ فشانی پیدا کرنے کے راز و نیاز بتانے کے لیے
حرام خوری پر تعینات کیے گئے۔ تعلیم تو مردانے میں
ہوتی تھی زنانے میں دن کو جب [illegible] غائب جگی
[illegible] ترکی الف بے پڑھایا کرتی تھی اور رات کو [illegible]
پنڈت جی کی ناکتخدا نوجوان [illegible] صاحبزادی لاہور کے
مردم خیز کارخانے کی چھپی ہوئی جو راسی رنگین تصویروں
والی کوک شاستر کے مشکل الفاظ معنی اور تاریخ کے
ساتھ حفظ کراتی تھی۔ غرضکہ اس قسم کے لیل و نہار میں
بیس بائیس برس کی عمر ہو گئی۔ مزاج میں ضد طبیعت
میں جہالت۔ دل میں کینہ بھی روز افزوں ترقی کرتی
گئی۔ انانیت کا یہ عالم ہو گیا کہ اپنے سامنے پیغمبر
کی بھی کوئی حقیقت نہیں سمجھتا تھا نخوت اس درجہ
بڑھ گئی تھی کہ ماں باپ تک کو سلام کرنا اپنی توہین
خیال کرتا تھا۔ تعصب کی یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ دوسرے
مذہب والوں کو بلا وجہ بلا سبب گردن زدنی سمجھتا اور
موقع ملتے ہی ہر قسم کی اذیت اور تکلیف دینے سے باز
نہ رہتا تھا۔ میری رگ رگ میں یہ خیال سرایت کر گیا
تھا کہ دنیا میں عزت اور آبرو کا صرف میں مستحق ہوں
دوسروں کو میرے مقابلے میں نہ اس کا کوئی حق ہے
نہ وہ اس کے اہل ہیں۔ ظاہری شان و شوکت کا
بھی دلدادہ تھا اور اس دھن میں بعض اوقات ضرورت
سے بہت زیادہ روپیہ بلا کسی افسوس کے صرف کر دیا

کہ [illegible] تھا اور [illegible] میں رہ جاتا کہ
[illegible] ہر کس و ناکس کی چھوٹی سی چھوٹی چیز بھی
جبری ہو جائے۔

راجہ صاحب یا ہمارے پتا جی [illegible] کے
ایک سادہ لوح رئیس تھے عمر [illegible]
تھے نیک و بد کی تمیز [illegible] میری حرکتوں کو بہت زیادہ
بیوقوف سمجھنے لگا اور میں نے بالکل چھپے سے میں
ان کی اصلاح بھی کرنا چاہی مگر لاج ہٹ کے سامنے
[illegible]
اور میں حیران ہو جاتا تھا۔ میرا [illegible] تا اور
قبل ولادت انتقال مکانی قبول کر لیا اور گھر ہی سے
بجائے صدر دروازے سے برآمد ہوتا اگرچہ راز
سربستہ تھا مگر بقول حافظ شیرازی۔

نہاں کے ماند آں رازے کز و سازند محفلہا

پھر بھی راز نہ رہ سکا اور ایک دنیا کو معلوم ہو گیا کہ میرا
خمیر کس گندی مٹی کا ہے۔ راجہ صاحب گو بیوقوف تھے
مگر بڑے تجربہ کار اور بڑے قیافہ شناس تھے پہلے
تو وہ اس افواہ کو دشمنوں کی افترا پردازی اور رقیب
رانیوں کی حاسدانہ سازش سمجھتے رہے مگر بعد میں
میرے طرز عمل اور عجیب و غریب حرکات و سکنات دیکھ
دیکھ کر کچھ مشتبہ ہونا شروع ہوئے یہ رنگ دیکھ کر
میں نے بھی اپنی روش بدل دی [illegible] ہوشربا کے
عمرو عیار کا نظر کردہ ہو چکا تھا عیاری مکاری کے
کل اصول ناخنوں پر لکھے تھے اس کبر سن اور رفتہ
بڈھے کو چت کر لینا کون بڑی بات تھی قویٰ پہلے ہی ڈھیلے
ہو چکے تھے وہ دم خم باقی نہیں رہا تھا اور یہ کہنا بیجا
نہ ہوگا کہ گویا اس نے بالکل ہتھیار ڈال دیے تھے۔
بڑھاپا اس کی خدمتگزاری کا عادی ہو چکا تھا اس کی
ڈھیل ڈھال اور [illegible] گردانی سے بہت گرفتہ رہنے لگا
میں نے یہ محسوس کرتے ہی پہلے تو یہ کیا کہ خاص اپنا
منظور نظر پشت پناہ بہاری النسل [illegible] کنارے سے
براہ میں بڈھے باپ کی خدمت میں بہ حیثیت منشی پیش کیا
اس کے بعد اپنی چاپلوسی اور انتہا سے بڑھی ہوئی
تابعداری سے [illegible] پتا جی کو
ایسا رام کیا کہ وہ میرا کلمہ پڑھنے لگے اور روز دن

دور [illegible] سیاست [illegible]
میرے [illegible] ہوتا گر
[illegible]

[illegible] گاڑی میں روڑا اٹکا میں
[illegible]۔ ایک [illegible] چھاؤں اور دوسرا
بیاہ کر کے سب سے چھوٹی رانی کی ڈیوڑھی پر [illegible]
کی خوب [illegible] دینے جا لگا۔ یہاں بڈھے کو رات بھر
نیند [illegible] کبھی [illegible] میں اس کمرے تک
پہنچا جہاں بجلی اور بڑی رانی ہر روز نصف شب کے
بعد دو بجے تک ریت و قلعے کی پابندی کے ساتھ
بیٹے بازی کیا کرتی تھیں اتفاق سے بڑی رانی صاحبہ
ہو کر کمسانی [illegible] رہی تھیں بجلی سے ٹھٹھولی
ہو رہی تھی بجلی نے ساری کہیہ ادھیڑ کر بکھری بڈھے
نے راز سربستہ سن لیا پھر کیا تھا۔ رخ بدل گیا ہوا
دوسری چلنے لگی۔ علانیہ تو نہیں مگر در پردہ بڑھا
پیچھا چھڑانے لگا تیور اچھے نہ تھے مگر میری ولیعہدی کیا
[illegible] کچھ موجودہ صورت حال اور [illegible] پر
خوف آمیز خونریزی سے بڈھے کو اس کے سوا دوسرا
کوئی چارہ کار نظر نہ آیا کہ میری ولیعہدی کو جاری و نافذ
برقرار رکھے۔ علاقہ کی رعایا ریاست کا کل عملہ
چھوٹے سے بڑے تک جملہ حاکم حکام میرے ہمدردانہ
حسن سلوک سے میرا ہی کلمہ پڑھتے تھے۔ بڈھے
راجہ کو سب تقویم پارینہ سمجھتے تھے۔ ریاست کا نائب
ایک پیر صد سالہ کائستھ تھا جو کسی طرح مرنے کا نام نہ لیتا
تھا سب سے پہلے مجھے یہی کانٹا نکالنا تھا۔ سال بھر تک
مجھے اور انتظار کرنا پڑا۔ آخر کار وہ مرا اور اس کے
مرنے کے بعد قلمدان نیابت میں نے اپنے ہاتھ میں لیا۔
انتظامی ابتری اور لوٹ مار کے فرضی افسانے راجہ
اور رانیوں کی بد اخلاقی اور ناشائستہ حرکات کے تذکرے
سچے اور زیادہ تر گڑھے ہوئے قصے افسران بالا کی
خدمت میں حاضر ہو ہو کر میں اکثر گوش گزار کرتا رہتا
تھا۔ مگر جب کبھی کوئی افسر میری مصنوعی معصومیت سے
متاثر ہو کر بہ خیال ہمدردی کسی طرح کی دست اندازی کا
ارادہ کرتا تھا تو میں باپ کا سعادت مند بیٹا بن کر
ہاتھ پیر جوڑتا اور ان کو مہیا کرنے سے باز رکھتا۔

[illegible] ولایت سے واپس ہی [illegible]
خاندان میں کسی ایسی لڑکی کی [illegible] حکام سن کر
بیکار ہو گئے۔ یہ سرگزشت ہے جسے میں یوں سناتا
[illegible] میں واقعہ ہوئے کہ [illegible] کر دو اور ان
[illegible] کر دو ان کی جگہ پر اپنے
[illegible] تو جاہل گرد [illegible] اور [illegible]
[illegible] کرنے لگے۔ راجہ اور رانیوں کو ہر قسم کی
تکلیف دینے میں مجھے بڑا مزہ آتا تھا ان بے
کمینوں نے اپنا زور ان پر چلایا کس [illegible] کے لیے راجہ
سے زبردستی [illegible] لیا۔ راجہ [illegible] بیگم
بیگل اور [illegible] معروف تھے دشمنوں سے مل کر
مجھے مشکلات میں مبتلا کر سکتے تھے۔ میں نے دونوں
کو زہر دلوا دیا۔ راجہ کو سانپ سے کٹوا کر مروا دیا اور
پھر چاروں رانیوں کو مختلف عوارض کے
سلسلے میں ہی انجکشن دلوا دلوا کر جہنم رسید کیا سال
بھر میں جا کے میدان صاف خس کم جہاں پاک ہوا۔
رعایا راجہ کی حماقت آمیز رعایتوں کی وجہ سے خوب
موٹی اور دودھاری ہو رہی تھی۔ مصور فطرت نے
میری طبیعت میں حسد کی رنگ آمیزی بہت زیادہ
کر دی تھی جب مجھے اپنے ہمسروں کی یہ بات
گوارا نہ تھی تو خاص اپنی رعایا کو اس حال میں کیونکر
رہنے دے سکتا تھا۔ میں نے زر کشی کے مختلف طریقے
اختیار کیے سب سے پہلے مذہبی دیوتاؤں کی مورتیاں استھاپنا
کی۔ گاؤں گاؤں میں مندروں اور ٹھاکر دواروں کی
تعمیر کے لیے اسکیم بنائی اور اپنے علاقہ کی ہر غریب اور
امیر رعایا سے حسب حیثیت چندہ لیا علاوہ اس کے
دورہ حکام شکار حکام۔ نذرانہ جھولی دیوالی۔
نذرانہ دربار شگون۔ نذرانہ دربار سالگرہ۔ نذرانہ رانی
صاحبات۔ نذرانہ گاندھی پریس۔ نذرانہ گئو رکھشا۔
نذرانہ سانڈ پروری۔ نذرانہ لہو و لعب۔ نذرانہ
قیام شان ریاست وغیرہ وغیرہ کے مستقل ٹیکس
ابواب کی آڑ میں رعایا پر باندھ دیے اور تین ہی
چار سال کی محنت شاقہ میں خزانے بھر لیے جب
اس طرح زر کشی سے رعایا میں بے چینی پیدا ہونے لگی اور
حکام نے بھی کان کھڑے کرنا شروع کیے تو میں نے

مقبول اور کھانے پینے کو کاشتکاروں کے یہاں
چڑھ دوڑا کرتا اور ڈاکے ڈلوانا شروع کیے چونکہ
سلطنت ہی آٹھ برس کی جاگیرداری میں اپنی کسی رعایا کو
اس قابل نہ رکھا کہ میری کسی بے عنوانی پر برسر مقابلہ
ہو سکے۔ میں اب وہ سبھیر ہی نہیں رہا تھا بلکہ شیر ببر
ہو گیا تھا۔ خونخوار۔ خونریز کرودھی۔ اور تو اور میری
اوپر گیر سرکار کے متعلق داستان حکام بھی میرے معاملات
میں حاشیہ نشین ہو جانے کے خوف سے ہاتھ ڈالتے
دل ہی دل میں گھبراتے تھے۔ اب مجھے [illegible] ہند کی
رشتہ سے درجہ حاصل کرنے کی ہوس پیدا ہوئی۔
ظاہر بظاہر مجھے خاندان اعظم اور بڑے راجہ کا مالک
تھا۔ لڑکی کو رانی کا خطاب دلوانے کی ہوس میں بڑے
بڑے بیٹی کے ساتھ زر و جواہر دینے پر تیار ہو گئے۔
میں نے بھی انگریز کر کے معاملات ظاہریہ کی پابندی
میں تابڑ توڑ چار شادیاں کر ڈالیں اور اسی طرح چھبیس
تیس لاکھ روپیہ کا اضافہ کر لیا۔ چاروں رانیاں
نئے پنج اتری ہوئی مالی ملیں مجھے اس کی پروا بھی
نہیں ہوئی معمولی دانہ گھاس مقرر کر کے اصطبل میں
بند کروا دیا اور میں دوسری طرف متوجہ ہوا۔ محرم
جز میلہ۔ اور اکثر ہندوانی تقریبات کے موقع پر
پوشیدہ طریقہ سے ایسی چنگاری چھوڑتا کہ خوب آگ
لگتی اور میں علیحدہ بیٹھ کے خوب تماشا دیکھتا اور چمگادڑ
کی طرح کبھی چوپایوں اور کبھی پرندوں میں شامل ہو کر
اپنے دونوں میٹھے رکھتا۔ ایک وید صاحب کی عنایت
سے مجھ اداکار رفتہ میں کچھ مردانگی کے آثار پیدا ہونے
لگے اور اب میں نے اپنی رعایا اور ملازمین کی بہو
بیٹیوں کی عزت افزائی شروع کی۔ سارا ہستی سنیچر
سر پر سوار ہوا۔ ایسی بکر کو دیکھی کہ سارا تانا بانا تار
تار ہو گیا۔ اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ اپنے پرائے
ہو گئے۔ لومڑیاں شیر ہو گئیں۔ لاکھوں کروڑوں
چٹکی بجاتے اڑ گئے۔ خاک اڑنے لگی۔ مرے کو
ماریں شاہ مدار۔ پولیس والوں نے کچھ اشارہ ملتے ہی
اپنی رسی دراز کی جنڈ جوڑ باندھ دیا سپرنٹنڈنٹ کا
نامہ اعمال ہاتھ میں دیا۔ علاقہ آخرۃ کر لیا اور کہا کہ
جاؤ مانگو کھاؤ۔ مرتا کیا نہ کرتا در بدر مارا مارا گھومتا تھا

اتفاق سے وہیں بجلی والے سادھو مل گئے ساری
داستان سنی آشیرباد دی آپ لوگوں سے ملنے کی خوشخبری
سنائی دعا دیجیے کہ سب کی طرح میرے بھی دن پھریں

بھلو

راز ہند لکھنوی

گڑیا بیگم

(نمبر ۳ - تتمہ ۱۹ - جنوری ۱۹۳۵ء)

ریڈنگ: "ہاں اب کہیے"
مارگی: "ہاں تو میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ قاتل بے شک یہی نوکر ہے جسے آپ کے پستول نے ابھی زمین پر گرا دیا"
ریڈنگ: "سچ سچ؟"
مارگی: "آپ کی جان اور آپ کے باپ کی جان کی قسم یہی قاتل ہے"
ریڈنگ: "تو پھر تم نے اب تک پولیس کو غفلت میں کیوں رکھا"
مارگی: "میں کہتی ہوں آپ کی عقل کہاں چرنے گئی ہے۔ بھلا میں عورت ذات اور یہ مو اسٹنڈا۔ اس کی چغلی کھا کے میں زندہ رہ سکتی تھی؟"
ریڈنگ: "تو کیا اس نے تمہیں بھی قتل کی دھمکی دی تھی؟"
مارگی: "ایک دھمکی؟ نگوڑا ایسا بدگمان ہے کہ دل جگر مٹھیوں میں رکھتا ہے۔ ذری سا بھی اپنی جگہ سے ہلی اور اس نے پوچھ گچھ شروع کر دی۔ ایک منٹ کے لیے دروازے سے باہر قدم نکالنے کا روادار نہیں۔ میں تو یہاں بالکل قید و بند میں ہوں"
ریڈنگ: "تو پھر ضرور اس نے بڑی بی (مقتولہ) کی زبان سے زیور فروخت کرنے کا ارادہ سنا"
مارگی: "اس میں کیا شک ہے؟"
ریڈنگ صاحب ایک پیالہ شراب کا پی چکے۔ مارگی نے فوراً ہی دوسرا پیالہ بھرا اور مانگے بغیر پیش کر دیا۔ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ خالص شراب کا پیالہ تھا۔ بظاہر بوتل میں سے جو کچھ انڈیلا اس کا رنگ شراب کا سا تھا۔ "آپ کو میری جان کی قسم سچ بتائیے اس شراب کا مزا کیسا ہے"
ریڈنگ صاحب نے سرور میں آ کے فرمایا "بہت خوب

زیر سرپرستی حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ

جاری شدہ سنہ ۱۸۳۹ء

ٹیلیفون نمبر ۱۳۹

تار کا پتہ: "حنا" لکھنؤ

شاخ

قنوج۔ حیدرآباد دکن۔ دھلی۔
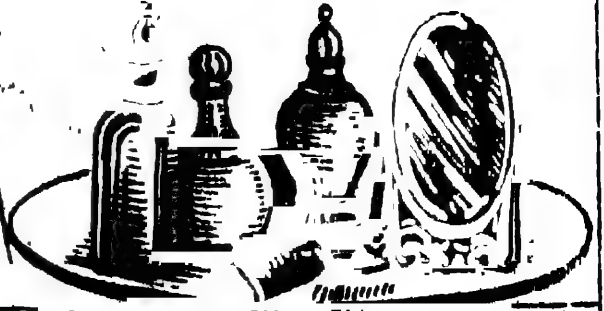
صرف پبلک کی سہولت اور فائدہ کی غرض سے کارخانہ نے نہایت معقول کمیشن مقرر کرکے

ایجنسی دینے کا اعلان کیا ہے

اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ

"آنا لالی شہزادے پریزاد کا تلاش میں اڑنا پری کے بعد گر جانے موٹر کے"

سوتی ہو کیا بے خبر تم اپنے پلنگ پر جان
چلی چلو میرے سنگ کرو نہ پریشان

(سیاسی اندر سبھا کا ایک سین)

پادریوں کی بن آئی اور انھوں نے گناہ کو بالکل ایک خفیف چیز بلکہ غیر قابل اعتنا اور نہچر ل سمجھ لیا اسی کی وعظ کی۔ راسپوٹن نے برہنہ عورتوں کی مجلسیں بنائیں اور ریلیشن کی ہلیشن سے پہلے گناہ کروایا پھر شفاعت کا مستحق ٹھہرایا تو ناکامی کا منہ کیوں دیکھتا۔ لہذا اسلام "سنگے ہوئے صوفیوں اور پیروں کو خواہ وہ بہکانے کے فن میں کتنی ہی کمال دستگاہ کیوں نہ رکھتے ہوں تاہم ہمیں یہاں مردود پادری میں اور ان صوفیوں کی مزید اولیوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

شریعت خالصہ کی اشاعت ہی صرف اس کے دفعیہ کا عمدہ علاج ہے۔ راسپوٹن کے سوانح کی اشاعت سے کیا ہوگا۔

جب تک دنیا میں وضع تقدس باعث عزت وجاہ دنیاوی رہے گی اس وقت تک ولیوں کے بھیس میں شیطانوں کی پیداوار کسی کے روکے نہیں رک سکتی اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ظاہری وضع تقدس کو دیکھتے ہی ہمیں بدگمان ہو جانا چاہیئے یہ نہیں ہو سکتا۔ پس جو نفع اس کتاب کی اشاعت سے محترم مترجم نے سوچا ہے وہ موہوم ہے۔ کتاب دلچسپ ضرور ہے۔ اس میں ایسے واقعات مندرج ہیں جو شاید ہی کسی پیر یا صوفی سے اس وقت تک سرزد ہوئے ہوں لکھائی چھپائی اچھی ہے۔ آٹھ آنے قیمت بھی بیجا نہیں "ہندر پبلیشرز نمبر ۲ جیتر نجن ایونیو کلکتہ" ملنے کا پتہ ہے۔ فقط

———— ❊ ————

تحفۂ ملامت

خلیفہ ہارون رشید اپنے وزیر جعفر برمکی کے ساتھ بیٹھے بغداد کے محل پر کھڑے تھے کہ ایک بڈھا مسافر خچر پر سوار نظر پڑا۔ خلیفہ نے جعفر کو مجبور کیا کہ اس کے ساتھ دل لگی کرو۔ جعفر نے بڈھے میاں سے پوچھا۔ کہاں سے آئے ہو کہا بصرے سے۔ پوچھا کس لیے آئے ہو جواب دیا آنکھوں کا علاج کرنے۔ جعفر نے فوراً ہی ایک نسخہ پیش کیا "بجلی کی پلک آفتاب کی چمک۔ رعد کی دھمک۔ ابر کی خوشبو۔ جوتی کی پھٹ پھٹ کھرل میں رگڑ کے صبح شام سلائی پھیرو انشاء اللہ آنکھوں کی بیماری جاتی رہے گی۔ بڈھا جل گیا وہ آگے جھکا اور ایک طولانی آواز اسفل سے خارج کی پھر وزیر کی طرف مخاطب ہو کے بولا کہ اس وقت جناب عالی کی خدمت میں صرف یہی تحفہ پیش کرتا ہوں اگر آنکھوں کو نفع ہوا تو مزید انعام کا وعدہ کرتا ہوں۔

مسٹر چندر بوس کو کانگریس والوں نے اسمبلی کا ممبر بنایا مگر وہ سرکاری قیدی ہیں۔ لہذا نئے سال کے پہلے جلسے میں کانگریسی ممبروں نے حکومت پر ملامت کی تجویز پیش کی اور منظور بھی ہو گئی۔ ہمارے نزدیک یہ ملامت بھی ویسا ہی انعام یا تحفہ ہے جیسا کہ بڈھے بصری مسافر نے جعفر وزیر کو دیا۔ نہ جعفر کے نسخے سے اندھے کو فائدہ پہنچ سکتا تھا نہ اس ملامت سے قوم کو۔

نوٹ:۔ کئی چٹکلے اور لطیف تحفے قابل ذکر ہیں مگر گذشتہ نمبر [illegible]

کالی [illegible] ناظم [illegible] مرزا الفصر اللہ اور سید [illegible] کانفرنس [illegible] ۲۳ دسمبر [illegible] "از قوم اللغات" [illegible] بخلاف دستور سابق ایک پڑا نے فقرہ دال [illegible] اور پنچ کی جانب سے بے پروائی ہے۔ حالانکہ اودھ پنچ کا بنا اشتہار والی آمدنی پر نہیں بلکہ محض خریداروں پر منحصر ہے۔ یہ شرف اگر اودھ پنچ سے زائل ہو جاتا تو خوب تھا۔

اہتمام سرسری اطلاع نامہ بنام مہاجنان

(دفعہ ۴۷ ایکٹ نمبر ۵ سنہ ۱۹۲۰ء)

بعدالت جناب مولوی سید خورشید حسین صاحب بہادر جج خفیفہ لکھنؤ

درخواست دیوالیہ نمبر ۲ سنہ ۱۹۳۴ء

بابت قرار دیے جانے دیوالیہ مسمیٰ جگمشی رام ولد کنوجی تنبولی ساکن لال باغ شہر لکھنؤ

بنام رادھے لال وغیرہ جملہ قرضخواہان دیوالیہ

اطلاع دی جاتی ہے کہ بتاریخ ۱۲۔ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۴ء مدیون مذکور الصدر نے ایک قطعہ درخواست اس عدالت میں بدیں غرض پیش کی ہے کہ وہ دیوالیہ قرار دیا جاوے اور یہ کہ بتاریخ ۱۵ ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۴ء عدالت ہذا نے اس امر کا اطمینان کر کے کہ مدیون کی کل جائداد کا مالیت مبلغ پانچ سو روپیہ سے زائد نہ ہوگی ہدایت کی ہے کہ مدیون کی جائداد کا اہتمام سرسری طریقہ پر کیا جاوے اور تاریخ ۲۰ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۵ء بنابر مزید سماعت درخواست و اظہار مدیون مذکور مقرر کی ہے۔ اس امر کی بھی اطلاع دی جاتی ہے کہ عدالت تاریخ مذکور الصدر پر تصفیہ و تقسیم جائداد مدیون مذکور کی کارروائی شروع کر سکتی ہے تم کو اختیار ہے کہ تم حاضر ہو کر اس تاریخ پر ثبوت دو۔ ثبوت کسی دعوے کا جو تم کرنا چاہو تاریخ مذکور پر یا اس سے قبل داخل عدالت کرنا لازمی ہوگا۔

میرے دستخط اور مہر عدالت سے آج بتاریخ ۲۲ ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۵ء جاری کیا گیا۔

وقت حاضری عدالت دس بجے سے چار بجے تک۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

نوٹس زیر آرڈر [illegible] ضابطہ دیوانی